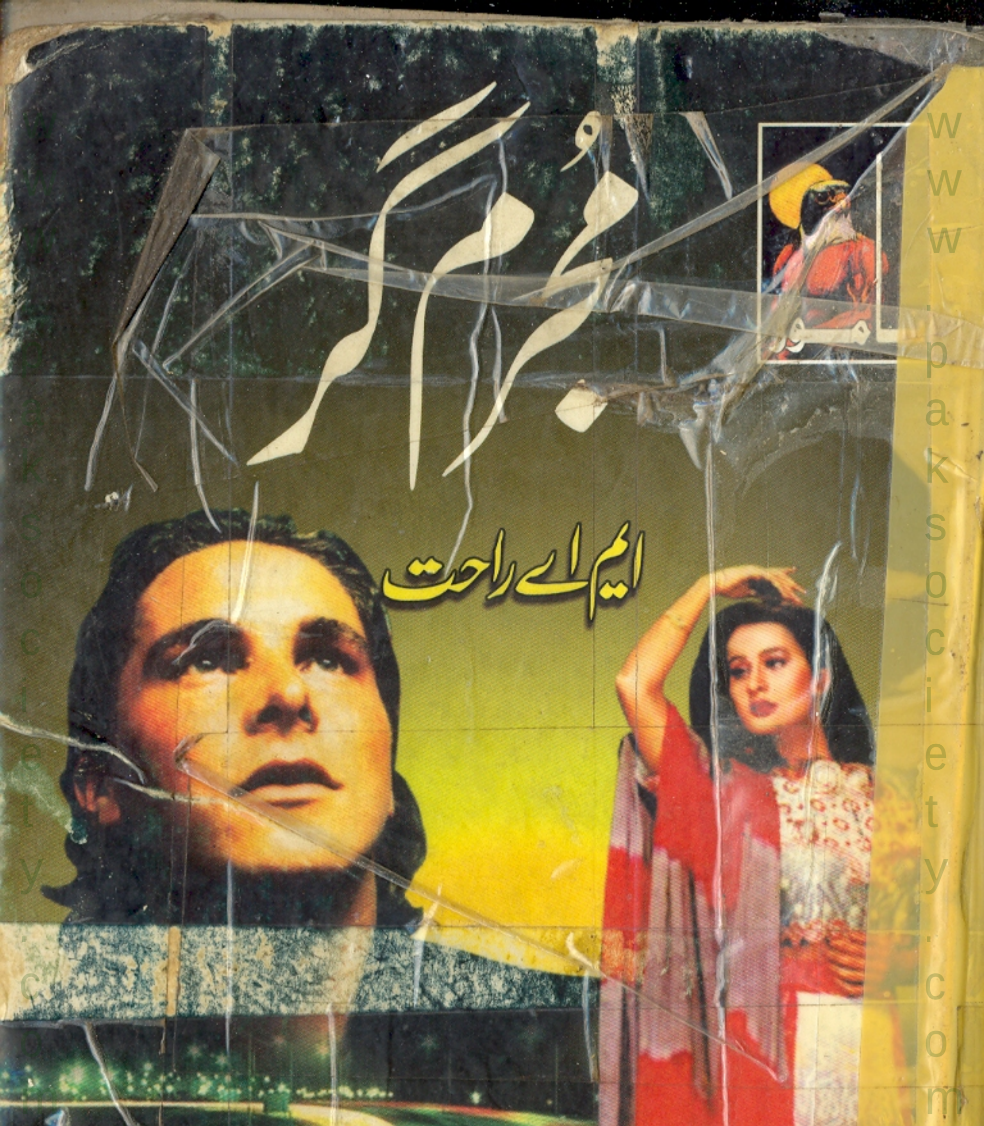

ایم اے راحت

مجرم گر

ایم اے راحت

مقبول اکیڈمی ۱۹۹۔ سرکلر روڈ۔ چوک انارکلی لاہور

بیشتر لوگ خود کو بڑا ثابت کرنے کے لئے اپنا چھوٹا پن چھپاتے ہیں۔ ان کا ماضی ان کے لیے سب سے بڑا خوف ہوتا ہے اور اسے پوشیدہ رکھنے کے لیے وہ نہ جانے کیا کیا جتن کرتے ہیں۔ چند لوگ میرے سامنے ہیں لیکن یہ ان کا فعل ہے اور مجھے ان کی رسوائی مقصود نہیں اور نہ ہی اس داستان سے ان کا تعلق ہے' اس لیے جانے دیں خود میری کہانی ایسے ہی بڑے لوگوں کی کہانی ہے۔ یہ خود ان کے اعلیٰ کردار کی نمائندگی کر دے گی۔

میں بھی ایک بڑا آدمی ہوں۔ اتنا بڑا کہ بڑے ہونے کے تمام اصول پورے کرتا ہوں۔ کاریں' کوٹھیاں' جائدادیں' فرم' فیکٹریاں تعلقات' پولیس کے افسران اعلیٰ ہر دور حکومت کے وزراء' غیر ملکی سفیر' وکیل' جج' بیرسٹر' یہ سب میرے دوست ہیں اور میری بے حد عزت کرتے ہیں۔ ملکی سیاست میں کبھی حصہ نہیں لیا لیکن سیاست دانوں کی ہر طرح خدمت کی اور کسی ایسے لیڈر کو شکایت کا موقع نہیں دیا' جس کے برسراقتدار آنے کے امکانات ہوں۔ آپ چاہیں تو اسے میری سیاسی بصیرت کہہ سکتے ہیں بلکہ بعض اوقات تو بٹے اور ریس میں جیتنے والے گھوڑے کے نمبر کی طرح یہ اندازے بھی کیے گئے کہ میں کسے سپورٹ کر رہا ہوں اور جسے میں سپورٹ کر رہا ہوں اس کی کامیابی کے امکانات سو فیصد ہیں خواہ اس کی سیاسی پوزیشن کسی بھی حد تک کمزور ہو اور وقت ثابت کرتا تھا کہ میرا فیصلہ کبھی غلط نہیں ہوتا تھا۔ اس طرح میں ایک سیاسی درویش بھی سمجھا جاتا تھا۔

تو بات کر رہا تھا بڑے لوگوں کے چھوٹا پن چھپانے کی' میں بھی خود کو ایک حد تک

چھپانا چاہتا ہوں' بس اس حد تک جہاں تک ضروری سمجھتا ہوں۔ مثلاً" میں آپ سے اپنا اصل نام چھپا رہا ہوں' ان مخصوص لوگوں کے نام چھپا رہا ہوں جن کا تعلق اس داستان سے ہے اور جنھیں آپ ان کے ناموں سے شناخت کر سکتے ہیں' اب یہ آپ کی ذہانت ہے کہ آپ ان فرضی ناموں کے پیچھے اصل چہرے کو شناخت کریں۔ میں اپنی زبان سے کسی کو رسوا نہ کروں گا۔ میں نے اپنے لیے ایک نام تجویز کیا ہے' آپ مجھے فیصل جلال کہہ سکتے ہیں' اپنی ولدیت چھپا رہا ہوں اور اس کی جگہ جو نام لوں گا وہ بھی فرضی ہو گا کیونکہ خود فیصل جلال فرضی ہے مجھ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

کیونکہ میں بہت سی روایات سے منحرف ہوں۔

یہ نکلا نیا موضوع' یعنی روایات سے انحراف مختصراً" کہوں گا کہ ہر بچہ معصوم ہوتا ہے بے بس ہوتا ہے' اچھا ہوتا ہے' نیک ہوتا ہے' نیک رہنا چاہتا ہے' یہ آپ پر منحصر ہے کہ آپ اسے کیا بناتے ہیں۔ تخلیق کنندہ اسے گوشت پوست کے لوتھڑے کی شکل میں روح پھونک کر آپ کے حوالے کر دیتا ہے' اس کے بعد آپ کا کام شروع ہوتا ہے کہ آپ اس کا کیا کرتے ہیں۔ بات تقدیر کے حوالے کر دی جاتی ہے مگر مذہبی طور پر نبیوں' ولیوں اور درویشوں نے نیکی اور بدی کی تشریح کر دی ہے' کھلے لفظوں میں سمجھا دیا ہے کہ اس امتحان گاہ میں آپ کو پیپر دیئے ہیں' ان میں کیا لکھنا ہے یہ آپ کا کام ہے۔ ببول کے درخت پر آم نہیں ملتے شاید میرا انداز کچھ ناصحانہ ہو گیا ہے' اس لیے اس موضوع کو ختم کرتا ہوں۔ بات روایات سے منحرف ہونے کی تھی' اس لیے اپنی صفائی پیش کرنے لگا تھا اور یہ کام بڑے زور و شور سے ہو رہا ہے۔ ہر شخص کہہ رہا ہے' سماج میں' معاشرے میں اور ماحول میں برائیاں بڑھتی جا رہی ہیں اور کوئی بھی اپنی ذمے داری قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ پہلے اپنے اطراف پر الزامات لگائے جاتے ہیں اس کے بعد ماضی کا رخ کیا جاتا ہے' اب بتایئے ماضی میں جو بگاڑ پیدا ہو گیا ہے وہ حال میں کیسے دور کیا جائے' ماضی والے تو جا چکے' آپ جا رہے ہیں' چلتے رہیں جو ہو گا دیکھا جائے گا۔

آیئے آپ کو کراچی کے ایک خوبصورت علاقے میں لے چلوں۔ یہ علاقہ کراچی کا صف اول کا علاقہ ہے اور یہاں سب اول نمبر لوگ رہتے ہیں۔ ان میں سے بہت سے اول نمبر لوگوں کو میں جانتا ہوں' اس وقت سے جب وہ دس نمبری تھے' پھر وہ نو نمبر پر

آئے' نو سے سیدھے سات نمبر پر پہنچے اور پھر تین نمبری ہوئے یہاں تک کہ ایک نمبری ہو گئے اور ایک نمبری ہونے کے بعد انھوں نے سارے نمبر بھلا دیئے اور اپنے ہر دور کے راز داروں کے دشمن بن گئے۔ مزاحیہ ڈراموں میں کام کرنے والا اداکار عمر شریف یہاں کے رہنے والوں کو برگر فیملی کہتا ہے مگر ان کا تجزیہ اپنے انداز میں کرتا ہے' جو لوگ یہاں یعنی ڈیفنس میں پیدا ہوئے ان کی یہ کیفیت فطری ہے کیونکہ سونے کے چمچے اور مٹی کے چمچے میں فرق ہوتا ہے لیکن جنھوں نے ڈیفنس آباد کیا وہ ایسے نہیں۔ عمر شریف نے کبھی ان کا سامنا نہ کیا ہو گا' ورنہ مزاحیہ اداکار ہونے کی بجائے المیہ اداکار ہوتا۔

تو جناب یہ ڈیفنس ہے۔ ساحل سمندر پر آباد اس عظیم الشان آبادی کی ایک کوٹھی میں ہی میں نے ہوش سنبھالا۔ لیکن سونے کے چمچے کے ساتھ نہیں بلکہ ہاتھ میں ملیے جھاڑن کے ساتھ جس سے میں تین کمروں کا فرنیچر صاف کرتا تھا۔ اس کوٹھی میں بے شمار کمرے تھے جنھیں بے شمار لوگ صاف کیا کرتے تھے۔ میرے حصے میں صرف تین کمرے تھے کیونکہ میری عمر غالباً" چھ سات سال تھی۔ کیسی دلچسپ بات ہے انسان اپنے بارے میں سب کچھ جانتا ہے وہ کچھ بھی جو دوسرے نہیں جانتے لیکن زندگی پانے کے باوجود وہ ایک ایسے وقت کو نہیں جانتا جو اس کا اپنا ہوتا ہے' اس کے بارے میں صرف دوسرے جانتے ہیں' جن کی مرضی ہے بتائیں یا نہ بتائیں اور وہ ہوتے ہیں عمر کے ابتدائی سال' کہاں پیدا ہوئے کیوں پیدا ہوئے' کیسے پروان چڑھے' یہ جھاڑن ہاتھ میں کہاں سے آیا وغیرہ وغیرہ۔

ڈیفنس کی اس کوٹھی میں ایک جہاں آباد تھا۔ اتنے لوگ تھے یہاں کہ سب کے نام گنوانے بیٹھ جاؤں تو کہانی کی رفتار سست ہو جائے گی' اس لیے یوں کروں گا......... کہ ضرورت کے تحت جو کردار آئے گا اس کا نام اور حیثیت بتاتا جاؤں گا۔ زندگی میں کائنات کی پہلی شناخت ماں ہوتی ہے چنانچہ میں اس کہانی کا دوسرا کردار اسے بنا رہا ہوں' کیونکہ پہلا کردار تو میں خود ہوں یعنی جناب فیصل جلال بلکہ عزت ماب جناب فیصل جلال۔ ماں کا نام شہزادی تھا کہ بعض والدین اولاد کے ساتھ ایسا ہی مذاق کرتے ہیں۔ کوئلے جیسی سیاہ' موٹی ناک' لمبے دانت نام حسن آراء یا ہتھوڑے جیسے ہاتھ' گھوڑے جیسی شکل' بکرے جیسی آواز نام شکیل احمد' جمیل احمد۔ تو میری ماں شہزادی تھی اور یہ شہزادی اس کوٹھی کے سرونٹ کوارٹر نمبر چار میں رہتی تھی۔ چھوٹے بچوں کے کپڑے واشنگ مشین میں

دھوتی تھی' کچن کے برتن دھوتی تھی اور عیش کرتی تھی' عیش تو میں بھی کرتا تھا' تین کمروں کا فرنیچر صاف کرلو بس چھٹی' اس کے بعد لان پر آوارہ گردی کرو چاہے باہر نکل جاؤ' شام کو بڑے آدمیوں کے بچوں کو کھیلتے دیکھو مگر ان کے پاس نہ جاؤ' ہاں اگر خوبصورت گیند اچھل کر اپنی طرف آجائے تو اسے اٹھا کر ان کی طرف پھینک دو مگر دور سے' قریب جانے کے لئے خصوصی منادی کردی گئی تھی۔

ماں کے بارے میں جذباتی لوگ بہت سی کہانیاں سناتے ہیں کہ بچہ پیدائش کے فوراً بعد اس کی آغوش کا شناسا ہو جاتا ہے۔ اس کے لئے ہمکتا ہے اس کے لیے روتا ہے' ماں اسے زمانے کی سرد و گرم ہواؤں سے بچاتی ہے مامتا نامی کوئی جذبہ یا چیز ہوتی ہے' اس کے صندوق میں مجھے ایسی کوئی چیز نہیں ملی کیونکہ جب زمانے میں یا ڈیفنس کی اس کوٹھی کے کوارٹر نمبر چار میں سرد ہوائیں چلتیں تو میں نے کبھی خود کو ماں کی آغوش میں نہ پایا' سینے پر ہوا لگی تو الٹا ہوگیا۔ کمر کو ہوا لگی تو پھر سیدھا ہوگیا' ہاتھ پیروں کو ہوا لگتی تو گٹھری بن گیا اور صبح ہوگئی' قصہ ختم۔ ماں کی آغوش تو کبھی نہ پائی بلکہ بعض اوقات ماں ہی نہ پائی اور کمرے کی دیواروں میں بھوت چلتے ہوئے پائے جو آنکھیں زور سے بند کرلینے سے بھاگ جاتے تھے۔

بہرحال شہزادی میری ماں تھی اور میں اس کا بیٹا۔ لوگ یہی کہتے تھے' باپ کے بارے میں' میں نے کبھی کسی سے نہ پوچھا' نہ کسی نے بتایا' مجھے خیال ہی نہ تھا کہ باپ بھی ہوتے ہیں اور ضروری ہوتے ہیں۔ بہت دن تک خیال نہ آیا تھا۔ شہزادی میری لیے کچھ نہ کرتی تھی۔ میں بھی اس سے کبھی کچھ کرنے کے لیے نہ کہتا تھا۔ عادت ہی نہ تھی بچپن سے البتہ ایک عادت ضرور تھی مجھ میں' وہ یہ کہ میں لوگوں کو دیکھتا تھا' ان سے سیکھتا تھا' ان کے افعال میں تمیز کرتا تھا' کاروبار زندگی چل رہا تھا' بہت سے بچے تھے یہاں بڑے تھے ہر عمر اور ہر فکر کے لوگ تھے' کچھ آقا تھے' کچھ غلام تھے' مجھے معلوم نہیں تھا لیکن گھر میں انھیں سر پڑھانے آتے تھے اور جو کچھ' سر' انھیں پڑھاتے تھے وہ میں نے بھی سیکھ لیا تھا یہ کہ ہمایوں' بابر بادشاہ کا بیٹا تھا' قائداعظم نے پاکستان بنایا تھا اور لیاقت علی خان شہید ہوئے تھے۔ ایسی لاتعداد باتیں میں سیکھ گیا تھا اور میری معلومات تاثیر میاں سے کسی طور کم نہ تھیں۔ بہت سے بڑے تھے' بہت سے چھوٹے تھے لیکن سب سے بڑے غزنوی

صاحب تھے۔ یہی اس کوٹھی کے مالک تھے اور مالک رہنا جانتے تھے۔ کسی کی مجال نہیں تھی ان کے سامنے دم مارنے کی۔ خیر مجھے کسی سے کیا۔ ہاں جن سے براہ راست میرا تعلق ہے ان کا تذکرہ ضرور کروں گا جیسے آنا ماں' یہ ایک مقدس نام ہے' میرے لیے اور اگر اس عمر میں میرے ذہن میں کسی کردار نے تجسس بیدار کیا تو وہ آنا ماں تھیں' غزنوی صاحب کی بیگم اور یہاں جتنے موجود تھے سب کی ماں تھیں وہ۔ آنا ماں کی کچھ باتیں سناؤں آپ کو۔

تاثیر میاں کے کمرے کی صفائی کرتا تھا میں۔ ایک دن وہ' سر' سے پڑھ رہے تھے' میں قالین برش کر رہا تھا' سر' انھیں پڑھا رہے تھے (The works was very Slow And diffecult) اور تاثیر میاں سے اس کا تلفظ نہیں بن رہا تھا۔ سر نے کہا۔

"اتنی بار تو اگر کسی گدھے کو بھی یہ جملہ رٹایا جاتا تو وہ اسے دہرا سکتا تھا۔ تم سے یہ جملہ نہیں نکل رہا۔ اے لڑکے تم بتا سکتے ہو کہ میں انھیں کیا پڑھا رہا ہوں۔"

"جی.......... جی سر' دا ورک واز ویری سلو اینڈ ڈیفکلٹ" میں نے بے اختیار کہا۔

"کچھ شرم آئی آپ کو؟" سر نے کہا۔

"تو یہاں کیا کر رہا ہے؟" تاثیر میاں شدید غصے کے عالم میں بولے اور ایک زور دار لات میرے رسید کر دی۔ میں زمین پر بیٹھا ہوا تھا اور وہ کرسی پر تھے' اس لیے لات میرے سر پر پڑی اور میں بری طرح گر پڑا۔ آنا ماں عین اسی وقت اچانک اندر داخل ہوئی تھیں باقی باتوں کا تو انھیں کچھ پتا نہیں تھا لیکن انھوں نے تاثیر میاں کو میرے لات مارنے اور مجھے گرتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ وہ کچھ کہے سنے بغیر آگے بڑھیں اور انھوں نے تاثیر میاں کے بال پکڑ لیے اور اس کے بعد چٹاخ کی ایک زور دار آواز کمرے میں گونجی' ساتھ ہی آنا ماں کی آواز۔

"کیوں مارا اسے؟" یہ ایک تھپڑ تو شاید چل سکتا تھا لیکن آنا ماں نے تاثیر میاں کے بال نہ چھوڑے۔ دوسرا تھپڑ' پھر ایک گھونسا' دو لاتیں ان کے پڑیں اور تاثیر میاں کے منہ سے خون جاری ہوگیا۔ آنا ماں پر تو جیسے دورہ پڑ گیا تھا۔ وہ صرف ایک جملہ کہہ رہی تھی۔

"کیوں مارا اسے؟"

سر' آنا ماں کو تو روکنے کی جرات نہ کر سکے تھے' اٹھ کر باہر گئے اور پھر دوسرے

بہت سے لوگوں کو لے کر اندر آگئے۔ اتنی دیر میں تاثیر میاں کا بلوا ڑا بن چکا تھا۔ دوسرے لوگ اندر آئے۔ آنا ماں کو روکنے کی جرات تو ان میں بھی نہ تھی' بس تاثیر میاں پر چھائے اور سب نے آنا ماں کی لاتیں اور گھونسے کھائے پھر آنا ماں تیزی سے باہر چلی گئی تھیں۔ بعد کا مقدمہ بھی میرے علم میں ہے۔ تاثیر میاں' عرفان غزنوی کے بیٹے تھے اور مسز عرفان یعنی عابدہ عرفان نے دو دن سے کھانا نہ کھایا' تیسرے دن بیٹے کو لے کر میکے چلی گئیں اور تین مہینے تک واپس نہ آئیں بعد میں کچھ مذاکرات ہوئے اور وہ واپس آگئیں۔ مجھ سے البتہ کسی نے ایک لفظ نہ کہا تھا نہ کچھ پوچھا تھا۔

یہ تو تھی ایک بات' آنا ماں واقعی پراسرار کردار تھیں۔ ایک بار کسی کام سے دوپہر کے وقت میں ان کے کمرے میں چلا گیا' وہ سو رہی تھیں' میرے قدموں کی چاپ پر جاگ گئیں۔ مجھے دیکھا تو میں سہم گیا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئیں۔

"یہ پیڈ رکھنے آیا تھا' باہر سوکھ رہا تھا۔" میں نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

"فیصل۔" انھوں نے پیار سے مجھے پکارا۔

"جی آنا ماں۔"

"مجھ سے ڈر لگتا ہے تمہیں' ادھر آؤ۔" اور میں ان کے قریب پہنچ گیا۔ انھوں نے پیار سے مجھے پاس بٹھا لیا۔ "بولو ڈرتے ہو مجھ سے۔"

"نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ انھوں نے میرے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں لے کر مجھے دیکھا اور پھر میرا سر سینے سے لگا لیا۔

"کوئی تکلیف ہے تمہیں؟"

"نہیں آنا ماں۔"

"پیٹ بھر کر کھانا کھاتے ہو؟"

"جی ہاں۔"

"شہزادی کبھی مارتی تو نہیں تمہیں؟"

"جی نہیں۔"

"تمہارا خیال رکھتی ہے؟"

"جی ہاں۔"

"پیسے لو گے؟"

"جی نہیں۔"

"لے لو......... لو یہ رکھ لو......... اور بھی دوں گی۔" انھوں نے پرس سے کچھ نوٹ نکال کر میری جیب میں ٹھونس دیے۔ کئی بار مجھے چوما لیکن اسی وقت باہر سے غزنوی صاحب کی آواز سنائی۔

"ہم اندر آسکتے ہیں۔" اور اجازت کی ضرورت نہ محسوس کرکے غزنوی صاحب اندر آگئے۔ آنا ماں نے بری طرح مجھے دور دھکیل دیا اور میں گرتے گرتے بچا۔ "امید ہے کہ آپ حسب عادت ایک آنکھ سے سو رہی ہوں گی۔ غزنوی صاحب نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا اور پھر ان کی نگاہ مجھ پر پڑی۔

"گیلا ہے ابھی' باہر دھوپ میں ڈال دے' ابھی سے اسے کیوں اندر لے آیا۔" آنا ماں نے کرخت لہجے میں کہا۔ اشارہ پیڈ کی طرف تھا۔ میری سمجھ میں کچھ نہ آیا تھا۔ آنا ماں پھر بولیں۔ "عجیب نامراد لڑکا ہے' ارے میں کیا کہہ رہی ہوں سن نہیں رہا۔"

"جی۔" میں نے پیڈ اٹھایا اور باہر نکل گیا۔ نوٹ جیب میں نہ ٹھنسے ہوتے تو آنا ماں کے اس پیار کو خواب سمجھتا کچھ سمجھ میں ہی نہیں آیا تھا۔ ہاں میری ماں ان نوٹوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی تھی۔ تیسری اور آخری بات سنا کر آنا ماں کا تذکرہ ختم کرتا ہوں' یہ بھی ایک سنسان دوپہری کی بات ہے۔ تیز دھوپ پڑ رہی تھی' شدید لو چل رہی تھی۔ ماں نے دہی منگوایا تھا اور دکان بہت دور تھی۔ دہی لے کر اندر داخل ہوا تو پسینہ پسینہ ہو رہا تھا' اندر آگیا۔ دھوپ سے سر چکرا سا گیا تھا۔ زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ آنا ماں اچانک اندر داخل ہو گئی۔ شہزادی اطمینان سے دہی کی لسی بنا رہی تھی۔ آنا ماں کو دیکھ کر ششدر رہ گئی۔ آنا ماں میرے ہوش میں کبھی اس کوارٹر میں نہ آئی تھیں۔

"کہاں گیا تھا یہ؟" انھوں نے پھنکارتے ہوئے کہا۔ اور شہزادی کی حالت خراب ہو گئی' اس کا چہرہ اتر گیا اور وہ چور سی بن گئی' بہرحال جواب دینا ضروری تھا۔ اس نے کہا۔

"دہی......... دہی منگایا تھا آنا ماں۔" آنا ماں کی آنکھوں سے چنگاریاں پھوٹنے لگیں۔ انھوں نے سرد لہجے میں کہا۔

”دھوپ اور گرمی کا کچھ اندازہ ہے‘ پتا ہے باہر لو چل رہی ہے۔“

”جی آنا ماں۔“

”دوسرے لوگ بھی ہوتے ہیں گھر میں۔ شہزادی میرے ایک اشارے پر تمہارا جو حشر ہو سکتا ہے کیا تمہیں اس کا کچھ اندازہ ہے کیا تم اپنی کٹی ہوئی زبان اور تیزاب سے جھلسے ہوئے چہرے کے بارے میں سوچ سکتی ہو‘ کرائے پر جرم کرنے والے بہت معمولی سے آدمی کے لیے یہ مشکل نہ ہوگا اور معاوضہ کیا دینا پڑے گا صرف چند ہزار روپے‘ کاغذ کے چند نوٹ۔“

”معافی چاہتی ہوں آنا ماں۔“ شہزادی نے لرزتے ہوئے کہا۔

”بہتر ہے خود کو سنبھالو‘ اس کی کالی تقدیر میں جو کچھ لکھا ہے اسے بھگتنے دو اس میں اور اضافہ نہ کرو۔“

”آئندہ ایسا کبھی نہ ہوگا آنا ماں۔“ شہزادی نے کہا اور آنا ماں میری طرف متوجہ ہوئے بغیر خاموشی سے چلی گئیں۔ میری چھوٹی سی عقل‘ یہ معمہ حل کرنے میں ناکام تھی‘ کیا ہوا تھا۔ یہ سب کچھ کیا تھا۔ شہزادی کے بدن میں لرزش تھی‘ اس کا چہرہ سفید پڑ گیا تھا۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

”جرائم پیشہ کہیں کے۔“

”بات کیا ہوئی ہے ماں؟“ میں نے کہا اور شہزادی چونک پڑی۔ چند لمحات وہ خاموشی سے دیکھتی رہی پھر ایک دم ہی مسکرا پڑی۔

”کچھ نہیں‘ لسی پیو گے؟“

”پلا دو مگر یہ آنا ماں کیوں بگڑ رہی تھیں؟“ ماں نے اپنے لیے بنائی لسی کا گلاس مجھے دے کر کہا۔

”وہ میں نے تمہیں دھوپ میں جو بھیج دیا تھا۔“

”تو اس سے کیا ہوا‘ ماں ہو تم میری‘ بیٹا ہوں میں تمہارا انھیں کیا؟“ میں نے کہا۔

”اوہ بس! آنا ماں بہت رحمدل ہیں‘ اسی بات پر مجھے ڈانٹ رہی تھیں مکار کہیں کے۔ مجھے اندازہ نہ ہو سکا کہ یہ مکار کہیں کے کون ہیں نہ ہی میں نے اس بارے میں زیادہ سوچا کیونکہ دہی کی لسی بہت مزے دار تھی۔

بہت سے لوگ تھے اس کوٹھی میں عرفان غزنوی تھے کامران غزنوی تھے‘ فرزان غزنوی تھے‘ نعمان غزنوی تھے‘ ان کے علاوہ غزنوی خواتین تھیں‘ یعنی دلشاد‘ نوشابہ‘ نوشین اور جنا وغیرہ‘ یہ سب بڑے غزنوی یعنی احسان غزنوی کے صاحبزادے اور صاحبزادیاں تھیں۔ مرد غزنویاں میں سے صرف کامران غیر شادی شدہ تھے‘ باقی سب مصیبت شدہ تھے اور ان مصیبت زدگان میں کسی نہ کسی کے ہاں ہر سال ایک آدھ غزنوی کا اضافہ ہو جاتا تھا۔ خواتین میں صرف دلشاد جہاں شادی شدہ تھیں اور باقی کے لیے رشتوں کا انتظار ہو رہا تھا۔ یہ ساری باتیں آہستہ آہستہ مجھے معلوم ہوتی جا رہی تھیں اور یہ عمر کا معاملہ تھا جو بڑھ رہی تھی۔ اس بڑھتی ہوئی عمر کے ساتھ ساتھ دوسرے بہت سے خیالات اور پیدا ہوتے جا رہے تھے۔ ہم اس گھر کے ملازم تھے۔ میری ماں شہزادی نہیں نوکرانی تھی۔ دوسرے بہت سے لوگ بھی یہاں نوکر تھے مختلف کام کرتے تھے‘ چھوٹے چھوٹے بچے‘ بوڑھے ملازموں تک کو جھڑک دیتے تھے ان سے بدتمیزی کر لیتے تھے کوئی انھیں کچھ نہ کہتا لیکن مجھ سے کسی کو بدتمیزی کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ میری بڑی سے بڑی غلطی پر لوگ دانت پیس کر رہ جاتے مگر مجھ سے کچھ نہ کہتے۔ بہت سے قیمتی برتن ٹوٹ چکے تھے مجھ سے‘ بڑے بڑے ڈیکوریشن پیس تباہ ہو چکے تھے جبکہ بہت معمولی معمولی باتوں پر دوسرے نوکروں کو چھٹی کا دودھ یاد دلا دیا جاتا تھا۔ میرے ساتھ یہ سب کچھ نہ ہوتا۔ طویل عرصے تک تو میں نے کچھ نہ سوچا مگر رفتہ رفتہ ایک عجیب سا احساس پیدا ہوتا جا رہا تھا۔ میری شخصیت متضاد کیوں ہے؟ میں کسی کی آنکھ کا تارا نہیں تھا پھر بھی سب پر ایک بندش تھی‘ کیوں؟

دوسرے لوگ تو خیر جو کچھ بھی تھے مگر سب سے زیادہ برا رویہ میرے ساتھ بڑے غزنوی صاحب کا تھا۔ انھوں نے میری اب تک کی زندگی میں کبھی براہ راست مجھ سے ایک آدھ بات کی تھی‘ وہ بھی ایسے کہ ایک دن‘ بہت پرانی بات ہے کہ میں ان بچوں کے ساتھ جا کھڑا ہوا جو لان پر کھیل رہے تھے ایک کی آنکھ پر پٹی بندھی ہوئی تھی اور وہ دوسروں کو چھو رہا تھا دوسرے چونکہ کھیل رہے تھے اور چھپ رہے تھے میں صرف کھڑا ہوا تھا۔ چھونے والے نے مجھے چھو لیا‘ سب بچے ہنس پڑے‘ مجھے بھی بہت اچھا لگا۔

بڑے غزنوی صاحب کہیں سے آئے تھے اور پورچ میں کار سے اترے تھے۔ بچے

زیادہ دور نہ تھے۔ غزنوی صاحب رک گئے پھر آگے بڑھ کر میرے پاس پہنچ گئے۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟" وہ سرد لہجے میں بولے۔

"کچھ نہیں......... کچھ بھی نہیں۔"

"آج کے بعد......... آج کے بعد کبھی تمہیں ان بچوں کے ساتھ کھیل میں نہ دیکھا جائے' سمجھ گئے یا نہیں۔"

"سمجھ گیا۔" میں نے کہا۔

"دفعان ہو جاؤ۔" وہ بھیانک آواز میں غرائے اور میں وہاں سے بھاگ آیا پھر کبھی ہمت نہیں پڑی۔ بچوں کے کھیل میں شریک ہونے کی۔ دوسری بار غالباً عید یا بقر عید کا دن تھا۔ میں نے بھی نئے کپڑے پہنے تھے۔ بچے لائن لگا کر بڑے غزنوی صاحب سے عیدی وصول کر رہے تھے۔ جس جگہ یہ تماشا ہو رہا تھا' وہ کوٹھی کے صدر دروازے کے پاس ہی تھی......... میں صفائی کر کے باہر آیا تھا کہ یہ دلچسپ تماشا دیکھا۔ یونہی قدم رک گئے تھے۔ آخری بچے کو نمٹانے کے بعد ہی غزنوی صاحب نے مجھے دیکھا تھا۔ ان کا مسکراتا ہوا چہرہ ایک دم بگڑ گیا۔

"کیا ہے؟" انھوں نے پوچھا۔

"کچھ نہیں......... کچھ بھی نہیں۔"

"عیدی چاہیے؟"

"نہیں۔" میں نے متانت سے کہا۔ مانگنا میری عادت نہیں تھی۔ غزنوی صاحب چونک پڑے۔ انھوں نے مجھے غور سے دیکھا پھر کسی قدر نرم لہجے میں بولے۔

"عیدی چاہیے؟"

"نہیں میں نے پھر اسی لہجے میں کہا۔

"تو یہاں کیوں مر رہے ہو؟"

"ادھر سے جا رہا تھا' غلطی سے رک گیا۔" میں نے غصے سے کہا۔

"تو اب کیوں رکے ہوئے ہو؟"

"جا رہا ہوں۔" میں نے غضب ناک لہجے میں کہا۔ نہ جانے دماغ کیوں گھوم گیا تھا۔ میں بالکل آہستہ سے مڑا تھا۔ غزنوی صاحب نے مجھے پکارا۔

"سنو! یہ کپڑے کہاں سے آئے ہیں تمہارے پاس؟"

"میری ماں نے بازار سے خریدے ہیں۔" میں نے کہا اور پلٹ کر واپس چل دیا لیکن آہستہ آہستہ......... آج میں ان سے بالکل نہیں ڈر رہا تھا جبکہ گھر کے تمام ہی لوگ غزنوی صاحب سے دہشت زدہ رہتے تھے۔ مجھے ان کی باتوں کا کوئی افسوس نہیں ہوا تھا۔ ایک نفرت سی بیدار ہوئی تھی دل میں' صرف غزنوی صاحب سے اور اس وقت میں نے نہ جانے کیا کیا سوچا۔ کون ہیں یہ لوگ' کیوں دوسروں پر حکم چلاتے ہیں' کیا فرق ہے دوسروں میں اور مجھ میں۔ آدھی رات کو میں نے آئینے میں بار بار اپنا چہرہ دیکھا تھا۔ آخر کیا فرق ہے دوسروں میں اور مجھ میں۔

کوئی خاص بات نہ ہوئی' بس میں کچھ تلخ ہو گیا تھا اس دن کے بعد۔ یہ سب میرے گلے لگے تھے۔ بنٹی حوض کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے پر چھلانگ رہا تھا۔ ایک بار اس کا پاؤں پھسلا اور وہ گر پڑا۔ حوض کا کنارا اس کے سر پر لگا اور بھل بھل خون بہنے لگا۔ میں نے اسے دیکھا اور اطمینان سے آگے بڑھ گیا۔ کسی کو میں نے بنٹی کے بارے میں نہ بتایا تھا۔ بنٹی نعمان غزنوی کا بیٹا تھا۔ بعد میں زیادہ خون بہہ جانے سے اس کی بری حالت ہو گئی تھی اور سارا گھر پریشان رہا تھا۔ میری فطرت میں یہ تلخی بڑھتی گئی مگر اس کا اظہار کسی چڑچڑے پن سے نہیں ہوتا تھا۔ جس نے ایک نیا رنگ اختیار کرنا شروع کر دیا۔

رومانہ بھی عرفان غزنوی کی بیٹی تھی۔ اس کے کمرے کی صفائی میرے ہی ذمے تھی۔ ایک دن میں اس کے کمرے میں صفائی کر رہا تھا کہ اس کے خوبصورت شیلف سے ایک کتاب نیچے گر کر کھل گئی۔ اس میں جنگلی جانوروں کی تصویریں بنی ہوئی تھیں' بہت خوبصورت تصویریں تھیں۔ میں ورق الٹ الٹ کر دوسری تصویریں دیکھنے لگا کہ رومانہ

"ارے' یہ کیا کر رہے ہو؟"

"تصویریں دیکھ رہا ہوں۔"

"تم نے میری یہ کتاب شیلف سے کیوں نکالی؟"

"نکالی نہیں گر پڑی تھی۔"

"بکواس کرتے ہو' جانتے ہو کتنی قیمتی کتاب ہے' میرے ماموں امریکہ سے لائے

تھے۔ یہ ساری کتابیں اتنے پیسوں کی ہیں کہ تمہیں بیچ دیا جائے تب بھی پیسے پورے نہ ہوں گے۔"

"کون بیچ سکتا ہے مجھے' تم بیچو گی۔" میں نے کتاب اٹھا کر پھینک دی اور وہاں سے نکل آیا۔ پوری صفائی بھی نہیں کی تھی میں نے۔ رومانہ چیخ چیخ کر رونے لگی۔ میں باہر نکل آیا تھا پھر میں انتظار ہی کرتا رہا' مگر کوئی میرے پاس نہ آیا مگر رومانہ کے الفاظ مجھے کھولاتے رہے تھے۔ میرے دل میں انتقام کا جذبہ پروان چڑھنے لگا تھا۔ صفائی تو بہرحال مجھے اس کمرے کی کرنا ہی پڑتی تھی لیکن جب بھی کتابوں کی الماری پر نگاہ پڑتی میرے کانوں میں رومانہ کے الفاظ چبھنے لگتے۔ میرا دل چاہتا کہ اس الماری کو آگ لگا دوں۔ اس میں موجود کتابیں اس قدر قیمتی ہیں کہ مجھے بیچ کر بھی ان کی قیمت پوری نہیں ہو سکتی۔ مجھے بیچ کر......... مجھے بیچ کر۔ میں ہمیشہ کینہ توز نظروں سے اس الماری کو دیکھتا تھا۔ جسے خاکستر کرنا میرے لیے مشکل نہیں تھا۔ کتابوں کے اس ڈھیر کو میں تھوڑی سی کوشش کر کے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے فنا کر سکتا تھا لیکن شاید عقل کا آغاز ہو گیا تھا اور میں جانتا تھا کہ اس طرح کتابوں کی الماری کو آگ لگانے کی ذمے داری مجھ پر ہی آ کر پڑ سکتی ہے ہرچند کہ مجھ سے ایسے کسی معاملے میں بازپرس نہیں ہوتی تھی لیکن چونکہ اب رشتے ناتے میری سمجھ میں آنے لگے تھے' اس لیے میں جانتا تھا کہ کافی الجھنوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ویسے ہی عابدہ بیگم مجھ سے نفرت کرتی تھیں۔ نفرت تو خیر میں نے یہاں ہر شخص کی نگاہوں میں دیکھی تھی اپنے لیے لیکن چونکہ تاثیر میاں کا ایک واقعہ ہو چکا تھا اور اس دن کے بعد سے عابدہ بیگم کا رویہ میرے ساتھ بہت ہی خراب ہو گیا تھا' اس لیے اگر میں کتابوں کی الماری کو آگ لگا دیتا تو شاید میرے لیے مشکلات کا آغاز ہو جاتا۔ ہو سکتا ہے اس کے بعد آنا ماں بھی میری حمایت نہ کر سکتیں۔ کیونکہ پچھلی بار کافی لے دے ہوئی تھی۔

ایک دن کوارٹر نمبر دو میں آگ لگ گئی۔ اس کوارٹر میں چوکیدار اپنے مختصر سے خاندان کے ساتھ رہتا تھا۔ آگ خوب زوردار لگی تھی۔ کوئی جانی نقصان تو ہوا نہیں تھا لیکن ایک کمرے کا کافی سامان جل گیا تھا لوگ ایک دوسرے کو بتانے لگے کہ آگ شارٹ سرکٹ سے لگی ہے۔ یہ شارٹ سرکٹ کیا ہوتا ہے میرے ذہن میں تجسس ابھر آیا اور پھر میں نے کچھ لوگوں سے اس بارے میں معلومات حاصل کرنا شروع کر دیں۔ شارٹ سرکٹ

کی پوری تفصیل مجھے سمجھا دی گئی تھی لیکن کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ شارٹ سرکٹ سے واقفیت کیوں حاصل کی جا رہی ہے۔ اس کے بعد سے دوسرے دن میں نے رومانہ کے کمرے کو خاص نگاہوں سے دیکھا تھا اور یہاں شارٹ سرکٹ کا جائزہ لیا تھا۔ میری خوش قسمتی تھی کہ یہ الماری دیوار کے ساتھ ایسی جگہ لگی ہوئی رکھی تھی جہاں سے الیکٹرک کے تار گزرتے تھے۔ الماری کے بالکل قریب نائلون کا ایک باریک پردہ پڑا ہوا تھا جو تاروں کو چھوتا ہوا گزرتا تھا اور سارا منصوبہ میرے ذہن میں آ گیا۔

میں جانتا تھا کہ بجلی کے ننگے تاروں کو اگر چھری سے ٹچ کیا جائے تو کرنٹ لگ سکتا ہے۔ ان تاروں کو چھیلنا بھی ضروری تھا چنانچہ اس کے لیے میں نے ایک ایسی چیز حاصل کی جس میں لکڑی کا دستہ لگا ہوا تھا اور اس کا اگلا سرا دھار دار تھا اس کی مدد سے کچھ تار ننگے ہو گئے تھے اور اب ایک لکڑی ہی سے مجھے وائرنگ کے ان تاروں کو اوپر کر کے ایک دوسرے سے ملانا تھا۔ جلد بازی کسی طور مناسب نہیں تھی۔ چنانچہ میں اطمینان سے اپنے اس منصوبے پر عمل کرتا رہا۔

یہاں تک کہ ایک دن مجھے موقع مل ہی گیا۔ رومانہ اسکول گئی ہوئی تھی اور میں معمول کے مطابق اس کے کمرے کی صفائی کر رہا تھا۔ سارا منصوبہ میں نے سوچ لیا تھا۔ چنانچہ ایک لمبی لکڑی سے جو جالے صاف کرنے کے کام آتی ہے میں نے ان دونوں تاروں کو ملا دیا۔ ایک زوردار چنگاری پیدا ہوئی۔ شاید کہیں فیوز بھی اڑ گیا تھا لیکن اس چنگاری سے نائلون کے اس پردے میں آگ لگ گئی۔ میں پرمسرت نگاہوں سے اس آگ کو پھیلتے دیکھتا رہا۔ مجھے اس کا گمان بھی نہیں تھا کہ آگ اتنی تیزی سے دوسری چیزوں کو بھی لپیٹ میں لے لے گی۔ بہرطور جب میں نے یہ دیکھ لیا کہ الماری پوری طرح آگ کی زد میں آ گئی ہے تو میں کمرے سے باہر نکل بھاگا اور عمارت کی بیرونی حصے میں آ کر میں نے زور زور سے آگ آگ کا شور مچایا' عظیم الشان کوٹھی میں لوگ اپنے اپنے معمولات میں مصروف رہتے تھے کوئی کسی کی جانب توجہ نہیں دیتا تھا اور یہ چیز میرے لیے انتہائی کارآمد ثابت ہوئی کیونکہ میری آواز سن کر باہر نکلنے والے بھی بڑی کھولت سے باہر نکلے تھے اور اس دوران خوبصورت کتابوں کی پوری الماری نذر آتش ہو چکی تھی۔ میں نے انھیں بتایا کہ اچانک ہی بجلی کے تاروں سے چنگاریاں نکلیں اور نائلون کے پردے نے آگ پکڑ لی

غرضیکہ جب آس پاس دھواں پھیلنے لگا تو لوگ بدحواس ہو کر آگ بجھانے کی فکر میں سرگرداں ہوگئے۔ آگ بجھا دی گئی لیکن اس شکل میں کہ کمرے کا بیشتر سامان راکھ میں تبدیل ہو چکا تھا اور اس کے بعد رومانہ کی حالت قابل دید تھی۔ آٹھ آٹھ آنسو روئی تھی اور سب سے زیادہ دکھ اسے کپڑوں کی الماری کے جل جانے کا تھا' لیکن میری مسرت کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا۔ ایک ایسی چیز خاکستر ہوگئی تھی جس کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ اگر مجھے بھی بیچ دیا جائے تو اس کی قیمت پوری نہ ہو۔ میں تو اپنی جگہ موجود تھا' لیکن وہ چیز اب موجود نہ تھی اور نہ جانے کیوں مجھے اپنی اس کامیابی پر اتنا سرور آیا تھا کہ میں خوشی سے پھولا نہیں سمایا تھا۔

میری سوچ میں یہ تصور بھی شامل ہوگیا کہ جو کام بھی کیا جائے اسے ذہانت سے کیا جائے کہ کام ہو جائے اور کسی کو شبے کا موقع بھی نہ ملے۔ دوسروں کو بس اس طور ہراساں کیا جائے کہ وہ اپنے نقصان پر ہاتھ ملتے رہ جائیں لیکن یہ نقصان پہنچا کر اپنے دل کو جو ٹھنڈک ملے وہ ساری محنت کا حاصل ہو اور یہ بات میری فطرت میں رچتی چلی گئی۔ میری سوچوں میں ایک انوکھی تبدیلی رونما ہوئی تھی۔ ہر چیز کو گہری نگاہ سے دیکھنے کا عادی تھا اور اب سوچوں میں بھی گہرائی پیدا ہوگئی تھی۔ میرا ذہن ایک خاص انداز میں ترتیب پاتا جا رہا تھا اور اس کی وجہ اس گھر میں میری انوکھی حیثیت تھی حالانکہ دوسرے ملازم بھی اور ان کے بال بچے بھی تھے' وہ غلطی کرتے تو اس غلطی پر ان کے ساتھ کافی سخت سلوک کیا جاتا تھا بعض کو دو چار تھپڑ بھی پڑ جاتے تھے۔ میرے ساتھ یہ سب کچھ نہیں ہوتا تھا' اس طرح میری شخصیت میں ایک ناہمواری پیدا ہوگئی تھی یا تو یہ یقین ہوتا کہ جو کچھ دوسرے ہیں' وہ میں بھی ہوں اگر مجھے کوئی رعایت دی جاتی تھی تو آخر اس کی وجہ کیا ہے اور پھر میرے ساتھ یہ رعایت برتنے کی علاوہ ایک اور زیادتی بھی تھی وہ یہ کہ میں نے کبھی کسی کی نگاہوں میں اپنے لیے محبت نہیں پائی تھی۔ محبت نہ سہی.......... کم از کم ہمدردی اور اخلاق ہی برت لیا جاتا ہے لیکن میرے سلسلے میں وہ بھی نہیں تھا جب کہ ان ملازموں کو جن کے تھپڑ لگائے جاتے تھے۔ عید پر' بقر عید پر یا گھر کی کسی بھی خوشی میں عنایات کی بارش کی جاتی تھی۔ میری ماں شہزادی بھی ان عنایات میں شامل ہوتی تھی لیکن ایک بھی دن ایسا نہیں آیا جب میرے لیے کوئی اہتمام کیا گیا ہو۔ آنا ماں البتہ عجیب و

غریب شخصیت کی مالک تھیں اور انھیں جب بھی موقع ملتا تھا' وہ میرے ساتھ ایسا ایثار ضرور کر دیا کرتی تھیں جو دوسروں کی نگاہوں میں نہ آسکے۔ مثلاً" غیر ملکی چاکلیٹوں کے وہ پیکٹ جو انھوں نے ایک دوپہر مجھے کیاری میں کام کرتے ہوئے میرے پاس گرا کر کہا تھا۔

"ان کے بارے میں شہزادی کو بھی نہ بتانا اور خاموشی سے کہیں بیٹھ کر کھالینا۔"

یعنی آنا ماں یہ قیمتی چیز مجھے دینا چاہتی تھیں لیکن اس طرح کہ میری اماں کو بھی پتا نہ چلے کیوں آخر کیوں اور یہ لفظ کیوں' میری زندگی میں ایک پہاڑ کی مانند بڑھتا چلا گیا تھا پھر زندگی کے کچھ اور واقعات پیش آئے۔ مثلاً" یہ کہ ایک دن میں گھر میں کام کرتے کرتے اپنی ماں سے کوئی ضرورت محسوس کر کے کچن کی جانب چل پڑا۔ مجھے اندازہ تھا کہ اس وقت وہ کچن میں کام کر رہی ہوگی.......... کچن کے دروازے کو تھوڑا سا کھول کر میں نے اندر جھانکا تو ایک عجیب و غریب منظر دیکھا۔ باورچی شاہ زمان' شہزادی سے مذاق کر رہا تھا۔ اس نے اس کے دونوں بازو پکڑے ہوئے تھے اور شہزادی ہنس رہی تھی' بے اختیار ہو کر ہنس رہی تھی۔ میں نے حیرت بھری نگاہوں سے اسے دیکھا وہ عام طور سے اتنا نہیں ہنستی تھی' میرے لیے بھی وہ کبھی ایسے نہیں ہنسی تھی۔ اس کا چہرہ گلنار ہو رہا تھا تبھی ان دونوں کی نگاہ مجھ پر پڑ گئی اور باورچی شاہ زمان نے جلدی سے شہزادی کے دونوں بازو چھوڑ دیے۔ شہزادی بھی کچھ عجیب سی کیفیت کا شکار ہوگئی تھی۔ پھر اس نے خود کو سنبھال کر کہا۔

"کیا ہے؟"

"ماں کچھ کام تھا تم سے۔" میں نے کہا۔ نہ جانے کیوں میرے دل میں دھواں سا بھر گیا تھا۔ یہ سب کچھ مجھے اچھا نہیں لگا تھا۔

"کیا کام آپڑا؟" شہزادی نے تنک کر پوچھا اور میں نے اسے وہ کام بتا دیا جس کے لیے میں اس تک پہنچا تھا۔

"دفعان ہو جاؤ' دیکھتے نہیں کام کر رہی ہوں۔" اس نے کہا اور میں وہاں سے چلا آیا لیکن پتا نہیں کیوں ذہن کو یہ بات سخت ناگوار گزری تھی۔ شاہ زمان تو ہمارا کوئی بھی نہیں ہے' باورچی ہے وہ' اسے میری ماں سے اس قدر بے تکلفی کا مظاہرہ کرنے کی جرات کیسے پیدا ہوئی لیکن قصور میری ماں کا بھی تھا۔ ظاہر ہے تالی ایک ہاتھ سے نہیں

بجتی لیکن شاہ زمان اور نہ جانے کیوں مجھے اس کی ٹوہ لگ گئی باورچی خانے میں جو کاؤنٹر تھا اور جس پر چولھے وغیرہ لگے تھے اور جس میں ایک طرف بہت بڑا سا الیکٹرک اوون تھا اس کے سامنے ایک کھڑکی تھی جو پچھلی گلی میں کھلتی تھی اور یہ پچھلی گلی کوڑے کرکٹ کے لیے استعمال کی جاتی تھی' میں نے اس کھڑکی کو اپنا نشانہ بنالیا اور اکثر کام کرتے کرتے اچانک میں چھپ کر اس کھڑکی کے سامنے پہنچ جاتا اور وہاں سے اندر جھانکتا۔ اس کا مقصد ہے کہ میری ماں شاہ زمان سے بہت بے تکلف تھی چونکہ اکثر وہ اسی قسم کے ہنسی مذاق میں نظر آتے جو میں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا اور میرے ذہن میں ایک بار پھر انتقامی جذبہ ابھرا۔ ماں کے لیے نہیں شاہ زمان کے لیے کہ اسے میری ماں کی یہ ہمدردی اور دلچسپی کیوں حاصل ہے اور جس چیز کے لیے میرے دل میں انتقام جاگنے لگتا تھا اسے میں شارٹ سرکٹ کے ذریعے بھسم کر دیتا تھا۔ شاہ زمان کتابوں کی الماری تو نہیں تھا کہ میں اس میں آگ لگا دیتا۔

میرا ذہن ترکیبیں سوچتا رہتا رہا تھا اور پھر ایک ترکیب میرے ذہن میں آ گئی۔ شاہ زمان بڑی بڑی ہانڈیاں چولھے پر چڑھانے کے بعد کاؤنٹر کے ساتھ بیٹھ جاتا تھا اور ایک چولھا کھڑکی کے عین سامنے تھا۔ میں نے ایک دوبار اسے بیٹھے ہوئے دیکھا تھا۔ شہزادی بھی اس کے آس پاس ہی کہیں ہوتی تھی اور اس دن میں نے اپنے منصوبے پر عمل کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ کھولتی ہوئی ہانڈی چولھے پر رکھی ہوئی تھی۔ جالے صاف کرنے کا وہ برش جس کے ذریعے میں نے شارٹ سرکٹ یعنی دو تاروں کو ملایا تھا' میرا بہترین ہتھیار تھا چنانچہ بلی کی طرح دبے قدموں میں اس کھڑکی کے عقب میں پہنچا اور اس کے بعد یہ دیکھا کہ شاہ زمان معمول کے مطابق کاؤنٹر سے لگا بیٹھا ہے۔ میری ماں سنک پر برتن دھو رہی ہے۔ گویا اس وقت شاہ زمان میری رینج میں تھا۔ چنانچہ برش آہستہ آہستہ آگے بڑھا۔ کھولتی اور پکتی ہوئی ہانڈی پر لگا اور ہانڈی پوری قوت سے شاہ زمان پر اوندھ گئی۔ شاہ زمان کی دلخراش چیخ میں وہ آواز بھی دب گئی تھی جو برش کو باہر کھینچتے ہوئے کھڑکی کی گرل سے لگ کر پیدا ہوئی تھی۔ میں تو وہاں سے فوراً ہی بھاگ آیا لیکن شاہ زمان کے سلسلے میں بڑی بھاگ دوڑ ہوگئی۔ گاڑی کوئی اس وقت گھر میں موجود نہیں تھی' سب لوگ کسی نہ کسی کام سے گئے ہوئے تھے چنانچہ کسی اسپتال کو ٹیلی فون کر کے ایمبولنس منگائی گئی اور شاہ زمان کو اس ایمبولینس میں ڈال کر لے جایا گیا۔

وہی سرور' وہی لطف مجھے محسوس ہوا تھا جو کتابوں کی الماری جلانے کے بعد میرے دل میں اتر آیا تھا اور اس دوسرے منصوبے کی کامیابی نے مجھے واقعی بے حد باہمت کر دیا تھا اور اب میں ان تمام لوگوں سے کوئی نہ کوئی انتقام لینا چاہتا تھا جو میری توہین کا باعث تھے۔ یہ سارے احساسات میرے دل میں پروان چڑھتے رہتے تھے۔ میری عمر بھی آہستہ آہستہ بڑھتی جارہی تھی اور اب میرے سپرد کچھ ذمے داریاں مزید کر دی گئی تھیں مثلاً یہ کہ کبھی کبھی مجھے کسی کام سے باہر بھی بھیج دیا جاتا تھا۔ یہ خیال بہر طور میرے ذہن میں موجود تھا کہ میں اس کوٹھی میں ایک ملازم کی حیثیت رکھتا ہوں اور یہاں ہر ملازم کوئی نہ کوئی کام کرتا ہے چنانچہ کبھی کسی کا کوئی سودا لانا ہوا یا کوئی بھی کام ہوا' مجھے برا نہیں لگتا تھا اور میں اس کی انجام دہی خوش اسلوبی سے کرلیا کرتا تھا لیکن وہ عجیب و غریب سوچیں جو میری زندگی کو بدلنے کے درپے تھیں۔ میرے ذہن کا ساتھ نہیں چھوڑتی تھیں۔ میرے اندر جو خرابیاں اور خامیاں تھیں وہ اپنی جگہ تھیں' لیکن چونکہ میں اپنے طور پر ہر شخص سے تعاون کرتا تھا' اس لیے کچھ لوگوں کا پسندیدہ بھی ہوگیا تھا اور خاص طور سے اس گھر کی خواتین میرے ساتھ شاپنگ وغیرہ پر جانا پسند کرتی تھیں' یہ نئی ذمے داری مجھے بھی اچھی لگی تھی کیونکہ اس سے باہر کی دنیا دیکھنے کا موقع ملتا تھا اور میں تو تھا ہی دیکھنے کا شوقین......... چنانچہ جو کچھ بھی نظر آتا وہ میرے ذہن پر نقش ہو جاتا اور میں اس کا تجزیہ کرتا رہتا۔ یہ بھی ایک انتہائی دلچسپ مشغلہ تھا اور میرے لیے بہتر بھی' چونکہ جب میرے پاس مزید سوچیں نہ تھیں اور دنیا کی شکلوں سے ناواقف تھا' تو صرف ایک ہی سوچ میرے ذہن پر حاوی رہتی تھی اور وہ یہ کہ اس گھر میں میری حیثیت انوکھی کیوں ہے' میں اس طرح ان لوگوں کی نفرتوں کا شکار کیوں ہوں؟

اب جبکہ باہر کی دنیا دیکھنے کا موقع ملا تھا تو میں ان بڑی بڑی عمارتوں کے بارے میں سوچنے لگا تھا جو بہر طور زمین پر اگائی گئی تھیں' خود نہ اگی تھیں یہ عمارتیں اگانے والے کون لوگ تھے' کس کا سرمایہ ان عمارتوں میں لگا ہے۔ ڈیفنس کی اس کوٹھی کو ہی میں بہت بڑی چیز سمجھتا تھا لیکن ان کثیرالمنزلہ عمارتوں کے سامنے تو یہ کوٹھی کچھ بھی نہیں تھی۔ وہ کون لوگ ہیں جو اس گھر کے مالکان سے بھی بڑے ہیں اور یہ بڑائی ان کے اندر کہاں سے

پیدا ہوگئی۔ بارہا میرے ذہن میں یہ تصور بھی آیا تھا کہ بڑے لوگ کہاں پیدا ہوتے ہیں اور کس طرح ان کی نمود ہوتی ہے۔ عام طور سے خواتین دو تین جگہ شاپنگ کرنے جاتی تھیں مثلاً طارق روڈ' صدر بازار یا پھر جب کوئی عام قسم کی شاپنگ کرنی ہوئی تو وہیں کلفٹن کے علاقے میں کرلی جاتی تھی۔ میں ان جگہوں سے واقف ہوتا جارہا تھا۔ نوشابہ بی بی ایک دن پیراڈائز آئیں' ڈرائیور گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا اور پھر ہم پیراڈائز سینٹر پہنچ گئے۔ میں نوشابہ بی بی کے ساتھ تھا۔ وہ دکانوں پر خریداری کرتی رہی اور میری نگاہیں چاروں طرف بھٹکتی رہیں۔ خریدی ہوئی چیز البتہ پیکٹ کی شکل میں میرے حوالے کردی جاتی تھی۔ باہر کا نظارہ میرے لیے بہت دلکش تھا۔ زندگی کس طرح دوڑتی ہے' یہ میں دیکھ رہا تھا۔ ایک لمحے کے لیے ٹریفک سگنل رکتا تو کاروں کا اتنا ہجوم نظر آتا کہ جہاں تک نظر جائے گاڑیاں ہی گاڑیاں.......... کمال ہے یوں لگتا ہے جیسے صرف ڈیفنس کی اس کوٹھی میں رہنے والے ملازم ہی غریب ہیں۔ باقی سب لوگوں کے پاس کاریں ہیں اور ہر شخص دولت مند ہے۔ یہ سب اتنے دولت مند کیسے ہوگئے لیکن اس خیال کی تردید بھی تھوڑی ہی دیر کے بعد ہوگئی.......... کاروں کے اس ہجوم کے دوسری جانب جہاں گورنمنٹ کے اداروں کے دفاتر کا علاقہ تھا۔ فٹ پاتھ کے ساتھ ساتھ بہت سے لوگ پائنچے چڑھائے گاڑیاں دھونے میں مشغول تھے' ان کے حلیئے اور چہرے عسرت زدہ تھے اور اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ یہ لوگ بھی غریب ہیں' گویا ڈیفنس کی کوٹھی میں رہنے والے ملازم ہی غریب نہیں بلکہ اور غریب بھی جگہ جگہ بکھرے ہوئے ہیں اور انھیں تلاش کرنا پڑتا ہے دل میں ایک ہوک سی اٹھی' کاش میں بھی کچھ پڑھ سکتا تو مجھے دنیا کے بارے میں بہت سی باتیں معلوم ہو جاتیں لیکن یہ کام ممکن نہیں تھا' میں کہاں پڑھتا' بھلا اسکول جاسکتا تھا میں اور اب تو میں اتنا چھوٹا بھی نہیں رہا تھا کہ بستہ لے کر اسکول جانے کے بارے میں سوچتا پھر وہ سر مجھے یاد آئے جو تاشیر میاں کو پڑھاتے تھے اگر میں ایسے ہی کسی سر سے پڑھنے کی کوشش کروں' لیکن اپنے حالات کا جائزہ لے کر یہ اندازہ ہوگیا کہ یہ کام میرے لیے ممکن نہیں ہے چنانچہ ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو جانے کے علاوہ اور کیا کر سکتا تھا۔ یوں زندگی پندرھویں سال میں داخل ہوگئی اور اتنی عمر بہت کچھ سمجھا دیتی ہے۔ میں نے بھی بہت سی چیزیں خود بخود سمجھ لی تھیں۔ اس دوران صرف اتنا ہوا تھا کہ نوشابہ اور نوشین کی شادی ہوگئی تھی۔

کامران صاحب کا مسئلہ ابھی تک کھٹائی میں پڑا ہوا تھا۔ اب غیر شادی شدہ لوگوں میں صرف حنا رہ گئی تھی اور کامران رہ گئے تھے۔ ان شادیوں میں' میں نے بھی اپنی حیثیت کے مطابق کام کیا اور کوئی ایسی بات نہیں ہوئی جو قابل ذکر ہوتی لیکن پھر ایک قابل ذکر بات ہو ہی گئی۔ اس رات میں حسب معمول سویا لیکن رات کے ڈیڑھ یا پونے دو کا وقت ہوگا جب میں نے کوارٹر میں کچھ آہٹیں محسوس کیں اور اس کے بعد میں نے چند لوگوں کے بولنے کی آوازیں سنیں۔ آنا ماں کی آواز اس میں صاف سنائی دے رہی تھی۔ میں کمرے میں سو رہا تھا اور باتیں دالان میں ہو رہی تھیں۔ آنا ماں کے الفاظ ابھرے۔

"یہ شریفوں کا گھر ہے شہزادی بیگم' بہت دنوں سے اس سلسلے میں افواہیں سن رہی تھی لیکن آج.......... آج.......... میں کہتی ہوں تجھے یہ جرات کیسے ہوئی' ایسی ہی دیوانگی طاری تھی تجھ پر تو ہم سے نہیں کہہ سکتی تھی' کہیں نکاح وغیرہ کروا دیتے' ڈوب مر کمبخت' جس حالت میں پکڑی گئی ہے اگر کوئی اور دیکھ لیتا تو کیا ہوتا تیرا؟"

میں حیران رہ گیا' اپنی جگہ سے اٹھ کر خاموشی سے دروازے سے جالگا۔ باہر مدھم روشنی ہو رہی تھی۔ شہزادی تخت پر بیٹھی ہوئی تھی۔ آنا ماں' عابدہ بیگم' بس یہ دو خواتین وہاں موجود تھیں۔ شہزادی کا سر جھکا ہوا تھا۔ انا ماں کہنے لگیں۔

"میں تو خیر اس بات کو خاموشی سے پی جاؤں گی لیکن اگر غزنوی صاحب کو پتا چل گیا تو گولی مار دیں گے تجھے' کمبخت بہو بیٹیوں کا گھر ہے اور یہاں تو نے یہ گل کھلائے۔"

شہزادی کی سسکیاں ابھر رہی تھیں۔ سسکتے سسکتے وہ ایک دم ابل پڑی۔

"آپ نے بھی تو مجھے جانور سمجھ رکھا ہے' ساری زندگی آپ کے در پر گزر گئی' سوچا کبھی آپ نے میرے بارے میں اس گھر کے علاوہ کوئی اور گھر دیکھا ہے میں نے' یہیں پلی بڑھی ہوں' میرے بھی جذبات ہیں' ایک کنواری لڑکی کو ماں بنا دیا آپ نے اور اب میرے بیٹے کی عمر بھی پندرہ سال ہے آخر مجھ پر بھی تو غور کرلیا ہوتا۔"

"لو سنا تم نے عابدہ بہو' کیا کہہ رہی ہیں شہزادی صاحبہ' اے بی بی! ہم نے کوئی ٹھیکہ تھوڑی لے رکھا ہے' تمام گھروں میں ملازم ہوتے ہیں' پیدا بھی ہوتے ہیں' پلتے بڑھتے بھی ہیں تنخواہ لیتے ہیں' تمہیں بھی سب کچھ ہی ملا کیا نہیں ملا اس گھر سے تمہیں' جو چاہتی کرتیں لیکن شرافت تو اختیار کرتیں' تم نے تو رنگ ہی دوسرے اختیار کرلیے' نہیں

شہزادی بیگم' اپنا ٹھکانا کرنا پڑے گا تمہیں' گھر میں اب تمہارے لیے جگہ نکلنا مشکل ہے۔

"تو میں بھی مری نہیں جارہی اس گھر کے لیے سمجھیں آپ! آج تک دل پہ پتھر رکھ کر جو کچھ کرتی رہی ہوں' اب نہیں ہوگا مجھ سے۔"

"تو بی بی دفعان ہو جاؤ' کس نے کہا ہے تم سے کہ یہاں مری رہو' ہمیں بھی ضرورت نہیں ہے تم جیسی آوارہ عورتوں کی۔"

دیکھیے آپ.......... آپ..........!"

"زبان چلا رہی ہے مجھ سے کمبخت' زبان نکلوا لوں گی' ارے لو بے شرمی کی حد ہوگئی' چوری اور سینہ زوری اسے کہتے ہیں' چلو عابدہ' یہ خود اپنے بارے میں فیصلہ کرلے گی۔"

سوچیں.......... سوچیں اور صرف سوچیں۔ وہ لوگ چلی گئیں۔ شہزادی دالان ہی کے تخت پر بیٹھی رہی اور میں دروازے کے پاس کھڑا سوچتا رہا کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ سب کیا ہے' بہرحال ذہن اب اتنا ناکارہ بھی نہیں تھا کہ سوچ نہ پاتا لیکن آج .... آج شہزادی کے بارے میں یہ سب کچھ میرے کانوں نے سنا تھا۔ دماغ پر ایک دھواں سا چھایا ہوا تھا۔ ان الفاظ کی تشریح نہ ہوپا رہی تھی جو آنا ماں نے کہے تھے' شہزادی نے کہے تھے۔ میں بستر پر لیٹ کر اس بارے میں سوچتا رہا بہت دیر گزر گئی باہر کوئی آہٹ نہیں تھی۔ ماں شاید تخت پر لیٹ کر سوگئی تھی۔ نہ جانے کب تک میں جاگتا رہا پھر سوگیا اور دوسری صبح دیر تک سوتا رہا پھر کسی نے مجھے جھنجھوڑ کر جگایا تھا۔

"فیصل! اٹھو گے نہیں کیا۔" میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا رشیدہ خالہ تھیں۔ اس کوٹھی کی ایک بوڑھی ملازمہ۔ میں جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"کیا بات ہے خالہ؟"

"شہزادی کہاں ہے؟"

"ایں.......... باہر تخت پر ہوگی۔"

"نہیں ہے' ساڑھے نو بج رہے ہیں' باورچی خانے میں بھی نہیں ہے' میاں نے شور مچایا ہوا ہے۔"

"مجھے نہیں معلوم وہ کہاں ہے۔" میں نے جواب دیا۔ رات کے واقعات یاد

آرہے تھے۔

"ارے دیکھ کر لاؤ اسے' میں تو ہر جگہ تلاش کر آئی۔" ساڑھے نو بج چکے' غضب خدا کا' ذرا دیکھو بٹیا کہاں چلی گئی' شاہ زمان بھی کہیں ڈوب مرا ہے' وہاں میاں نے ہم سب کی جان نکال رکھی ہے۔" رشیدہ بڑبڑانے لگی اور پھر مجھے ہدایت کرکے باہر چلی گئی۔ میں کئی منٹ تک اسی طرح بیٹھا رہا پھر باہر آکر تخت کو دیکھا جہاں رات کو ماں بیٹھی ہوئی تھی اور اس کے بعد منہ ہاتھ دھویا اور باہر نکل گیا۔ کوٹھی میں ہی کہیں ہوگی اور کہاں جاسکتی ہے۔ میں نے سوچا اور تھوڑا سا فاصلہ طے کرکے کوٹھی میں داخل ہوگیا۔ اندر کوئی خاص بات نہیں تھی کچن کا رخ کیا تو رشیدہ خالہ کو دیکھا جو ایک اور نوکرانی کے ساتھ مل کر جلدی جلدی ناشتہ تیار کررہی تھیں۔

"کچھ پتا چلا بٹیا؟" انھوں نے پوچھا۔

"نہیں' مجھے چائے دو۔"

"ایک منٹ رک جا میرے لال' صاحب کے لیے ناشتا لگادوں۔ اے جمیلہ! ذرا انڈے دیکھو ٹھیک ابل گئے ہیں نا۔" رشیدہ خالہ نے کہا۔ بہرحال ناشتا تیار ہوکر ٹرالی میں سجایا اور جمیلہ اسے لے گئی پھر مجھے ناشتا مل گیا۔ رشیدہ خالہ کے چہرے پر عجیب تاثرات تھے۔ انھوں نے کئی بار چور نگاہوں سے مجھے دیکھا تھا مگر میں نے توجہ نہیں دی تھی۔ ناشتے کے بعد میں تو اپنے کام سے چل پڑا۔ پیچھے کیا کیا ہوا مجھے نہیں معلوم۔ شام تک مجھے پتا چل گیا کہ واقعی وہ چلی گئی۔ یہ بات بھی مجھے کسی اور نے ہی بتائی تھی کہ وہ اپنا سامان بھی لے گئی۔ میں نے کوارٹر سے نکلتے ہوئے اس پر غور ہی نہیں کیا تھا لیکن بعد میں جب کوارٹر جاکر دیکھا تو وہ پرانی اٹیچی غائب تھی۔ جس میں ماں کے کپڑے رہتے تھے۔ میرا جو کچھ تھا وہ یہیں موجود تھا۔ دماغ گم صم سا ہوگیا تھا' اب کیا ہوگا' میرے ساتھ کون رہے گا۔ رات کے واقعات دماغ میں آرہے تھے آنا ماں اور عابدہ بیگم سے ماں کی جو باتیں ہوئی تھیں' وہ بھی یاد آرہی تھیں۔ میں وہیں تخت پر بیٹھ گیا' جھٹپٹا ہوگیا تھا روشنی کرنے کو بھی دل نہیں چاہا تھا۔ میں خاموش لیٹا ہوا تھا کہ دروازے پر آہٹیں ہوئیں اور پھر کوئی دروازہ کھول کر اندر آگیا' آنا ماں تھیں۔

"فیصل!" انھوں نے بہت نرم لہجے میں مجھے پکارا اور میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"جی آنا ماں۔" میں نے نیاز مندی سے کہا۔

"اکیلے پریشان ہو رہے ہو۔"

"نہیں۔"

"رات کو ڈر تو نہیں لگے گا؟"

"نہیں آنا ماں' اب تو بڑا ہو گیا ہوں۔" میں نے کہا......... اور آنا ماں عجیب نظروں سے مجھے دیکھنے لگیں۔ ان کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے تھے پھر وہ گلو گیر لہجے میں بولیں۔

"تمہیں شہزادی یاد آ رہی ہے؟" میں نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کا فیصلہ خود نہیں کر پایا تھا کہ ماں مجھے یاد آ رہی ہے یا نہیں' مجھے کئی بار اس کا خیال ضرور آیا تھا لیکن یاد.........!

"تم چاہو تو یارو چوکیدار کے گھر سو جاؤ' میں اس سے کہے دیتی ہوں۔"

"نہیں آنا ماں' میں یہاں سو جاؤں گا۔"

"تمہیں کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے؟"

"بالکل نہیں۔"

"دیکھو بیٹے' ہمت سے کام لینا چاہیے' انسان کی زندگی بہت طویل ہوتی ہے اور اس طویل زندگی میں نہ جانے کیسی کیسی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے مگر ہر مشکل وقت ٹل جاتا ہے' وقت آخر شکست کھا جاتا ہے' اس وقت کا انتظار کرنا چاہیے' جب وقت بے بس ہو کر تمہیں دیکھے۔"

"فلسفہ پڑھا رہی ہیں اسے بدر النساء بیگم۔" غزنوی صاحب کی آواز سنائی دی اور آنا ماں چونک پڑیں۔ غزنوی صاحب اندر داخل ہو گئے تھے۔ ایک لمحے کے لیے بدر النساء بیگم یا آنا ماں چور سی بن گئیں لیکن پھر انھوں نے سنبھالا لیا۔

"بڑھاپے میں کچھ نئے شوق پیدا ہو گئے ہیں آپ کو۔"

"جی' میں سمجھا نہیں۔" غزنوی صاحب بولے۔

"یہ عادت نئی ہے آپ کی کہ چھپ چھپ کر باتیں' سنی جائیں۔"

"بوڑھا کہاں ہے آپ نے مجھے بدر النساء بیگم۔ ایک بات کان کھول کر سن لو جس

دن میں بوڑھا ہو گیا اس گھر کا شیرازہ بکھر جائے گا۔ جی ضرور چاہتا ہے کہ بوڑھا ہو جاؤں مگر آپ کے ہونہاروں نے جوان کر رکھا ہے۔ ایک سے ایک سعادت مند اور نیک سیرت ہے۔ کئی کئی بچوں کے باپ ہونے کے باوجود اتنے معصوم ہیں آپ کے بیٹے کہ ابھی اس دنیا میں کچھ نہیں کر سکے' کوئی بزنس ڈیل وہ نہیں کر سکتے کوئی نیا کاروبار ان کے سپرد نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ اسے سنبھال نہیں سکتے۔ آپ اجازت دیں تو بوڑھا ہو جاؤں' آپ اپنے بیٹوں کے سہارے کوئی ذمے داری تو قبول فرمائیے۔ لہٰذا یہ جوان' بوڑھا ہونے کو حاضر ہے اور اگر ایسا نہیں ہے بدر النساء بیگم تو پھر میری جوانی برداشت کرنی ہو گی آپ کو۔ میں نے پوری زندگی کان اور آنکھ کا صحیح استعمال کیا ہے اور یہ کام آج بھی جاری ہے۔"

"کیا کہنا چاہتے ہیں آپ؟"

"آپ کے جذبات اس قدر بہک گئے کہ آپ نے اس کوارٹر میں قدم رنجہ فرمایا ہے۔"

"وہ کمبخت شہزادی دفعان ہو گئی یہاں سے اور شاہ زمان باورچی بھی غائب ہے دونوں کی کچھ لاگ ڈانٹ تھی۔"

"سن چکا ہوں۔"

"یہ اکیلا رہ گیا ہے۔"

"جی' آگے فرمائیے۔"

"اگر اسے اندر ہی کہیں جگہ دے دی جائے........."

"ہوں' میں اپنا کمرہ خالی کر دوں یا آپ اپنے کمرے میں ایک اور بستر لگوا لیں گی کیا حکم ہے؟"

"دیکھیے وہ........."

"بدر النساء بیگم' میں اتنا ہی جوان ہوں جتنا تھا اور ابھی بہت عرصہ جوان رہوں گا' آپ مجھے بوڑھا تصور کر کے اگر عہد شکنی کرنا چاہتی ہیں تو اس میں کامیاب' نہیں ہوں گی۔ میں آپ کو کامیاب نہ ہونے دوں گا' بہت طاقت ور ہوں میں' سمجھیں بدر النساء بیگم' ابھی میرے مخالف مجھ سے کانپتے ہیں۔"

"خدا آپ کو قائم رکھے گا مگر کچھ تو رحم کریں۔"

"بعض جگہ لفظ رحم بے معنی ہو جاتا ہے اور پھر یہ بچہ نہیں ہے' جوان ہو چکا ہے' اسے یہیں پڑا رہنے دیں۔ جتنا تعاون میں نے آپ سے کیا ہے اس کا احساس بھی مجھے عذاب میں مبتلا رکھتا ہے سکون چھین لیا ہے آپ نے میرا۔"

"آپ نے بھی تو مجھ سے بہت کچھ چھین لیا ہے۔" آنا ماں سسکنے لگیں۔

"آپ چاہتی ہیں کہ یہ سب کچھ برباد ہو جائے' بتایئے یہ چاہتی ہیں آپ؟" غزنوی صاحب بولے اور آنا ماں روتی ہوئی دروازے کی طرف بڑھ گئیں غزنوی صاحب شدید غصے کے عالم میں مٹھیاں بھینچتے رہے پھر انھوں نے مجھے گھور کر دیکھا اور پھر پاؤں پٹختے ہوئے باہر نکل گئے۔ میں سکتے کے عالم میں کھڑا تھا۔ یہ تمام گفتگو میرے سامنے ہوئی تھی اور ایک لفظ جو سمجھ میں آیا ہو میرے' سب کچھ کان کے پاس سے گزر گیا تھا۔ رات گہری ہو گئی' عجیب سی اداسی چھا گئی تھی دل پر' نہ جانے یہ سب کچھ کیا ہے اور پھر اچانک ہی ذہن میں ایک نیا خیال آیا۔ کیا زندگی اسی کوٹھی تک محدود ہے لوگ گھروں میں رہتے ہیں' ان گھروں میں دوسرے لوگ بھی ہوتے ہیں۔ سب ایک دوسرے کے شناسا' سب ایک دوسرے کو چاہنے والے اور انہی چاہتوں کا نام گھر ہوتا ہے' جہاں کوئی نہ ہو سوائے کوارٹر نمبر چار اور اس کی دیواروں کے' وہ گھر کہا ہوتا ہے۔ کیا میں کوارٹر نمبر چار کا قیدی ہوں' میں یہاں کیوں قید ہوں' اب تو وہ نام بھی نہیں ہے جو ماں کہلاتا ہے۔ شہزادی شاہ زمان کے ساتھ چلی گئی۔ کوارٹر نمبر چار کی قید سے آزاد ہو گئی' میں یہاں کیوں قید ہوں.........

کیوں قید ہوں میں یہاں؟ کون ہے یہاں میرا' کیوں وقت ضائع کر رہا ہوں میں' دل پر ایسا بوجھ طاری ہوا کہ میں اٹھ کھڑا ہوا' ادھر ادھر ٹہلتا رہا فیصلے کرتا رہا اور آخری فیصلہ یہ کیا کہ یہ کوٹھی چھوڑ دوں۔ رات تو وہیں گزاری تھی' صبح کو باہر چل پڑا۔

ویران علاقہ چاروں طرف بکھرا ہوا تھا حالانکہ ہر گھر آباد تھا' اس میں بے شمار لوگ تھے لیکن نہ جانے کیسے لوگ' کوٹھی سے بہت دور آ کر سوچا اب کیا کروں گا کہاں رہوں گا۔ یہاں ہر کوٹھی میں ملازم موجود تھے۔ ہر کوٹھی میں نوکروں کی ضرورت ہوتی ہے' دولت مندوں کو حکم چلانے کے لیے ہم جیسوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ٹھکانا ملنا مشکل نہ تھا' جس دروازے کے سامنے رکوں گا وہاں نوکری مل جائے گی مگر لوگ ویسے ہی ہوں گے" جیسے غزنوی صاحب کی کوٹھی میں تھے۔ مصنوعی' حقارت سے دیکھنے والے' حقارت

سے مسکرانے والے۔ دل چاہتا تھا ان کی مسکراہٹیں ہمیشہ کے لیے چھین لوں' ایسا کر دوں انھیں کہ وہ پھر نہ مسکرا سکیں۔ کیسے ہوتے ہیں یہ لوگ' فضا میں پرندے پرواز کر رہے تھے' آزاد' کسی کی پابندی سے آزاد' رزق تلاش کرتے ہیں' کھاتے ہیں اور جیتے ہیں جتنی جس کی زندگی ہے اور یہی اچھا بھی لگتا ہے۔

بس مل گئی اور اس میں بیٹھ کر چل پڑا۔ صدر میں بس سے اترا تھا۔ تھوڑے سے پیسے تھے' بہت تھوڑے سے آنا ماں نے جب بھی جو کچھ دیا تھا ماں کے حوالے کر دیا تھا اور ماں سب کچھ لے کر چلی گئی تھی۔ یہ تھوڑے سے پیسے نہ جانے کب سے پڑے رہ گئے تھے' آج کام آ گئے لیکن اب زندگی کو دوسری نگاہ سے دیکھا تھا۔ اپنا بوجھ خود اٹھانا تھا اور اس کے لیے کچھ کرنا ضروری ہے' دنیا کی یہی ریت ہے۔ پہلا کام یہ ہے کہ دل سے یہ بوجھ ہٹا لیا جائے' جو کر لیا ہے اس سے اتفاق کیا جائے۔ ماضی کی اس تکلیف دہ یاد کو دل سے نکال دیا جائے' ورنہ عمل کے راستے بند ہو جاتے ہیں۔ میں نے سوچا' میں کیا کر سکتا ہوں۔ نگاہ سامنے بلاکس ایریا کے فٹ پاتھ پر پڑی' گاڑیاں دھل رہی تھیں۔

میں گاڑیاں دھو سکتا ہوں۔ میں نے دل میں سوچا اور تھوڑی دیر کے بعد وہاں جا پہنچا۔ میری آنکھوں میں چمک تھی انداز میں خود اعتمادی تھی۔ ایک گاڑی دھونے والے سے میں نے کہا۔

"میں گاڑی دھونا چاہتا ہوں۔"

"چاہو' میں کب منع کر رہا ہوں۔" وہ بولا۔

"اس کے لیے کیا کرنا ہوتا ہے؟"

"گاڑی دھونا پڑتی ہے۔" اس نے کہا اور ہنس پڑا۔ دوسرے دو لڑکے وہاں آ گئے۔

"کیا بات ہے چاچا؟"

"بچہ' کام کرنے آیا ہے' کہتا ہے گاڑیاں دھونا چاہتا ہے۔"

"نہیں چلیں گا چیف' ادھر پہلے ہی جاستی اسٹاف ہے کوئی اور ٹھکانا پکڑو۔"

"تمہارے ساتھ کام کرنا چاہتا ہوں میں' مجھے پیسے کی ضرورت ہے۔" میں نے کہا۔"

"لائسنس لینا پڑتا ہے' ڈیڑھ سو روپے میں لائسنس ملتا ہے' رقم ہے تمہارے

Uploaded By Muhammad Nadeem

پاس؟" دوسرے نے کہا۔

"نہیں۔"

"پھر کلٹی ہو جاؤ' پیر بخش کا کھوپڑی خراب ہے' بہت مارتا ہے وہ۔" اس نے کہا۔

"لائسنس کہاں ملتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"پیرو دادا دیتا ہے' پر ابھی ادھر اسٹاف پورا ہے۔"

"ٹھیک ہے میں ادھر ہٹ کر کام کروں گا۔" میں نے کہا۔

"ارے جا بابا' کاہے کو صبح صبح دھندہ خراب کرتا ہے' ادھر کوئی تیرے کو کام نہیں کرنے دے گا۔"

"اڑے اودھنیا پودینہ' سالا صبح کا ٹیم ہے ابھی کام کرو کہ تم ادھر گول میز کانفرنس کرتا پڑا ہے۔" ایک لمبے چوڑے بدن کے سیاہ فام آدمی نے ایک گاڑی کے عقب سے سر ابھار کر کہا۔

"ذرا ادھر آؤ پیرو استاد' دیکھو دوسرا دادا آیا ہے۔" کسی نے کہا اور وہ سر جو تھوڑا سا ایک گاڑی کے عقب سے ابھرا تھا پورا نمودار ہو گیا اور اس کے بعد وہ ایک لال رنگ کا کپڑا کاندھے پر ڈال کر اس طرف آتا نظر آیا' کھلا ہوا گریبان' نیلے رنگ کی شلوار قمیص میں ملبوس' چوڑے سینے والا یہ سیاہ فام آدمی ہمارے قریب پہنچ گیا اور اس نے سرخ سرخ آنکھوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا بات اے بچہ کیا ہو گیا تیرے کو؟"

"میں یہاں کام کرنا چاہتا ہوں' آپ لوگ مجھ سے تعاون کریں۔" میں نے کہا اور سیاہ فام ہنس پڑا۔

"تاون کرے تاون اڑے واہ لکھنؤ سے آنا پڑا یار تو' تو اڑے کیا بولتا یار یہ لوگ میرے کو بتاؤنی۔"

"پیرو استاد کہہ رہا ہے لائسنس کے پیسے نہیں ہیں اور یہاں کام کرے گا۔" سیاہ فام آدمی نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولا۔

"بابا ادر کا تمام سیٹ فل اپ ہے اور جگہ نیں ہے تو کدر اور کام دیک۔"

"میں یہیں کام کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"کیسے کام کرے گا سالا پیرو استاد نہیں بولے گا تو' تو کام کیسے کرے گا؟"

"گالی نہیں گالی کا جواب بہت برا ملے گا۔" میں نے کہا۔ اور سیاہ فام آدمی خونیں نگاہوں سے مجھے گھورنے لگا زیادہ عمر نہیں تھی اس کی نوجوان ہی تھا۔ بیس یا بائیس سال کا ہو گا لیکن لمبے چوڑے بدن کی وجہ سے وہ یہاں نمایاں حیثیت کا حامل نظر آتا تھا۔ اس نے اپنا ایک ہاتھ سیدھا کر دیا اور بولا۔

"ابی ادر پولیس والا لوگ گھومتا پڑا' اپن تیرے کو ایسا پینٹی لگاتا کہ تو سالا زندگی بھر یاد کرتا پن ایسا کرابی فیصلہ کر لے اپن دیکیں گا کہ تیرے میں کتنا جان ہے۔"

میں اس کے اٹھے ہوئے ہاتھ کو دیکھتا رہا اور پھر میں نے اپنا ہاتھ بھی اٹھا دیا۔ کبھی اپنی جسمانیت پر غور ہی نہیں کیا تھا۔ طاقت کا مظاہرہ اس سے پہلے کبھی نہیں کیا تھا لیکن اس وقت زندگی بھر کا معاملہ تھا اور میں اپنی پوری زندگی اپنے مستقبل کا آغاز کرنا چاہتا تھا اگر پہلے ہی مرحلے پر ناکامی کا سامنا کرنا پڑا تو زندگی آگے نہ بڑھ سکے گی۔ پیرو استاد کے ہاتھ میں پنجہ ڈال دیا چند اور دوسرے لوگ بھی یہاں جمع ہو گئے۔ پیرو استاد میرے ہاتھ پر قوت صرف کرنے لگا لیکن بات اس وقت قوت آزمائی کی نہیں تھی بلکہ اپنی بقاء کی تھی چنانچہ میں بھی اپنی بقاء کی جنگ لڑ رہا تھا اور پیرو استاد ایک ایسے شخص کا مقابلہ نہ کر سکا جس نے ابھی زندگی کا آغاز کیا تھا۔ میں نے اس کا ہاتھ موڑ کر اس کی پشت پر رکھ دیا پیرو مجھے غور سے دیکھنے لگا تھا پھر بولا۔

"دیک بچہ ادر مارا ماری منع ہے' ابی اپن تیرے کو کچ نئیں بولیں گا مگر تیرا مارا فائیٹ ایک مرتبہ کھلے میدان میں ضرور ہوئیں گا کیا سمجھا؟"

"میں لڑنا نہیں چاہتا پیسے کی ضرورت ہے' مجھے اپنے ساتھ کام پر لگا لو۔" پیرو استاد پر خیال نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"ٹھیک ہے مگو' اس کو کپڑا اور بالٹی دیو اور سن ایک گاڑی پچیس روپے میں دُھلتا پندرہ روپے تیرا دس روپیہ اپن کا۔"

"منظور ہے مجھے۔" میں نے جواب دیا اور وہ لوگ میرے دوست بن گئے یہاں سے میں نے پہلا سبق سیکھا کہ کائنات پر طاقت حکمراں ہے۔ بازو کی قوت صرف کرو پوری قوت لگا دو' ماحول تمہارے تابع ہو جائے گا اور اس پہلے سبق کو میں نے گرہ میں

باندھ لیا خوش بختی تھی کہ تھوڑی ہی دیر کے بعد ایک نئی گاڑی آئی اور مگو میرا استاد بن گیا۔ پیر بخش واپس اپنی گاڑی کے پیچھے چلا گیا اور اسے دھونے لگا لیکن اس نے کئی بار گردن اٹھا کر میری طرف دیکھا تھا۔ مگر چاچا مجھے گاڑی دھونا سکھاتا رہا۔ یہ لوگ بے شک اپنے طور پر ذرا مختلف قسم کے لوگ تھے لیکن میں نے یہ بات محسوس کی کہ ہمدردی کے جذبوں سے نا آشنا نہیں ہیں وہ مگو چاچا میری مدد کر رہا تھا' مجھے بتا رہا تھا کہ کس طرح گاڑی دھوئی جاتی ہے اور میں نے اس کی ہدایت کے مطابق اسے استاد مانتے ہوئے ایک ایک عمل کیا تھا اور گاڑی چمکا کر رکھ دی تھی۔ گاڑی کے مالک نے پچیس روپے میرے ہاتھ پر رکھے مگر میں نے انھیں مگو چاچا کے حوالے کر دیا۔ مگو چاچا کہنے لگا۔

"ابھی دس روپے پیرو دادا کو دے دو بس سمجھو تم بغیر لائسنس کے پکے ہو گئے۔"

میں نے پیرو دادا کے پاس جا کر پچیس روپے اس کے حوالے کر دیئے تو اس نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا پھر بولا۔

"ٹھیک ہے' ڑے دس روپے میرے کو دے دے باقی تیرا۔" اور پندرہ روپے میں نے اپنے پاس رکھ لیے اور اس کے بعد سامنے کی دیوار سے ٹیک لگا کر جا بیٹھا۔ دوسرے لوگ دوسری گاڑیوں میں مصروف تھے۔ پیرو استاد بھی تھوڑی دیر کے بعد اپنے کام سے فارغ ہو گیا اور میرے پاس آبیٹھا۔

"نام کیا ہے ڑے تیرا؟" اس نے پوچھا۔

"فیصل۔"

"اپن کا نام پیر بخش ہے' تیرا ہاتھ بہت تگڑا ہے' اس سے پہلے کیا کام کرتا تھا؟"

"کچھ نہیں۔"

"پہلی بار کام کرنے نکلا ہے؟"

"ہاں پیرو استاد۔"

"کدر رہتا ہے؟" اس نے سوال کیا۔

"کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔"

"کیا ڑے؟" اس نے گول گول آنکھوں سے مجھے گھورا۔

"ہاں کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔"

"کدر بار سے آیا پڑا؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں پہلے ایک جگہ رہتا تھا' وہاں سے نکال دیا گیا اور اب کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"پھر سوئیں گا کدر؟"

"دیکھ لوں گا پہلے پیٹ بھرنے کے لیے پیسے چاہیے تھے' پیسے تمہاری مدد سے مل گئے اب اپنے رہنے کا ٹھکانا بھی تلاش کر لوں گا۔" پیرو استاد کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔

"دیکھ ڑے اپن بی برا نئیں ہے اور سب سالا پیٹ کے لیے کوشش کرتا پڑا' میں تیرے کو ادر سے بھگایا پر یار میرا دل خراب نئیں اے' روٹی تو سب کو چاہیے ہوتی ہے میں تیری مدد کر سکتا ہوں۔"

"کیسے پیرو استاد؟"

"ابھی دیکھ' رات کو اور چار چھ گاڑیاں آکر کھڑا ہوتا' ان کا کام کرنا پڑتا میرے پاس ٹھیکہ ہے تو بی رات کو میرے ساتھ کام کرنا ابی دن میں جاستی محنت مت کرنا' رات کو گاڑی دو لینا' میں استاد لوگ سے بول دیں گا کہ اس کو گاڑی میں سونے دو' فسٹ کلاس بستر لگا اور گاڑی میں سو جا' تیرا کام بن جائیں گا۔ صبح کو سامنے پیٹرول پمپ کا پاس حلوہ پوری کا ناشتا ملتا اے اور ہوٹل میں کھانا مل جاتا ہے' عیش کرے گا زندگی بر۔" پیرو استاد نے کہا اور میں نے اس کا دلی شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔

"تم نے میری بہت بڑی مشکل حل کر دی پیرو استاد' میں تمہارا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔"

"ارے چھوڑ یار میں تیرے کو بولاناں کہ میں دل کا برا نئیں بس اور جیادہ لوگ آئے گا تو اپن کا کام کھراب ہو گا۔ اس لیے اپن بار کا لوگ کو ادر جگہ نئیں دیتا پر تیرے اندر نہ جانے کیا بات ہے کہ اپن سالا اپنا ہاتھ خود نیچے گرا لیا ورنہ اپن کا فیٹ محمد علی کلے کے فیٹ سے کم نئیں ہے کیا سمجھا؟" میں نے اس بات پر خلوص دل سے یقین کر لیا کیونکہ اس نے مجھے ناشتا' کھانا اور سونا مہیا کر دیا تھا جو احسان کرے اس کے لیے ایثار کرنا ضروری ہوتا ہے ورنہ بات آگے نہیں بڑھتی۔ پیر بخش نے جو کہا تھا وہی کر دیا' پورا دن یہاں گزارا میں نے' تین گاڑیاں دھوئیں اور میری جیب میں پینتالیس روپے جمع ہو گئے۔

دوپہر کا کھانا پیر بخش کے ساتھ کھایا' پیسے دینے کی کوشش کی لیکن اس نے منع کر دیا اور کہا کہ میں صرف اپنے پیسے دوں چنانچہ تھوڑے سے پیسوں میں کام چل گیا' اس کے بعد رات کا کھانا بھی تو دس بجے کے قریب کھالیا تھا۔ ساڑھے بارہ بجے گاڑیاں آگئیں اور اس کے بعد دو گاڑیاں دھونے میں ڈیڑھ بج گیا۔ پیر بخش نے میرے لیے ایک گاڑی والے سے بات کرلی تھی اور اس نے مجھے گاڑی کے اندر سونے کی اجازت دے دی تھی' اس سے زیادہ اور کچھ ابھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ گاڑی کے اندر میری یہ پہلی آرام گاہ مجھے بہت عجیب لگی تھی لیکن بہرطور یہ زندگی کا آغاز تھا اور اس آغاز سے میں غیر مطمئن نہیں تھا۔

صبح ہوگئی' چاروں طرف زندگی رواں دواں ہوگئی۔ مجھے بھی صبح جلدی اٹھا دیا گیا تھا کیونکہ گاڑی جانے کے لیے تیار تھی۔ بہرطور گاڑی سے اترنے کے بعد اپنے اسی ٹھکانے پر پہنچ گیا۔ ابھی کوئی نہیں آیا تھا۔ میں نے وہیں وقت گزارا اور زندگی کو بھاگتے دوڑتے دیکھتا رہا۔ لوگوں کا تجزیہ تو میری سب سے پسندیدہ چیز تھی۔ میں ان کے چہروں سے ان کی ذہنی کیفیت کا اندازہ لگاتا رہتا تھا اور اس میں مجھے کافی مہارت حاصل ہوتی جارہی تھی پھر پیرو استاد کے بتائے ہوئے ٹھکانے پر حلوہ پوری کا ناشتا کیا۔ دن بھر میں تین گاڑیاں بھی دھولی جائیں تو پینتالیس روپے بن جاتے تھے اور میرے لیے یہ رقم بہت کافی تھی لیکن میں نے سوچنے کا انداز بالکل تبدیل کر دیا۔ انسان کی جیبیں بھری ہوں تو زندگی سے خود بخود دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے' یہ احساس وقت سے بہت پہلے مجھے ہوگیا تھا۔ اس وقت جب یہ احساس ذرا مشکل ہی سے پیدا ہوتا ہے۔ ساڑھے دس بجے کے قریب پیرو استاد آگیا اور دوسرے لوگ بھی آنے جانے شروع ہوگئے اور اس کے بعد پھر وہی ساری ذمے داریاں یہ دن گزار کر میں نے سوچا کہ بڑی صحیح جگہ کا انتخاب کیا ہے اور یہاں مجھے کوئی مشکل نہیں ہوگی پھر کافی دن گزر گئے' اس دوران پیرو استاد سے میری ٹھیک ٹھاک دوستی ہوگئی تھی اور میں زیادہ تر اسی کے ساتھ کام کرتا تھا۔ ایک گاڑی ہم لوگ مل کر دھوتے تو بہت جلد ہی کام نمٹا لیتے اور اب سیدھے سیدھے دس اور پندرہ کا فرق ہوگیا تھا یعنی گاڑی ہم دو آدمی پکڑتے اور اس میں پندرہ روپے پیرو کے ہوتے اور دس روپے میرے لیکن اس طرح آمدنی میں اضافہ ہی ہوا تھا یعنی ہم چھ سات بلکہ بعض اوقات آٹھ گاڑیاں بھی دھولیا کرتے تھے اور پھر بس والوں سے الگ مہینہ بندھا ہوا تھا جس میں سے پیرو نے مجھے میرا

حصہ بتا دیا تھا۔ پیرو اب مجھ سے بہت زیادہ کھل مل گیا تھا اور ہمارے درمیان گہری دوستی شروع ہوگئی تھی مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ کہاں رہتا ہے یا اس کا اور کون کون ہے اس دنیا میں' یہ ساری باتیں فضول لوگ کیا کرتے ہیں جبکہ ان کا ان باتوں سے کوئی تعلق نہیں ہوتا البتہ پیرو کبھی کبھی اپنے دل کی کہانیاں مجھے سنا دیا کرتا تھا۔ وہ اپنے مخصوص انداز میں کہتا۔ "اڑے ماں قسم یہ مقدر سالا کوئلہ ہے۔ پچاس لفڑا کیا پن کام نئیں بنتا' دولت سالا اپنے متھے میں ہی نہیں' پرائز بونڈ خریدا' کالا ہوگیا۔ ریفل ٹکٹ خریدا ہزار روپے کا نقصان اٹھایا۔ اڑے یار فیصل' ایک بار.......... میں ایک بار داؤ لگ جائے پھر دیکھ یاروں کا یاری۔ ماں قسم بس خریدیں گا اور تیرے کو مینجر بنا دیں گا۔ وہ اکثر دولت کے حصول کے خواب دیکھا کرتا اور میں تنہائی میں اس کے خوابوں کے بارے میں سوچتا رہتا تھا۔

دوپہر کے ڈھائی تین بجے کا وقت تھا۔ ایک ڈاٹسن بلو برڈ آکر رکی اور پیرو نے فوراً اسے پکڑ لیا۔ ڈاٹسن سے ایک دراز قامت شخص اترا' ادھیڑ عمر تھا اور اس نے سفید پتلون پر کالا کوٹ پہنا ہوا تھا۔ پیسوں کی بات طے ہوئی اور اس نے چابی پیرو کو دیتے ہوئے کہا۔

"کام ذرا جلدی کر دینا' میں محبوب بخش تک جارہا ہوں پھرتی سے ہاتھ چلانا' پانچ روپے زیادہ دوں گا۔"

"آپ پروا مت کرو صاحب' فٹافٹ کام ہوئیں گا۔" پیرو نے کہا اور وہ شخص وہاں سے چلا گیا۔ "چالو ہو جا فنٹوش۔" پیرو نے کہا اور گاڑی کے پیڈ نکالنے لگا۔ میں بالٹی اور پانی تیار کرنے لگا تھا۔ پیرو نے ڈکی کھولی اور اسٹپنی سے پیڈ نکالنے لگا مگر میں نے اسے چونکتے ہوئے دیکھا تھا۔ وہ ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ میں اس کے پاس پہنچ گیا تھا۔

"فیصل۔" پیرو سرسراتی ہوئی آواز میں بولا۔

"کیا ہوگیا پیرو بھائی؟"

"اڑے ادھر دیکھ نیچے۔" اس نے اشارہ کیا اور میری نگاہ بھی اندر پڑی۔ سیاہ رنگ کا ایک بریف کیس ادھر رکھا ہوا تھا۔

"کیا بات ہے؟"

"چٹنی ہے ڑے تو تو' ابی اسے کھلاس کرو۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"اڑے او لکھنؤ تیرے کو کون سی زبان میں سمجھائے' اسے کلٹی کر دو۔"

"مگر چابی تمہارے پاس ہے استاد۔"

"پروا مت کرو' تو ایسا کر اسے لے جا اور اسٹیٹ آفس کے سامنے ایک جلا ہوا گاڑی کا کھوکھا پڑا ہے' اسے اس میں چھپا کر تیزی سے واپس آجا۔"

"گڑ بڑ ہو جائے گی پیرو بھائی۔"

"دیکھ' جیسا میں بولتا ایسا کر' نئیں تو تیرا میرا دوستی ختم ہو جائیں گا۔ ابی ٹیم ہے' دیری ہو گیا تو ٹیم کھلاس ہو جائیں گا تو فکر مت کر اپن پوزیشن سنبھال لیں گا۔" اس نے بریف کیس نکال کر میرے ہاتھ میں تھما دیا۔ میں بادل نخواستہ آگے بڑھ گیا تھا۔ وہ چوری تھی ڈاکا تھا' اس سے پہلے یہ کام میں نے کبھی نہیں کیا لیکن پیرو سے دوستی ضروری تھی۔ جو ذمے داری پیرو نے میرے سپرد کی اسے انجام دے کر میں نے واپسی میں دیر نہیں لگائی تھی۔ پیرو صابن سے پیڈ دھو رہا تھا۔ آہستہ سے بولا۔

"فٹ۔"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"کام سے لگ جاؤ' ابی تھوڑے دن پہلے کا بات ہے۔ ایک صاحب لانسر دھلانے لایا۔ گاڑی چھوڑ کر چلا گیا۔ اپن ڈھیلا کام کیا ڈکی والا پیڈ صاف نہیں کیا۔ صاحب واپس آیا تو چابی اس کو دے دیا۔ اس صاحب نے ڈکی کھولا' اس سے بکس نکال کر اس میں سے عینک نکالا۔ جانتا ہے اس بکس میں کیا تھا۔

"کیا تھا؟"

"ماں قسم اوپر تک نوٹ بھرا ہوا تھا۔ میرے کو دو دن تک افسوس کا بخار آیا' بے ایمانی کا سزا ملا میرے کو۔"

"بے ایمانی کی سزا۔"

"اڑے ہاں اڑے' ایمانداری سے ڈکی کا پیڈ بھی صاف کرتا تو بکس اپن کو نہ مل جاتا۔" پیرو نے کہا اور میں اس بے ایمانی پر غور کرنے لگا۔ پھر ہم نے بجلی کی سی تیزی سے گاڑی صاف کر دی تھی۔ کچھ دیر کے بعد کالے کوٹ والا واپس آگیا۔ پیرو جیب سے سگریٹ نکال کر ایک طرف جا بیٹھا۔ اس وقت مگو چاچا نے مجھے آواز دی۔

"فیصل کاکا' ادھر آ ذرا۔" اور میں اس کے پاس چلا گیا۔ "یار ذرا اس گاڑی میں ہاتھ لگوا لے' یہ رینو آج کلٹی ہو گیا' اکیلا کام کر رہا ہوں' جلدی کی گاڑی ہے۔"

"کوئی بات نہیں چاچا۔" میں نے کہا اور مگو کے ساتھ مصروف ہو گیا مگر میرے ذہن میں وہی بریف کیس گھوم رہا تھا اور اس میں اوپر تک نوٹ بھرے ہوئے نظر آرہے تھے' یہ نوٹ آدھے میرے ہوں گے اور......... اور......... مگر انھیں خرچ کیسے کروں گا اتنے نوٹ۔

مگو کی گاڑی تیار ہو گئی اور میں ایک طرف جا بیٹھا۔ پیرو نظر نہیں آرہا تھا' چائے پینے گیا ہو گا۔ میں نے سوچا۔ ابھی بیٹھے ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ وہی ڈاٹسن آکر رکی۔ کالے کوٹ والا اس میں بیٹھا ہوا تھا مگر وہ اس وقت شلوار قمیص پہنے ہوئے تھا۔ میرا دل دھک سے ہو گیا۔ ڈاٹسن والا ادھر ادھر نظریں دوڑا رہا تھا پھر اس نے مقصود سے پوچھا۔

"وہ کالیا کہاں ہے؟"

"کون کالیا صاب؟"

"تھوڑی دیر پہلے یہ گاڑی دھلوائی تھی اس سے۔" ڈاٹسن والے نے کہا۔

"یہ تو پیرو استاد نے دھوئی تھی۔" مگو چاچا بولے۔

"ہاں' کہاں ہے وہ؟" ڈاٹسن والا بولا اور مگو گردن اٹھا اٹھا کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ مگو نے مجھے پکارا۔

"فیصل' پیرو استاد کہاں ہے؟"

"پتا نہیں' چارلی کے ٹھڑے پر ہو گا یا چائے پینے گیا ہو گا۔ میں نے خود پر قابو پا کر کہا۔

"تم ادھر آؤ" ڈاٹسن والے نے مجھے اشارہ کیا اور گاڑی سے اتر آیا۔ میں پوری طرح سنبھل کر اس کے پاس پہنچا تھا۔ اس نے مجھے بغور دیکھتے ہوئے کہا" تم بھی تو اس کے ساتھ تھے۔"

"ہاں۔"

"ڈکی میں ایک بریف کیس رکھا ہوا تھا۔ دیکھو کہیں رکھ تو نہیں دیا تمہارے استاد

"بریف کیس کیا ہوتا ہے صاحب؟" میں نے انجان بن کر کہا۔

"کالے رنگ کا ایک.........." وہ اچانک خاموش ہوگیا۔ پھر بولا۔ "استاد کو بلاؤ' کہاں ہے چارلی کا تھڑا میرے ساتھ آؤ۔" چارلی ہیرڈریسر سامنے ہی تھا۔ ہم نے پہلے پیرو کو وہاں پھر چائے خانوں میں دیکھا مگو بھی ساتھ آگیا تھا مگر پیرو کہیں نہ ملا۔

"بات کیا ہے صاحب؟" مگو نے پوچھا۔

"کوئی خاص نہیں" ایک بریف کیس رکھا تھا میں نے گاڑی میں جو گھر جاکر مجھے اس میں نہیں ملا۔"

توبہ.......... توبہ صاب' ادھر ایسا نہیں ہوتا' ایمان دھرم کی کھاتے ہیں' ایک کیل حرام سمجھتے ہیں' سالوں سے یہاں کام کرتے ہیں مگو نے کانوں کو ہاتھ لگائے ہوتے کہا۔

☆☆☆

"اوہ' ٹھیک ہے کہیں اور بھول گیا ہوں گا' تمہارا شکریہ۔" اس نے کہا اور دوبارہ گاڑی میں بیٹھ گیا۔ گاڑی اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔ یہ خطرہ اس طرح ٹل جائے گا مجھے امید نہ تھی۔ مگو چاچا بولا۔

"یہ پیرو ہاتھ کا خراب ہے' دوسرے ایسا نہیں کرتے.......... مگر پیرو آخر گیا کہاں۔ میرے دل میں بہت سے خیالات آرہے تھے مگر ان کا اظہار میں نے کسی کے سامنے نہ کیا۔ پیرو کی گمشدگی کا راز سمجھ رہا تھا مگر کچھ بھی ہے وہ میرا حصہ ضرور دے گا پھر ایک اور گاڑی آگئی اور میں اور مگو اس میں مصروف ہو گئے لیکن زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ اچانک پولیس کی ایک گاڑی قریب آکر رکی اور اس میں سے چھ سات پولیس والے نیچے کود کر ہماری طرف لپکے۔ وہ دور دور تک پھیل گئے تھے۔ گاڑی کے ساتھ وہی ڈاٹسن تھی۔ ڈاٹسن والا بھی نیچے اتر آیا تھا۔

"یہ ہے' اس کے ساتھ ایک اور تھا۔" ڈاٹسن والے نے میری طرف اشارہ کر کے کہا۔ ایک اے ایس آئی اس کے ساتھ تھا۔ اے ایس آئی نے مجھے گریبان سے پکڑ لیا اور گالی بکتا ہوا کہنے لگا۔

"کہاں ہے تیرا ساتھی؟"

"گالی نہیں صاحب.......... گالی نہیں"۔ میں نے غرا کر کہا اور اے ایس آئی کا پارہ نہ جانے کیوں پھیکا پڑ گیا۔

"شریف زادے تیرا ساتھی کہاں ہے؟" اس نے کہا۔ اس دوران پولیس دوسرے

تمام گاڑی دھونے والوں کو پکڑ لائی تھی اور آس پاس لوگ جمع ہونے لگے تھے۔

"وہ ابھی تک نہیں آیا۔"

"گیا کہاں ہے؟"

"نہیں معلوم"۔

"چلو اسے بٹھاؤ اسے بھی تلاش کرلیں گے اور کون کون تھا الیاس صاحب؟"

"ویسے تو یہ سب یہاں تھے مگر میری گاڑی ان دونوں نے دھوئی تھی۔" ڈاٹسن والے نے جواب دیا۔

"سب کو اٹھالیں؟" پولیس اے ایس آئی نے پوچھا۔

"یہی کافی ہے' یہی بتائے گا۔" ڈاٹسن والا بولا اور مجھے گھسیٹ کر پولیس کی گاڑی میں بٹھا دیا گیا۔ اے ایس آئی نے دو پولیس والوں کو یہاں چھوڑ دیا اور پھر خود جیپ میں آبیٹھا گاڑی اسٹارٹ ہوکر چل پڑی۔ زندگی نے ایک اور نئے کھیل کا آغاز کیا تھا اور اس نئے کھیل کے بارے میں مجھے فیصلہ کرنا تھا۔ میں نے راستے میں ہی فیصلہ کرلیا۔ کچھ دیر کے بعد گاڑی پولیس اسٹیشن کی عمارت میں داخل ہوگئی۔ مجھے نیچے اتار کر ایک بڑے کمرے کی طرف لے جایا گیا۔ راستے میں پولیس کا ایک بڑا افسر ملا جسے سلیوٹ کیا گیا تھا۔ اس نے فوراً پوچھا۔

"کیا ہوا الیاس صاحب' کام بن گیا؟"

"ابھی کہاں' آدمی مل گیا ہے اب دیکھیں یہ آپ کے اے ایس آئی صاحب کیا کام دکھاتے ہیں۔" ڈاٹسن والے نے کہا۔

"یہ ہے۔" بڑے افسر صاحب نے اپنے چوڑے اور کھردرے ہاتھ سے میرے رخسار دباتے ہوئے کہا اور اسی طرح بولا۔ "سوہنا منڈا ہے' ہمارے یار کا بریف کیس واپس کردے بیٹا ورنہ یہ رنگ کالا پڑ جائے گا........ کامدار چمپی کردو ذرا اس کی ننھا بچہ ہے اچھا الیاس صاحب میں ذرا کام سے جارہا ہوں' آپ کا کام تو ابھی ہوا جاتا ہے۔" اس کے بعد مجھے کمرے میں لے جایا گیا۔

"ہاں بھئی گلفام! اب بتادے بیٹا بریف کیس کہاں ہے۔" اے ایس آئی نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ الیاس صاحب بھی پاس بیٹھ گئے تھے۔

"میں نے بتایا تھا کہ مجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔"

"یہاں آنے کے بعد بھی نہیں معلوم پکا لگتا ہے حرامی۔"

"دیکھو گالی مت بکو' میں نے پہلے بھی منع کیا تھا تمہیں' تیسری بار گالی اگر تم نے مجھے دی تو.......... تو..........؟"

"اوئے ہوئے سوہنا' سنا الیاس صاحب آپ نے' کیا ہوگا بیٹا اس کے بعد جانتے ہو؟"

"اتنے ٹکڑے کروں گا تمہارے کہ گنے نہ جاسکیں گے۔ اے لکھ لو پولیس افسر صاحب' جو کہا ہے وہ کر دکھاؤں گا۔" میں نے شدید سفاک لہجے میں کہا اور اے ایس آئی چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ اسی وقت ایک زور دار ہاتھ میری گدی پر پڑا۔ اتنی طاقت ور ضرب تھی کہ میں میز پر اوندھ گیا۔ یہ ہاتھ ایک لمبے چوڑے آدمی نے میری گدی پر جمایا تھا اور پھر اس نے عقب سے میرے بال پکڑ کر مجھے سیدھا کھڑا کردیا۔

"زبان نکال لوں اس کی کامدار صاحب جی؟" اس نے دریافت کیا۔

"چھوڑو اسے۔" کامدار صاحب نے کہا اور اس نے جھٹکے سے میرے بال چھوڑ دیے۔ "بریف کیس کہاں ہے حرامی۔ میں نے تجھے تیسری گالی دے دی ہے۔" وہ بولا اور میں سپاٹ نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔ اس کا نام کامدار تھا۔ اس کا رنگ سانولا تھا۔ اس کی عمر بتیس سال کے قریب تھی۔ اس کے نقش موٹے اور بھدے تھے۔ میں نے یہ نقش دل میں اتار لیے۔ الیاس صاحب نے کہا۔

"دیکھو لڑکے' اس میں کوئی رقم وغیرہ' نہیں ہے۔ میرے بہت ضروری کاغذات ہیں اگر تم وہ مجھے دے دو تو میں تمہیں پانچ سو روپے دوں گا۔"

"صاحب! وہ میں نے نہیں نکالا۔ مجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ آپ کا دل چاہے تو تفتیش کرلیں۔" میں نے جواب دیا۔

"وہ کالیا کہاں بھاگ گیا؟" الیاس صاحب نے پوچھا۔

"اگر آپ کا بریف کیس اس نے نکالا ہے تو وہ ضرور اسے لے کر بھاگ گیا ہے۔"

"کہاں رہتا ہے وہ؟"

"میں نہیں جانتا۔"

"کیا نام ہے اس کا؟" اس بار اے ایس آئی صاحب نے پوچھا تھا۔

"پیر بخش۔"

"تو اس کے ساتھ کام کرتا تھا؟"

"ہاں۔"

"کہاں رہتا ہے تو؟"

"وہیں صدر ہیں۔"

"پتا بتا اپنا۔"

"دن بھر وہاں رہتا ہوں جہاں سے پکڑا گیا ہوں۔ رات کو وہاں کھڑی ہونے والی بسوں میں سوتا ہوں۔"

"دیکھا آپ نے الیاس صاحب' صورت دیکھو' عمر دیکھو اور پکا پن دیکھو۔ یہ تو مجھے عادی چور لگتا ہے۔ ابے اس سے پہلے کہاں رہتا تھا یا وہیں پیدا ہوا تھا۔ کوئی اور ہے تیرا؟"

"کوئی نہیں ہے۔"

"الیاس صاحب! معاملہ لمبا ہو جائے گا' کچھ اور چھوکرے بھی اٹھانے پڑیں گے آپ آرام کریں اس کی چھینٹی لگے گی تو کام ہو جائے گا' ابھی ٹھیک کرلیں گے اسے' آپ فکر نہ کریں۔"

"بہت ضروری کاغذات ہیں میرے' کچھ موکلوں کا معاملہ تھا ان کی اہم دستاویزات ہیں کئی کیس خراب ہو جائیں گے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے جی مگر کیا کیا جاسکتا ہے۔" اے ایس آئی نے کہا اور الیاس صاحب سوچتے رہے پھر انھوں نے مجھ سے کہا۔

"تم چاہو تو مجھ سے تعاون کر سکتے ہو' میں تم پر سختی نہیں ہونے دوں گا' وعدہ کرتا ہوں۔" میں نے رخ بدل لیا تھا پھر اے ایس آئی' الیاس صاحب کے ساتھ باہر نکل گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد اے ایس آئی اندر آیا اور اس سادہ لباس شخص سے بولا۔

"غلام داد' اسے اندر کر دو اور تم میرے ساتھ ذرا بغدادی چلو کام ہے' میں باہر گاڑی میں انتظار کر رہا ہوں۔"

"جی صاحب۔" سادہ لباس شخص نے کہا اور آگے بڑھ کر میرا بازو پکڑ لیا۔ کمبخت کا ہاتھ مشینی معلوم ہوتا تھا۔ پھر وہ مجھے ساتھ لے کر ایک سلاخوں والے دروازے کے پاس پہنچا۔ ایک سپاہی چابی لے کر پیچھے پیچھے آرہا تھا۔ اس نے دروازے کا تالا کھولا اور مجھے اندر دھکیل کر دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا۔ اندر کچھ اور لوگ بھی تھے۔ مدھم آواز میں ایک کورس سنائی دیا۔" آگئے......... آگئے گھر آگئے' بلم پردیسی سجن پردیسی آگئے......... آگئے گھر آگئے۔" میں نے بوکھلائی ہوئی نظروں سے انھیں دیکھا۔ پانچ افراد تھے عجیب شکلوں کے مالک۔

"آؤ......... آؤ......... ابے کوہ قاف سے آرہے ہو کیا" شہزاد گلفام' ابے دیکھو بھائی نظام کیا چیز بھیجی ہے اللہ نے۔"

"پکا دلی کا ہے بھائی میاں' نہیں تو شرط لگالو۔"

"یہاں قینچی کے استاد ہو کیا' کس کھٹولے کے سکھائے ہوئے ہو؟"

"یار بن بھائی تم بھی نرے تلے ہو' چھری تلے دم تو لینے دو بچے کو' میاں چاند کہاں سے پکڑے گئے؟"

"کیا بدتمیزی ہے' سنتری کو آواز دوں۔" انہی میں سے ایک کسی قدر معقول سے آدمی نے کہا۔

"ابے بھائی سیاسی لیڈر۔! تم ہمیشہ قوم کی گردن پر چھری ہی چلاؤ' ابے لاڈلے یہ اپنی فیلڈ ہے اپنا کام کرنے دو یار۔"

"ابی میں تم لوگوں کو کئی بار بولا کھچڑی مت پکاؤ' نبی اللہ کو یاد کرو مصیبت سے نکالے۔ ابی یار تمہاری سمجھ میں نہیں آتا۔" ایک زور دار آواز سنائی دی۔ میں بوکھلائی ہوئی نظروں سے ایک ایک کو دیکھنے لگا۔ یہ تو چڑیا گھر معلوم ہوتا ہے۔"

"ادھر آؤ بیٹے' کیا کر آئے اتنی سی عمر میں۔" سیاسی لیڈر نے کہا۔

"آپ لوگوں کو بتانا ضروری ہے؟" میں نے کرخت لہجے میں کہا۔

"کڑک ہے بھائی' سنبھال لے گا۔" آخری آدمی نے کہا اور میں ایک گوشے میں جا بیٹھا۔ میری طرف سے کوئی جواب نہ پا کر وہ لوگ خود ہی آپس میں میرے بارے میں چہ میگوئیاں کرتے رہے۔

رات کو نو بجے کے قریب رجو اور گھوڑے کو بھی میرے پاس پہنچا دیا گیا۔ یہ دونوں بھی وہیں کام کرتے تھے جہاں سے مجھے لایا گیا تھا۔ رجو نے روتے ہوئے کہا۔

"مولا قسم! میں نے تو کبھی ایک رومال بھی نہیں چرایا کسی کا' یہ لوگ میرے کو جبر جستی ہی اٹھا لائے ہیں۔"

"اور میں تو جیسے گاڑیاں صاف کرنے کے بجائے چوری ہی کرتا رہا ہوں۔" گھوڑے نے کہا۔

"تمہیں بھی اسی چکر میں لائے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"تو اور کیا یار' گھر میں اماں انتظار کر رہی ہوگی۔" رجو نے روتے ہوئے کہا۔

"پیرو استاد نہیں واپس آیا؟"

"اب کیا واپس آئے گا' کام دکھا گیا حرامی' ہمیں پھنسا گیا۔"

"ایک بات بتاؤ۔" میں نے کہا۔

"کیا؟"

"یہ پیرو استاد رہتا کہاں ہے؟"

"ٹگو چاچا جانتا ہے' صاف قسمیں کھا گیا۔ دمے کا مریض ہے اس لیے پولیس والوں نے چھوڑ دیا۔ ویسے یار ایک بات بتا دے بھائی' بکسا نکالا ہے پیرو استاد نے یا نہیں؟"

"یہ بات جانتا تو پولیس والوں کو نہ بتا دیتا۔"

"تیرے سامنے نہیں نکالا؟"

"نہیں۔"

"پتا نہیں اب کیا ہوگا۔"

"تیری تو بڑی دوستی تھی پیرو سے' اس کے گھر کا پتا تجھے بھی نہیں معلوم۔"

"میں نے کبھی نہیں پوچھا۔"

"یار ایک بات بتاؤں تجھے فیصل' وہ پولیس والا ہمیں یہ کہہ کر لایا ہے کہ ہم تجھ سے بکسے کے بارے میں پوچھیں پتا چل گیا تو ہمیں چھوڑ دیا جائے گا۔ تجھے پتا ہو تو بتا دے بھائی تیرا بھلا ہوگا۔"

"تیرا دماغ خراب ہے گھوڑے۔ میں نے کہا نا تجھ سے اگر مجھے معلوم ہوتا تو پولیس کو نہ بتا دیتا' یہاں تک کیوں آتا؟"

"اپن لوگ بلاوجہ پھنس گئے۔" گھوڑے نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔ گیارہ بج گئے پھر دو سپاہیوں نے گھوڑے اور رجو کو باہر نکالا اور اپنے ساتھ لے گئے۔ حوالات کے قیدی زمین پر اوندھے سیدھے لیٹ گئے تھے۔ میں بھی تھک گیا تھا' اس لیے زمین پر لیٹ گیا۔ پونے بارہ بجے قریب حوالات کا پھر دروازہ کھلا اور سپاہیوں نے مجھے آواز دی۔

"فیصل۔" میں چونک کر اٹھ گیا۔ سپاہیوں نے مجھے آنے کا اشارہ کیا اور میں خاموشی سے اٹھ کر باہر نکل آیا۔ اس کے بعد مجھے ایک اور دوسرے کمرے میں لے جایا گیا تھا جہاں دو تین میز کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ ایک کرسی پر میز کے پیچھے اے ایس آئی کامدار بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے پاس دو آدمی اور بھی موجود تھے۔ سپاہی مجھے اس کمرے میں چھوڑ کر چلے گئے تو کامدار نے میری طرف رخ کر کے کہا۔

"تجھے یاد آیا کہ بریف کیس کہاں لے جایا گیا ہے؟"

"نہیں جناب' میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا آپ سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں۔"

"پیرو کہاں رہتا ہے' یہ بھی نہیں معلوم تجھے؟"

"مجھے تو یہاں کام کرتے ہوئے زیادہ دن بھی نہیں ہوئے میں نہیں جانتا کہ وہ کہاں رہتا ہے؟"

"چلو اس کی ہٹ دھری نکالو۔" کامدار نے ان دونوں آدمیوں کو حکم دیا جو اس پاس موجود تھے۔ ان میں سے ایک نے جو گہرے سیاہ رنگ اور بڑی بڑی مونچھوں کا مالک تھا اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے قریب پہنچ کر کہا۔

"بیٹا بہت بری بات ہے' زبان کھول دے کیا فائدہ تیرا ڈیزائن بگڑ جائے۔" میں نے خاموشی سے اسے دیکھا اور ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"اگر مجھے........" لیکن میرے منہ سے اتنا ہی نکلا تھا کہ ایک بھرپور تھپڑ میرے گال پر پڑا اور میں دو تین قدم پیچھے ہٹ گیا لیکن وہ بدبخت میرے ساتھ ساتھ ہی آیا اور اس نے میرے بال پکڑ کر مجھے زمین پر گرا دیا اور پھر میرے شانے پر پاؤں رکھتا ہوا بولا۔

"ہڈی پسلی سب ٹوٹ کر برابر ہو جائیں گی' سمجھا؟ بتانا بہت ضروری ہے۔" میں نے

Uploaded By Muhammad Nadeem

اب خاموشی اختیار کرنے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں سمجھا تھا۔ میں خاموش رہا۔ اس نے ایک ٹھوکر میری پسلیوں پر لگائی اور میں نے ہونٹ بھینچ لیے اور آنکھیں بند کر لیں۔ اس نے ایک بار پھر مجھے بالوں سے پکڑ کر اٹھایا اور سیدھا کھڑا کر دیا پھر اس نے میری گردن پکڑ کر مجھے زور سے دیوار کی جانب دھکا دیا اور میں دیوار سے جالگا۔ وہ مسلسل مجھے مار رہا تھا۔ تھپڑ گھونسے میرے ہونٹوں سے خون نکل آیا تھا اور میں خاموشی سے پٹ رہا تھا۔ اس نے مجھے سیدھا کرتے ہوئے کہا۔

"کس استاد کا شاگرد ہے میری جان' مار کھانے میں تو خاصا ماہر ہوگیا ہے۔ زبان کھولے گا یا نہیں؟" میں نے سرد نگاہوں سے اس شخص کو دیکھا اور اس کے بعد دیوار سے ٹک کر کھڑا ہوگیا۔

"ماردوں کامدار جی' سالے کو بت ڈھیٹ بن رہا ہے۔"

"گالی نہیں......... گالی نہیں۔" میں نے انگلی اٹھا کر کہا اور اس بار کامدار اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

"ابے شریف زادے گالی اتنی بری لگتی ہے تجھے کہ ہمیشہ دھمکیاں دیتا رہتا ہے لیکن یہ نہیں بتاتا کہ بریف کیس آخر گیا کہاں' چوری ہوئی ہے اس کی' کسی نے تو چرایا ہی ہوگا۔"

"میں نے نہیں چرایا یہ میں تمہیں بتا چکا ہوں۔"

"ایک بات سن لے کان کھول کر' پولیس تفتیش تو کر ہی رہی ہے پتا چل جائے گا لیکن اگر یہ معلوم ہوگیا کہ تو نے بریف کیس چرایا ہے تو پھر تو یہاں سے زندہ نہیں جا سکے گا' یہ کامدار کا قول ہے۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا تو کامدار بولا۔

"بند کردو اسے مر مرا جائے گا میرے ہاتھوں' بڑی بدتمیزی کر چکا ہے یہ مجھ سے' اسے چھوڑوں گا نہیں آسانی سے۔" وہ دونوں مجھے لیے ہوئے باہر نکل آئے اور ایک بار پھر مجھے حوالات میں دھکیل دیا گیا۔ حوالات کے قیدی اٹھ کر بیٹھ گئے تھے۔ اندر ایک مدھم سا بلب جل رہا تھا وہ میرا جائزہ لیتے رہے اور اس کے بعد ان میں سے ایک نے کہا۔

"مار پڑی ہے چاند؟"

"خاموشی سے سو جاؤ ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔" میں نے کہا۔ اسی وقت ایک سنتری حوالات کے سامنے سے گزرا تو وہ جلدی سے کمبل منہ پر لے کر کروٹ بدل کر سو گیا۔ میں خاموشی سے ایک گوشے میں جا بیٹھا تھا۔ اس مصیبت سے چھٹکارا کیسے حاصل کیا جائے پھر پیرو پر غصہ آنے لگا۔ صاف ظاہر تھا کہ پیرو نے بریف کیس اپنے قبضے میں لیا اور وہاں سے فرار ہوگیا لیکن یہ تو دھوکا دہی ہے۔ میں نے تو بریف کیس نہیں دیکھا تھا اور نہ ہی اسے نکالنے کی کوشش کی تھی۔ پیرو نے زبردستی وہ میرے حوالے کیا تھا تاہم اتنا قصور میرا ضرور تھا کہ میں اس کی چوری میں شریک ہوگیا تھا۔ بہرطور رات آہستہ آہستہ گزرتی رہی۔ تھانے میں بھی خاموشی چھاگئی تھی اور پولیس والے بھی غالباً سوتے چلے گئے تھے۔ صبح ہوئی اور اس کے بعد وقت آہستہ آہستہ گزرتا رہا۔ ہمیں چائے اور ڈبل روٹی کے دو دو ٹکڑے دیے گئے تھے۔ میں نے بہرطور اپنی شکم سیری ضرور کرلی۔ رات بھر کی جگار اور اس کے بعد بدن کی تھکن نے بہت ہی نڈھال کر دیا تھا لیکن میرے حوصلے پست نہیں ہوئے تھے۔ اب پیرو کے لیے دل میں نفرت پیدا ہوتی جارہی تھی۔ گھوڑا اور رجو دونوں حوالات میں نہیں آئے تھے۔ اس کا مقصد تھا کہ انہیں چھوڑ دیا گیا ہے اب دیکھنا یہ تھا کہ میرا کیا ہوتا ہے۔ دوپہر ہوگئی اور اس وقت دوپہر کے تقریباً ڈیڑھ بجے تھے کہ ایک بار پھر مجھے اسی کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ اے ایس آئی کامدار وہاں موجود تھا۔

"ہاں اب یاد آگیا تجھے؟"

"نہیں کچھ یاد نہیں آیا۔" میں نے جواب دیا۔

"زبان تو تیری کھلے گی' اچھا یہ بتا اس سے پہلے تو کہاں رہتا تھا؟"

"بتا چکا ہوں کہیں نہیں رہتا تھا۔"

"مطلب یہ کہ فٹ پاتھوں پر ہی زندگی گزاری ہے؟"

"ہاں بس میں سوتا تھا۔"

"ابے بس کے بچے' بس سے پہلے تو تو کہیں ہوگا۔"

"کسی اور اڈے پر تھا' کسی اور فٹ پاتھ پر تھا' بس اسی طرح میں نے زندگی گزاری ہے۔" میں نے جواب دیا۔ اسی وقت میں نے الیاس صاحب کو دیکھا' وہی بریف کیس کے مالک' کالا کوٹ پہنے ہوئے اور سفید پتلون پہنے ہوئے اندر آئے تھے۔ اے ایس آئی نے انہیں دیکھا اور آہستہ سے بولا۔

"یار الیاس صاحب! کیا چیز' ہمارے حوالے کر دی آپ نے' ذرا سالے کا ڈیزائن دیکھو اور ہماری محنت دیکھو رات بھر پٹائی کرتے رہے ہیں مگر زبان کھول کر نہیں دی۔"

"میرا خیال ہے اب اسے چھوڑ دیجیے۔ اے ایس آئی صاحب!"

"کیا مطلب؟"

"چھوڑ دیجیے' ہو سکتا ہے یہ اس میں ملوث نہ ہو' وہ اصل کمبخت نکل گیا جو وہاں کا دادا بھی تھا۔ دراصل میں تھوڑی بہت معلومات خود بھی وہاں جا کر حاصل کر چکا ہوں اس کے بارے میں۔ سنا یہ گیا ہے کہ اچھا لڑکا ہے وہیں بسوں اور گاڑیوں کا کام کرتا ہے ایک بس ہی میں سو جاتا ہے اگر بریف کیس اس کے پاس ہوتا تو اس نے کہیں نہ کہیں تو رکھا ہوتا جب کہ اس کے سابقہ ٹھکانے کا بھی کوئی علم نہیں ہے اس کا مقصد ہے کہ اصل آدمی پیرو ہے۔"

"مگر پیرو کا پتا بھی تو ضروری ہے۔"

"اب چھوڑیئے جو ہو گا دیکھا جائے گا اللہ مالک ہے۔"

"آپ کی مرضی ہے بڑے صاحب سے بات کر لی آپ نے۔"

"ہاں ہاں' اس کے خلاف کوئی کیس تو نہیں بن سکا نہ میں نہیں چاہتا کہ بلاوجہ ایک لڑکے پر سختی ہوتی رہے چھوڑیں آپ چھوڑ دیں اسے۔"

"آپ کی مرضی ہے الیاس صاحب جیسا آپ چاہیں۔" کامدار نے کہا اور اس کے بعد مجھے دیکھتا ہوا بولا۔

"سن پیرو کا پتا جب بھی معلوم ہو جائے' سیدھا ادھر آنا اور ہمیں اس کے بارے میں بتا دینا اب تو بھاگ جا یہاں سے۔"

میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا اور اس کے بعد گردن جھکا کر وہاں سے باہر نکل آیا۔ الیاس صاحب' اے ایس آئی کے پاس ہی بیٹھ گئے تھے۔ مجھے امید نہیں تھی کہ اتنی جلدی میری گلو خلاصی ہو جائے گی لیکن بہر طور تھانے کی عمارت سے نکلنے کے بعد میں نے باہر کے ماحول کو دیکھا۔ بدن بری طرح دکھ رہا تھا۔ چہرے پر جگہ جگہ نیلے نشان پڑے ہوئے تھے' جسم کے اور بھی بہت سے حصے زخمی ہو گئے تھے۔ میں تھکے تھکے انداز میں چلتا رہا اور اس کے بعد ایک جگہ جا بیٹھا۔ سامنے ہی ڈینٹنگ پینٹنگ کی ایک دکان تھی اور

وہاں ہتھوڑے کی کھٹاکھٹ سنائی دے رہی تھی۔ دماغ بری طرح دکھ رہا تھا۔ میں سوچنے لگا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے' ویسے پیرو نے کھلا کھلا دھوکا دیا تھا۔ خود غائب ہونے کے ساتھ اگر وہ مجھے بھی لے جاتا تو کیا برا تھا۔ مجھے تو یہ امید نہیں تھی کہ میرے ساتھ یہ حالات پیش آئیں گے۔ پیرو کے لیے دل میں نفرت کا ایک جذبہ ابھرا اور میرے قدم خود بخود اس طرف اٹھ گئے جہاں میں کام کرتا تھا۔ زندگی وہاں اسی طرح رواں دواں تھی۔ گھوڑا اور رجو بھی وہاں پہنچ چکے تھے۔ مگو چاچا بھی تھے مجھے دیکھ کر سب میرے گرد جمع ہو گئے۔ مگو چاچا نے ہمدردانہ نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"مار پڑی تھی؟"

"نہیں' وہ تو بہت محبت سے پیش آئے تھے میرے ساتھ..........!"

"پیرو نے غداری کی تیرے ساتھ ویسے تجھے یہ نہیں معلوم کہ ایسی کوئی چیز پیرو لے گیا ہے یا نہیں؟"

"نہیں مجھے نہیں معلوم۔" میں اپنی ضد پر اڑا ہوا تھا۔

"وہ غائب اسی لیے ہو گیا اور اب یہاں نہیں آئے گا ویسے ایک بات ہے' اس نے یہاں بڑی بدمعاشی قائم کر رکھی تھی' محنت ہم لوگ کرتے تھے اور ہماری محنت کا آدھا حصہ وہ لے جاتا تھا' اچھا ہوا دفع ہو گیا۔ بہرحال اب تو کام کر چل آ جا میرے ساتھ اس گاڑی کی صفائی میں شریک ہو جا مگر سن چوٹیں زیادہ تو نہیں لگی ہیں؟"

"نہیں مگو چاچا۔" میں نے جواب دیا اور مگو چاچا کے ساتھ کام کرنے میں مصروف ہو گیا۔

"کچھ کھایا پیا ہے تو نے؟"

"ہاں دوپہر کو تھوڑی سی روٹی کھائی تھی۔"

"حوالات کی روٹی بھی کھالی تو نے بیٹا بہر طور تجربہ اسی طرح حاصل ہوتا ہے زندگی میں اب کسی پر اتنا زیادہ بھروسہ مت کرنا کہ وہ تیرے لیے مصیبت بن جائے۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ رات تک مگو چاچا کے ساتھ کام میں مصروف رہا۔ تھوڑے بہت پیسے آ گئے تھے۔ رات کا کھانا ڈٹ کر کھایا اور پھر بس کی طرف بڑھ گیا۔ بسوں کا کام کرنے کے بعد میں بس میں لیٹ گیا تھا۔ لیٹے لیٹے میرے ذہن میں نہ جانے کیا کیا خیالات آتے

رہے' وہ پولیس افسر بھی یاد آیا جس نے مجھے گالیاں دی تھیں اور میں نے اس کے لیے دل میں ایک تہیہ کرلیا تھا۔ دوسرے دن پھر اسی مانند زندگی کا آغاز ہوگیا۔ اب میں مگو چاچا کے ساتھ کام کرنے لگا تھا۔ دوپہر تک ہم نے کام کیا' اس کے بعد ذرا سنسان ہوگیا تو میں اور مگو چاچا ایک دیوار کے سائے میں آ بیٹھے۔ یہاں ایک درخت بھی لگا ہوا تھا جس کی چھاؤں پھیلی ہوئی تھی۔ میں نے مگو چاچا سے کہا۔

"پولیس نے تم سے پیرو کا پتا پوچھا تھا مگو چاچا؟"

"ہاں پوچھا تھا بس یوں سمجھ لے اللہ نے بچا دیا' ورنہ میں پھنس جاتا چکر میں۔"

"ویسے مگو چاچا یہ بات مجھے معلوم ہے کہ تمہیں پیرو کا پتا معلوم ہے۔"

"کبھی گیا تو نہیں اس کے ہاں' ایک بار اس نے بتایا تھا کہ پرانے گولی مار میں رہتا ہے' مکان کا نمبر وغیرہ بھی بتایا تھا اس نے مجھے۔"

"کیا نمبر ہے؟" میں نے پوچھا اور مگو چاچا چونک کر مجھے دیکھنے لگے پھر بولے۔

"اب جان بچ گئی ہے تو چھوڑ اس چکر کو خوامخواہ اس کے چکر میں مت پڑ آدمی اچھا نہیں تھا۔ وہ ذرا بدمعاش قسم کا تھا۔"

"یونہی پوچھ رہا ہوں مگو چاچا' مجھے اس کا پتا تو بتا دو کم از کم۔"

"مکان نمبر دو سو بتیس ہے اور سنا ہے اس کے سامنے ایک چھوٹا سا ہوٹل بھی بنا ہوا ہے' اس علاقے میں ایک ہی ہوٹل ہے' ایک مرتبہ پیرو نے مجھے اپنا پتا بڑی تفصیل سے بتایا تھا۔"

"دو سو بتیس۔" میں نے یہ نمبر ذہن نشین کرلیا۔ مگو چاچا مجھے بہت دیر تک سمجھاتے رہے اور میں سمجھتا رہا۔ شام کو چار بجے کے قریب میں وہاں سے خاموشی سے ہٹ گیا تھا اور اس کے بعد بس میں بیٹھ کر میں پرانا گولی مار چل پڑا۔ اس طرف کبھی نہیں آیا تھا چنانچہ لوگوں سے اس کے بارے میں پوچھتا رہا۔ ریکسرلائن کا اسٹاپ آیا اور اس کے بعد والا اسٹاپ پرانے گولی مار کا تھا۔ میں خاموشی سے وہاں اتر گیا اور اس کے بعد پیدل چلتا ہوا پرانے گولی مار کے دوسرے حصے میں داخل ہوگیا۔ مکان نمبر دو سو بتیس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے میں کافی مشکل پیش آئی تھی لیکن پھر اس ہوٹل میں داخل ہوگیا۔ ہوٹل میں بیٹھ کر میں نے ایک چائے پی' شام کے تقریباً سوا پانچ بج رہے تھے پھر میں وہیں

سے مکان نمبر دو سو بتیس کا پتا معلوم کرکے آگے بڑھا اور بالآخر ایک بوسیدہ سے مکان کے دروازے پر پہنچ گیا۔ اس پر کوئلے سے دو سو بتیس نمبر لکھا ہوا تھا۔ میں نے دروازے پر دستک دی اور انتظار کرنے لگا۔ دوسری اور تیسری بار دستک دینے پر دروازہ کھلا اور ایک آواز سنائی دی۔

"ابی کولتا ہے' مرا کائے کو جاتا' کون ہے۔" اس کے ساتھ ساتھ ایک عمر رسیدہ عورت نظر آئی جو میلے کچیلے کپڑوں میں ملبوس تھی۔

"پیر بخش یہاں رہتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"آن رہتا ہے۔" عورت نے کہا اور میں نے محسوس کیا کہ وہ اندھوں کی طرح پلکیں جھپکا رہی ہے۔

"وہ اندر ہے؟"

"نئیں اے۔" عورت نے کہا۔

"کہاں گیا ہے؟"

"میرے کو نہیں مالوم۔"

"آپ کو یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ کب آئے گا؟"

"نئیں مالوم۔"

"اچھا ٹھیک ہے' میں پھر آؤں گا۔"

"تم کون اے؟"

"میں.......... میں اس کا دوست ہوں' آپ شاید پیرو کی.........."

"اماں اے۔" عورت نے جملہ پورا کردیا۔

"اچھا اماں جی' میں چلتا ہوں۔"

"اچھا پھر کبھی آئے گا؟" عورت نے پوچھا۔

"جب بھی فرصت ملی آؤں گا اماں۔" میں نے کہا اور دروازے سے واپس پلٹ پڑا۔ پیرو کی ماں' اندھی عورت' ہاں وہ اندھی ہی تھی اور شاید گھر میں اکیلی تھی اور یہ گھر.......... عورت کی تصویر.......... اس کا سہارا پیرو' صرف پیرو۔ دل نے کہا اچھا ہوا پیرو نہ پکڑا گیا اگر وہ پکڑا جاتا' بریف کیس اس کے پاس سے مل جاتا تو اس اندھی ماں کا کیا ہوتا' یہ کہاں

ٹھوکریں کھاتی پھرتی' کون اس کے گھر کا چراغ جلاتا' اچھا ہوا بہت اچھا ہوا' میرا کون ہے اگر سزا بھی ہو جاتی مجھے تو کسے تکلیف ہوتی کسی کو نہیں۔ دل پر جیسے شبنم کے قطرے پڑے تھے۔ ایک ٹھنڈک سی محسوس ہونے لگی تھی۔ پہلے پیرو کے خلاف دل میں غصہ تھا' گھٹن تھی مگر اب۔

ہوٹل کے سامنے سے گزرا' سامنے نظر پڑی پیرو ہی تھا۔ وہ شاید اپنے گھر کی طرف ہی جا رہا تھا۔ میں ٹھٹک گیا۔ اب یہاں آیا ہوں تو اس سے مل ہی لوں مگر میں نے خود کو اس سے چھپا لیا تھا اور پھر میں اس کا پیچھا کرنے لگا۔ وہ اپنے گھر کے دروازے میں ہی داخل ہوا تھا۔ دو چار منٹ کے بعد میں نے اس کے گھر کے دروازے پر دستک دی۔ اس بار دروازہ پیرو نے ہی کھولا تھا۔ اس نے میری صورت دیکھی اور اس کا چہرہ ایک دم ہونق ہو گیا پھر اس نے گردن اٹھا کر میرے عقب میں دیکھا اور کسی اور کو نہ پا کر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ پیرو پیچھے ہٹتا ہوا بولا۔

"آؤ ڑے' اندر آجاؤ۔ ابھی تھوڑا دیر پہلے تم آیا تھا؟"

"ہاں۔"

"اماں نے ابی میرے کو بولا' آؤ ڑے اندر آجاؤ۔ میں جانتا تو میرے سے ناراض ہو گا۔"

"میں اندر داخل ہو گیا۔ عسرت زدہ گھر میں پہلے اندھیرا تھا اب روشنی ہو گئی تھی۔ یہ روشنی یقیناً پیرو نے کی ہو گی۔ وہ نہ آتا ہو گا تو روشنی نہ ہوتی ہو گی' وہ اس گھر کا چراغ تھا۔

"بیٹھو ڑے۔" اس نے ایک تخت کی طرف اشارہ کیا اور میں بیٹھ گیا۔

"اڑے ماں قسم میں سمجھا کہ تو پولیس لے کر آیا' اپن کا جان نکل گیا۔ میں سرد نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔ پیرو پھر بولا۔

"تیرے کو اپن کا پتا کدر سے ملا ڑے؟"

"تم نے مجھے دھوکا دیا ہے پیرو۔"

"اڑے خدا قسم لخ لعنت دھوکا دینے والے پر' اپن بریف کیس ادھر سے کلٹی کیا پھر تھوڑا دیر کے بعد ادر پہنچا تو پولیس آگیا تھا۔ بس میں سوچا کہ ایک آدمی پھنس گیا ہے ڑے' دوسرے کو نہیں پھنسنا چاہیے' اس لیے میں ادر سے غائب ہو گیا۔ تیرے کو بہت مارا پولیس والوں نے؟"

"بریف کیس کہاں ہے؟"

"ابی رکھا ہوا ہے یار' اپن کا تقدیر ہی کھوٹا ہے سالا۔ یار اس میں تو کاغذ ہی کاغذ ہیں اور کچھ بھی نہیں نکلا۔"

"اگر میں تمہیں تلاش نہ کرتا پیرو تو تم مجھے ملتے؟"

"خدا قسم پیرو پورا خبر رکھتا' تیرا ضمانت کراتا۔"

"اب کیا کرو گے؟"

"اور دروازہ تلاش کرے گا' دوسرا بہت سا اڈا ہے تیرے کو ایک بات بتائے' اپن کا ماں دیکھا اس کے علاوہ اپنا اور کوئی نہیں ہے دنیا میں۔ ابی وہ اندھا ہو گیا ہے۔ ڈاکٹر لوگ بولتا آپریشن ہو گا۔ دس ہزار خرچہ مرچہ آئے گا۔ ابی یار اپنا ایک آرزو ہے۔"

"کیا؟"

"یار بہت سا آرزو ہے پر اور کچھ ہو نہ ہو' ماں کا آپریشن ضرور ہو جائے پن سالا لک ساتھ نہیں دیتا۔ چل تیرے کو چائے پلائے۔"

"نہیں' چائے میں نے سامنے والے ہوٹل میں پی لی ہے۔"

"ناراض ہے اپن سے؟"

"اب نہیں ہوں۔"

"پہلے تھا؟"

"ہاں۔"

"اب کائے کو نہیں ہے؟"

"اس لیے کہ تیرے پاس ماں ہے' اندھی ہے اور تو اس کا علاج کرانا چاہتا ہے۔ اس کے پیرو......... اس کے لیے تجھے سب کچھ کرنا جائز ہے۔ لا وہ بریف کیس مجھے دے دے۔"

"ایں' کیا کرے گا اس کا؟" پیرو نے پوچھا۔

"اسے اس کے مالک کو واپس کروں گا۔"

"تیرے کو کیا ملے گا؟"

"کچھ نہیں پیرو' دنیا کو سمجھ رہا ہوں' آزمانا چاہتا ہوں۔"

"اڑے واہ ڑے واہ! پڑھے لکھوں جیسا ما فک بات کرتا ہے تو تو' دنیا کو کیا سمجھے گا' کیا آزمائے گا' سب سالا لوگ اپنے مطلب کا لوگ ہے' کوئی کسی کے کام نہیں آتا ڑے' کوئی کسی کا مدد نہیں کرتا۔ چھوڑ یار ابھی تو اس کے پاس بریف کیس لے کر جائے گا' ابھی وہ تجھ سے پوچھے گا کہ بریف کیس کدر سے ملا' کیا بولے گا تو اس کو؟"

"بریف کیس اسے دوں گا اور اس سے کہوں گا کہ اس کی چیز اس کے حوالے ہے' اس سے زیادہ وہ مجھ سے کچھ نہ پوچھے۔"

"گردن پھنس جائے گا تیرا' نیکی مت کر' کچھ نہیں ملتا سالا نیکی میکی میں' بس اپنا دھندا دیکھ' ابے سن یار' اب تو میرے گھر آہی گیا ہے تو پھر ایسا کر کہ ابھی میرے ساتھ رہ جا' کسی اور جگہ دھندا کریں گے' ادھر پھڈا بہت سا ہے۔"

"یہ سب بعد کی باتیں ہیں پیرو' لاؤ بریف کیس مجھے دے دو۔"

"ٹھیک اے ڑے' جیسا تیرا مرضی' اپن یار ایک بات تیرے کو بولے' اپی اپنا نام پولیس کو مت دینا' دیکھ اپن تیرے ساتھ دھوکا نہیں کیا' اپنا دل صاف ہے پھر بھی اگر تیرے دل میں برائی ہے تو تیرا مرضی' میرا ماں کا اور کوئی سہارا نہیں ہے' اس بات کا خیال رکھنا۔" پیرو نے کہا اور اندر چلا گیا۔ اس نے بریف کیس لا کر میرے سامنے رکھ دیا۔ میں نے بریف کیس کھول کر دیکھا بہت سے کاغذات رکھے ہوئے تھے اس میں مگر میں ان کاغذات کو پڑھ نہیں سکتا تھا۔ بریف کیس کی تلاشی لینے پر تھوڑے سے چھوٹے چھوٹے کارڈ بھی نظر آئے۔ ایسے کارڈوں کے بارے میں' میں جانتا تھا' ان پر نام پتا لکھا ہوتا ہے۔ میں نے وہ کارڈ نکال کر اپنے ہاتھ میں لیے اور جیب میں رکھ لیے پھر بریف کیس بند کیا اور پیرو سے بولا۔

"میں تیرے پاس کبھی کبھی آتا رہوں گا پیرو۔"

"مطلب یہ کہ تو اسی اڈے پر کام کرے گا۔"

"دیکھوں گا' اب تو تو نے بتا ہی دیا ہے کہ بہت سے اڈے ہیں شہر میں کہیں بھی کام کر سکتا ہوں۔"

"یار اپی تیرا دل صاف نہیں ہوا میری طرف سے' تیری مرضی ہے میں تیرے کو اور کچھ نہیں بولے گا۔" پیرو نے کہا اور میں اس کا شانہ تھپ تھپا کر بریف کیس ہاتھ میں لے کر باہر نکل آیا۔

پیرو بس اسٹاپ تک میرے ساتھ آیا تھا میں بس میں بیٹھ کر صدر چل پڑا۔ اندھیرا چھانے لگا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ بریف کیس کے ساتھ اب مجھے اپنے ٹھکانے پر نہیں پہنچنا چاہیے کیونکہ بریف کیس کی کہانی بہت سے لوگوں کو معلوم ہوگئی تھی مگر رات گزارنے کے لیے دوسری جگہ بھی تو نہیں تھی میرے پاس۔ بہت دیر تک سوچتا رہا اور اس کے بعد میں نے وہی ٹھکانہ پسند کیا' اس کے علاوہ بھلا کہاں جا سکتا تھا چنانچہ بریف کیس کو میں نے اسی ٹوٹی ہوئی گاڑی کے نیچے چھپا دیا جس کا پتا مجھے پیرو نے دیا تھا پھر رات کو معمول کے مطابق بس میں کام کیا اور بس میں ہی سو گیا۔ دوسری صبح حسب معمول تھی۔ میں دیر تک سوچتا رہا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ حلوہ پوری کا ناشتا کیا' آج کام نہ کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ بہر طور کام تو کرنا ہی تھا' پہلے بریف کیس کا مسئلہ حل کر لوں۔"

بریف کیس اسی جگہ رہنے دیا تھا اور وہ کارڈ جو جیب میں رکھے ہوئے تھے انھیں اپنے ساتھ لے لیا۔ ایک ہی جیسے کارڈ تھے۔ ایک پڑھے لکھے آدمی کو دیکھ کر میں نے اسے روکا' سلام کیا اور کارڈ اس کے سامنے کرتا ہوا بولا۔

"جناب عالی کیا آپ مجھے یہ بتا سکتے ہیں؟"

"بھئی یہ پتا یہاں کا تو نہیں ہے' اس میں کسی الیاس احمد ایڈووکیٹ کے بارے میں لکھا ہے۔ ان کا دفتر سٹی کورٹ کے سامنے ہے اور رہائش مسلم لیگ کوارٹر میں۔ کوارٹر کا نمبر ہے ایک سو اٹھاون بٹہ اٹھ ۱۵۸/۸۔"

"بہت بہت شکریہ آپ کا۔" میں نے کارڈ واپس اپنی جیب میں رکھ لیا۔ یہ بات مجھے معلوم تھی کہ اس شخص کا نام الیاس ہی تھا۔ ان لوگوں نے اسے الیاس کہہ کر پکارا تھا' لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ میں کیا کروں۔ بہت دیر تک سوچتا رہا اور اس کے بعد میں نے یہ فیصلہ کیا کہ اس کا یہ بریف کیس اس کے گھر پر ہی پہنچانا چاہیے۔ مسلم لیگ کوارٹرز کے بارے میں تفصیلات معلوم کرتا رہا۔ آج کا دن یوں آوارہ گردی میں گزار دیا تھا پھر جب شام کے ساڑھے چھ بجے تو میں نے ادھر ادھر دیکھنے کے بعد بریف کیس اس کی

جگہ سے نکالا اور اسے ہاتھ میں لیے ہوئے چل پڑا۔

مسلم لیگ کوارٹر کے بارے میں مجھے تفصیلات معلوم ہو چکی تھیں۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد میں بس سے مسلم لیگ کوارٹرز اتر گیا۔ وہ کارڈ اب بھی میں نے اپنے ہاتھ میں لے رکھا تھا۔ راستے میں ایک دو جگہ لوگوں سے پتا معلوم کیا اور اس کے بعد ایک مکان کے سامنے جا کھڑا ہوا' صاف ستھرا مکان تھا' باہر ورانڈہ تھا اور بیل لگی ہوئی تھی۔ میں نے بیل پر انگلی رکھی تو ایک درمیانی عمر کی خاتون باہر نکل آئیں۔ انھوں نے مجھے دیکھا اور آہستہ سے بولیں۔

"کیا بات ہے' کس سے ملنا ہے؟"

"الیاس احمد خان صاحب یہیں رہتے ہیں؟"

"ہاں آؤ اندر آجاؤ۔" انھوں نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ نہ جانے ان کی آنکھوں میں کیسے تاثرات تھے۔ غالباً میرے چہرے کی نیلاہٹیں انھیں میرے بارے میں عجیب و غریب احساسات کا شکار کر رہی تھیں پھر انھوں نے دروازہ کھولا اور مجھے اندر بٹھا دیا۔

صاف ستھرا سا کمرہ تھا' صوفے پڑے ہوئے تھے میں اطمینان سے صوفے پر بیٹھ گیا اور چند ہی لمحوں کے بعد الیاس احمد خان اندر آگئے۔ انھوں نے مجھے دیکھا اور بری طرح اچھل پڑے پھر ان کی نظریں میرے پاس رکھے ہوئے بریف کیس کی جانب پڑیں اور وہ بے اختیارانہ انداز میں اس کی جانب لپکے۔

"یہ ...... یہ بریف کیس مم ..... میرا ہے نا؟"

"جی جناب آپ ہی کا ہے۔"

"افوہ' ارے ..... اور .....!" انھوں نے جلدی سے بریف کیس اپنے ہاتھ میں لیا اور اسے صوفے پر بیٹھ کر بے تابی سے کھولنے لگے پھر وہ دیوانوں کی طرح اس میں موجود کاغذات کو دیکھتے رہے اور جب انھوں نے تمام کاغذات دیکھ لئے تو ان کے چہرے پر گہری طمانیت کے آثار نظر آئے اور انھوں نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

کیا نام ہے تمہارا ..... فیصل ..... یہی نام ہے نا؟"

"جی صاحب۔"

"فیصل کیا یہ بریف کیس تم مجھے پہنچانے آئے ہو؟"

"جی مجھے علم تھا کہ اس میں آپ کے ضروری کاغذات ہیں' آپ نے تھانیدار کے سامنے یہ الفاظ کہے تھے' اس کے علاوہ آپ نے میرے اوپر احسان بھی کیا تھا۔ دوپہر کو آپ کے کہنے کی وجہ سے ہی مجھے چھوڑ دیا گیا' اس لئے میں نے یہ سوچا کہ اب میری ذمہ داری ہے کہ بریف کیس تلاش کر کے آپ کو پہنچاؤں۔ سنیے جناب الیاس صاحب' بریف کیس میں نے نہیں چرایا تھا اسے گاڑی صاف کرنے والا پیرا استاد لے گیا تھا' مجھے واقعی اس کے گھر کا پتا نہیں معلوم تھا۔ پولیس نے مجھے مارا پیٹا' بہت سختی کی میرا ساتھ اور مجھے گالیاں دیں' لیکن آپ نے جو احسان کیا تھا' میں نے اس کا یہ صلہ آپ کو چکا دیا ہے۔"

"مگر یہ بریف کیس تم کہاں سے لائے؟"

"پیرو کا پتا معلوم کر کے اس کے گھر پہنچا اور اس سے یہ بریف کیس لے کر آپ کا گھر تلاش کرتا ہوا یہاں آگیا۔"

"مگر تمہیں میرے گھر کے بارے میں کیسے معلوم ہوا۔" الیاس احمد نے پوچھا اور میں نے جیب سے وہ کارڈ نکال کر ان کے حوالے کر دیے۔

"یہ آپ کے کارڈ اس بریف کیس میں موجود تھے۔" الیاس صاحب نے کارڈ اپنے ہاتھ میں لے لیے اور مجھے عجیب سی نگاہوں سے دیکھنے لگے پھر بولے۔

"میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں فیصل' درحقیقت یہ تمام کاغذات میرے کیسز کے کاغذات تھے' میں وکیل ہوں اور وکالت کرتا ہوں اگر یہ کاغذات مجھے نہ ملتے تو تم میرے نقصان کا اندازہ نہیں لگا سکتے تھے' مجھے پچھلی رات ایک لمحے کے لیے نیند نہیں آئی۔ اتنا پریشان تھا میں کہ بیان نہیں کر سکتا۔ بہر طور میں تمہاری بات پر یقین کرتا ہوں' یقیناً ایسا ہی ہوا ہو گا جیسا تم کہہ رہے ہو۔ میری وجہ سے تمہیں پریشانی ہوئی' اس کے لیے معذرت چاہتا ہوں۔"

میں خاموشی سے اٹھ کھڑا ہوا تو الیاس صاحب جلدی سے بولے "ارے سنو تو سہی! بیٹھو' بیٹھو' جلدی ہے تمہیں کہیں جانے کی؟"

نہیں۔ جلدی تو نہیں ہے۔ مگر اب میرا یہاں رکنا کیا ضروری ہے؟"

"بیٹھو بیٹھو' اپنی عمر سے بہت بڑی باتیں کرتے ہو' تمہارے چہرے کی سنجیدگی بتاتی ہے کہ تمہارے ذہن میں بہت کچھ ہے۔"

"الیاس صاحب مجھے اجازت دیجئے۔"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا' چائے پی کر جاؤ گے بیگم! بھئی سنئے۔" الیاس صاحب نے آواز دی اور چند لمحوں کے بعد وہی خاتون اندر داخل ہو گئی۔"

"بریف کیس مل گیا' یہ بے چارہ لڑکا اسے تلاش کر کے لایا ہے۔"

"خدا کا شکر ہے' آپ یقین کیجئے' ساری رات وظیفہ پڑھتی رہی ہوں۔"

"مسئلہ ہی ایسا تھا' بڑی مشکل ہو جاتی میرے لیے۔"

"آپ اتنے پریشان تھے کہ.......... کہ.......... انھوں نے جملہ ادھورا چھوڑا اور پھر میری طرف دیکھتی ہوئی بولیں۔

"بیٹے تمہارا بے حد شکریہ' ہم لوگ شریف آدمی ہیں عزت سے روزی کماتے ہیں' دیکھ لو ہمارا گھر اس رونق کا حامل نہیں ہے جو وکیلوں کے گھروں میں ہوتی ہے۔ یہ الیاس صاحب بھی بس اپنا کام چلانے کی حد تک کام کرتے ہیں اگر یہ بریف کیس نہ ملتا تو ہمیں بہت ساری مشکلات اٹھانا پڑتیں۔"

"بھئی چائے وائے پلواؤ' ان کا نام فیصل ہے۔"

"ابھی لاتی ہوں۔" خاتون نے کہا اور اندر چلی گئیں میں خاموش بیٹھا رہا تھا۔ الیاس صاحب بغور مجھے دیکھتے رہے پھر بولے۔

"فیصل اب تم نے مجھ پر یہ احسان کیا ہے تو میری یہ ذمے داری ہو گئی ہے کہ تم سے کچھ سوالات کروں۔"

"جی۔"

"کون ہو تم؟"

"جی فیصل ہوں۔" میں نے جواب دیا اور الیاس صاحب ہنس پڑے۔

"وہ تو بالکل ہو مگر تمہارے والدین وغیرہ کہاں ہیں؟"

"کہیں نہیں ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"میں نے معلومات حاصل کیں تو پتا چلا کہ تم وہیں اسی علاقے میں رہتے ہو اور بسوں وغیرہ میں سو جاتے ہو۔ کیا واقعی تمہارا کوئی عزیز رشتے دار نہیں ہے؟"

"جی نہیں۔"

"یہ بتاؤ کچھ پڑھا لکھا ہے تم نے؟"

"جی نہیں۔"

"وہاں کب سے گاڑیاں دھوتے ہو؟"

"تھوڑے دن ہوئے۔"

"اس سے پہلے کیا کرتے تھے؟"

"بس یونہی فٹ پاتھوں پر زندگی گزاری ہے میں نے۔"

"فٹ پاتھ کے باسی لگتے تو نہیں ہو' تمہاری زبان' تمہارا لہجہ اور تمہارا انداز۔ خیر چھوڑو' یہ بتاؤ کہ وہاں سے کتنی آمدنی ہو جاتی ہے تمہاری؟"

"ضرورتیں پوری ہو جاتی ہیں۔"

"صرف ضرورتیں پوری کرنے کے قائل ہو یا اور بھی بہت سے ارادے ہیں دل میں؟"

"جی نہیں' بہت سے ارادے ہیں دل میں لیکن ابھی ان کے لئے راستے نہیں ہیں۔"

"ارادے نیک ہیں یا برائیوں کی طرف جانا چاہتے ہو؟"

"یہ بات کسی کو بتانا پسند نہیں کرتا۔" میں نے جواب دیا اور خاتون چائے لے آئیں۔ اس کے ساتھ ایک پلیٹ میں بسکٹ بھی رکھے ہوئے تھے۔"

"چائے پیو۔"

"سنتی ہیں بھئی آپ' حضرت کیا فرما رہے ہیں" کہہ رہے ہیں زندگی کے بہت سے ارادے ہیں لیکن کسی کو بتانا پسند نہیں کرتے۔" خاتون دوسرے صوفے پر بیٹھ گئی تھیں۔ الیاس صاحب دیر تک سوچتے رہے پھر بولے۔

"فیصل' بس نہ جانے کیوں دل چاہتا ہے کہ تمہیں ایک پیش کش کروں۔"

"کیسی پیش کش؟"

"دیکھو بیٹے! میں تمہارا بڑا ہوں' مجھے بزرگ مانتے ہو۔"

"آپ عمر میں مجھ سے کافی بڑے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"بعض اوقات بزرگ بہت اچھے اچھے مشورے دیتے ہیں۔ جن لوگوں کو بزرگوں

کی سرپرستی حاصل نہ ہو' وہ راہیں بھٹک جاتے ہیں' تم جس ماحول میں رہ رہے ہو' جس ماحول میں کام کر رہے ہو' وہاں تمہارے لیے کسی بہتر زندگی کا حصول انتہائی مشکل ہوگا اگر تم مناسب سمجھو تو میرے ساتھ رہو' میں تمہیں اس کی پیش کش کرتا ہوں' تم میرے ساتھ آرام سے رہو' میرے ساتھ دفتر چلا کرو' دفتر کو سنبھالا کرو اور اس کے بعد شام کو میرے ساتھ یہاں واپس آجایا کرو۔ میں تمہیں تین سو روپے ماہوار تنخواہ دوں گا' کھانا وغیرہ سب کچھ یہیں ہوگا۔ تم بالکل فکر مت کرنا' دیکھو اگر تم وہاں زندگی گزارتے رہے تو خطرہ ہے کہ برے ہاتھوں میں جا پڑو گے۔ ایک واقعہ ہو چکا ہے تمہارے ساتھ' پولیس ایک بار اگر کسی کو اٹھالے تو پھر بار بار اس کی تلاش میں رہتی ہے۔ جب بھی کوئی چھوٹی موٹی واردات اس علاقے میں ہوگی پولیس تمہارا پیچھا کرے گی اور تمہیں اٹھالے جائے گی۔ میرے ساتھ رہ کر یہ سب کچھ نہیں ہوگا۔ تین سو روپے ماہوار تم اپنی ضروریات کے لیے کام میں لاسکتے ہو' کھانے کپڑے وغیرہ کی تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی اور اس کے بعد نازاں تمہیں پڑھا دیا کرے گی۔ نازاں میری بہن ہے اور وہ ایک اسکول میں ٹیچر ہے۔ شام کا وقت خالی ہوتا ہے اس کے پاس' تمہاری تھوڑی بہت تعلیم بھی ہو جائے گی اور تمہیں کوئی خاص دقت بھی نہیں ہوگی۔ زندگی تو بہت طویل ہوتی ہے بیٹے اور راستے بہت وسیع تم اگر اپنے لیے کسی راستے کا تعین کرو گے تو تعلیم تمہیں وہاں تک پہنچنے میں مدد دے گی جبکہ وہاں اس ماحول میں بے شک تم پیسے زیادہ کما سکتے ہو لیکن تمہیں ملے گا کچھ نہیں۔"

"میں بھونچکارہ گیا تھا' جو باتیں مجھے الیاس صاحب نے بتائی تھیں .... تعلیم تو میری اولین خواہش تھی۔ الیاس صاحب کی تمام باتوں کو ٹھکرا دیتا لیکن انھوں نے مجھے تعلیم دینے کا وعدہ بھی کیا تھا اور یہ بات میرے لیے سب سے زیادہ پرکشش تھی۔ تاہم میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"میں آپ کے لئے بالکل اجنبی ہوں الیاس صاحب اور ایک ایسے مسئلے میں آپ کے سامنے آیا ہوں جو بہر طور اچھا نہیں تھا' اس کے باوجود آپ مجھ پر بھروسا کرلیں گے؟"

"میاں دیکھو بات سنو! یہ بریف کیس کھو گیا تھا۔ میں نے پوری رات پریشانی میں

گزاری۔ میری بیوی بھی پریشان تھیں پھر اس کے بعد ہم نے خدا پر سارا مسئلہ چھوڑ دیا اور اس سے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہم برائی نہیں کرتے ہمیں ہماری نیکیوں کی سزا مت دینا اور تم یہ بریف کیس لے کر یہاں آگئے۔ بیٹے ہم ہمیشہ خدا پر ہی بھروسا کرتے ہیں۔ اب اس نے ہماری ایک مشکل حل کر دی ہے تو میری خواہش ہے کہ میں تمہارے بھی کام آؤں تم اگر مجھے کبھی کوئی نقصان پہنچاؤ گے تو میں دکھ کی سانسیں لے کر خاموش ہو جاؤں گا۔ یہ تو خدا کا حکم ہو گا' خدا کی مرضی ہوگی۔" الیاس صاحب کا چہرہ دیکھتا رہا کیسے عجیب لوگ تھے' عجب انسان تھا یہ شخص پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"اگر آپ مجھ پر بھروسہ کرتے ہیں تو یہ بات مجھے منظور ہے۔ دراصل اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ میں پڑھنا چاہتا ہوں" پوری زندگی میں نے تعلیم کے خواب دیکھے ہیں لیکن انھیں پورا نہیں کر سکا اگر آپ یہ وعدہ کریں کہ مجھے پڑھنے کا پورا پورا موقع دیا جائے گا تو اس بات کا وعدہ میں کرتا ہوں کہ آپ کو میری ذات سے کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔" الیاس صاحب اپنی جگہ سے اٹھے انھوں نے میرا بازو پکڑ کر مجھے اٹھایا اور میرا سر سینے سے لگاتے ہوئے بولے۔

"بیٹے میں نے تم پر پورا پورا بھروسہ کرلیا ہے بس اب تم یہاں سے کہیں نہیں جاؤ گے۔ اور چیز کوئی اور سامان وغیرہ ہے تمہارے پاس؟"

"نہیں ہے اور اگر ہوتا بھی تو اسے بھول جاتا۔"

"ہاں ٹھیک ہے میری خواہش ہے کہ تم اپنے ماضی کی ہر چیز بھول جاؤ' میرے ساتھ ایک نئی زندگی کا آغاز کرو۔"

"آپ کو میرے ماضی کی کرید تو نہ ہوگی۔"

"نہیں۔" الیاس صاحب نے آہستہ سے کہا۔

"میں آپ کا یہ احسان لینے کے لیے تیار ہوں۔" میں نے جواب دیا اور الیاس صاحب پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگے پھر ایک دم گردن جھٹک کر بولے۔

اس کے لیے اس کونے والے کمرے میں میز ڈال دو' نازاں کہاں ہے؟"

"تسنیم کے گھر گئی ہے۔"

"اوہ' ہاں میں بھول گیا تھا۔" الیاس صاحب بولے اور بیگم صاحب نے کہا۔

"آؤ میری مدد کرو۔" میں خاموشی سے ان کے ساتھ اٹھ گیا تھا۔ مجھے خود حیرت تھی کہ میں نے یہ پیش کش کیوں قبول کرلی۔ کچھ عجیب سا لگ رہا تھا۔ الیاس صاحب کی پیش کش بھی اور اپنا تیار ہونا بھی۔

کمرہ کافی اچھا تھا خوب روشن اور ہوا دار۔ ایک گوشے میں میرا بستر لگا دیا گیا۔ بیگم صاحبہ نے پوچھا۔

"نہاؤ گے؟"

"جی نہالوں گا۔"

"کپڑوں کا مسئلہ ہوگا۔"

"یہی پہن لوں گا۔"

"تم فکر مت کرنا' میں کل تمہارے لیے دو ریڈی میڈی جوڑے خرید لاؤں گی' اس کے بعد تمہارے لیے اور کپڑے بنا دیے جائیں گے۔"

"بیگم صاحب!" میں نے آہستہ سے کہا۔

"بیگم صاحب نہیں بیٹے بھابی کہا کرو گے مجھے' سمجھے؟"

"جی۔"

"اب کہو کیا بات ہے؟"

"یہ کچھ پیسے ہیں میرے پاس۔"

"تو پھر؟"

"آپ ان سے میرے کپڑے خرید لیں۔"

"ہوں' لاؤ کتنے ہیں؟" انھوں نے کہا اور میں نے اپنے جمع کیے ہوئے پیسے ان کے حوالے کردیے۔

"اوہو' یہ تو کافی ہیں۔"

"میں نے جمع کیے ہیں۔"

"گڈ' سنو یہ تمہارے پیسے ہیں اور میں تمہاری بھابی ہوں لیکن پیسے میں رکھوں گی تاکہ تم فضول خرچی نہ کرو سمجھے' وہ سامنے غسل خانہ ہے' جاؤ نہالو پھر کھانا کھائیں گے۔"

کھانے پر میری ملاقات نازاں سے ہوئی۔ وہ پتلے جسم کی مالک ایک نوجوان خاتون

تھیں' چہرہ سنجیدہ' آنکھیں شوخ شاید انھیں میری شان نزول بتا دی گئی تھی۔

"جناب فیصل صاحب۔" انھوں نے بے تکلفی سے کہا۔

"جی۔"

"ہم کون ہیں آپ کے؟"

"آپ بتا دیجیے۔"

"باجی کہیں گے آپ ہمیں اور کل سے آپ کی پڑھائی شروع۔" اس وقت پھر مجھے ایک چھت ملی تھی اور یہ چھت مجھے بہت کچھ یاد دلاتی رہی تھی۔ بہت کچھ اور میں نے اس چھت کے نیچے بہت کچھ سوچا تھا۔ دوسرے دن میں بلوبرڈ میں بیٹھ کر دفتر پہنچا۔ دفتر صاف کیا' میزیں سجائیں پورا دن گزارا اور شام کو گھر واپس آکر کچن میں گھس گیا۔ نازاں باجی کھانا پکا رہی تھیں۔

"جی فرمایئے۔"

"میں بھی آپ کے ساتھ کھانا پکاؤں گا۔" میں نے کہا۔

"بسم اللہ آیئے۔" نازاں باجی نے کہا اور میں اس کے ساتھ مصروف ہوگیا پھر یہ معمول بن گیا۔ میں اس گھر کا ہر کام کرنے میں خوشی محسوس کرتا تھا۔

ڈیفنس کی وہ خوبصورت کوٹھی اور مسلم لیگ کوارٹر میں یہ چھوٹا سا گھر' بڑا فرق تھا' وہاں دولت کا طریق تھا' یہاں غربت کی چھاؤں۔ الیاس صاحب غریب نہ تھے' گاڑی تھی ان کے پاس' فرنیچر تھا گھر میں' اپنا دفتر تھا' اتنا کما لیتے تھے کہ زندگی میں کوئی پریشانی نہیں تھی' آرام سے گزر بسر ہو جاتی تھی' اولاد نہیں تھی ان کی کوئی' نازاں باجی ان کی بہن تھیں' رفتہ رفتہ مجھے ان کے گھر کے حالات معلوم ہوتے جا رہے تھے۔ نازاں باجی کی شادی ہوئی تھی اور وہ صرف بیس دن سہاگن رہی تھیں' اکیسویں دن ان کے شوہر اسکوٹر کے حادثے میں ہلاک ہوگئے تھے اور نازاں باجی صرف بیس دن سسرال میں رہ کر گھر واپس آگئی تھیں۔ اس کے بعد انھوں نے شادی نہ کرنے کا فیصلہ کرلیا تھا۔ وقت گزارنے کے لیے اسکول میں نوکری بھی کرلی تھی انھوں نے باقی الیاس صاحب تھے بیگم الیاس تھیں' پاس پڑوس کے لوگ تھے' ملنے جلنے والے تھے' رشتے دار تھے' بڑے نیک لوگ تھے یہ' احسان کرنا جانتے تھے' ایک طرف نازاں باجی میرا بڑا خیال رکھتی تھیں تو دوسری طرف

بیگم صاحبہ بھی چھ جوڑے کپڑے بنائے گئے تھے میرے لیے' جوتے خریدے گئے تھے۔ حالانکہ میں نے سب کام کرنے شروع کر دیے تھے لیکن ان لوگوں کے انداز میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی تھی۔ میں کچن میں گھستا تو بیگم صاحبہ میرے ساتھ شامل ہو جاتیں۔ میں جھاڑو لے کر گھر کی صفائی کرتا تو نازاں باجی دوسرا جھاڑو لے کر شروع ہو جاتیں۔ چھٹی کا دن بڑا دلچسپ ہوتا۔

ایک دن بخار آگیا۔ بدن ٹوٹ رہا تھا۔ کانوں سے آگ نکل رہی تھی۔ گھر کے کام پورے ہوگئے تو نازاں باجی نے کہا۔

"فیصل' گھڑی نہیں دیکھی تم نے؟"

"آیا باجی۔" میں نے کہا اور کتابیں لے کر ان کے کمرے میں داخل ہوگیا۔

"جی" کل کی تفصیل؟" نازاں باجی نے کہا۔

"انگلش؟" میں نے پوچھا۔

"یس۔" نازاں باجی بولیں اور مسکرا دیں۔ میں نے انگلش کی کتاب کھول لی اور پڑھنا شروع کیا۔ (The nest The boys see) (The baby birds are in The rert)

"مطلب بیان کرو؟"

"لڑکوں نے گھونسلا دیکھا' چڑیوں کے دو بچے گھونسلے میں ہیں۔" میں نے جواب دیا۔ اور نازاں باجی مسکرانے لگیں۔ پھر بولیں۔

"فیصل سیٹھ........ بعض اوقات تو لگتا ہے جیسے تم ہمیں گھس رہے ہو استاد۔"

"کیسے باجی؟"

"ایک آدھ تو غلطی کرتے کبھی پڑھنے میں' نہ اسپیلنگ میں کوئی غلطی نہ گرائمر کی کہیں پڑھے ہو یا یونہی نئے سرے سے........ پڑھنے کا ڈراما کر رہے ہو۔"

"آپ سے جھوٹ بولنا گناہ ہے باجی مگر ایک بات ضرور کہنا چاہتا ہوں۔"

"کیا؟"

"میری عمر چڑیوں کے بچوں کو گھونسلے میں دیکھ کر خوش ہونے کی نہیں ہے۔ میں تو یہ جاننا چاہتا ہوں کہ قائداعظم نے اتنے مشکل حالات میں پاکستان کیسے بنایا یا ہنری فورڈ

نے ہنری فورڈ بننے کے لیے کیا کیا تھا۔

"اوہ میرے خدا' اتنی بلندی۔"

"ہاں باجی' بہت پیچھے رہ گیا ہوں اس دنیا سے میں اس کے برابر نہیں آنا چاہتا' اس سے آگے نکل جانا چاہتا ہوں' بہت آگے باجی........ بہت آگے۔"

"تم بہت آگے کے انسان ہو فیصل' میری پیش گوئی ہے تم بہت آگے جاؤ گے۔"

"باجی مجھے چڑیا اور گھونسلوں سے آگے لے جائیں' میں کسی سکول میں امتحان نہیں دوں گا' میں بس سب کچھ پڑھ لینا چاہتا ہوں۔"

"تب میں تم پر ایک تجربہ کروں گی فیصل۔"

"کیا تجربہ؟"

"تمہیں ابتدائی کتابوں کے بجائے آگے کی کتابیں پڑھاؤں گی' لفظوں کی پہچان ہو گئی ہے تمہیں۔ اوکے فیصل اوکے۔" اور باجی نے یہ تجربہ شروع کر دیا مجھ پر' اور میں نے انھیں ششدر کر دیا۔ وہ مجھے مشکل انگلش کے لفظ پڑھاتیں' میں پہلے انھیں رٹتا پھر حروف کی ساخت میں کھو جاتا۔ میری خفیہ ذہنی قوتیں اس ساخت کو جذب کر لیتیں اور وہ میرے ذہن میں اتر جاتی۔ باجی نے اپنے اس تجربے کا امتحان لیا۔

"تم نے اس کتاب کے سولہ سبق پڑھ لیے ہیں۔"

"جی باجی"

"یاد ہیں؟"

"بالکل یاد ہیں۔"

"کاپی قلم اٹھاؤ۔" انھوں نے کہا اور میں نے ان کی ہدایت پر عمل کیا۔ باجی نے درمیان سے کتاب کھول لی اور ایک متن ڈکٹیٹ کرانا شروع کر دیا۔ میں برق رفتاری سے وہ متن لکھتا جا رہا تھا۔ متن لکھوا کر انھوں نے کہا۔ "اب اس کا اردو ترجمہ کر ڈالو۔"

"اوکے باجی۔" میں نے کہا اور اپنی ناقابل یقین یادداشت سے اس کا ترجمہ کرنے لگا۔ اس کام سے فارغ ہو کر میں نے کاپی ان کے سامنے رکھ دی اور باجی پر شوق نظروں سے میری کارکردگی دیکھنے لگیں پھر شاید انھیں چکر آگیا تھا۔ دو منٹ تک وہ سر پکڑے بیٹھی رہیں پھر زور زور سے چیختی ہوئی باہر بھاگیں۔

www.paksociety.com

"بھائی جان......... بھائی جان۔" میری کاپی ان کے ہاتھ میں تھی' وہ اس طرح چیختی ہوئی الیاس صاحب کے کمرے میں گھس گئی تھیں۔ میں خاموش وہیں بیٹھا رہا اور کافی دیر گزر گئی۔ پھر بھابی نے ہی مجھے باہر سے آواز دی تھی۔

"جی بھابی جان۔"

"بھائی جان بلا رہے ہیں تمہیں۔"

"جی۔" میں الیاس صاحب کے کمرے میں داخل ہوگیا۔ وہ مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔" پھر انھوں نے کہا۔

"نازاں تمہاری پڑھائی کی بہت تعریف کر رہی ہے۔ میں خود بھی تمہارا امتحان لینا چاہتا ہوں۔"

"لے لیجیے۔" میں نے کہا اور الیاس صاحب نے اپنی ایک فائل اٹھائی پھر وہ کسی کاغذ کو پڑھ کر مجھے ڈکٹیٹ کرانے لگے۔ میں لکھتا جارہا تھا۔ اس کے بعد انھوں نے کہا۔

"اب اس دوسرے کاغذ پر اس کا ترجمہ لکھو۔" میں ترجمہ کرنے لگا۔ کچھ الفاظ ایسے تھے جو میں نے نہ پڑھے تھے' ان کی جگہ میں نے خالی چھوڑ دی تھی۔ یہ کام کرکے میں نے دونوں کاغذ ان کے سامنے رکھ دیے۔ الیاس صاحب انھیں دیکھتے رہے پھر انھوں نے کہا۔ "یہ خالی جگہ تم نے کیوں چھوڑی ہے؟"

"یہ الفاظ میں نے نہیں پڑھے۔"

الیاس صاحب نے دونوں کاغذ نازاں باجی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "جو جگہ چھوڑی ہے اس نے وہ ایسی جگہ ہے جہاں خالص قانونی اصطلاحات کے جملے ہیں' یہ ایک ناقابل یقینی عمل ہے۔ بہرحال ہم اسے ایک ناقابل یقین عمل سمجھتے ہوئے بھی اس کی حقیقت کو نظرانداز نہیں کرسکتے۔ اس کا مطلب ہے کہ فیصل شاندار صلاحیتوں کا مالک ہے' دیکھو تقدیر اسے کیا مقام عطا کرتی ہے۔ اپنی تعلیم جاری رکھو فیصل' مستقبل تمہیں خود اپنی طرف بلا رہا ہے۔ الیاس صاحب نے گرم جوشی سے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا اور پھر چونک کر بولے۔ "ارے یہ تمہارا ہاتھ اس قدر گرم کیوں ہے؟"

"بس ایسے ہی۔"

"ہاتھ گرم ہے۔" مسز الیاس نے میرا ہاتھ چھو کر دیکھا اور گھبرا کر بولیں۔ "بخار

ہے اسے تو۔"

"بخار!" نازاں باجی بھی چونکیں اور پھر جو کچھ ہوا میرے لیے اجنبی تھا' کسی نے میرے سر میں تیل ڈالا' کسی نے جوشاندہ پلایا' بخار بھی صحیح وقت پر آیا تھا۔ پہلے زندگی میں ایک آدھ بار بیمار ہوا تھا۔ کسی نے پوچھا بھی نہ تھا اور خود بخود ٹھیک ہوگیا تھا۔ آج انوکھی تیمارداری ہو رہی تھی۔ دوسرے دن الیاس صاحب مجھے دفتر نہ لے گئے۔ نازاں باجی اسکول نہ گئیں۔ دن بھر میری دیکھ بھال ہوتی رہی۔ اتنے تیمارداروں کے ہجوم میں بخار کہاں ٹکتا۔ دوپہر تک ہی ٹھیک ہوگیا۔ ایک عجیب سے سرور میں ڈوبا رہا تھا۔ یہ گھر میری تمام آرزوئیں پوری کر رہا تھا۔ تعلیم کے میدان میں' میں مسلسل ان لوگوں کو حیران کر رہا تھا۔ شاید وقت اپنی کمی پوری کر رہا تھا اور جو کچھ مجھے نہ مل سکا تھا' وہ مل رہا تھا البتہ اس گھر پر چھائی شرافت مجھے اپنے جال میں جکڑ رہی تھی اور میرے ذہن میں وہ شدت کم ہوتی جارہی تھی جو مجھ پر حاوی رہتی تھی۔ معمولات میں کوئی تبدیلی نہیں تھی۔ وہی سب کچھ' میں اس گھرانے کا ایک فرد بن چکا تھا۔ ماضی کے کسی کردار سے میرا رابطہ نہیں رہا تھا' کورٹ جانا' گھر آنا' دفتر میں کام کرنا' اب تو میں وکیل صاحب کے تمام فائل خود دیکھتا تھا' ان کے لیے نوٹس تیار کرتا تھا۔ نازاں باجی نے میرے لیے بہت سی جنرل نالج کی کتابیں خریدی تھیں اور میں دنیا کے دوسرے مسائل سے بھی واقف ہوتا جارہا تھا' بہت کچھ معلوم ہوچکا تھا مجھے۔

یہ ایک دوپہر کی بات تھی۔ الیاس صاحب کورٹ میں مصروف تھے۔ مجھے کچھ فائل دے کر انھوں نے دفتر بھیج دیا۔ سٹی کورٹ کے درمیان کی سڑک طے کرکے میں دوسری طرف آیا۔ اس وقت ایک کار وہاں پارک ہوئی چونکہ وہ اچانک میرے راستے میں آئی تھی' اس لیے میں نے غصیلی نظروں سے اندر بیٹھے ہوئے شخص کو دیکھا اور چونک پڑا۔ غزنوی صاحب تھے۔ کار ڈرائیور چلا رہا تھا اور اس نے نیچے اتر کر دروازہ کھول دیا تھا۔ غزنوی صاحب نے بھی مجھے دیکھ لیا تھا۔ انھوں نے اپنا خوبصورت چشمہ اتارا اور مجھے بغور دیکھا۔ میں خاموشی سے فائل لے کر آگے بڑھ گیا تھا۔ وہ تمام نفرتیں میرے سینے میں ابھر آئی تھیں جو ان لوگوں کے لیے تھیں۔ میں نے پلٹ کر بھی نہ دیکھا تھا اور پھر میں عمارت میں داخل ہوگیا۔

بہت دیر تک غزنوی صاحب میرے ذہن پر چھائے رہے۔ ماضی یاد آتا رہا پھر الیاس صاحب آگئے اور میں نے خود کو سنبھال لیا۔ ان شریف لوگوں نے میرے حال کو قبول کرلیا تھا۔ میرے ماضی کو کبھی نہیں کریدا تھا۔ اب میں انھیں کیا سمجھاتا۔ اس وقت پڑھنے میں بھی جی نہ لگتا تھا اور نازاں باجی نے مجھے بار بار ٹوکا تھا۔ صبح کو ناشتے پر انھوں نے کہا۔

"بھائی جان' آپ کا کیا خیال ہے' کوئی چکر چلا کر ہم فیصل سے امتحان دلوا دیں۔"

"امتحان!"

"ہاں اس کے پاس باقاعدہ سند ہو جائے گی۔"

"کچھ سوچیں گے' ویسے اس کے بارے میں فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ کون سے امتحان میں بٹھائیں' وکالت کے سلسلے میں یہ جو نوٹس تیار کرتا ہے وہ مجھے بھی ششدر کر دیتے ہیں۔ یہ ایک عمدہ وکیل بھی بن سکتا ہے۔"

"ہم ہر طرح کوشش کرکے اسے وکیل بنائیں گے۔" نازاں باجی نے کہا۔ الیاس صاحب گردن ہلانے لگے تھے۔ غزنوی صاحب کئی دن تک میرے ذہن پر چھائے رہے اور پھر میں نے انھیں ذہن سے نکال دیا۔ بلا وجہ کسی کو دماغ پر بٹھائے رکھنے سے کیا فائدہ۔ میرا ان کا رشتہ ہی کیا تھا۔ میں ان کے گھر میں کام کرنے والی ایک ملازمہ کا بیٹا تھا۔ میرے ساتھ وہی سلوک ہوتا تھا جو ہونا چاہیے تھا۔ اس میں شکایت کی کیا بات ہے۔ مالک کی مرضی نوکر کے ساتھ جیسا رویہ چاہے رکھے۔ بات ختم ہوگئی میری ماں وہاں سے بھاگ گئی' میں نے گھر چھوڑ دیا۔

معمولات زندگی جاری رہے پھر ایک دن شام کو جب ہم یعنی میں اور الیاس صاحب گھر چلے تو میں نے الیاس صاحب کو ضرورت سے زیادہ گم صم پایا۔ وہ کچھ پریشان سے تھے۔ ان کی عادت تھی کہ دفتری کاموں میں کتنے ہی الجھے ہوتے' کتنے ہی مصروف ہوتے جب دفتر سے نکلتے تو تمام الجھنیں جھٹک دیتے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ گھر کو صرف گھر ہونا چاہیے۔ آج وہ ایمپریس مارکیٹ کی طرف بھی نہ مڑے تھے ورنہ وہ ایمپریس مارکیٹ پر ضرور رکتے تھے پھل وغیرہ خریدتے تھے تب گھر آتے تھے۔ میں نے ان کی یہ پریشانی خاص طور سے نوٹ کی تھی۔ بالآخر ہم گھر پہنچ گئے۔ گھر کے معمولات جوں کے توں تھے۔ الیاس صاحب نے بھی خود کو سنبھال لیا۔ رات کو معمول کے مطابق کھانا کھایا پھر الیاس صاحب نے کہا۔

"فیصل میاں کچھ پوچھنا چاہتا ہوں تم سے۔"

"جی۔" میں نے چونک کر کہا۔ اس لہجے کو میں نے محسوس کیا تھا۔

"تمہاری کسی سے دشمنی ہے؟"

"جی؟ میں سمجھا نہیں۔"

"میرا مطلب ہے کوئی ایسا شخص ہے جو تمہارے خلاف ہو۔"

"میرے خلاف؟"

"فیصل' تم جتنے ذہین' جتنے اچھے انسان ہو' میں جانتا ہوں' اتنا عرصہ میرے ساتھ گزر گیا تمیں' تمہارے اندر کوئی خرابی نہیں پائی میں نے مگر تمہارا ماضی کیا ہے؟"

"ماضی۔"

"ہاں بیٹے' یہ بات میں پہلے بھی تم سے پوچھ سکتا تھا مگر اس وقت تم ماضی کو صحیح طور پر نہ جانتے ہوگے۔"

"میرے ماضی سے آپ کس حد تک واقف ہیں بھائی جان۔"

"اس سے پہلے کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں۔"

"میں تمہیں پوری بات بتاؤں فیصل' آج میں پریشان اس لیے ہوں کہ کسی نے تمہارے بارے میں فون پر بات کی ہے۔"

"اوہ کیا؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔ نازاں باجی بھی حیران نظروں سے الیاس صاحب کو دیکھنے لگیں۔

"کہہ دیں نا' اس میں چھپانے کی کیا بات ہے؟"

"مجھ سے فون پر کہا گیا ہے کہ.......... کہ میں تمہیں اپنے ساتھ نہ رکھوں۔" الیاس صاحب نے جھجکتے ہوئے کہا۔

"فون کرنے والے نے انھیں اپنا نام نہیں بتایا اور دھمکیاں دے کر کہا کہ اگر اس کی بات نہ مانی گئی تو ہمیں تباہ کر دیا جائے گا۔" بھابی نے کہا۔ میں پھٹی پھٹی نظروں سے انھیں دیکھتا رہا۔

"میں نے لاکھ پوچھا کہ اس کی وجہ کیا ہے مگر اس نے یہی کہا کہ جو کہا جا رہا ہے وہی کیا جائے' ورنہ نتیجہ اچھا نہ ہوگا۔" الیاس صاحب بولے۔

"اس لیے یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ تمہارا ماضی کیا ہے' کسی سے تمہیں کیا دشمنی ہو سکتی ہے۔ میرا مطلب ہے تمہارا ایسا دشمن کون ہے۔"

"اگر میرا کوئی دشمن ہے تو میرے علم میں نہیں ہے۔ ماضی صرف اتنا سا ہے کہ میں نے ایک بڑے گھر میں ہوش سنبھالا۔ میں اس گھر کی نوکرانی کا بیٹا تھا اور اس کے ساتھ اس گھر کے سرونٹ کوارٹر میں رہتا تھا۔ نوکرانی اچانک اس گھر کو اور مجھے چھوڑ کر چلی گئی اور اس کے بعد میں نے بھی وہ گھر چھوڑ دیا۔ بعد کے حالات آپ کو معلوم ہیں۔"

"اس گھر کے لوگ تمہاری واپسی تو نہیں چاہتے؟"

"اس گھر میں میرا کوئی مقام نہیں تھا' کسی کو میری ضرورت نہ تھی۔"

"تمہاری ماں تمہیں چھوڑ کر کیوں چلی گئی؟"

"میں نہیں جانتا۔"

"کہاں چلی گئی یہ بھی نہیں جانتے۔"

"نہیں۔"

"کمال ہے کیسی عورت تھی پھر وہ تمہیں نہیں ملی؟"

"نہیں۔"

"تعجب کی بات نہیں ہے' کیسی ماں تھی وہ جو اپنے بیٹے کو چھوڑ کر چلی گئی اور بعد میں اس کی خبر تک نہ لی۔ ویسے تمہارے ابو' میرا مطلب ہے.........."

"ہاں' آپ یقین کیجئے بھائی جان کہ زندگی کے ایک بہت بڑے حصے تک میرے ذہن میں باپ کا کوئی تصور نہیں ابھرا' میں نے زندگی میں صرف ماں دیکھی تھی' اور وہ بھی ایک عجیب و غریب شکل میں ایک ایسی ماں جس نے کبھی میری پیشانی نہیں چومی تھی' مجھے سینے سے نہیں لگایا تھا' بس وہ ماں کے نام سے اس کوارٹر میں میرے ساتھ رہتی تھی اور میں اس کے چھوٹے موٹے کام کر دیا کرتا تھا' اس نے مجھ پر کبھی توجہ نہیں دی تھی۔"

بیگم الیاس ہمدردانہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگیں پھر انھوں نے کہا۔

"اس طرح تو کچھ پتا نہیں چلتا' ایک بات اور سنیئے۔" اس بار انھوں نے الیاس صاحب کو مخاطب کر کے کہا تھا اور وہ چونک کر بیگم صاحب کو دیکھنے لگے۔ بیگم صاحبہ بولیں۔

"یہ جس طرح آپ کے ساتھ کام کر رہا ہے کہیں کسی کو کوئی حسد تو نہیں پیدا ہوگیا اس سے' لوگ بلا وجہ ہی دوسروں سے جل جاتے ہیں' آپ کہتے ہیں کہ یہ آپ کے ساتھ بہترین تعاون کر رہا ہے' دوسروں کی نگاہیں تو ہوں گی اس پر' ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔"

الیاس صاحب کسی سوچ میں ڈوب گئے پھر بولے۔

"بہر طور جائزہ لے لوں گا اس کا بھی میں تو بس اس لیے پریشان تھا کہ اس بے چارے کا دشمن کون پیدا ہوگیا۔"

"اگر اس کا کوئی دشمن پیدا بھی ہوگیا ہے تو ہم اس سے جنگ کریں گے' ارے واہ یہ کوئی بات ہوئی۔ ہمارے اپنے گھر کا معاملہ ہے' یہ ہمارے ساتھ رہتا ہے' تو وہ جہنم میں جائے۔ دیکھیں گے کوئی ہمارا کیا بگاڑ لیتا ہے۔ نازاں باجی بپھرے ہوئے لہجے میں بولیں۔

"خیر میں کسی کے کہنے سے خوفزدہ ہونے والا نہیں ہوں۔" درحقیقت تم لوگ یقین کرو کہ میں صرف فیصل کے لیے پریشان ہوگیا ہوں' کسی کو آخر اس سے کیا پرخاش ہوگئی' بس اسے کوئی نقصان نہ پہنچے' باقی مجھے کوئی پروا نہیں ہے۔" الیاس صاحب نے کہا پھر بولے۔ "لیکن ان تمام تفصیلات سے یہ پتا نہیں چلتا کہ فیصل کی دشمنی کس سے ہے' جہاں تک معاملہ اس گھر کے لوگوں کا رہا جہاں سے یہ چلا آیا ہے تو کتنا عرصہ ہوگیا' اسے وہاں سے نکلے ہوئے' کسی نے اس کی کوئی خبر گیری نہیں کی۔ نہیں بھئی یہ بڑے لوگ کسی کی پروا کہاں کرتے ہیں۔ ہو سکتا ہے بیگم آپ کا کہنا ہی درست ہو۔ کسی صاحب کو یہ کھٹکنے لگا ہو' میں تو بس اپنی فطرت سے مجبور آدمی ہوں۔ خوامخواہ اس ٹیلی فون نے ذہن میں الجھنیں پیدا کر دیں ہیں' اس لیے تھوڑا سا پریشان ہوگیا ہوں' ورنہ مجھے کوئی فکر نہیں ہے۔ نازاں باجی مجھے لے کر اپنے کمرے میں آگئیں پھر بولیں۔

"تم اپنے دل میں کوئی خیال مت کرنا فیصل' یہ کمبخت دنیا جو ہے نا' کسی کو خوش دیکھنا نہیں چاہتی' تم.......... تم.......... میں دعویٰ کرتی ہوں کہ ایک دن تم بہت بڑے انسان بنو گے اور لوگ ہمیشہ برائیوں کے راستے روکتے ہیں' کوئی تمہارا راستہ روکنے کی کوشش کر رہا ہے کرتا رہے' جو جہاں تک پہنچنے کا اہل ہوتا ہے' وہاں پہنچتا ہی ہے۔ نازاں

باجی نے معمول کے مطابق مجھے پڑھایا اور اس کے بعد میں اپنے آرام کے کمرے میں آگیا۔

لیکن آج ایک بار پھر دل کو دکھن کا احساس ہوا تھا' کون تھا' وہ 'کون بدبخت تھا وہ جس نے ایک بار پھر جھیل کی ساکن سطح پر کنکری پھینکی تھی' کس کو مجھ سے کیا پرخاش ہو سکتی ہے۔ غزنوی صاحب کی کوٹھی پر نگاہ دوڑائی تو یہ بات پایہ تکمیل کو پہنچ گئی کہ اس گھر میں کسی کو بھی میرے بارے میں اتنا خیال نہیں ہو سکتا تھا' بھلا اس گھرانے کو کیا پڑی ہے کہ الیاس صاحب کو دھمکی دیں پھر کون ہو سکتا ہے وہ' کون ہو سکتا ہے لیکن میرا ذہن اس شخصیت کو تلاش کرنے میں ناکام رہا تھا۔ الیاس صاحب نے تو اپنے آپ کو سنبھال لیا لیکن میں دو دن تک اسی بوجھ کا شکار رہا۔ ہر شخص کو مشکوک نگاہوں سے دیکھنے لگا تھا۔ ہر ایک کو دیکھ کر سوچنے لگتا تھا کہ کہیں یہ وہ تو نہیں ہے جو میرے خلاف ہو' اور مجھے وہاں سے ہٹانا چاہتا ہو' کچھ سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ تیسرے دن یہ بوجھ ذہن سے کسی حد تک کم ہوگیا لیکن تیسرے ہی دن وہ ہولناک واقعہ پیش آگیا جس نے ایک بار پھر مجھے یہ یاد دلایا کہ اس دنیا کے بارے میں' میں نے جو فیصلے کیے ہیں وہ رفتہ رفتہ بھولتا جارہا ہوں۔

دوپہر کو معمول کے مطابق کورٹ سے دفتر پہنچے تھے' کچھ کاغذات مجھے الیاس صاحب نے فائل کرنے کے لیے دیے اور میں فائلنگ میں مصروف ہوگیا اور اس طرح کافی دیر لگ گئی پھر دفعتاً ہی الیاس صاحب گھبرائے ہوئے میرے پاس پہنچے تھے۔

"سارے کام بند کردو' چل رہے ہیں ذرا۔" انھوں نے کہا اور میں چونک کر انھیں دیکھنے لگا۔

"جلدی کرو' میں نیچے گاڑی میں جارہا ہوں' تم دفتر بند کرکے نیچے آجاؤ۔" الیاس صاحب دروازے کی جانب مڑ گئے۔ میں نے سارا کام سمیٹا اور پھرتی سے نیچے پہنچ گیا تھا۔ الیاس صاحب گاڑی میں بیٹھے ہوئے تھے۔ میں بھی ان کے برابر بیٹھ گیا اور انھوں نے گاڑی اسٹارٹ کرکے آگے بڑھا دی۔

"کیا ہوا بھائی جان؟" میں نے پوچھا۔

"گھر سے تمہاری بھابی جان کا ٹیلی فون آیا تھا۔ نازاں آج گھر نہیں پہنچی' پتا نہیں کیا ہوا' کافی دیر ہوگئی ابھی تک نہیں پہنچی' تھوڑی دیر پہلے فون آیا تھا۔ پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا' جانے کیا بات ہے۔" الیاس بھائی بے حد پریشان تھے' میں بھی پریشان ہوگیا تھا پھر میں نے ان سے کہا۔

"میرا خیال ہے ہم نازاں باجی کے اسکول ہوتے ہوئے چلیں۔"

"اسکول' ہاں ٹھیک ہے۔" الیاس صاحب نے کہا۔ نازاں باجی ایک گورنمنٹ اسکول میں پڑھاتی تھیں اور تھوڑی دیر کے بعد ہم وہاں پہنچ گئے۔ اسکول کی دوسری شفٹ شروع ہو چکی تھی۔ الیاس صاحب نے وہاں معلومات کیں تو پتا چلا کہ نازاں باجی معمول کے مطابق وقت مقررہ پر باہر نکل گئی تھیں اور کوئی ایسی بات نہیں تھی' جو قابل ذکر ہوتی۔ الیاس صاحب وہاں سے واپس چل پڑے اور تھوڑی دیر کے بعد گھر پہنچ گئے۔ گھر پہنچ کر انھوں نے بھابی سے پوچھا۔ بھابی کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

"ابھی تک نہیں آئی' پوری زندگی میں کبھی ایسا نہیں ہوا۔ وہ اپنے اوقات کی پکی ہے اور کبھی کہیں اور نہیں جاتی' اس کے باوجود میں ایک دو جگہ ہو آئی ہوں اور معلوم کر آئی ہوں کہ کہیں وہ وہاں تو نہیں آگئی۔ اسکی دوستیاں بھی محدود ہیں اور کبھی ایسی غلط حرکت نہیں کی اس نے۔"

"آؤ فیصل۔" الیاس صاحب نے کہا اور میں ان کے ساتھ چل پڑا۔ اس کے بعد الیاس صاحب مختلف اسپتالوں میں نازاں باجی کو تلاش کرتے رہے۔ بعد میں علاقے کے پولیس اسٹیشنوں میں بھی گئے اور وہاں انھوں نے تفصیلات معلوم کیں چونکہ خود وکیل تھے اور تمام ہی تھانوں میں ان کی شناسائی تھی' چنانچہ انھوں نے اپنے طور پر کوئی رپورٹ درج کرائے بغیر ان لوگوں سے استدعا کی کہ وہ ان کی بہن کو تلاش کریں اور کئی پولیس افسران نے وعدہ کیا کہ وہ فوری طور پر کارروائی کرتے ہیں۔ اسپتالوں میں بھی نازاں باجی کا کوئی پتا نہیں چلا تھا۔ کافی رات گئے گھر واپس پہنچے' گھر پر بھابی کا ویران چہرہ ہمارا منتظر تھا۔ کیا کرتے کیا نہ کرتے چنانچہ سب کے سب باہر برآمدے میں ہی بیٹھ گئے اور انتظار کرنے لگے کہ اب نازاں باجی گھر میں داخل ہوں گی' کھانا پینا بھلا کیسے یاد رہتا۔ بھابی نے شاید کچن کا رخ بھی نہیں کیا تھا' سب بری طرح پریشان تھے اور میں بھی اپنے آپ کو ان پریشانیوں میں برابر کا شریک پا رہا تھا۔ دفعتاً ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور ہم سب نے اس طرح ٹیلی فون کی جانب چھلانگ لگائی' جیسے نازاں باجی ٹیلی فون کے راستے گھر آگئی ہوں۔ الیاس صاحب

نے ٹیلی فون اٹھایا' ان کا خیال تھا کہ شاید کسی تھانے سے فون آیا ہو اور نازاں باجی کے بارے میں کوئی اطلاع ہو۔ میں اور بھائی جان بھی ٹیلی فون کے نزدیک پہنچ گئے تھے۔ الیاس صاحب نے ریسیور میں کہا۔

"ہیلو' میں الیاس احمد خان ایڈووکیٹ بول رہا ہوں۔"

"کہیئے الیاس صاحب' کیسے مزاج ہیں۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔ میں اور بھائی چونکہ ٹیلی فون کے بالکل قریب تھے اس لیے ریسیور سے آنے والی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔

"کون صاحب ہیں آپ' میں پہچانا نہیں۔" الیاس صاحب نے کہا۔

"ظاہر ہے اگر آپ پہچان لیتے تو ہماری ہدایت پر عمل کرتے۔ وہ لڑکا آج بھی آپ کے ساتھ موجود ہے الیاس صاحب' جس کے بارے میں ہدایت کی گئی تھی کہ اسے آپ کے ساتھ نہیں دیکھا جانا چاہیے۔" الیاس صاحب پر سکتہ سا طاری ہو گیا تھا۔ بہ مشکل تمام انھوں نے کہا۔ "مگر آپ کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں۔"

"جو کچھ ہم چاہتے تھے وہ اس دن آپ کو بتایا تھا الیاس صاحب! ہم نے کہا تھا آپ سے کہ اس لڑکے کو گھر سے نکال دیجئے اور اس سے کسی قسم کا کوئی رابطہ نہ رکھیے لیکن آپ نے شاید ہماری بات کو مذاق سمجھا تھا' چنانچہ ایک چھوٹا سا مذاق ہم نے بھی آپ سے کر ڈالا۔ آپ کی بہن مس نازاں اب ہمارے پاس ہے۔" الیاس صاحب کے ہاتھ سے ریسیور چھوٹتے چھوٹتے بچا تھا۔ بھائی نے حلق سے نکلنے والی آواز روکی تھی اور میری آنکھوں میں ایک عجیب سی دیوانگی کی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ الیاس صاحب پھر بولے۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟" جواب میں دوسری طرف سے ایک ہلکا سا قہقہہ سنائی دیا اور پھر آواز آئی۔"

"الیاس صاحب! بعض معاملات ایسے ہوتے ہیں جن کی تکمیل انتہائی ضروری ہوتی ہے۔ آپ ایک شریف آدمی ہیں اور وکیل کی حیثیت سے آپ کا کردار ہمیشہ بے داغ رہا ہے لیکن اب اگر آپ کی پیشانی پر بہن کی رسوائی کا داغ لگ جائے تو کیا آپ کو پسند ہوگا۔ بعض معاملات ایسے ہوتے ہیں وکیل صاحب جن پر توجہ دینی چاہیے' اب آپ خود ہی بتائیے بھلا کسی کو کیا ضرورت پڑی تھی کہ آپ کو ٹیلی فون کرکے بلاوجہ آپ کو ایک ایسی بات کے لیے مجبور کرتا' جو آپ کی سمجھ میں نہ آئے لیکن اس کا کوئی مقصد ہوتا ہے' ہم یہ جانتے ہیں کہ اس لڑکے کا آپ سے کوئی تعلق نہیں ہے' کس طرح وہ آپ تک پہنچا' ہمیں نہیں معلوم لیکن جس طرح آپ کے ساتھ رہ رہا ہے ہم اسے ناپسند کرتے ہیں چنانچہ اب بھی آپ سے تعاون کیا جاسکتا ہے' اسے فوراً گھر سے نکال دیجئے اور اس سے ہر طرح کے رابطے توڑ دیجئے اسے ہدایت کر دیجئے کہ دوبارہ اسے آپ کے قرب و جوار میں نہ دیکھا جائے' اگر ایسا ہوا تو آپ یہ سمجھ لیجئے کہ آپ کے گھرانے کو کسی بھی تباہی سے دو چار ہونا پڑ سکتا ہے' اب آپ کی بہن گم ہو گئی ہے مل جائے گی آپ کو اگر آپ نے ہماری ہدایت پر عمل کیا' ورنہ دوسری صورت میں آپ کی بہن کو دوبارہ اغوا کیا جاسکتا ہے' آپ کا گھر نذر آتش بھی ہو سکتا ہے' اس کے علاوہ بھی بہت کچھ ہو سکتا ہے' سمجھ رہے ہیں نا آپ میری بات الیاس احمد صاحب۔"

"لیکن تمہیں اس سے آخر کیا پرخاش ہے؟"

"دیکھیے بعض باتیں بتانے کی ہوتی ہیں اور بعض نہیں' اس مسئلے کو ہم تک ہی رہنے دیں تو پھر کیا فیصلہ کیا آپ نے' میرا خیال ہے ہماری گفتگو کافی طویل ہو چکی ہے۔"

"میں.......... میں.......... میں.........؟"

"نہیں الیاس صاحب! یہ میں میں آپ کو نقصان پہنچا دے گی۔ کل دوپہر کو بارہ بجے کا وقت دیا جاسکتا ہے آپ کو.......... ٹھیک بارہ بجے آپ کی بہن رہا کر دی جائے گی لیکن صورت حال یہ ہونی چاہیے کہ آج ہی رات کو وہ لڑکا آپ کے گھر سے نکل جا چاہیے۔"

میں خود بھی یہ آوازیں بخوبی سن رہا تھا اور میرے ذہن میں آگ سلگنے لگی تھی پھر دوسری طرف سے فون بند کرنے کی آواز سنائی دی اور الیاس صاحب چونک کر ہیلو ہیلو کرتے رہ گئے پھر انھوں نے ریسیور رکھ دیا۔ ان کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

"آپ پریشان ہو گئے بھائی جان۔" میری آواز پر الیاس صاحب چونک پڑے میں نے پھر کہا۔ "میں چلا جاتا ہوں بھائی جان' اپنا مختصر سا سامان سمیٹ کر اور اس کے نتیجے میں نازاں باجی آجائیں گی' ٹیلی فون نمبر مجھے معلوم ہے' ٹیلی فون کرکے اس بارے میں پوچھ

لوں گا' نازاں باجی آئیں گی' آپ ان سے معلومات حاصل کیجئے کہ وہ کون لوگ تھے جنھوں نے انھیں پکڑا تھا' بھائی جان میں واپس نہیں آؤں گا اور آپ سے دور رہوں گا لیکن آپ کا کیا خیال ہے کیا میری روح اس گھر سے دور رہ سکتی ہے ہرگز نہیں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا' آپ بے شک بے حد نیک اور شریف انسان ہیں اور آپ نے زندگی کا ایک طویل دور اس طرح گزار لیا ہے کہ آپ کی ذات کے ساتھ کوئی منسلک نہیں ہوا لیکن میں نے ابھی اپنی زندگی کا آغاز کیا ہے اور میں آپ کی طرح نیک نہیں بننا چاہتا کیونکہ یہ دنیا نیکو کاروں کے لیے نہیں ہے۔ یہاں لوگ طاقت کو پسند کرتے ہیں اور اپنے ہی جیسے انسان کو اپنے درمیان چاہتے ہیں۔ میری تربیت ہو رہی ہے بھائی جان' دنیا مجھے سکھا رہی ہے کہ مجھے اپنے مستقبل کا آغاز کس طرح کرنا چاہیے اور میں اس دنیا کو مایوس نہیں کروں گا بھائی جان اس گھر میں مجھے جو کچھ ملا ہے' یوں سمجھ لیجئے کہ اس نے صحیح معنوں میں میری زندگی کی بنیاد رکھ دی ہے۔ نازاں باجی نے مجھے علم کی دولت سے مالا مال کیا ہے' وہ چیز دے دی ہے مجھے......... جس کی کمی شاید میری شخصیت کی تکمیل نہ کرپاتی اور اگر یہ مجھے نہ ملتا تو میں اس وسیع و عریض کائنات میں اس طرح بھٹکتا رہتا جیسے پانی میں ڈوب کر تیرنا نہ جاننے والے ہاتھ پاؤں مارتے رہتے ہیں۔ نازاں باجی نے انھی اوقات میں مجھے وہ طاقت بخش دی ہے جس سے میں اس دنیا کو سمجھ سکتا ہوں بھائی جان' میرا یہاں سے جانا بے حد ضروری ہے۔ ہم نازاں باجی کی عزت کے لیے اپنی ہزار زندگیاں قربان کر سکتے ہیں' یہ ہماری انا کا مسئلہ نہیں بنے گا اور میں آئندہ بھی اس کا موقع نہیں دوں گا ان لوگوں کو کہ وہ نازاں باجی کے ساتھ کوئی زیادتی کریں لیکن میری روح کا رشتہ آپ سے قائم رہے گا۔ میں باہر کی دنیا میں جاکر یہ معلوم کروں گا کہ وہ کون لوگ ہیں جو مجھے آپ سے دور کرکے خوش رہ سکتے ہیں وہ لوگ میرے سامنے آئیں گے بھائی جان' اب اتنا کمزور نہیں رہا ہوں' میں کہ انھیں شناخت نہ کر سکوں' میں انھیں شناخت کرلوں گا اور اس کے بعد انھیں اس قابل نہیں چھوڑوں گا کہ وہ میرے اور آپ کے درمیان رخنہ اندازی کریں۔"

"کیا فضول باتیں کرتے ہو؟" الیاس صاحب نے کہا۔

"آپ سے انحراف میرے لیے اتنا بدترین تصور ہے بھائی جان کہ اس کے بدلے میں خودکشی کرلینا پسند کرتا ہوں' لیکن نازاں باجی کے ناخن کو بھی اگر کوئی نقصان پہنچا تو

خدا کی قسم بھائی جان اتنے قتل ہوں گے اس شہر میں اتنے لوگ ہلاک ہوں گے کہ آپ تصور بھی نہیں کر سکتے' ان کی ہلاکت کو روکیے اور یہ اسی طرح ممکن ہے کہ آپ میرا راستہ نہ روکیں۔ نازاں باجی واپس آجائیں میں برائی کے راستوں پر اس طرح نہیں آگے بڑھنا چاہتا بھائی جان کہ لوگ میرے نام پر تھوک دیں اور اس کے لیے یہی ضروری ہے کہ ہم ہوشیاری سے کام لیں' میں یہاں سے نکل جاتا ہوں' میری اور آپ کی ملاقات اس وقت ہوگی جب ہم اپنے دشمنوں کو شناخت کرکے انھیں کیفر کردار تک پہنچا دیں اور اس کے لیے مجھے آپ کے تعلقات کی ضرورت بھی درکار ہوگی' آپ یوں نہ سمجھیں کہ میرا آپ سے کسی طور رابطہ ٹوٹ جائے گا نہ ہی آپ یہ تصور کریں کہ میں کسی طور یہ سوچوں گا کہ یہ گھر میرا تحفظ نہ کرسکا' اب تو اس گھر کا تحفظ مجھ پر فرض ہے کیونکہ اس گھر نے میرے بازوؤں کو مضبوط کیا ہے۔" بھائی بلک بلک کر رو پڑیں۔ میں نے ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں نے ماں کو اس رنگ میں نہیں دیکھا بھابی' جس رنگ میں ماں کا تصور انسان کے ذہن میں موجود ہوتا ہے۔ میں نے باپ کو کبھی نہیں دیکھا بھابی اور نہ ہی اس کا تصور کیا لیکن آج میرے بھائی جان باپ کی حیثیت سے میری شناخت بن چکے ہیں' آپ بالکل افسردہ نہ ہوں' میں آپ سے دور نہیں ہو رہا بلکہ اس گھر پر سے ایک مشکل ٹالنے کے لیے ایک عمل کر رہا ہوں۔

"مگر تم جاؤ گے کہاں؟" الیاس صاحب نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"کچھ کچھ تو سکھا دیا ہے بھائی جان آپ نے مجھے اس وقت جب میں اس کوٹھی سے نکلا تھا جہاں میں ایک نوکر کی حیثیت سے رہتا تھا تو میں نہیں جانتا تھا کہ دنیا میں رہنے کا کوئی ٹھکانہ بھی ہوتا ہے لیکن آج میں جانتا ہوں' مجھے بہت کچھ بتا دیا ہے آپ نے' دنیا دکھائی ہے آپ نے بھائی جان مجھے انگلی پکڑ کر ہوٹلوں کی رہائش بہت آسان ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے مگر جو لوگ......... جو لوگ تمھیں یہاں سے دور کرنا چاہتے ہیں ان کا بھی تو کوئی مقصد ہوگا۔"

"میں موم کا بنا ہوا نہیں ہوں بھائی جان' ان کا جو کچھ بھی مقصد ہے بالآخر سامنے آجائے گا۔ کم از کم مجھے دیکھنا تو چاہیے کہ میرے یہ کرم فرما کون ہیں؟"

"بہت زیادہ خود اعتمادی نقصان دہ بھی ہو سکتی ہے فیصل۔" بھائی جان نے کہا۔

"لیکن خود اعتمادی کے بغیر دنیا کا کوئی کام ہوا ہے' آج تک؟"

"ہوں' ٹھیک ہے تمہیں یہ ٹیلی فون نمبر معلوم ہے' مجھے رنگ کرنا' مجھے بتانا کہ کہاں ہو؟"

"ٹھیک ہے بھائی جان بتادوں گا' ظاہر ہے وہ لوگ مجھے یہاں سے دور کرنا چاہتے ہیں' میں یہاں سے نکلوں گا کسی ہوٹل میں قیام کروں گا' آپ براہ کرم میرا پیچھا نہ کریں بلکہ آپ صرف یوں ظاہر کریں کہ آپ نے ان کی ہدایت پر پورا پورا عمل کیا ہے۔"

"ہوں' کیا مصیبت نازل ہوئی ہے اچانک........ خدا غارت کرے ان لوگوں کو جنھوں نے .... جنھوں نے.........."

"نہیں بھائی جان' ایسے کام خدا کو سونپنا مناسب نہیں ہے اس کے سپرد تو پوری کائنات کا تحفظ ہے۔ ہم کسی کو غارت ہونے کی بددعا نہیں دینا چاہتے بلکہ اپنا اس دنیا کا فرض خود پورا کرنا چاہتے ہیں۔"

"دیکھو فیصل! ایک نصیحت میں تمہیں ضرور کروں گا بیٹے' قانون سے کبھی مت کھیلنا' قانون کو کبھی اپنے ہاتھ میں نہ لینا' انتہائی حد تک برائی ہو جائے اس کے باوجود ذہانت سے کام لینا قانون سے جس نے آج تک مذاق کیا ہے' وہ کبھی پنپ نہیں پایا۔ بالآخر غیر قانونی حرکات اس کی فنا کا باعث بن جاتی ہیں۔" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور پھر میں نے کہا۔

"میں نے ایک قانون داں کا نمک کھایا ہے' ایک قانون داں کے گھر میں نے زندگی پائی ہے' آپ' اطمینان رکھیں آپ کے ناتے قانون کا احترام کروں گا' میں اتنا کچا نہیں ہوں۔" بھائی پریشان لہجے میں بولیں۔

"کس ہوٹل میں قیام کرو گے' بتاتے تو جاؤ۔"

"بھائی بہت بڑا شہر ہے یہ کراچی' یہاں ہر قسم کی جگہیں موجود ہیں۔ دراصل مجھے یہ دیکھنا ہے کہ کچھ لوگ مجھے کہاں دیکھنا چاہتے ہیں۔"

الیاس صاحب بے حد غمزدہ نظر آرہے تھے لیکن انھیں ایک عظیم حادثے سے بچانے کے لیے چھوڑ دینا ضروری تھا۔ بہ حالت مجبوری بھائی نے رو رو کر میرا سامان ایک اٹیچی میں رکھا اور پھر کافی رقم مجھے دیتے ہوئے کہا۔ "اسے رکھ لو اور.......... اور۔"

"انکار نہیں کروں گا بھائی لیکن.........." میں خاموش ہوگیا۔ بہرحال کچھ دیر کے بعد میں خاموشی سے باہر نکل گیا' جو کچھ کرنا تھا بہت سوچ سمجھ کر کرنا تھا۔

نگار ہوٹل کے کمرہ نمبر ستائیس میں' میں نے قیام کیا تھا۔ چھوٹا سا ہوٹل تھا' چھوٹا سا کمرہ' اتنا کرایہ کہ میں آسانی سے ادا کر سکوں۔ دنیا ایک بار پھر مشکل ہوگئی تھی میرے لیے' بہت سے سوالات منہ کھولے میرے سامنے کھڑے ہوئے تھے۔ ڈیفنس کی اس کوٹھی سے نکلا تھا تو سوچ کی سرحدیں مختصر تھیں۔ گاڑیاں صاف کرنا اور بس میں سو جانا ہی زندگی کی معراج تھی لیکن مسلم لیگ کوارٹر نمبر ایک سو اٹھاون نے مجھے اس دنیا کا شناسا بنا کر باہر لا ڈالا تھا اور اب میرا مقام مختلف تھا اور مجھے اس مقام کے حصول کے لیے سوچنا تھا' بہت کچھ سوچنا تھا۔ یہ معلوم کرنا تھا کہ وہ کون لوگ ہیں جو میرے لیے زندگی کے کچھ دوسرے راستے چاہتے ہیں' آخر وہ کون ہو سکتے ہیں۔

رات گزر گئی' دوسری صبح دیر تک بستر پر اینڈتا رہا پھر ایک دم نازاں باجی کا خیال آیا اور میں اچھل پڑا۔ کمرے میں اٹیچ باتھ نہیں تھا بلکہ کامن باتھ تھے' باہر نکل کر ہاتھ منہ دھویا اور کمرے میں واپس آگیا۔ ویٹر نے اندر آکر پوچھا۔

"ناشتا لاؤں صاحب؟"

"چائے لے آؤ۔" میں نے کہا اور ویٹر گردن ہلا کر چلا گیا۔ میں کھڑکی کھول کر کھڑا ہوگیا۔ بازار بند پڑے تھے' باقی کاروبار جاری ہو چکے تھے۔ میں سب کچھ دیکھتا رہا۔ ویٹر چائے لے آیا تھا۔ میں کھڑکی کے پاس سے ہٹ آیا اور چائے بنا کر پینے لگا۔ کافی دیر تک غور و خوض میں ڈوبا رہا تھا پھر میں نے دوبارہ جاکر کھڑکی سے جھانکا تھا۔ کچھ فاصلے پر ایک میڈیکل اسٹور کھل چکا تھا' وہاں فون ضرور ہوگا۔ میں ہوٹل کے کمرے سے باہر نکل آیا اور پھر سڑک عبور کرکے میڈیکل اسٹور پر پہنچ گیا۔

"فون کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا اور میڈیکل اسٹور کے مالک نے انسٹرومنٹ اٹھا کر میرے سامنے رکھ دیا۔ میں نے بیتابی سے الیاس صاحب کے گھر کا فون نمبر ڈائل کیے اور ریسیور کان سے لگالیا۔

"ہیلو۔" دوسری طرف سے الیاس صاحب کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"فیصل۔" میں نے کہا۔

"ہاں بیٹے۔"

"نازاں باجی آگئیں؟"

"ابھی نہیں ویسے بھی بارہ بجے کا وقت دیا تھا انھوں نے تم کہاں.........؟"

"ساڑھے بارہ بجے فون کروں گا۔" میں نے کہا اور فون بند کردیا۔ اس سے زیادہ گفتگو خطرناک ہو سکتی تھی۔ میں نے کال کے پیسے ادا کرنے کے لیے جیب میں ہاتھ ڈالا ہی تھا کہ ایک آدمی میڈیکل اسٹور میں داخل ہو گیا۔

"یہ دوائی چاہیے۔" اس نے کہا لیکن میں بری طرح ٹھٹک گیا۔ یہ چہرہ میرے لیے اجنبی نہیں تھا۔ بہت اچھی طرح جانتا تھا میں اسے میرے لگائے ہوئے داغ آج تک اس کے چہرے پر موجود تھے۔ یہ غزنوی صاحب کی کوٹھی کا وہ باورچی تھا جو شہزادی کے ساتھ غائب ہو گیا تھا۔

"شاہ زمان۔" میں نے سرد لہجے میں اسے پکارا۔

☆☆☆

شاہ زمان نے چونک کر مجھے دیکھا' پہلے تو مجھے نہ پہچان سکا اور پھر جب اس نے پہچانا تو میں نے اس کے چہرے پر بوکھلاہٹ کے آثار دیکھے تھے۔ دکان دار شوکیس میں شاہ زمان کی طلب کی ہوئی دوائی تلاش کرنے لگا تھا۔

"کیا ہے؟" شاہ زمان بولا۔

"مجھے پہچانتے ہو؟"

"کیوں نہیں پہچانتا۔" اس نے کہا اور جیب سے دکان دار کی طلب کی ہوئی رقم نکال کر دینے لگا۔ میں بھی خاموش ہو گیا تھا۔ شاہ زمان مجھے نظرانداز کر کے باہر نکلا تو میں بھی اس کے ساتھ باہر آگیا تھا۔ دکان سے باہر آکر وہ رک گیا۔

"شہزادی کہاں ہے شاہ زمان؟"

"میرے گھر میں ہے ویسے تمہارا مقصد کیا ہے؟ وہ میری بیوی ہے اور میرا اس سے نکاح ہو چکا ہے۔ یہ بات غزنوی صاحب کو معلوم ہے۔"

"وہ میری ماں ہے اور میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"وہ تم سے نہیں ملنا چاہتی۔" شاہ زمان نے سرد لہجے میں کہا۔ پھر بولا۔ "تم نے کوٹھی چھوڑ دی ہے اور اب کہاں رہتے ہو؟"

"سڑکوں پر فٹ پاتھوں پر۔"

"کوٹھی واپس چلے جاؤ' تمہارا وہی ٹھکانہ بہتر ہے۔"

"میں شہزادی سے ایک بار ملنا چاہتا ہوں۔ اس سے اپنا رشتہ پوچھنا چاہتا ہوں۔"

"میں نے کہا نا یہ ممکن نہیں ہے۔"

"میں کہتا ہوں اسے ممکن بناؤ۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

شاہ زمان مجھے گھورنے لگا' پھر بولا۔ "لڑکے میں ٹیڑھا آدمی ہوں۔ اگر میں ایسا نہ کروں تو تم میرا کیا بگاڑ لو گے؟"

"کچھ نہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمہارے لیے بہترین مشورہ ہے کوٹھی واپس چلے جاؤ' سڑکوں اور فٹ پاتھوں پر تمہیں کچھ نہ ملے گا۔" شاہ زمان نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ میں اپنی جگہ کھڑا رہا' پھر جب شاہ زمان ایک۔ گلی میں داخل ہوا تو میں تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ وہ مجھے گلی کے آخری سرے پر نظر آیا تھا۔ میں نے درمیانی فاصلہ برق رفتاری سے طے کیا اور پھر میں نے اسے ایک بلڈنگ میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔ بے شمار فلیٹوں کی بلڈنگ تھی' اس سے یہ معلوم ہونا مشکل تھا کہ وہ کون سے فلیٹ میں گیا ہوگا۔ تاہم یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ وہ اسی عمارت میں رہتا ہے۔ میں نے اس وقت زیادہ تگ و دو کرنا مناسب نہیں سمجھا اور وہیں سے واپس پلٹ پڑا۔

زندگی پوری طرح جاگ اٹھی تھی۔ لوگ کاموں میں مصروف تھے' چاروں طرف شور مچ رہا تھا' میں ہوٹل میں واپس آگیا۔ کمرہ نمبر ستائیس میرے استعمال کے لیے تیار تھا۔ میں نے ایک کرسی کھڑکی کے پاس ڈالی اور اس پر بیٹھ کر باہر کی دنیا دیکھنے لگا۔ جب میں ڈیفنس سے نکلا تھا تو یہ دنیا میری اتنا شناسا نہیں تھی لیکن اب......... میں اس کے اسرار و رموز سے کافی واقف ہو چکا تھا۔ زندگی کے راز وقت سے بہت پہلے میری سمجھ میں آگئے تھے اور اس حقیقت سے مرتے مرتے بھی انکار نہیں کر سکتا تھا کہ الیاس صاحب اور نازاں باجی کی محنت نے مجھے انسان بنا دیا تھا' مگر اب زندگی کی ڈگر کیا ہوتی جارہی ہے۔ سڑکوں پر چلتے پھرتے لوگ مشین معلوم ہو رہے تھے' حیات کی تلاش میں سرگرداں' کچھ رکے ہوئے بھی تھے' جیسے وہ پیلے کوٹ والا جس نے سر پر ایک گرم ٹوپی پہن رکھی تھی۔ میں بہت دیر سے اسے......... بے مقصد کھڑے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ بہت دیر اسی طرح گزر گئی۔ پیلے کوٹ والا اپنی جگہ موجود تھا۔ میں نے اکتا کر کھڑکی بند کر دی۔ اس منظر کی یکسانیت نے دل بجھا دیا تھا۔ خیالات کی یلغار دماغ پر اگندہ کر رہی تھی۔ میں نے خود کو سمجھایا۔ اس طرح زندگی کے راستے ٹیڑھے میڑھے ہو جاتے ہیں اور کوئی کام نہیں تھا......... مجھے سنبھلنا ہوگا۔ ہر قیمت پر سنبھلنا ہوگا۔ میں ہار نہیں مانوں گا اس دنیا سے۔

ساڑھے بارہ بجنے کا انتظار تھا۔ نازاں باجی دل میں کھٹک رہی تھیں۔ ساڑھے بارہ بجے اور میں اٹھ کھڑا ہوا۔ ہوٹل سے باہر نکلا اور جنرل اسٹور کی طرف چل پڑا۔ اب یہاں رش ہوگیا تھا۔ بہرحال فون حاصل کرنے میں دیر نہ لگی۔ میں نے نمبر ڈائل کیے اور دوسری طرف سے فون ریسیور کرنے میں دیر نہ لگائی۔ بھابی جان کی آواز سنائی دی تھی۔

"جی' آپ کا غلام بول رہا ہے بھابی جان آگئیں؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں' آگئیں۔"

"خیریت سے ہیں؟"

"ٹھیک ہیں مگر سن۔" بھابی جان نے اتنا ہی کہا تھا کہ میں نے ٹیلی فون بند کر کے ریسیور رکھ دیا۔ اس سے زیادہ ٹیلی فون پر بات نہیں کی جاسکتی تھی۔ دل کو بڑا سکون ہوگیا تھا۔ میرے اقدام سے الیاس احمد صاحب کی مشکل ٹل گئی تھی۔ دکاندار کو فون کے پیسے ادا کیے' واپس پلٹا ہی تھا کہ اسٹور کے بالکل قریب وہی پیلا کوٹ نظر آیا وہ دونوں جیبوں میں ہاتھ ڈالے میری طرف پشت کیے کھڑا ہوا تھا۔ میں نے اب بھی اس پر کوئی توجہ نہیں دی اور خاموشی سے آگے بڑھتا ہوا بالا آخر پھر ہوٹل میں داخل ہوگیا۔

نازاں باجی کے آجانے کی خبر سن کر دل کو خوشی ہوئی تھی' لیکن میں نے یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ کوئی بھی ایسا کچا قدم نہیں اٹھاؤں گا جس سے الیاس احمد صاحب کو کسی تکلیف کا سامنا کرنا پڑے' وہ ٹیلی فون میں نے بھی سنا تھا جس میں الیاس احمد صاحب سے کہا گیا تھا کہ وہ لوگ نہیں چاہتے کہ میں ان کے پاس رہوں۔ سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ وہ لوگ آخر کون ہیں؟ میں نے اس عزم کا اظہار کیا تھا' ان لوگوں کے بارے میں......... معلومات حاصل کروں گا اور اب اس عزم کی تکمیل بھی کرنا چاہتا تھا۔ ویسے سچی بات ہے کہ بہت کچھ سیکھنے کے باوجود ابھی اس دنیا میں اپنا مقام بنانے کے لیے کوئی ایسا طریقہ کار ذہن میں نہیں آیا تھا جو موثر ہوتا لیکن اپنے آپ کو ٹٹولتے ہوئے یہ......... احساس ضرور ہوتا تھا کہ میں اس دنیا کے مشینی انسانوں جیسا نہیں ہوں بلکہ مجھے اس سے آگے کا سفر کرنا ہے۔

دن گزر گیا رات ہوگئی۔ رات کو تقریباً ساڑھے آٹھ بجے ہوٹل سے باہر نکل آیا تھا اور پیدل چلتا ہوا آگے بڑھنے لگا رخ گارڈن کی جانب تھا۔ سڑکوں پر گاڑیوں کے ہارن کا شور سنائی دے رہا تھا۔ دکانیں زیادہ تر بند ہو چکی تھیں۔ صرف جنرل اور میڈیکل اسٹورز وغیرہ کھلے ہوئے تھے۔ دور تک پیدل چلتا رہا۔ یہی سوچا تھا کہ دن بھر کی کھولت اس طرح پیدل چلنے سے دور ہو جائے' بالکل ہی اتفاقیہ طور پر میں نے ایک بار پلٹ کر دیکھ لیا تھا اور دوسرے لمحے میرے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا تھا۔ پیلے کوٹ والا آدمی مجھ سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا اور میرے متوجہ ہوتے ہی اس نے رخ تبدیل کرلیا تھا۔ پہلی بار یہ خیال دل میں آیا کہ یہ شخص میرے آس پاس مسلسل موجود ہے اور اس کی کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہے۔ میں نے اپنی رفتار کسی قدر سست کردی اور سوچتا ہوا آگے بڑھنے لگا کہ یہ آدمی میرا تعاقب کیوں کر رہا ہے۔ اس خیال سے ہوٹل سے نکلا تھا کہ مسلم لیگ کوارٹر جاکر نازاں باجی سے ملاقات کروں گا لیکن اب ایک دم سنبھل گیا تھا۔ چنانچہ گارڈن کے بس اسٹاپ پر پہنچنے کے بعد میں ایک بس میں سوار ہوگیا جو صدر جاتی تھی میں نے محسوس کیا کہ وہ شخص کسی قدر مضطرب ہوگیا ہے۔ بس کی کھڑکی سے جھانک کر میں نے دیکھا۔ وہ ایک اسکوٹر پر بیٹھ رہا تھا اور اسکوٹر سوار میرے لیے اجنبی تھا۔ میرا ذہن سنسنی کا شکار ہوگیا اور صورت حال میری سمجھ میں آنے لگی۔ میرا باقاعدہ تعاقب کیا جارہا تھا۔ ایک طرح کا خوف بھی دل میں جاگزیں ہوا تھا۔ آخر یہ کون لوگ ہیں' جو اتنی احتیاط سے میرے معمولات پر نگاہ رکھ رہے ہیں۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں سوچا جاسکتا تھا کہ میں باقاعدہ دشمن رکھتا ہوں۔

میں ریگل سینما کے بس اسٹاپ پر اتر گیا اور اس کے بعد فٹ پاتھ پر چلتا ہوا آگے بڑھنے لگا' مجھے انتظار نہیں کرنا پڑا پیلے کوٹ والا بدستور مجھ سے کچھ فاصلے پر تھا۔ میں سخت پریشان ہوگیا۔ اس طرح تو نازاں باجی تک جانا مناسب نہیں ہوگا۔ چنانچہ تھوڑی دیر تک صدر میں مٹرگشت کرتا رہا اور اس کے بعد ہوٹل واپس آگیا۔ اس دوران پیلے کوٹ والا نظر نہیں آیا تھا لیکن ضروری تو نہیں تھا کہ میں اسے نگاہ میں رکھ ہی سکتا۔ ہاں دوسرے دن وہ صبح کو اپنی جگہ پر موجود تھا۔ دل ہی دل میں سخت نفرت کا احساس ہوا۔ اس کم بخت نے تو میرے سارے معمولات ختم کرا دیئے ہیں۔ اس طرح تو میں کچھ بھی نہیں کرسکوں گا۔ بہرحال آج اس سلسلے میں کوئی نہ کوئی فیصلہ کرلینا تھا۔ میں اس دن شام کو سات بجے

ایک بار پھر اپنے ہوٹل سے نکل آیا۔ معمول کے مطابق میں نے پیلے کوٹ والے کو اپنے تعاقب میں پایا تھا۔ عجیب سی گھناؤنی شخصیت کا مالک تھا۔ ایک بس میں سوار ہو کر میں گارڈن پر اتر گیا۔ چند منٹ کا راستہ تھا۔ گارڈن پر اترنے کے بعد میں گارڈن کے مین گیٹ سے دوسری سمت چلنے لگا۔ یہاں بہت سی دکانیں بنی ہوئی تھیں اور ان کے آگے اچھا خاصا رش تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ کوئی ایسی ترکیب ذہن میں آجائے جو میرے لیے باعث عمل ہو اور تقدیر نے میرا ساتھ دیا۔

ایک دکان کے سامنے لگے ہوئے تختے پر ایک لمبا چوڑا پٹھان بیٹھا ہوا تھا' حلیے اور لباس سے اچھی شخصیت کا مالک نظر آتا تھا۔ دلچسپ بات جو میرے لیے فوری طور پر کار آمد ہوئی وہ یہ تھی کہ پٹھان نے ذرا سا رخ بدلا تو اس کی جیب سے ایک موٹا سا بٹوہ نکل کر نیچے گر پڑا میرے قدم ٹھٹک گئے تھے اور میرے تیز رفتاری سے سوچتے ہوئے دماغ نے ایک فیصلہ کرلیا تھا میں اس انداز میں واپس پلٹا کہ کسی کو احساس نہ ہوا اور اس کے بعد تختے کے پاس سے گزرتے ہوئے میں نے پاؤں کی ٹھوکر سے اس بٹوے کو کافی آگے کر دیا۔ پٹھان کو احساس بھی نہ ہو سکا تھا۔ میں نے خاموشی سے بٹوے کو دوسری ٹھوکر لگائی اور کچھ فاصلے پر جاکر اسے اٹھالیا' مجھے یہ اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ بٹوے میں کیا ہے۔ بہرحال جو کچھ بھی تھا۔ میرے لیے باعث دلچسپی نہیں تھا۔ البتہ میں نے اسے احتیاط سے اپنے لباس میں محفوظ کرلیا اور پھر وہاں سے واپس پلٹ پڑا۔ پیلے کوٹ والا اس جگہ سے زیادہ دور نہیں تھا۔ جہاں میں نے یہ عمل کیا تھا۔ میں اس کے بالکل قریب پہنچ گیا اور مجھے اس طرح اپنی طرف آتے دیکھ کر وہ کسی حد تک نروس ہوگیا۔ میں اس کے بالکل قریب پہنچ کر اس سے ٹکرایا اور بٹوہ باآسانی میں نے اس کے کوٹ کی جیب میں منتقل کر دیا۔ میرے اس طرح ٹکرانے سے وہ کچھ اور نروس ہوگیا تھا۔

"دیکھ کر نہیں چلتے۔" اس نے کپکپاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"دیکھ کر ہی تو چل رہا ہوں اس لئے تو تم سے ملاقات ہوگئی"۔ میں نے کہا اور وہ مجھے گھورنے لگا۔

"مطلب کیا ہے تمہارا؟" اس نے تیکھے لہجے میں کہا۔ صاف محسوس ہو رہا تھا کہ وہ پریشان ہوگیا ہے۔

"مطلب صرف اتنا سا ہے کہ دو تین دن سے تم مسلسل مجھ پر وقت ضائع کر رہے ہو اس کی وجہ بتا سکتے ہو؟"

"ابے تو کوئی خوب صورت لونڈیا ہے کہ میں تیرا پیچھا کروں۔"

"گویا تم اس طرح نہیں مانو گے' تمہاری مرضی ہے' اب جو کچھ بھی ہوگا اس کے ذمہ دار تم خود ہوگے۔"

"کیا ہوگا بلا وجہ ٹریاں مارہا ہے' جا اپنا کام کر......... ورنہ ایسا تھپڑ دوں گا کہ دماغ درست ہو جائے گا۔" میں مسکراتا ہوا واپس پلٹ پڑا۔ وہ پریشان نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں اس پٹھان کے پاس پہنچ گیا اور جب میں اس کے سامنے رکا تو اس نے چونک کر مجھے دیکھا' اچھی شاندار شخصیت کا مالک تھا۔

"کیا بات ہے؟" وہ بولا۔

"خان صاحب ذرا اپنی جیب تلاش کریں کیا آپ کا بٹوہ گم ہوگیا ہے؟" میں نے کہا اور خان صاحب بری طرح چونک پڑے ان کا ہاتھ جیب کی جانب گیا تھا اور پھر وہ گھبرا کر کھڑے ہوگئے۔

"ہاں' میرا بٹوہ غائب ہے۔"

"جلدی کریں' وہ شخص جو پیلا کوٹ پہنے ہوئے ہے' میں نے اسے آپ کی جیب سے بٹوہ پار کرتے ہوئے دیکھا ہے' آپ کو اندازہ بھی نہیں ہوا وہ آپ کے پاس سے گزرا تھا اور بڑی صفائی سے آپ کا بٹوہ پار کر کے لے گیا ہے۔"

خان صاحب نے اس شخص کی جانب دیکھا جو اب بھی مجھے ہی دیکھ رہا تھا لیکن کچھ سمجھ نہیں پایا تھا' پھر خان صاحب نے پلٹ کر پشتو زبان میں کسی سے کچھ کہا اور دو لمبے تڑنگے پٹھان اور نکل آئے۔ خان صاحب نے پیلے کوٹ والے کی طرف اشارہ کیا اور دونوں پٹھان شیر کی طرح اس کی جانب لپکے۔ نہ جانے کیوں پیلے کوٹ والا بدحواس ہوگیا تھا۔ وہ پتا نہیں کیا سمجھا تھا' اس نے دوڑ کر سڑک پار کرنا چاہی لیکن وہ دونوں پٹھان آن کی آن میں اس کے سر پر پہنچ گئے۔ ان میں سے ایک نے اس کے منہ پر ایک زوردار تھپڑ مارا۔ اتنی دیر میں لمبا چوڑا پٹھان بھی اس کے پاس پہنچ گیا اور اس پیلے کوٹ والے کا کالر پکڑ لیا۔ پیلے کوٹ والے نے برق رفتاری سے جیب میں ہاتھ ڈال کر کوئی چیز نکالی۔ یہ کلپ والا چاقو تھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ اس چاقو کا استعمال کرتا' خان صاحب کا زوردار گھونسا اس کے منہ پر پڑا اور وہ پیچھے کھڑی ہوئی ایک ناکارہ گاڑی پر گر پڑا۔ خان صاحب کے دونوں ساتھیوں نے اسے پکڑ لیا تھا۔ میرے لیے بس اتنا ہی کافی تھا۔ یہاں رک کر اتنا تماشا میں دیکھ چکا تھا۔ لوگ اس طرف دوڑ رہے تھے لیکن میں گارڈن گیٹ کی جانب دوڑا اور پھر وہاں سے سڑک عبور کر کے مسلم لیگ کوارٹر جانے والی بس میں سوار ہوگیا۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد میں مسلم لیگ کوارٹر کے بس اسٹاپ پر اتر گیا اور یہاں برق رفتاری سے راستے طے کرتا ہوا الیاس بھائی کے کوارٹر کے عقب میں پہنچ گیا......... جو صورت حال درپیش تھی اس کے تحت تمام تر احتیاط ضروری تھی چنانچہ یہ اندازہ بھی لگا لینا چاہتا تھا کہ الیاس بھائی کے کوارٹر کے آس پاس تو کوئی نگرانی کرنے والا موجود نہیں ہے اور جب میں نے کسی کو نگراں نہ پایا تو میں نے کوارٹر کا دروازہ کھٹ کھٹایا اور چند ہی لمحات کے بعد دروازہ کھل گیا۔ دروازہ کھولنے والی بھابی جان تھیں' مجھے دیکھ کر ان کے حلق سے ہلکی سی آواز نکل گئی۔ انہوں نے میرا بازو پکڑ کے مجھے اندر گھسیٹ لیا اور دروازہ بند کرلیا۔ کیا محبت تھی اس لمس میں' کیا جذبات تھے ان کے چہرے پر' یہی جذبات تو زندگی کا سہارا بن گئے تھے' ورنہ شاید اس کائنات میں خود کو بالکل ہی بے سہارا محسوس کرتا۔ بھابی کی آنکھیں نم ہوگئیں' انہوں نے میرا سر سینے سے لگالیا۔

"کیسی ہیں بھابی؟"

"ٹھیک ہوں' آؤ اندر آؤ۔"

"نازاں باجی کہاں ہیں؟"

"آؤ' تمہارے بھائی جان کے کمرے میں ہیں۔"

"کون ہے؟" اندر سے الیاس صاحب کی آواز سنائی دی' مگر جواب میں ہم دونوں اندر داخل ہوگئے تھے الیاس صاحب اور نازاں دونوں ہی مجھ دیکھ کر کھڑے ہوگئے۔

الیاس بھائی نے کہا۔ "کل کیوں نہیں آئے تھے' کتنے پریشان تھے ہم لوگ؟"

"مجھ سے ملنے بھی نہیں آئے تم۔" نازاں باجی نے شکایتی لہجے میں کہا۔

"تفصیل بتاؤں گا تو آپ کی شکایت دور ہو جائے گی' نازاں باجی! آپ ٹھیک تو ہیں

"ہاں' خدا غارت کرے ان لوگوں کو جنہوں نے تمہیں ہم سے چھین لیا۔"

"بھائی جان نے بھی یہی کہا تھا باجی اور میں نے انہیں جواب دیا تھا کہ خدا کو بڑے بڑے کام کرنے دیں' ان لوگوں کو ہم خود ٹھیک کرلیں گے۔"

"کفر بک رہے ہو' خدا کے حکم کے بغیر کیا ہو سکتا ہے اور کیا تم قتل و غارت گری کرو گے' جھگڑے کرو گے' یہی سکھایا ہے میں نے؟"

"اپنے دیے ہوئے سبق میں ایک اضافہ ضرور کر دیجئے باجی وہ یہ کہ کسی بے گناہ کو نہ چھیڑو اور کسی ظلم کرنے والے کو معاف نہ کرو۔ آپ یہ سب کچھ کہہ دیں گی تو مجھے دلی سکون پہنچے گا۔"

"بیٹھو' تم نے اپنا پتا بھی نہیں بتایا اور فون اس قدر مختصر کیا تھا کہ.........."

"پتا میں اب بھی نہیں بتاؤں گا' ورنہ آپ اپنی محبت سے مجبور ہو کر مجھ تک ضرور پہنچیں گے اور ابھی یہ مناسب نہیں ہے۔"

"تم بھی اپنا سامان اٹھا کر واپس آجاؤ فیصل! ہم موم کے بنے ہوئے نہیں ہیں۔ وہ تو بس دھوکے سے اٹھالیا تھا انہوں نے مجھے' اب وہ ایسا نہ کرسکیں گے۔" نازاں باجی نے کہا۔

"ہمارے درمیان رشتے کون توڑ سکتا ہے باجی ہم یکجا ہو جائیں گے مگر ان لوگوں کو فنا کرنے کے بعد۔"

"پھر وہی بکواس۔" الیاس صاحب نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اب مجھے اپنے بارے میں تفصیل بتائیے باجی!"

"اسکول سے نکلی تھی۔ اتفاق سے کچھ رجسٹر وغیرہ درست کرنے میں دیر ہو گئی تھی' باقی اسٹاف جا چکا تھا۔ بس اسٹاپ کی طرف بڑھ رہی تھی کہ ایک پرانی فورڈ کار قریب آ کر رکی اور اس میں سے ایک شخص نے بڑی شرافت سے ایک کاغذ میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا کہ بہن! یہ پتا بتا سکتی ہیں......... چونکہ اس نے بہن کہہ کر مخاطب کیا تھا' اس سے دھوکا کھا گئی۔ جھک کر کاغذ دیکھا تو دوسرے شخص نے شاید کلوروفارم میں ڈوبا ہوا رومال میری ناک پر رکھ دیا کیونکہ اس کے بعد ایک لمحے کے لیے بھی ہوش نہیں رہا تھا' پھر جب ہوش آیا تو ایک کمرے میں قید تھی کوئی پر رونق جگہ تھی کیونکہ باہر سے مسلسل گاڑیوں کے ہارن اور شور کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں' کمرے میں ایک کھڑکی تھی' جو باہر تختے جڑ کر بند کر دی گئی تھی اور ایک دروازہ تھا۔ میں جس قدر پریشان ہو سکتی تھی اس کا اندازہ تم لوگ لگا سکتے ہو' پھر دو آدمی دروازہ کھول کر اندر آئے تھے وہ میرے لیے کھانے پینے کی اشیاء لے آئے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ دیکھو لڑکی! تمہیں یہاں ایک خاص مقصد کے لیے لایا گیا ہے۔ ہم تم سے وعدہ کرتے ہیں کہ تمہیں کوئی تکلیف نہیں دی جائے گی۔ سوائے اس کے کہ کچھ دیر تمہیں یہاں رہنا ہو گا۔ تمہیں چھوڑ دیا جائے گا لیکن ایک ہدایت تمہارے لیے ضروری ہے' خاموشی سے یہاں وقت گزارو۔ ہمارے لیے یہ محفوظ جگہ ہے اور تم جو کچھ بھی کرو گی اس کا نقصان صرف تمہیں ہی ہو سکتا ہے' خیال رکھنا اگر تم نے ہم سے تعاون نہ کیا تو پھر نقصان کی ذمے دار خود ہو گی۔ میں اس وقت کافی خوف زدہ ہو گئی تھی۔ اس کے بعد' وہ صرف کھانے پینے کی اشیاء پہنچاتے رہے اور پھر انہوں نے مجھے رہا کر دیا۔ رہائی کا طریقہ یہ اختیار کیا گیا تھا کہ وہ میری آنکھوں پر پٹی باندھ کر مجھے سیڑھیاں اتارتے ہوئے نیچے لائے دو آدمیوں نے مجھے سہارا دے رکھا تھا۔ اندازے کے مطابق مجھے چار منزلوں کی سیڑھیاں طے کرنا پڑی تھیں' اس کے بعد ایک گاڑی میں مجھے بٹھا دیا گیا اور گاڑی اسٹارٹ ہو کر چل پڑی' پھر یہاں آ کر ہی میری آنکھوں سے پٹی کھولی گئی تھی' وہی فورڈ گاڑی تھی اور وہی دونوں افراد تھے جو مجھے لے گئے تھے۔ انہوں نے گاڑی واپس موڑ دی۔ فورڈ کی نمبر پلیٹ غائب تھی۔ شاید اسی لیے اتار لی گئی تھی کہ میں وہ نمبر نوٹ نہ کرسکوں' یہ ہے میری داستان۔"

"اس سے کوئی اندازہ لگانا مشکل ہے۔" الیاس صاحب نے پر خیال انداز میں گردن ہلا کر کہا۔

"سمجھ میں نہیں آتا کہ کسی کو اس معصوم سے کیا پرخاش ہو سکتی ہے اور پرخاش بھی اس قدر کہ انہوں نے آپ کو مجبور کرنے کے لیے مجھے اغوا کیا۔"

"کوئی پراسرار دشمن ہے' وہ لوگ اسے صرف ہم سے دور کرنا چاہتے ہیں۔"

"ہاں وہ صرف میری نگرانی کر رہے ہیں۔"

"اوہ' کیا مطلب؟" سب چونک پڑے۔

"میں نگار ہوٹل میں رہ رہا ہوں' ایک شخص کو میں نے اپنا تعاقب کرتے ہوئے پایا'

وہ پیلے رنگ کا کوٹ پہنے رہتا ہے اور اس کوٹ نے مجھے اس کی طرف متوجہ کیا۔"

"پیلا کوٹ!" نازاں باجی چونک پڑیں۔ "اور سر پر پرانی ٹوپی بھی ہوگی۔"

"سوفی صد اور آپ.........؟"

"یہ شخص' مجھے اغوا کرنے والوں میں شامل تھا بعد میں وہ نظر نہیں آیا۔" نازاں باجی نے بتایا۔

"کمال ہے۔ واقعات پر پیچ ہوتے جارہے۔" الیاس بھائی بولے۔

"نازاں باجی شکایت کر رہی تھیں نا.......... کہ میں ان سے ملنے نہیں آیا۔ میں نے اس تعاقب کا جائزہ لے لیا تھا' اسی لیے ادھر کا رخ نہ کیا۔ آج میں نے اس کا مناسب بندوبست کردیا ہے' اس کے بعد آپ کے پاس پہنچا۔"

"مناسب بندوبست؟" الیاس صاحب نے سوالیہ انداز میں کہا اور میں نے اس بندوبست کے بارے مکمل تفصیل بتادی' پھر انہوں نے گردن جھٹک کر کہا۔ "جو کچھ میں نہیں چاہتا' وہ ہو رہا ہے' خدا جانے کیا لکھا ہے تقدیر میں۔ بیٹے! یہ سب کچھ تھوڑی سی محنت سے کیا جاسکتا ہے۔ جرم کے راستے تو کشادہ ہوتے ہیں اور انسان خاص طور سے تمہاری عمر کا کوئی بھی نوجوان' ان کھلے راستوں پر چل کر بڑی مہارت حاصل کر سکتا ہے لیکن جرم سے بچ کر زندگی گزارنا بہت بڑی بات ہے۔ میری خواہش ہے کہ تم دشمنوں کی.......... آرزوؤں کو ناکام بنا دو اور ان کے تصور کے خلاف نیکیوں کی جانب قدم بڑھاؤ۔"

"بھائی جان! آپ کا حکم سر آنکھوں پر اور آپ کو خود بھی اندازہ ہوگا کہ میں نے اپنی فطرت میں ایسے کسی پہلو کا اظہار نہیں کیا جو جرم کا فروغ چاہتا ہو لیکن نازاں باجی کا اغواء اور اس کے بعد بقول آپ کے ان لوگوں کا میرے راستے میں آنا اور مجھے بہتری کی جانب بڑھنے سے روکنا' کیا یہ سب کچھ نظر انداز کیا جاسکتا ہے؟ ویسے آپ کی ہدایات یاد ہیں۔ یعنی آپ نے فرمایا تھا بھائی جان کہ میں کبھی قانون کا سامنا نہ کروں اور قانون شکن نہ کہلاؤں تو آپ یقین کیجیے کہ وہ پیلے کوٹ والا میرے ہاتھوں کسی کونے میں بے ہوش پڑا ہوتا لیکن میں نے وہ قدم خود نہیں اٹھایا بلکہ تھوڑی سی ذہانت سے دوسروں کو اس کی لیے آمادہ کر دیا۔ اگر آپ کا حکم ہے کہ یہ سب کچھ بھی نہ کیا جائے تو میں آپ کے حکم کی

تعمیل کروں گا۔ جہاں تک میرا اس گھر میں رہنے کا سوال ہے تو یہ میرا ایمان سمجھ لیجیے کہ میں اب یہاں رہ کر آپ کے لیے باعث تکلیف نہیں بنوں گا۔"

الیاس صاحب سوچتے رہے' نازاں باجی نے کہا۔ "کم از کم یہ بات تو سامنے آنی چاہیے بھائی جان کہ آخر وہ کون لوگ ہیں جو اس کے پیچھے لگ گئے ہیں۔"

"یہ بات میں آپ کو بتاؤں گا نازاں باجی! مجھے اس کی اجازت دیجیے اور بھائی جان! آپ اس سلسلے میں بالکل فکر نہ کریں' بہت جلد میں سارے معاملات ہموار کرلوں گا.......... اور اس کے بعد پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔ اس دوران جرم نہیں کروں گا' وعدہ کرتا ہوں' تھوڑا سا بھروسا کر لیجیے آپ نازاں باجی کی تربیت پر اور میرے ان الفاظ پر۔"

الیاس صاحب نے عجیب سی نگاہوں سے نازاں کو دیکھا اور کہنے لگے۔ "ویسے ایک شکایت تم سے بھی ہے نازاں' تم نے اسے پورا فلاسفر بنا دیا ہے۔ اب یہ اپنی عمر سے پندرہ سال آگے سوچتا ہے یقین کرو بعض اوقات اس کے منہ سے ایسے الفاظ مجھے بڑے حیران کن لگتے ہیں' بے شک اس کی جسامت شاندار ہے لیکن عمر کا اندازہ میں بھی لگا سکتا ہوں اور تم بھی۔"

"دراصل بھائی جان! کچھ لوگوں سے تقدیر وقت سے پہلے بہت بڑے بڑے کام لینا شروع کر دیتی ہے اور شاید میں ان ہی لوگوں میں سے ایک ہوں بس۔ اب یوں سمجھ لیجیے کہ تقدیر نے میرے بارنے میں جو فیصلے کیے ہیں' مجھے ان فیصلوں کے ساتھ ساتھ سفر کرنے کی قوت بھی بخش دی ہے۔"

"سنو' میں تمہیں روک کر اپنے خاندان کو پیش آنے والی مصیبتوں سے نہیں نمٹ سکتا لیکن تم ایک بات کا خیال رکھنا کسی الجھن میں پھنس جاؤ تو سیدھے مجھ سے رجوع کرنا۔"

"ٹھیک ہے بھائی جان! میں وعدہ کرتا ہوں۔"

"اگر وہ پیلے کوٹ والا تم سے کسی قسم کا انتقام لینے پر تل جائے تو۔" الیاس بھائی نے کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تو پھر میں آپ کو نازاں باجی کی بخشی ہوئی اس ذہانت کے وہ کرشمے دکھاؤں گا کہ

آپ بھی ششدر رہ جائیں گے۔" میں نے بس یونہی اندھیرے میں تیر چھوڑا تھا لیکن میرے ان الفاظ نے ان لوگوں کو اطمینان بخشا تھا۔ پھر نازاں باجی نے میری خاطر مدارت کا سلسلہ شروع کر دیا اور میں نے کوئی تکلف نہ کیا' جب میں وہاں سے واپس چلا تو سب ہی کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ بھابی جان نے میرا سر سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔

"کم بخت کیا کھوٹی تقدیر لے کر دنیا میں آیا ہے۔ محبت بھی کی تو کس سے.......... اور اب ہم اس مصیبت میں تیرا ساتھ بھی نہیں دے سکتے۔"

"بچے جب بڑے ہو جاتے ہیں نا بھابی جان! تو انہیں اس دنیا میں باہر نکلنا چاہیے تاکہ وہ اس دنیا کو سمجھیں' اس سے لڑنا سیکھیں' ورنہ وہ بے وقوف رہ جاتے ہیں' آپ یہ سمجھ لیں کہ آپ نے مجھے ایک تربیتی کورس کے لیے باہر نکالا ہے۔ اس کورس کی تکمیل کرکے واپس آپ ہی کے پاس تو آنا ہے۔"

اس کے بعد میں اسی خاموشی سے کوارٹر کے عقبی حصے سے نکل آیا تھا۔

کافی دور نکل آنے کے بعد میں نے سوچا کہ جو کچھ کرکے یہاں تک پہنچا تھا اس کے بعد' وہ لوگ ہو سکتا ہے کوئی انتقامی کارروائی کریں۔ چنانچہ احتیاط ضروری تھی۔ ویسے بھی اب نگار ہوٹل میرے لیے اس لیے خطرناک ہو چکا تھا کیونکہ ان لوگوں کو میری وہاں موجودگی کا علم تھا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب کہاں جاؤں۔ دوسرے کسی ہوٹل کا رخ بھی کر سکتا تھا لیکن رات کے اس حصے میں اس سلسلے میں ذرا مشکلات پیش آ سکتی تھیں۔

میں کھڑا سوچتا رہا اور پھر دفعتاً ہی ذہن میں بجلی سی کوند گئی تھی۔

پیرو استاد' جس سے اس دوران ایک بار بھی.......... ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ نہ جانے کیوں دل چاہا کہ پیرو کے پاس چلا جائے۔ چنانچہ یہ بات دل میں جم گئی اور میں بس میں بیٹھ کر پرانا گولیمار اتر گیا۔ بہت دن کے بعد اس طرف آیا تھا۔ چنانچہ ذرا جھجکتا ہوا سا آگے بڑھا اور بالآخر پیرو کے مکان تک پہنچ گیا جس کے بارے میں مجھے اچھی طرح معلوم تھا۔ دروازے پر دستک دی۔ دروازہ کھولنے والا پیرو ہی تھا۔ ایک لمحے کے لیے اس نے مجھے اجنبی نگاہوں سے دیکھا۔ دوسرے لمحے اس کا منہ بھاڑ سا کھل گیا۔

"ار ماں قسم تو ہے فیصل! اڑے یہ تو ہی ہے نا یار! آڑے ماں قسم تو تو بابو بن گیا' اندر اڑے' بار کاہے کو کھڑا ہے۔" پیرو استاد نے میرا ہاتھ پکڑا اور محبت بھرے انداز میں اندر لے گیا۔

میں کچھ عجیب سی کیفیت کا شکار ہو گیا تھا۔ اندر آ کر میں نے چاروں طرف دیکھا اور پوچھا۔ "ماں کہاں ہے پیرو؟"

میرے اس سوال پر پیرو کے چہرے پر اداسی پھیل گئی اور میرا دل دھک سے ہو گیا۔ پیرو آہستہ سے بولا۔

"اماں.......... اماں تو خلاص ہو گیا ڑے' تیرے کو نئیں معلوم تو پھر ادھر کو آیا ہی نہیں۔"

"کیسے پیرو؟" میں نے درد بھرے لہجے میں سوال کیا۔

"بس یار اس کو بولنا پڑا کہ بار مت نکلو' پر اور بھی اس کا دل نئیں لگتا تھا' سڑک پر نکل گیا۔ ایکسیڈنٹ ہو گیا اور مر گیا۔"

مجھے شدید دکھ ہوا۔ حالانکہ چند لمحات کے لیے مجھے پیرو کی ماں سے ملنے کا موقع ملا تھا لیکن ان لمحات میں جو تاثر میرے ذہن میں پیدا ہوا تھا۔ وہ نہ بھلانے والا تھا۔ ایک ماں میرے سامنے آئی تھی جس کو میں نے اس عالم میں بھی ماں ہی دیکھا تھا جبکہ میرے اپنے ذہن میں ماں کا تصور اتنا مسخ ہو گیا تھا کہ میں اس کی حقیقتوں کو جاننے ہی سے قاصر تھا۔

پیرو نے میرے چہرے پر افسردگی کے آثار دیکھے اور پھیکی سی ہنسی کے ساتھ بولا۔

"یار' ایک بات تیرے کو بولے' اپن کا ماں خلاص ہوا تو پیرو استاد بھی اس کے ساتھ ہی خلاص ہو گیا۔ سارا جھگڑا لپھڑا چھوڑ دیا ہم نے' شریف آدمی بن گیا' ماں کی قسم تو محلے میں کسی سے پوچھ لے' اپنا کسی سے اب جھگڑا نہیں ہوتا۔ ادھر گاڑیاں دھونا بھی بند کر دیا.......... ایک پٹرول پمپ پر نوکری کر لیا ہے' بس گاڑی سروس کرتا ہے ادھر اور ٹھیک ٹھاک گزر ہو جاتا ہے۔ پر تو بتا اتنے دن تک کہاں رہا' کبھی تیرے کو اپنا پیرو یاد نہیں آیا۔ بریف کیس لے کر ایسا گیا کہ پھر تو نے پلٹ کر ہی نہیں دیکھا۔"

"میں نے مسکراتی نگاہوں سے پیرو کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "تو خود جانتا ہے پیرو اس بریف کیس میں ایسی کوئی چیز نہیں تھی جس کی وجہ سے میں تجھ سے بھاگ جاتا۔"

"اڑے ماں کسم کون کتا یہ بولتا پڑا کہ تو بریف کیس کی وجہ سے غائب ہوا پر تو ادر پلٹا نئیں' اچا چوڑ' یہ بتا کیا کر رہا ہے آج کل۔؟"

"ابھی کوئی دھندا نہیں کر رہا۔"

"رہتا کدر ہے؟" پیرو نے سوال کیا۔

"فی الحال نگار ہوٹل میں رہتا ہوں۔"

"اڑے واہ پنی! یہ نگار ہوٹل کیسے رہتا پڑا رے تو' پیسہ میسہ کدر سے آتا؟" پیرو نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"بس پیرو کچھ لوگوں نے زندگی کو سہارا دیا ہے۔ ویسے یار ہوٹل میں کچھ گڑ بڑ ہو گئی ہے' ایک آدھ دن اگر تیرے ساتھ رہ جاؤں تو تجھے کوئی تکلیف تو نہیں ہوگی؟"

"کیا بولتا پڑا رے' اپن کو تیرے ادر رہنے سے کیا......... تکلیف ہوئیں گا؟ بلکہ اپن تو یہ بولتا کہ تو ادر ہی رہ جا یار! پورا گھر خالی پڑا رہتا ہے۔ اپن پٹرول پمپ پر کام کرتا ہے بس شام کو ادر آجاتا ہی اور ادر بھی اکیلا ہی ہوتا ہے۔"

پھر ہم دیر تک بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ پیرو کو میں نے اصل واقعات کی ہوا بھی نہیں لگنے دی تھی۔ پیرو تو سو گیا' مگر میں بہت دیر تک جاگتا رہا۔ ذہن اس گتھی کو سلجھانے میں ناکام تھا کہ یہ سارا چکر آخر کیا ہے؟ وہ لوگ کون ہیں' جو باقاعدہ میرا پیچھا کر رہے تھے اور آخر ان کا مقصد کیا تھا' میری زندگی سے ایسی کون سی کہانی وابستہ تھی؟ جس سے دوسرے لوگوں کو دلچسپی ہو سکتی تھی اور وہ اس سلسلے میں خطرناک اقدامات بھی کر رہے تھے۔ کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی' پھر ایک خیال اور دل میں آیا کہ پیلے کوٹ والا یقینی طور پر یہ جانتا ہوگا کہ اسے کس نے میرے سلسلے میں نامزد کیا ہے اگر وہ ہاتھ لگ جائے تو کم از کم مجھے یہ تفصیل معلوم ہو جائے کہ میرے دشمن یا مجھے نقصان پہنچانے والے کون ہیں؟

رات کے آخری حصے میں' میں نے سوچا کہ انسان کے نام کے ساتھ دو نام ضرور وابستہ ہوتے ہیں اور کچھ ہو یا نہ ہو یعنی ماں اور باپ۔ ماں کے بارے میں تو مجھے معلوم تھا کہ وہ کس قماش کی عورت ہے لیکن میرا باپ کہاں گیا تھا؟ ظاہر ہے یہ نام میری نگاہوں میں ہمیشہ ہمیشہ تاریک رہا تھا اور اس نام کی وضاحت شہزادی ہی کر سکتی تھی۔ فیصلہ یہ کیا کہ دوسرے دن اپنی تمام تر کاوشیں شہزادی سے ملاقات پر صرف کردوں گا۔ وہ بلڈنگ تو مجھے معلوم ہو ہی چکی تھی جس میں شاہ زمان داخل ہوا تھا۔ اب یہ دیکھنا تھا کہ شہزادی کہاں

رہتی ہے؟

پیرو نے صبح آٹھ بجے مجھے جگا دیا۔ بازار سے حلوہ پوری لے آیا تھا بے چارا۔ چائے بھی اس نے خود ہی تیار کر لی تھی۔......... اور میں نے شکریہ کے ساتھ صبح کا ناشتہ کرلیا۔

"ابی تو چابی رکھ لے اپنے پاس اور جب تیرا دل چاہے ادر سے کہیں چلے جانا' شام کو ملاقات ہوئیں گا اپن کا۔"

"چابی رہنے دے پیرو! میں شام ہی کو واپس آؤں گا۔ ابھی تمہارے ساتھ ہی چلتا ہوں۔"

"جیسے تیرا مرضی چل!" پیرو نے کہا' پھر پیرو تو اپنی ملازمت پر چلا گیا اور میں نے سیدھے ادھر ہی رخ کیا' جہاں شہزادی کے مل جانے کی امید ہو سکتی تھی۔ میں اس بلڈنگ کے اطراف چکرانے لگا اور پھر تقدیر نے میرا ساتھ دیا۔ میں نے شہزادی کو دیکھا جو ٹھیلے والے سے سبزیاں......... خریدنے کے لیے باہر نکلی تھی۔ وہ تو ٹھیلے والے سے سبزی خریدتی رہی میں آنکھ بچا کر عمارت میں داخل ہو گیا اور انتظار کرتا رہا کہ شہزادی واپس آئے تو دیکھوں کہ وہ کہاں رہتی ہے۔ مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی۔ میں نے شہزادی کو واپس آتے ہوئے دیکھا' وہ پہلی منزل کی سیڑھیوں کے پاس والے فلیٹ کے دروازے کے اندر داخل ہو گئی تھی۔ میں اس سے چند قدم ہی کے فاصلے پر تھا لیکن ایک ستون کی آڑ مل گئی تھی' جب میں مطمئن ہو گیا تو آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور اس فلیٹ کے دروازے پر دستک دی' دستک دیتے ہوئے دروازہ تھوڑا سا اندر کو دب گیا تھا جس کا مقصد تھا کہ کواڑ کھلے ہوئے ہیں۔

"کون ہے' اندر آجاؤ؟" شہزادی کی آواز آئی۔

میں خاموشی سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ وہ سامنے ہی ایک تخت پر بیٹھی سبزیاں اپنے سامنے......... پھیلائے ان کا جائزہ لے رہی تھی۔ گردن اٹھا کر مجھے دیکھا تو اس کے چہرے پر دہشت کے آثار پھیل گئے۔ اس کا منہ کھلا رہ گیا تھا۔

غالباً' اس نے مجھے پہچان لیا تھا' وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتی ہوئی بولی۔ "تم فیصل......... تم......... تم یہاں کیسے آگئے؟" اس نے عجیب سے لہجے میں سوال کیا۔ اس کے لہجے میں تھوڑی سی دلچسپی بھی تھی۔ حیرت بھی تھی اور ہلکا سا خوف بھی۔

میں اسے سرد نگاہوں سے دیکھتا رہا۔ پھر میں نے کہا۔ "میرے آجانے سے تمہیں خوشی ہوئی یا نفرت کا احساس تمہارے دل میں جاگا ہے؟"

"آؤ' اندر آؤ۔" اس نے کہا اور میں دروازے سے آگے بڑھ کر اس کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے تخت پر مجھے بیٹھنے کے لیے جگہ دے دی تھی۔

"ایک دم بڑے ہوگئے تم تو۔" اس نے مسکراتی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ غالباً اب وہ سنبھل گئی تھی۔ میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ "بولتے کیوں نہیں۔"

"بولنا چاہتا ہوں مگر یہ سوچ رہا ہوں کہ جو کچھ میں تم سے پوچھوں گا تمہیں پسند ہوگا یا نہیں ہوگا۔"

"تم کہاں رہتے ہو' کوٹھی میں تو اب تم نہیں رہتے؟" اس نے کہا۔

"کیا تم نے میری خبر گیری کی ہے؟" میں نے سوال کیا اور اس سوال کا اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں تھوڑی دیر تک اسے دیکھتا رہا' پھر بولا۔ "صرف اتنا بتا دو کہ تم میری ماں ہو بھی یا نہیں۔"

اس نے بغور مجھے دیکھا' پھر آہستہ سے بولی۔ "یہ بات' تم سے کس نے کہی کہ میں تمہاری ماں نہیں ہوں۔"

"میرے سوال کا صرف جواب دو' میں جاننا چاہتا ہوں کہ اگر تم ماں ہو تو یہ ماؤں کی کون سی قسم ہے؟"

شہزادی کی عجیب سی کیفیت ہو رہی تھی۔ وہ بار بار مختلف کیفیات کا شکار ہو جاتی تھی' پھر اس نے آہستہ سے کہا۔ "جو کچھ بھی صورت حال ہے اس میں میرا بالکل کوئی قصور نہیں ہے۔"

"کیا صورت حال ہے؟"

"مم.........میں.........میں.........تت.........تمہیں.........تمہیں' اچھا یہ تو بتاؤ میرے آنے کے بعد تم وہاں سے کیوں چلے آئے تھے؟"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں وہاں سے چلا آیا ہوں؟"

"شاہ زمان کو معلوم ہوگیا تھا' وہ سب لوگ جانتے ہیں کہ میں نے شاہ زمان سے شادی کرلی ہے اور پھر میں ان کی زر خرید تو تھی نہیں' بس یوں سمجھ لو ملازمہ تھی' وہیں پیدا ہوئی' وہیں پلی بڑھی' وہیں رہ رہی تھی ان لوگوں کے ساتھ......... مجھے نہ جانے کیا سمجھ لیا تھا' ویسے ایک بات بتاؤں تم کو بڑے خطرناک لوگ ہیں وہ غزنوی صاحب! بہت خطرناک آدمی ہیں فیصل! تم وہاں سے چلے آئے بہت اچھا کیا۔ اب کہاں رہتے ہو؟"

"فٹ پاتھوں پر زندگی گزار رہا ہوں۔"

"میں نے ایک دفعہ شاہ زمان سے کہی تھی یہ بات کہ اگر وہ تمہیں تلاش کرکے یہاں لے آئے تو حرج نہیں ہے لیکن وہ ڈرتا ہے۔ مجھ سے کہنے لگا کہ اس کے گلے مصیبت پڑ جائے گی۔ پتا نہیں کیوں وہ ایسا سوچتا ہے؟ خیر' اب تم یہ بتاؤ میں تمہیں کیا پلاؤں' چائے بناؤں تمہارے لیے؟

"نہیں' کچھ سوالات پوچھنا چاہتا ہوں تم سے۔"

"پوچھو۔"

"پہلا سوال بدستور باقی ہے' کیا تم واقعی میری ماں ہو اور اگر ماں ہو تو کیسی ماں ہو؟ ماؤں کے نام کے ساتھ تو بڑی بڑی انوکھی کہانیاں وابستہ ہوتی ہیں' تم ان کہانیوں میں شامل کیوں نہیں ہو۔"

"یہ ساری باتیں میں نہیں جانتی فیصل! میں اتنا بتا سکتی ہوں تمہیں کہ میں تمہاری ماں نہیں ہوں۔"

"کیا.........؟" میں شدت حیرت سے اچھل پڑا۔

"ہاں' فیصل! بس یونہی سمجھ لو کہ میں تمہاری ماں نہیں ہوں۔ اس سے زیادہ کچھ بتانا میرے لیے ممکن نہیں ہے۔" اسی وقت دروازے پر آہٹ ہوئی اور شاہ زمان اندر داخل ہوگیا۔ غالباً اس نے بھی ہماری باتیں سن لی تھیں۔ اس کے قدموں کی آہٹ پر میں نے چونک کر اسے دیکھا۔ شہزادی بھی پریشان نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

شاہ زمان نے سرد لہجے میں کہا۔ "کیا بکواس کر رہی تھی تو اس سے؟ بول کیا بکواس کر رہی تھی؟"

"کچھ بھی......... کچھ بھی تو نہیں پوچھ لو تم اس سے کوئی خاص بات نہیں کہی میں نے اس سے۔" شہزادی گھبرائے ہوئے انداز میں بولی۔

شاہ زمان میری طرف دیکھنے لگا' پھر بولا۔ "تو یہاں کیسے آیا؟"

"اپنے پیروں سے چل کر۔" میں نے جواب دیا۔

"میں کہتا ہوں تیرا اس گھر سے کیا تعلق ہے؟" تو نے .... تو نے ہمارا پتا کیسے لگایا؟"

"یہ میرا کام تھا شاہ زمان کہ میں نے تمہارا پتا کیسے لگالیا۔ باقی جہاں تک رہا اس گھر سے میرا تعلق تو یہ بات تم بھی بہتر طور پر جانتے ہو کہ میرا اس گھر سے کیا تعلق ہے؟"

"ابھی ابھی اس نے .... ابھی ابھی اس نے تجھ سے کہا ہے کہ یہ تیری ماں نہیں ہے سمجھا........ اور یہ جو کچھ کہہ رہی ہے اس کا کوئی نہ کوئی مقصد بھی ہوگا۔ اس کے بعد بھی کیا تیرا اس گھر سے کوئی تعلق رہ گیا ہے۔"

"نہیں' اس کے بعد میرا اس گھر سے کوئی تعلق نہیں رہ جاتا لیکن یہ مجھے بتائے گی کہ پھر میری ماں کون ہے اور اس نے کیوں اپنے آپ کو اب تک میری ماں کہا تھا؟"

"یہ تجھے کچھ نہیں بتائے گی' بالکل کچھ نہیں بتائے گی۔ البتہ تیری زندگی برباد ہو سکتی ہے کسی کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر داخل ہونے کا نتیجہ جانتا ہے تو' میں تجھے پولیس کے حوالے کر سکتا ہوں' سوچ لے' اچھی طرح سوچ لے۔"

میں جلتی ہوئی نگاہوں سے شاہ زمان کو دیکھتا رہا' پھر میں نے شہزادی کو مخاطب کر کے کہا۔ "کیا تم مجھے یہ نہیں بتاؤ گی کہ میری ماں کون ہے اور تم نے ماں بن کر میری پرورش کیوں کی تھی؟"

"بس میں کچھ نہیں جانتی اس بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم' یوں سمجھ لے اگر کچھ معلوم بھی ہے تو میں تجھے بتانا........ نہیں چاہتی۔"

"یہ سب کچھ معلوم کرنا میرے لیے بے حد ضروری ہے اس وقت شاہ زمان اچانک یہاں پہنچ گیا ہے ہو سکتا ہے تو اس سے خوف زدہ ہو لیکن ایک بات ذہن میں رکھنا' میں اس وقت تک تجھے نہیں چھوڑوں گا' جب تک مجھے میرے بارے میں تفصیل نہیں بتا دے گی۔"

"اور میں تجھ سے ایک بات کہہ رہا ہوں' وہ یہ کہ اگر تم نے آئندہ ہماری طرف رخ کیا تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا سمجھا!" شاہ زمان نے آگے بڑھتے ہوئے کہا اور میں نے اپنا ہاتھ اس کے سینے پر رکھ دیا۔

"نہیں' شاہ زمان! تم عمر میں مجھ سے بہت بڑے ہو' میں نہیں چاہتا کہ تمہاری بے عزتی کروں' اس لیے ایسا کوئی قدم نہ اٹھاؤ جو مجھے مجبور کر دے۔" شاہ زمان کو........ میرے ہاتھ کے وزن کا شاید پورا پورا احساس ہوگیا تھا۔ کیونکہ اس کے آگے بڑھنے کا سلسلہ فوراً ہی ختم ہوگیا اور وہ خود دو قدم پیچھے ہٹ کر غراتا ہوا بولا۔

"اسی وقت باہر نکل جا' اس کے بعد' میں تجھے یہاں نہ دیکھوں' ورنہ........ ورنہ........" میرے ہونٹوں پر تلخ سی مسکراہٹ پھیل گئی اور پھر میں اسی طرح مسکراتا ہوا باہر نکل آیا۔

جو کچھ ہوا تھا وہ باعث پریشانی نہیں تھا۔ البتہ شہزادی نے جو کہا تھا اس نے دل میں ایک آگ سی لگا دی تھی۔ اس کی بے اعتنائی ایک ماں کا کردار ادا نہ کرنا الگ بات تھی' لیکن اس نے جس لہجے میں کہا تھا کہ وہ میری ماں نہیں ہے' اس کی سچائی مجھ سے پوشیدہ نہیں تھی۔ حالات یہی بتاتے تھے کہ میں کم از کم اس کی اولاد نہیں ہوں۔ پھر آخر میں کیا ہوں؟ یہ سوال بے حد خوفناک تھا میرے لیے۔ میری جگہ کوئی بھی ہوتا اس کی کیفیت مجھ سے مختلف نہ ہوتی۔ دماغ میں جھنجلاہٹ پیدا ہوگئی تھی۔ لوگ مجھے میرے بارے میں کیوں نہیں بتاتے؟ ایسی کیا خاص بات ہے میرے اندر؟ ایک جارحانہ جذبہ سینے میں ابھر آیا........ اور اس میں شدت پیدا ہوگئی۔ اس شدت نے وجود میں حدت پیدا کی اور میں ہر خطرے سے بے نیاز ہوگیا' مجھے کسی کا خوف نہ رہا........ یہاں سے میں نے پیرو کے گھر جانے کی بجائے ہوٹل کا رخ کیا تھا۔ اب میں خود ان لوگوں کا سامنا کرنا چاہتا تھا۔

ہوٹل کے کمرے کی کھڑکی سے میں نے باہر کا منظر دیکھا زندگی کے معمول وہی تھے۔ میں نے اپنے ذہن کو پرسکون کرنے کی جدوجہد شروع کر دی۔ دل میں غزنوی صاحب کی کوٹھی کا خیال آیا۔ میں نے اسی کوٹھی میں ہوش سنبھالا تھا۔ وہاں کے لوگ ضرور میرے بارے میں جانتے ہوں گے۔ وہ مجھے میری اہمیت بتا سکتے ہیں' ضرور وہ مجھے میرے بارے میں بتا سکتے ہیں۔ اس خیال نے دل میں گھر کر لیا اور پھر شام کو چار بجے کے قریب میں نے ایک عمدہ لباس نکالا اور تیار ہو کر ہوٹل سے باہر نکل آیا۔ اس کے بعد میں نے ڈیفنس کا رخ کیا تھا۔ صدر سے کلفٹن جانے والی بس پکڑی اور ڈیفنس اتر گیا یہاں سے کافی دور پیدل چلنا پڑا تھا۔ سارے راستے جانے پہچانے تھے۔ کچھ دیر کے بعد میں

کوٹھی پہنچ گیا۔ گیٹ پر دین محمد چوکیدار سے ملاقات ہوئی۔

"ارے فیصل! آگیا بیٹا' کہاں رہا اتنے دن؟"

"بس چاچا! یہ کوٹھی چھوڑ دی میں نے۔"

"تیری ماں مل گئی ہے؟"

"نہیں چاچا۔"

"دنیا بڑی خراب ہوگئی ہے بیٹا! سارے رشتے جھوٹے ہوگئے ہیں۔ ایک ہی رشتہ تھا جس پر اعتبار کیا جاسکتا تھا مگر.........۔"

"چاچا ایک بات بتاؤ تم کتنے عرصے سے یہاں نوکری کرتے ہو؟"

"کوئی ساڑھے چھ سال ہوگئے۔"

"جب تم یہاں آئے تو میرا باپ میرے ساتھ رہتا تھا؟"

"نہیں۔" دین محمد حیران نظر آنے لگا۔

"تمہیں یہ بھی پتا نہیں ہے کہ میرا باپ کون تھا؟"

"نہیں بیٹا! کبھی بات ہی نہیں ہوئی کسی سے۔"

"ہوں' اندر جاؤں چاچا؟"

"ارے کیوں نہیں' مل لے سب سے۔" دین محمد نے کہا اور میں اندر داخل ہوگیا۔ کسی اور سے کیا ملنا تھا۔ سیدھے اندر چل پڑا۔ پہلی ملاقات رومانہ سے ہوئی تھی۔ تاثیر میاں بھی فوراً ہی آگئے تھے۔

"اوہو' بابو صاحب آئے ہیں' ارے رومانہ باجی اس کی لاٹری نکل آئی اور ٹھاٹ دیکھو اس کے۔ آئیے پرنس' اندر تشریف لائیے۔" تاثیر میاں نے کہا۔

"دیکھو کیا بات ہے۔" رومانہ نے ناک چڑھا کر پوچھا۔

"آنا ماں سے ملنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"فیصل آباد گئی ہوئی ہیں وہ' ایک ہفتے بعد آئیں گی۔"

"کسی اور سے مل لوں گا۔ آپ لوگ ٹھیک ہیں؟" میں بولا اور رومانہ نے ناک چڑھا کر تاثیر میاں کا ہاتھ پکڑا اور آگے بڑھ گئی۔ میں ایک لمحہ وہاں رکا' پھر آگے بڑھ گیا......... دوسری ملاقات عابدہ بیگم سے ہوئی۔ وہ بھی مجھے دیکھ کر ٹھٹک گئی تھیں۔ میں نے انہیں سلام کیا تو انہوں نے نرمی سے جواب دیا۔

"تم تو گزوں کے حساب سے بڑھ گئے ہو فیصل! کہو کیسے ہو اور وہ تمہاری ماں کہاں ہے؟"

"آپ مجھے بتائیں گی چھوٹی بیگم صاحبہ؟"

"کیا؟"

"یہی کہ میری ماں کہاں ہیں؟"

"کیا مطلب؟"

"میری ماں کہاں ہے' کون ہے میری ماں؟" میں نے عابدہ بیگم کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ اس سے قبل کہ عابدہ بیگم کوئی جواب دیتیں کسی طرف سے غزنوی صاحب نکل آئے۔ ان کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا۔ انگلی کے اشارے سے عابدہ بیگم کو جانے کا اشارہ کیا اور پھر میری طرف دیکھ کر بولے۔

"آؤ۔" یہ الفاظ ادا کرنے کے بعد وہ بڑے کمرے کی طرف چل پڑے۔ میں بے خوفی سے ان کے پیچھے چلتا ہوا بڑے کمرے میں داخل ہوا۔ غزنوی صاحب صوفے پر بیٹھ گئے' پھر بولے۔ "کسی اجنبی گھر میں داخلے کے کیا آداب ہوتے ہیں جانتے ہو؟"

"یہ گھر میرے لیے اجنبی تو نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"ہے تم ایک نوکرانی کے بیٹے ہو' نوکرانی یہاں سے بھاگ گئی ہے اور تم بھی چلے گئے تھے' اب ہمارا تم سے کیا واسطہ رہ گیا ہے؟"

"آپ درست کہتے ہیں' میں یہاں کچھ پوچھنے آیا تھا۔"

"یہاں آنے کی اجازت کس سے لی تھی تم نے؟"

"میں یہ نہیں جانتا تھا کہ آپ مجھ سے یہ سوال کریں گے۔"

"اس کے بعد تم میری اجازت کے بغیر بڑے دروازے کے اندر قدم نہیں رکھو گے۔"

"اس کے بعد میں اس عمارت میں......... کبھی نہیں آؤں گا۔" میں خود پر قابو پاکر بولا۔

"کیا پوچھنے آئے تھے تم؟......... اور کس سے پوچھنا چاہتے تھے؟"

"میری ماں' میرا باپ کون ہے؟"

"تمہاری ماں وہ عورت تھی جو ہمارے باورچی کے ساتھ چلی گئی اور تمہارے باپ کے بارے میں صرف وہی جانتی تھی اور کوئی نہیں جانتا۔"

"وہ کہتی ہے کہ وہ میری ماں نہیں ہے۔"

غزنوی صاحب مجھے گھورنے لگے' پھر بولے۔ "کہاں ہے وہ؟"

"اسی شہر میں شاہ زمان کے ساتھ رہتی ہے۔"

"تم بھی اس کے ساتھ رہتے ہو؟"

"نہیں۔"

"ہوں پھر وہ تمہیں کہاں ملی؟"

"میں نے اسے تلاش کرلیا ہے۔"

"اگر وہ کہتی ہے کہ وہ تمہاری ماں نہیں ہے تو اس سلسلے میں ہم کیا کرسکتے ہیں۔"

"آپ مجھے سچ بتا سکتے ہیں۔"

"تمہارا کیا خیال ہے کہ تم ملکہ وکٹوریہ کے بیٹے ہو۔؟"

"غزنوی صاحب! یہ آپ کی چھت ہے اور آپ اس چھت کے نیچے اپنی پسند کے الفاظ کہہ سکتے ہیں لیکن ایک دن میں اپنی چھت کے نیچے آپ کے ان الفاظ کا جواب دوں گا۔......... اسے لکھ لیجئے تاکہ یاد رہے آپ کو۔"

"اوہ بولنا سیکھ گئے ہو۔" جاؤ......... میں اپنی چھت کے نیچے اور بھی بہت کچھ کر سکتا ہوں مگر......... جاؤ اور اپنے وعدہ کا پاس کرنا۔ دوبارہ اس گیٹ سے داخل نہ ہونا

میں کچھ کہے بغیر واپس پلٹ پڑا۔ آج پہلی بار مجھے احساس ہوا کہ میں غزنوی صاحب سے نفرت کرتا ہوں' شدید نفرت......... اور یہ نفرت تو میں بہت پہلے سے کرتا ہوں ان سے' بہت پہلے سے۔ بہرحال میں ان سے ملنے آیا بھی نہیں تھا۔ انا ماں مل جاتیں تو کچھ کام بنتا۔ ذہن و دل اتنے بوجھل ہوگئے تھے کہ دل الٹنے لگا۔ اعضا شل ہوئے جارہے تھے کوئی بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ اب کیا کروں۔ واپسی کے بجائے ساحل کا رخ کیا جو یہاں سے دور نہیں تھا۔ سمندر کی پرشور لہریں میری طرف کھیلنے لگیں اور میں انہیں غور سے دیکھتا رہا۔ شاید وہ مجھ سے اظہار رفعت کررہی تھیں۔ شاید اپنی نہ سمجھ میں آنے والی آواز سے کہہ رہی تھیں کہ خود کو تنہا نہ سمجھو' خود کو بے سہارا نہ سمجھو' ہم جو تمہارے ساتھ ہیں' ہمارے قریب آؤ' ہمیں چھوؤ ہم تمہارے ساتھ کھیلیں گے۔ میرے ہونٹوں پر تلخ سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ یہ صرف اپنا احساس ہے' اپنے تراشے ہوئے الفاظ ہیں۔

سمندر اپنے معمول کے مطابق ہے۔ یہ تحریک اس کی ساخت کا عمل ہے' لہریں تو ساحل پر آتی ہی رہتی ہیں' وہ کسی سے کچھ نہیں کہتیں۔ ایک بے ہنگم شور سے اپنے جذبات کی مطابقت سے کچھ الفاظ تراش لینا اپنے آپ کو دھوکا دینے کے مترادف ہے' ان ساری آوازوں میں کوئی حقیقت نہیں اور جہاں تک رہا تنہائی کا معاملہ تو میں دوستوں سے محروم نہیں ہوں۔ کم از کم تین افراد ایسے ہیں اس کائنات میں جن پر بھروسہ کیا جاسکتا ہے۔ الیاس بھائی' بھابی......... اور نازاں باجی۔ جنہوں نے مجھ جیسے ناہموار پتھر کو تراشا ہے اور مجھے اس دنیا کے بارے میں اتنی تفصیلات بتا دی ہیں کہ اب یہ کائنات میرے لیے اجنبی نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں کہ سمندر کا شور میرے لیے کیا معنی رکھتا ہے' میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اس دنیا میں رشتوں اور محبتوں کی تخلیق کس طرح ہوئی ہے' میں یہ نہیں کہتا کہ میری عمر اس تمام جانکاری کی متحمل ہو سکتی ہے یا نہیں۔ تاہم یہ ضرور میں جانتا ہوں کہ ان جذباتی قصوں سے کچھ نہیں ملے گا۔ حقیقتوں کی چھان بین کے عمل کے لیے انسان کو الگ سے سوچنا پڑتا ہے اور کوئی بھی جذباتی لمحہ کسی عمل کے لیے بے مقصد ہی ثابت ہوتا ہے' اس سے کچھ نہیں ملے گا۔ تجزیہ......... اور صرف تجزیہ۔ حقیقتوں کو گہرائی کی نگاہ سے دیکھنا اور پھر انہی کے مطابق عمل کرنا' یہ سوچ کر خاموش نہ بیٹھ جانا کہ آنے والا وقت خود اپنی تشریح کرے گا۔ یہ سب کچھ نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ جس طرح سمندر کی یہ لہریں اپنے عمل کی جانب گامزن ہیں اور ایک ہی قسم کا کام کرتی ہیں اسی طرح اپنی جدوجہد کو بھی جاری رہنا چاہیے۔ لہروں کا کوئی مقصد ہو یا نہ ہو لیکن میری تحریک بے مقصد نہ ہوگی۔ ایک بار پھر ساحل کی ریت پر نقش و نگار بنا کر اپنی زندگی کے زاویے تلاش کرنے لگا۔

کوئی بھی یہ بات نہیں بتاتا کہ میرے اصل ماں باپ کون ہیں۔ کیوں نہیں بتاتے تھے یہ لوگ مجھے اس بارے میں' یہ میں نہیں جانتا تھا۔ بہرطور کیا یہ ضروری ہے کہ جو چیز

میری مٹھی سے باہر ہے' میں اسے اپنی گرفت میں لینے کے لیے اپنی زندگی کے دوسرے معمولات کو بھول جاؤں اور صرف ایک بوجھ ہی ذہن پر طاری کرلوں کہ میں کس کی اولاد ہوں' کیا اس طرح عملی دنیا میں کچھ قدم آگے بڑھائے جاسکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ نازاں باجی کی دی ہوئی تعلیم' ان کی پڑھائی کتابیں اور تھوڑے عرصے الیاس بھائی کے ساتھ جو کام کیا' اس سے علم میں آنے والے مختلف واقعات اس بات کا مظہر تھے کہ دنیا میں بہت سے کھیل ہوتے ہیں اور ہر ذی روح کو مشکل مرحلوں سے گزرنا ہوتا ہے اور وہی زندگی ہوتی ہے۔ کیونکہ موت کی کوئی آرزو میرے سینے میں نہیں ہے'......... مرنا نہیں چاہتا تو پھر زندگی کے لیے جدوجہد کرنا ضروری ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سی شخصیت ہے جس کی نگاہوں میں میری بھی اہمیت ہے' مجھ جیسے ناکارہ انسان کی۔ جس نے ابھی تک اس دنیا میں کوئی کام نہیں کیا۔ کھوج تو......... لگتا ہے اس کا اور یہ کام بے حد ضروری بھی ہے لیکن اپنے طور پر سب سے پہلا کام یہی کرنا ہے کہ کہیں نہ کہیں سے زندگی کا آغاز پھر سے کیا جائے اور زندگی کا صحیح آغاز تو وہ ہوگا' جب میں اپنے پر اعتماد قدم کہیں رکھوں گا اور وہاں سے اپنے آپ کو شروع کروں گا۔ ساحل پر بیٹھے بیٹھے نہ جانے کتنے منصوبے میں نے اپنے ذہن میں بنائے اور سب سے پہلی بات پر میں جو اپنے آپ سے متفق ہوا۔ وہ یہ تھی کہ اب ماں باپ کی تلاش کا سلسلہ ترک کردیا جائے۔ پہلے زندگی کو ایک نہج پر لانا اور ایک مقام کا تعین کرلینا ضروری ہے۔ باقی وقت ملا تو اس سلسلے میں بھی کام کرلیا جائے گا۔ شاید لوگ یہ سوچتے ہوں گے کہ میں ماں باپ کی تلاش میں بھٹکتا ہوا اور اپنی شناخت کی تلاش میں سرگرداں رہ کر کسی ٹھوس عمل سے دور رہ جاؤں گا۔ ہو سکتا ہے یہی ان کا منصوبہ ہو' ویسے بات یہی......... مزے دار ہے کہ ان کی ساری منصوبہ بندیوں کو ناکام بنایا جائے۔

میں خاموشی سے سمندر کے کنارے بیٹھا سمندر کو دیکھتا رہا' پھر مجھے کچھ آہٹیں سنائی دیں۔ ساحل سے تھوڑے تھوڑے فاصلے پر دوسرے لوگ بھی موجود تھے۔ یہ چار افراد بھی شاید دیر سے پانی میں نہا رہے تھے یا شاید میں نے ان پر غور نہیں کیا تھا۔ بہرحال یہ آہٹیں مجھ سے بالکل قریب پہنچ گئی تھیں۔ ان میں سے ایک نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"کیا کر رہا ہے یہاں تو؟"

میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ بگڑی ہوئی شکل کا خطرناک آدمی تھا۔ مجھے حیرت ہوئی۔ میں نے تعجب سے کہا۔ "بیٹھا ہوا ہوں' کیوں؟"

"بہت دیر سے تو یہاں بیٹھا لڑکیوں کو گھور رہا ہے۔" اس نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور میری نگاہیں اس جانب اٹھ گئیں۔

کچھ رنگین لباس نظر آئے تھے جو پانی میں اٹھکیلیاں کر رہے تھے۔ میں نے تلخ نگاہوں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "نہیں' تمہارے متوجہ کرنے پر میں نے اس جانب دیکھا ہے' ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"بڑا شریف زادہ ہے تو۔" دوسرے آدمی نے کہا۔

"ہوں تو سہی' تمہیں اعتراض ہے۔" میں نے اپنی جگہ سے کھڑے ہو کر کہا۔

"زبان درازی کرتا ہے۔" ان میں سے تیسرے نے ایک زوردار گھونسا میرے جبڑے پر رسید کر دیا۔ یہ سوچنے میں مجھے کوئی دقت نہ ہوئی کہ وہ لوگ مجھ سے زبردستی کا جھگڑا مول لینا چاہتے ہیں اور اب فیصلہ کرنا تھا کہ کیا ہونا چاہیے۔ میں نے چاروں طرف دیکھا۔ وہ اس انداز میں میرے چاروں طرف کھڑے ہو گئے تھے' جیسے مجھے بھاگنے کا موقع نہ دینا چاہتے ہوں۔

میں نے ان سے کہا۔ "دوستو! دل میں کیا ہے؟"

"بہت زیادہ بننے کی کوشش کر رہا ہے' چار دن کا چھوکرا اور انداز گفتگو دیکھو۔"

"مار کھانا چاہتے ہو میرے ہاتھوں سے؟" میں نے کہا اور اس بات پر وہ چاروں ہی چڑ گئے۔ چنانچہ ان چاروں نے مجھ پر یلغار کی تھی۔ میں انتہائی پھرتی سے ان کے نرغے سے نکل گیا لیکن عقب سے آنے والے پانچویں آدمی نے میری پنڈلی پر ایک زوردار ٹھوکر لگائی اور اس ٹھوکر نے مجھے لنگڑا دیا۔ دوسرے لمحے ان میں سے ایک کا ہاتھ میری گدی پر پڑا اور میں زمین پر گر پڑا۔ یہ پیچھے سے آنے والا بھی ان کا ساتھی ہی تھا لیکن میں ان سے خوف زدہ نہ ہوا۔ زمین پر لیٹ کر میں نے دونوں لاتوں کو چلایا اور یہ لاتیں کافی کارگر ہوئیں۔ ان میں سے دو تو اپنے پیٹ پکڑے ہوئے پیچھے ہٹ گئے تھے۔ میں نے ہاتھ ایک کو ٹکائے اور دونوں پاؤں بالکل ہی اٹھا کر عقب میں کھڑے ہوئے ایک آدمی کے منہ پر مارے لیکن ابھی سیدھا نہیں ہوا تھا......... کہ سامنے سے آکر ایک نے میرے پاؤں

پکڑ لیے اور مجھے الٹا کر دیا۔ پانچ آدمی مجھ سے بیک وقت لڑ رہے تھے۔ اب اتنا سپرمین بھی نہیں تھا کہ میں ان پانچوں کو زیر کر لیتا۔ تاہم اس تنہا آدمی کی حیثیت سے ان سے مقابلہ کرنے لگا۔ جو زیادہ مشکلات میں گھر کر نڈر ہو جاتا ہے' پھر ان میں سے ایک نے میرے سر پر ایک زور دار ضرب لگائی اور میں چکرا کر گرا.......... لیکن زمین پر گرنے کی بجائے میں سیدھا کھڑا ہو گیا تھا۔ میرے اندر جوش و جنون نے میری ہر تکلیف کو دور کر دیا تھا۔ وہ لوگ چونک سے پڑے۔ دفعتاً ہی میں نے ان میں سے ایک کے پیٹ میں لات رسید کی اور پھر میرا زور دار گھونسا ان میں سے دوسرے کے جبڑے پر پڑا۔ دو افراد جو میرے بالکل قریب تھے' میں نے ان کے بال پکڑ کر ان کے سر آپس میں ٹکرا دیے اور ان چاروں کی حالت خراب ہو گئی۔ تھوڑے فاصلے پر میں ایک جیپ آتے دیکھ رہا تھا۔ جو ہماری طرف بڑھتی چلی آ رہی تھی۔ پانچواں آدمی میرے عقب میں پہنچا لیکن میں اس سے بھی غافل نہیں تھا۔ جونہی میں نے محسوس کیا کہ وہ میری پشت سے بالکل قریب ہے' میں نے اپنا سر بالکل پیچھے کیا اور میرا سر اس کی ٹھوڑی پر لگا۔ اس کے حلق سے ایک آواز نکل گئی تھی۔ پھر ان پانچوں نے کچاچا کر مجھ پر حملہ کیا اور تقریباً پانچوں ہی نے مجھے جکڑ لیا۔

جو جیپ قریب آئی تھی اس سے ایک لحیم شحیم قد آور آدمی نیچے اترا اور اس نے غرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "او خنزیر کا بچہ! او کتے کا تخم' پانچ پانچ آدمی ایک بچے سے لڑتا پڑا' ٹھہر میں تمہارا چٹنی بناتا' ابی ہٹو پیچھے' ورنہ خدا کا قسم' تم پانچوں کو گولی مار دے گا۔" لحیم شحیم آدمی نے جیب سے ریوالور نکال لیا اور ریوالور دیکھتے ہی وہ پانچوں سر پر پیر رکھ کر بھاگ گئے۔ لحیم شحیم آدمی نے خونی نگاہوں سے انھیں دیکھتے ہوئے کہا۔ "کتے کا بچہ' اکیلے آدمی کو مارتا ہے' او جوان' او خاناں' تو نے ان سب کا خانہ خراب کر دیا' ابی میں تیرے کو ان سے لڑتے ہوئے دیکھتا تھا۔ خدا کا قسم' مرد کا بچہ معلوم ہوتی ہے۔" آنے والا پٹھان تھا اور بگڑی ہوئی اردو بول رہا تھا۔ سرخ و سفید چہرے کا مالک' بڑی بڑی روشن آنکھیں' واسکٹ اور شلوار قمیص میں ملبوس وہ دیو قامت نظر آتا تھا۔ میں بھاگنے والوں کو دیکھتا رہا۔ خان نے آگے بڑھ کر میرے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"کس مرد کا بچہ ہے تو' کیا نام ہے تیرا؟"

"فیصل ہے میرا نام خان صاحب۔"

"ابی کاہے کو لڑتا تھا یہ کتا لوگ؟"

"کوئی بات نہیں تھی۔ یوں لگتا ہے جیسے ان کا لڑنے کو جی چاہ رہا تھا' کسی کو مارنا چاہتے تھے' نظر میں آ گیا' میں تو خاموش یہاں بیٹھا سمندر دیکھ رہا تھا۔"

"آؤ آؤ' تمہارا چوٹ لگا ہے' اب خون بھی نکلتا پڑا ہے' چلو میں تمہارے کو ڈاکٹر کا پاس لے چلوں۔"

"نہیں خان صاحب شکریہ۔"

"اے خدائی خوار دیکھو' یہ شکریہ نکریہ جو ہوتا ہے نا' یہ دوسرے کو ذلیل کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ میں تمہارا دوست ہے' تم میرے کو ذلیل کرتا ہے۔"

"نہیں خان صاحب' ایسی کوئی بات نہیں۔"

"تو پھر آؤ بیٹھو میرے ساتھ گاڑی میں۔" خان صاحب نے کہا اور میں بلاوجہ ہی آگے بڑھ کر ان کے ساتھ جیپ میں بیٹھ گیا۔

"تم ان لوگ کو پہچانتا ہے' ابی ہم ان کا پولیس میں رپورٹ کرائے گا' سب کو پکڑوائے گا۔"

"نہیں خان صاحب! میں کسی کو نہیں پہچانتا' بس یہاں بیٹھا ہوا تھا کہ یہ زبردستی مجھ پر نازل ہو گئے۔"

"ابی یہ دوبارہ نظر آئے گا تو ہم ان کو گولی مارے گا' خدا قسم چھوڑے گا نہیں۔" خان صاحب نے کہا اور میں نے ممنون نگاہوں سے اس بلاوجہ احسان کرنے والے کو دیکھا۔ خان صاحب نے کہا۔

"ابی بتاؤ کدر کدر چوٹ لگا' میں ڈاکٹر کے پاس لے چلتی۔"

"خان صاحب! کوئی ایسی چوٹ نہیں لگی ہے' جس کے لیے مجھے ڈاکٹر تک جانا پڑے۔ سب گھونسوں اور لاتوں سے مار رہے تھے وہ لوگ' یہ ذرا سا خون نکل آیا ہے شاید ہونٹ کٹ گیا ہے اور کوئی بات نہیں ہے۔"

"ابی خو ادر آؤ چائے پلائے تمہارے کو۔" خان صاحب نے کہا اور اس کے بعد مجھے لیے ہوئے پلے لینڈ ہوٹل میں پہنچ گئے۔ اس دوران میں نے اپنا خون صاف کر لیا تھا۔ بدن پر تھوڑی بہت ریت بھی پڑ گئی تھی جسے میں نے صاف کر لیا۔ خان صاحب نے

میرے لیے کرسی گھسیٹی اور میں بیٹھ گیا۔ خان صاحب خود بھی بیٹھ گئے اور پھر انھوں نے ویٹر کو بلا کر کہا۔

"خو چائے لاؤ اور چائے کے ساتھ دوسرا چیز بھی لاؤ۔ ابی ہمارا بائی کا خاطر کرو۔"

ویٹر گردن جھکا کر چلا گیا۔

چائے دیگر لوازمات کے ساتھ آگئی۔ "کاؤ' کاؤ......... یہ سب کاؤ' یہ سب تمہارے کو ختم کرنا ہے۔ میں نے ابھی تھوڑی دیر پہلے روٹی کھایا۔" خان صاحب نے کہا اور چائے کے برتن اپنے سامنے گھسیٹ کر چائے بنانے لگے۔ بہرحال میں نے ان کی خواہش پر ایک پیٹیز نکال لی اور اسے کھانے لگا۔

"کدر رہتا برادر؟"

"بس خان صاحب ایک ہوٹل میں رہتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"ہوٹل میں کدر' بار سے آیا' ٹورسٹ ہے۔" خان صاحب نے سوال کیا اور میں ہنس پڑا۔

"ہاں ٹورسٹ ہوں لیکن اس پوری دنیا کا اپنے شہر کا' اپنے ملک کا۔"

"دیکھو بائی خان کا دماغ موٹا ہوتا ہے' ابی گہرا گہرا بات نہیں سمجھ سکتا صاف بولو۔"

"آپ نے بات ہی اتنی دلچسپ کہہ دی خان صاحب' آپ نے کہا میں ٹورسٹ ہوں' یہ سچ ہے کہ میں ٹورسٹ ہی ہوں" جگہ جگہ کی سیاحت کر رہا ہوں لیکن ابھی اپنے شہر ہی میں۔"

"ہوٹل میں کائے کو رہتا؟"

"اس لیے کہ کوئی گھر نہیں ہے۔"

===☆☆☆===

"او خدائی خوار ابی تو تمارا عمر بھی بہت چھوٹا ہے' ماں باپ کدر ہے تمارا؟"

"نہیں ہے خان صاحب۔"

"اوئے چاچا' اب ام سمجھا......... کیا کام کرتا ہے؟"

"ابھی کوئی کام بھی نہیں کرتا۔"

"ہوں" ایک بات بولے تم سے؟"

"میرا ایک چھوٹا بھائی تا ابی ملک میں رہتا تھا اس کو شیر نے ہلاک کر دیا' وہ مر گیا اور تمارا عمر اس کا برابر ہے اور میں تمارے کو چھوٹا بائی بولا تم میرے کو بڑا بائی بولے گا۔"

"میں آپ کو بڑا بھائی بول چکا ہوں خان صاحب۔"

"دیکھو' ام پٹھان لوگ ہے امارے ہاں ایک قاعدہ ہوتا ہے برادر' وہ یہ کہ جو زبان سے بولتا ہے وہ کرکے دکھاتا ہے۔ ابی تم میرے کو بڑا بائی بولا اگر اس سے گردن موڑا تو میں تمارا گردن توڑ دے گی' سمجھا؟"

میں ہنس پڑا تھا۔ میں نے کہا۔ "نہیں خان صاحب' آپ نے میرے اوپر احسان بھی کیا ہے' مجھے ان لوگوں سے بچایا بھی ہے' آپ کو میں ایک بڑے بھائی کا درجہ دے سکتا ہوں۔"

"اور ام تم کو چوٹا بائی بولا برادر بولا اور برادر جب بے سہارا ہو تو بڑے بائی سے بڑا سہارا اور کوئی نہیں ہوتا اس کا انکار کرے گا تم.........؟"

"میں سمجھا نہیں خان صاحب۔"

"تم امارا ساتھ رہے گا۔ امارا ڈیرہ ہے ملیر میں' یہاں سے واپس چلتے ہوئے ام ہوٹل سے تمارا سامان لے لے گا اگر کوئی کام نہیں کرتا تو اور اللہ کا فضل ہے۔ بہت سا بس ہے بہت سا گاڑی ہے' تم امارے ساتھ ان سب کا نگرانی کرے گا۔"

"آپ عجیب نہیں ہے خان صاحب' ساحل سمندر پر پڑے ہوئے ایک پتھر کو اٹھا کر اپنے گھر لے جا رہے ہیں' جس میں کوئی خوبی نہیں ہے۔"

"خوچہ انسان اور پتھر میں فرق او تا اے' بائی کیسا بات بولتا یار میں پتھر کو نہیں اٹھا کر لے جاتی ایک مرد کا بچے کو اٹھا لے جاتی جو پانچ آدمیوں کو تڑ تڑ کر کے مارتی' اسے سمجھا ابی یار بلاوجہ میرے کو بوت سارا علم مت سکاؤ' بس تم میرے ساتھ چلو۔"

بات کچھ عجیب اور فطرت انسانی سے ہٹی ہوئی تھی۔ پانچ آدمیوں کو کسی ایک پر ظلم کرتے دیکھ کر ترس آسکتا ہے کوئی غیور انسان اس کی مدد کر سکتا ہے لیکن اس کے بعد اسے اتنی بڑی پیش کش کرنا کچھ عجیب ہی سا لگتا تھا۔ میں ایک لمحے تک کش مکش کا شکار رہا اور دوسرے لمحے میرے ذہن میں ایک اور تصور ابھرا دو باتیں تھیں۔ ایک یہ سادہ دل انسان جو کچھ کہہ رہا ہے' اس کا تعلق انسانیت کی سچائیوں اور گہرائیوں سے ہے تو ان کی بات مان لینے میں مجھے فوری فائدہ یہ تھا کہ ایک ٹھکانا بھی مل رہا تھا اور ہو سکتا ہے کوئی ایسا کام بھی مل جائے جو میرے لیے کرلینا ممکن ہو اور فی الحال مجھے ہر قیمت پر ایک ٹھکانہ اور روزگار درکار تھا تاکہ میری کچھ آمدنی ہو اور آگے بڑھنے کا موقع مل سکے۔ اس کے ساتھ ساتھ دوسری بات یہ بھی تھی کہ اگر اس خان کی مجھ پر توجہ کسی مقصد کے تحت ہے تو وہ مقصد بھی سامنے آجائے گا اور پھر بہت زیادہ احتیاط' بہت زیادہ حماقت کی نشانی ہوتی ہے۔ یہ الفاظ کسی مفکر کے تھے جو نازاں باجی نے مجھے پڑھائے تھے پھر کچھ دیر کے بعد میں اس کے ساتھ اس کی جیپ میں بیٹھ کر چل پڑا۔ کلفٹن کا علاقہ عبور کرنے کے بعد ہم نگار ہوٹل پہنچے۔ یہاں سے میں نے اپنا سامان ساتھ لیا اور ایک بار پھر خان کے ساتھ جیپ میں آبیٹھا۔ راستے میں خان نے صدر سے کچھ خریداری کی اور اس کے بعد ایک لمبا فاصلہ طے کر کے ملیر کے ایک ایسے علاقے میں پہنچ گیا جہاں باغات وغیرہ پھیلے ہوئے تھے۔ ایک سرسبز جگہ خان کا ڈیرہ تھا یہاں چند ٹرک کھڑے ہوئے تھے۔ ایک دو میکینک ٹرکوں کے نیچے گھسے ہوئے کام کر رہے تھے۔ اسپیئر پارٹس وغیرہ بکھرے ہوئے تھے۔ ڈیرہ خاص قسم کا

بنا ہوا تھا۔ بڑا سا وسیع احاطہ اور اس کے بعد اندرونی حصہ جہاں کمرے بنائے گئے تھے' احاطے میں کچھ اور لوگ بھی موجود تھے جو پٹھان ہی تھے۔ رستم خان کے سامنے سب مودب ہو گئے۔

رستم خان میری کلائی اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے تھا۔ صحن میں کھڑے ہو کر اس نے کہا۔ "بائی لوگ سنو! یہ فیصل ہے اپنا چوٹا بائی اور اپنا چوٹا بائی تم لوگ کابی بائی کیا سمجھا' اس کا خیال کرنا۔ خدا قسم اس کو شکایت نئیں ہونا چاہیے۔" رستم خان نے کہا اور اس کے بعد مجھے ساتھ لیے ہوئے اندرونی حصے میں پہنچ گیا پھر اس نے ایک کمرے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "دیکھو فیصل اوہ تمارا کمرہ ہے' ابی ہم تمارا آرام کا بندوبست کرے گا' جو چیز تم کو چاہیے گا وہ ام دے گا۔ بعد میں تم کو بولے گا کہ تم کو امارے ساتھ کیا کام کرنا اے۔"

میں نے ٹھنڈی سانس لے کر گردن ہلا دی تھی۔ ڈیفنس سے ملیر تک کا یہ فاصلہ جن جن مراحل سے گزر کر طے ہوا تھا وہ ناقابل فراموش تھے۔ بے چارے پیرو سے کہہ کر آیا تھا کہ کچھ وقت اس کے ساتھ گزاروں گا لیکن ایک تجربہ اور ہوا تھا' زبان سے نکلی ہوئی بات پائیدار نہیں ہوتی۔ بہت سے فیصلے تقدیر کرتی ہے سوائے چند فیصلوں کے جو خود کیے جاتے ہیں' باقی سب تقدیر ہی کا کام ہوتا ہے۔ جس کمرے میں مجھے منتقل کیا گیا وہ کشادہ تھا۔ وہاں ایک بستر بھی پڑا ہوا تھا اور ضروریات زندگی کی کچھ دوسری اشیاء بھی' میں نے کمرے کی صفائی وغیرہ کی اور اس کے بعد وہاں سے باہر نکل آیا۔ لوگ مختلف کاموں میں مصروف تھے۔ رستم خان نظر نہیں آرہا تھا۔ میں احاطے سے باہر نکل کر ٹرکوں وغیرہ کا جائزہ لینے لگا۔ میکینک بدستور کاموں میں مصروف تھے اور سب لوگ ادھر سے ادھر آجا رہے تھے۔ ان میں سے ایک خان نے مجھے اشارہ کیا اور میں اس کے قریب پہنچ گیا......... خان کے پاس نیلے رنگ کی ایک کیتلی میں چائے رکھی ہوئی تھی اور چھوٹی چھوٹی کچھ پیالیاں بھی تھیں۔ اس نے مجھے جلدی سے ایک کرسی لا کر بیٹھنے کی پیش کش کی اور بولا۔

"کوچہ بیٹو فیصل خان چینک پیو۔"

میں نے اعتراض نہیں کیا تھا۔ چائے کی ایک پیالی پینے کے بعد میں نے اس سے

پوچھا۔ "تم سب لوگ رستم خان کے آدمی ہو؟"

"ہاں، ہم سب ادر رہتا، میرا نام غلام خان ہے اور سارا لوگ کا نام تم کو بتائے گا۔ رستم خان تمہیں بائی بولی، ہم بھی تمارا بائی ہے، ابی تم کو اور کوئی چیز کی ضرورت ہو فیصل بائی تو امارے کو بے دھڑک بولو۔"

"رستم خان شاید کہیں چلا گیا ہے؟"

"ہاں وہ مصروف رہتا ہے۔" خان نے جواب دیا۔ بہرطور شام تک رستم خان واپس نہیں آیا تھا۔ رات کو اس وقت جب مغرب کی اذان ہوئی تو سارے کام بند ہوگئے اور لوگ اپنے اپنے لباس وغیرہ تبدیل کرکے احاطے میں جمع ہوگئے۔ اجتماعی چائے کی محفل چلی اور وہ لوگ ہنسی مذاق کرتے رہے۔ ایک ٹیپ ریکارڈر پر پشتو لوک دھن کا کیسٹ لگا دیا گیا اور دو آدمی رقص کرنے لگے اچھی خاصی ہلے گلے کی محفل ہوگئی تھی۔ میں بھی ان کے درمیان بیٹھا ہوا تھا اور مجھے ذرا بھی اجنبیت کا احساس نہیں ہو رہا تھا یہ سارے کے سارے لوگ تو واقعی بہت اچھے معلوم ہو رہے تھے۔ رات کو نو ساڑھے نو بجے تک یہ ہنگامہ خیزیاں جاری رہیں اور اس کے بعد کھانا تقسیم ہوگیا۔ کھانا بھی شاید یہاں اجتماعی طور پر ہی ہوتا تھا۔ سولہ سترہ افراد تھے۔ سب نے وہیں، احاطے کے اندر زمین پر دری وغیرہ بچھائی اور موٹی موٹی پتلی روٹیاں اور بھنا ہوا گوشت مع پیاز کے تقسیم ہوگیا اور سب لوگ کھانے میں مصروف ہوگئے۔ بہرحال زندگی کی یہ تبدیلی مجھے بھی بہت خوشگوار لگی تھی۔ کھانے وغیرہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد سب منتشر ہوگئے۔ ان سب کے اپنے اپنے ٹھکانے تھے، مجھے جو کمرہ بتا دیا گیا تھا، میں اسی میں آگیا اور یہ رات پچھلے دنوں کی نسبت کافی پرسکون گزری البتہ کچھ لوگ یاد آئے، غزنوی صاحب کا طرز گفتگو یاد آیا۔ میں نے کچھ لوگوں کے جو قرض اپنے آپ پر لے لیے تھے ان میں نمبرایک تو وہ اے ایس آئی تھا جس نے مجھے گالیاں بکی تھیں اور جس سے میں نے کہا تھا کہ اسے ان گالیوں کا حساب دینا ہوگا۔ نمبردو غزنوی صاحب تھے جن سے میں نے کہا تھا کہ میں اپنی چھت کے نیچے ان کے سامنے اپنے پسندیدہ الفاظ ادا کروں گا اور بھی کچھ کردار تھے جن کے ساتھ اچھے برے واقعات میرے ذہن میں جمع ہوگئے تھے۔ غرضیکہ زندگی ابھی بے ترتیب تھی اور اس کی ترتیب کرنے کے لیے مجھے کیسی کیسی مشکلات سے گزرنا تھا، یہ میں اچھی طرح

جانتا تھا۔

صبح کو جاگا تو اڈے کے باہر کچھ غیر معمولی گہما گہمی نظر آئی باہر نکل کر دیکھا تو بارہ تیرہ ٹرک کھڑے ہوئے تھے اور ان کے گرد ان کا اسٹاف موجود تھا۔ رستم خان بھی نظر آیا تھا۔ وہ ان سب کو ہدایات دے رہا تھا۔ اس نے مجھے دیکھا اور پھر ہاتھ ہلا کر بولا۔

"اوئے فیصل خاناں ادر آجاؤ۔" میں اس کے پاس پہنچ گیا تو رستم خان نے مجھے ٹرکوں کی طرف اشارہ کرکے کہا۔ "ابھی یہ سب امرا ٹرک ہے اور یہ لوڈنگ کرکے ادر سے پشاور، پنڈی، فیصل آباد اور دوسرے شہروں میں جائے گا یہ ادر ہمارا ڈیرہ ہے، رات کو جو ٹرک آجاتا ہے اور خالی ہو جاتا ہے وہ ادر آجاتا ہے، حساب کتاب کرتا ہے اور اس کے بعد لوڈنگ پر چلا جاتا ہے۔ سنو فیصل! ام تمارے کو کچھ کام دے گا ابی تمہیں ان کام کا نگرانی کرنا ہوگا۔"

"میں تو دل سے یہی چاہتا ہوں کہ مجھے کوئی کام دیا جائے۔"

"او یار چری تلے دم تو لو ابی تمارے کو کام دیں گے پہلے تم یہ بتاؤ تھوڑا پڑا ہے تم میرا مطب ہے حساب کتاب کر سکتا ہے؟"

"اچھی طرح خان صاحب۔"

"زندہ باد پیر ایسا کرو، ابی ایک ٹرک میں بیٹھ جاؤ، اڈے پر چلتا اے ادر بھی امارا بوت بڑا دفتر ہے ادر جاکر تم ان ٹرکوں پر لوڈنگ کا حساب کرنا۔ دوسرا آدمی بھی کام کرتا اے پر جو کام ام تم کو دے گا وہ الگ کام ہوگا۔"

میں خلوص دل سے تیار ہوگیا، ناشتہ کیا گیا اور اس کے بعد میں ایک ٹرک میں بیٹھ کر ٹرکوں کے اڈے پر پہنچ گیا۔ بڑا رش تھا یہاں سامان کے انبار لگے تھے۔ رستم خان نے مجھے بتایا کہ جو سامان ٹرک پر لوڈ کیا جائے اس کی ایک فہرست کاغذات کے مطابق تیار کرلی جائے، اس نے ایک آدمی کو میرے سپرد کیا جو مجھے یہ فہرست سکھانے لگا ہر جگہ کے ٹرک کا سامان الگ الگ تھا اور ان ٹرکوں پر لوڈ ہونے والے تمام سامان کی تفصیلات کمپنیوں کے نام کے ساتھ ان کاغذات میں درج کرنا ہوتی تھی۔ میرے لیے یہ کام بالکل مشکل ثابت نہ ہوا اور میں برق رفتاری سے یہ سارا کام کرانے لگا مزدور سامان اٹھا اٹھا کر ٹرک میں لوڈ کرتے جارہے تھے اور میں ان کی تمام تر تفصیلات بناتا جارہا تھا۔ جب پانچ ٹرک لوڈ ہو چکے

تو رستم خان نے مجھ سے وہ فہرست طلب کی اور اسے دیکھتا ہوا بولا۔

"او خدائی خار تم تو بڑے کام کا آدمی نکلا' ہم کو تو ٹرینڈ آدمی مل گیا۔ ابی امارے کو ایسا ایک آدمی کا سخت ضرورت تھا۔ اب تو تم سمجھ لو کہ تم کام کا آدمی ہے اور ادر مفت خوری نہیں کرتا۔"

"ہاں رستم خان! میں مفت خوری کرنا بھی نہیں چاہتا۔"

"اوئے کوئی مرد کا بچہ مفت خوری نئیں کرتا۔ ابی تم دیکھو ہم تم کو کیا سے کیا بنا دیتا ہے۔" رستم خان نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تم جو کام بھی میرے سپرد کرو گے میں اسے اچھی طرح سرانجام دوں گا۔"

"میرے کو یقین ہے یارا' میں نے تیرے کو دیکھ لیا' ابی ایک بات بولوں' تیرے کو گاڑی چلانا آتا۔"

"زیادہ نہیں۔"

"کوئی بات نہیں سیکھ جائے گا اور تیرے کو دوسرا بات بولے۔ یارا! تو میرے کو رستم خان نہیں" بائی جان بول خدا کا قسم میرے کو بہت اچھا لگے گا۔"

"ٹھیک ہے' میں آج سے تمہیں بھائی جان کہوں گا۔" میں نے کہا اور رستم خان مسکرانے لگا۔

زندگی کا یہ نیا رنگ غیر دلچسپ نہیں تھا۔ رستم خان کا ڈیرہ' میرا معمول جو مجھے پسند تھا یہاں کی سادہ سادہ زندگی' یہ سب کچھ بہترین تھا۔ کوئی ایسی بات نہ ہوئی تھی جو باعث پریشان ہوتی۔ دن بھر مصروف رہنے کے بعد ناچ رنگ کی محفل ہوتی۔

نو دن گزر گئے مگر میں نے زندگی کے اسی رنگ کو آخری نہیں سمجھ لیا تھا۔ میرا نام فیصل تھا اور میری زندگی کا مقصد کچھ اور۔ اس مقصد کو فراموش نہیں کر سکتا تھا' البتہ اب کوئی میرا تعاقب نہیں کرتا تھا۔ اور کوئی خاص بات بھی نہیں تھی۔ دسویں دن میں رستم خان کے آفس میں بیٹھا تھا۔ چار ٹرک لوڈ ہو کر جا چکے تھے اور کوئی ٹرک اس وقت نہیں تھا۔ مجھے سامنے فون رکھا نظر آیا تو مجھے الیاس بھائی یاد آ گئے اور میں نے فون آگے گھسیٹ لیا۔ نمبر ڈائل کر کے ریسیور کان سے لگا لیا۔

"ہیلو۔" دوسری طرف سے بھابی کی آواز سنائی دی۔

"بھابی کا دیور بول رہا ہے۔"

"فیصل!" بھابی کی آواز کی لرزش فون پر بھی نمایاں تھی۔

"خیریت ہے نا بھابی؟"

"ہاں' تم بتاؤ' کہاں سے بول رہے ہو' خیریت سے تو ہو نا؟"

"بالکل ٹھیک ہوں' نازاں باجی اور بھائی جان کے بارے میں بتائیے۔"

"سب ٹھیک ہیں' اتنے دن فون کیوں نہ کیا؟"

"بس بھابی مناسب نہیں سمجھا تھا۔ بات میری نہیں آپ کی ہے وہ گھر میرا' میرے لیے بہت مقدس ہے بھابی' میں اسے ہر میلی نگاہ سے پاک رکھنا چاہتا ہوں اور اس وقت مری اس سے زیادہ سے زیادہ دوری ہی مناسب ہے۔"

"ہم بہت زخمی ہیں فیصل' تمہاری یاد ایک لمحہ بھی ساتھ نہیں چھوڑتی' ہمیں اپنی بے بسی پر غصہ آتا ہے۔"

"بے بسی کے کچھ لمحات ہوتے ہیں بھابی۔ آنے والا کل ان لوگوں کے لیے بے بسی کے لمحات لائے گا جو آج ہماری......... بے بسی کا باعث ہیں۔"

"کوئی مشکل تو درپیش نہیں ہے تمہیں؟"

"ذرہ برابر نہیں۔"

"پیسے تو ختم ہو گئے ہوں گے؟"

"نہیں کچھ زیادہ ہی ہو گئے ہیں' کام کر رہا ہوں میں۔"

"کیا کام کر رہے ہو؟"

"کوئی ایسا کام نہیں جو گھٹیا ہو۔"

"تمہارے بھائی جان کئی بار تمہاری تلاش میں ایسی جگہوں پر گئے ہیں جہاں گاڑیاں غیرہ دھوئی جاتی ہیں' تم وہاں نہیں ملے۔"

"وہ پرانی بات ہے بھابی۔ نازاں باجی نے مختصر سے وقت میں جو خزانہ میرے سینے میں دفن کر دیا ہے اسے میں تمام عمر خرچ کر سکتا ہوں۔ میری مستقبل کی معمار سے کہہ دیجئے گا اس کا خزانہ میں اتنا وسیع کر دوں گا کہ اس کے گرد روشنیوں کے سوا اور کچھ نہ ہوگا' کوئی اور بات تو نہیں ہوئی؟"

"نہیں بالکل نہیں۔"

"ویری گڈ' گویا ہمارے دشمن مطمئن ہیں۔"

"خدا جانے کب آؤ گے؟"

"آج بھی آسکتا ہوں لیکن کچھ انتظار کرلیں بھائی۔"

"بول کہاں سے رہے ہو؟"

"ملوں گا تو بتاؤں گا۔"

"کسی طرح موقع نکال کر آجاؤ' چاہے تھوڑی دیر کے لیے سہی۔"

"کل آٹھ بجے آؤں گا۔"

"انتظار کریں گے ہم لوگ۔"

"اوکے بھائی' ضرور آؤں گا لیکن دیواروں کے راستے۔ ابھی ان دیواروں کو قائم رہنا چاہیے۔" میں نے سلام کرکے فون بند کردیا۔ بھائی سے گفتگو کرکے دل کو بڑا سکون محسوس ہوا تھا۔ بہرحال وہ دن گزارا' شام کے معمولات جوں کے توں تھے یہاں سبھی سے دوستی ہوگئی تھی۔ ویسے بھی سب اچھے لوگ تھے۔ ہنس مکھ' خوش مزاج مالی طور پر مطمئن اور پھر چونکہ رستم خان نے مجھے اپنا بھائی کہہ کر یہاں متعارف کرایا تھا' اس لئے سب میرا خیال رکھتے تھے رستم خان بھی روزانہ ہی آتا تھا اور میری ضرورتوں کے بارے میں پوچھتا رہتا تھا اس کا رویہ بہت اچھا تھا۔

دوسرے دن صبح میں نے رستم خان سے کہا۔ "وہ بھائی جان آج شام میں ذرا جانا چاہتا ہوں۔"

"ضرور جاؤ مگر کدر جائے گا۔"

"کچھ دوست ہیں ان سے ملنے۔"

"ضرور جاؤ مگر کچھ دشمن بھی ہے تمہارا' ان کا خیال کرنا۔"

"ہاں خیال رکھوں گا۔"

"کدر رہتا ہے تمہارا دوست۔"

"مسلم لیگ کوارٹر۔"

"میرا جیپ سے جانا۔" رستم خان نے کہا۔

"نہیں بھائی جان' میں ٹھیک سے گاڑی چلانا نہیں جانتا۔"

"اوکے خدائی خوار' تو سیکھو نا یارا' ابی ام تمارے بارے میں دوسرا بات سوچتا۔"

"کیا؟"

"او برادر! تم ہمارا بھائی ہے' منشی نہیں ہے۔ ابی تم اپنی خوشی سے یہ کام کرتا مگر ام خوش نئیں اے' ام تمہارے واسطے دوسرا بات سوچتا۔"

"وہ کیا بھائی جان؟"

"احمد خان کو بول دے گا کل' وہ تمہیں ڈرائیونگ سکھائے گا۔ ام تمارا لائسنس نکلوا دے گا پھر تم ٹور کرو پیسا کماؤ۔ دیکھو برادر! اس دنیا میں پیسے کا عزت ہے انسان کا نہیں۔ چلو چھوڑو کل تم اپنا دوست لوگ کو ملنے جاؤ' پرسوں سے تمارا دوسرا کام چالو ہوگا۔ ایک بات بولے تم کو مانے گا؟"

"ضرور مانوں گا بھائی جان۔"

"اپنا دوست سے ملنے جاؤ' اس کو بولو تم آرام سے رہتا ہے کام کرتا ہے' عزت سے روٹی کماتا ہے' سارا بات کسی کو مت بتاؤ۔ امارے بارے میں کسی کو مت بتاؤ' اپنا راز دوسرے کو دینا اچھا نہیں ہوتا۔ دوست سب سے خطرناک دشمن ہوتا ہے۔ دشمن تو ہوتا ہی دشمن ہے۔ ابی خدا تم کو عقل دے تو امارا بات ضرور مان لینا۔ کسی کو بتانے کا ضرورت نہیں کہ تم کہاں رہتا ہے کیا کرتا ہے' آگے تمہارا مرضی۔"

"ٹھیک ہے میں آپ کی بات ضرور مانوں گا بھائی جان۔"

"زندہ باد فیصل خان اور سنو' احمد خان کو ساتھ لے جانا جیپ میں چلے جانا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے گردن ہلادی۔ خان بہت اچھا انسان تھا حالانکہ زیادہ دن نہیں ہوئے تھے مگر میرے ساتھ بہت اچھا سلوک ہوا تھا اور یقیناً زندگی کافی پرسکون ہوگئی تھی لیکن سینے میں سلگتا ہوا جہنم سرد نہیں ہوا تھا اور نہ اسے سرد ہونا تھا۔

شام کو رستم خان دفتر میں ہی تھا۔ اس نے خود مجھے یاد دلایا تھا۔

"اوئے فیصل خان! اوئے ٹیم دیکھتا کیا ہوا؟ تمارے کو جانا نہیں ہے؟"

"جانا ہے۔"

"تو پھر جاؤ۔ میں احمد خان کو بول دیا' گاڑی تیار ہے ڈیرے جاکر کپڑے بدل لو اور

سنو! یہ رکھ لو پھل اور مٹھائی لے جانا۔" رستم خان نے سو سو کے پانچ نوٹ نکال کر مجھے دیے۔

"میرے پاس پیسے ہیں بھائی جان۔"

"او رئیس زادے! یہ پیسے بھی تیرے ہیں' خرچ کرکے آنا۔ رستم خان کا بھائی بن کر جانا' سمجھا' رکھ لے زیادہ ٹرٹر نہیں کرتے۔" اس نے نوٹ میری جیب میں ٹھونستے ہوئے کہا۔ میں خاموش ہوگیا تھا۔

وقت ابھی کافی تھا۔ احمد خان کے ساتھ چل پڑا۔ ڈیرے جاکر کپڑے بدلے۔ کچھ پریشان ہوا تھا کہ احمد خان ساتھ ہوگا' اس کے ساتھ الیاس بھائی کے گھر جانا مناسب ہوگا یا نہیں لیکن مجبوری تھی پھر بھی کچھ فاصلہ مناسب تھا۔ ساڑھے چھ کے قریب ڈیرے سے چلا تھا۔ راستے میں' میں نے کہا۔

"احمد خان اگر تمہارا دل چاہے تو تم واپس جاسکتے ہو۔ مجھے واپسی میں دس گیارہ یا اس سے بھی کچھ زیادہ وقت ہوجائے گا۔ رستم خان سے کہا تھا میں نے مگر وہ نہیں مانا۔"

"کوئی بات نہیں فیصل بائی' خان بولا بس ٹھیک ہے' اپی بارہ بھی بج جائے کوئی بات نہیں اگر ہم تمہیں چھوڑ دیا تو خان ہمارا بوٹی کھا جائے گا۔ ہم لوگ اس سے جھوٹ نہیں بولتا۔"

"تمہاری مرضی ہے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا ملیر سے چل کر لسبیلہ تک پہنچے۔ ابھی الیاس بھائی کے ہاں جانے میں وقت تھا۔ مجھے شہزادی یاد آئی اور میں نے احمد خان سے یہاں چلنے کے لیے کہا۔ اس دن شاہ زماں سے کافی تلخ گفتگو ہوئی تھی مگر شہزادی کو میں نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ نہ جانے کیوں مجھے یقین تھا کہ وہ میرے بارے میں بہت کچھ جانتی ہے۔ کچھ دیر کے بعد اس عمارت کے سامنے پہنچ گیا اور پھر احمد خان کو رکنے کے لیے کہہ کر میں عمارت میں داخل ہوگیا۔

شہزادی کے فلیٹ پر تالا پڑا ہوا تھا۔ ایک گزرتے ہوئے شخص نے رک کر کہا۔ "شاہ زمان سے ملنا تھا' وہ تو یہ گھر چھوڑ کر چلا گیا۔"

"کب؟"

"ہفتے سے زیادہ ہوگیا۔"

"آپ بتاسکتے ہیں کہاں گیا ہے وہ؟"

"کسی کو بتا کر نہیں گیا۔ دودھ والے اور اخبار والے کا بل بھی نہیں دے کر گیا' وہ بے چارے خود اس کا پتا معلوم کرتے پھر رہے ہیں۔" میں ایک گہری سانس لے کر رہ گیا۔ دل میں خیال آیا تھا کہ یہ برا ہوا' اسے دوبارہ تلاش کرنا مشکل ہوگا۔ بہرحال کیا کیا جاسکتا تھا۔ باہر آیا تو احمد خان نے مجھے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کیا ہوا اتنا جلد آگیا؟"

"جن سے ملنے گیا تھا وہ اب یہاں نہیں رہتے۔"

"اب کدر چلے؟" احمد خان نے پوچھا۔

"آؤ بازار سے کچھ خریداری کرتے ہیں اس کے بعد مسلم لیگ کوارٹر چلیں گے۔" میں نے جواب دیا اور پھر ایک جگہ رک کر میں نے پھل خریدے' مٹھائی بھی خریدی اور جیپ میں بیٹھ کر چل پڑا۔ البتہ مسلم لیگ کوارٹر پہنچ کر میں نے پریشانی سے یہ بات سوچی تھی کہ یہ سب کچھ لے کر میں پچھلی دیوار سے کیسے اندر جاؤں گا اس کے علاوہ احمد خان کا معاملہ بھی تھا پھر یہ بھی سوچا کہ تجربہ کرکے دیکھنا چاہیے کہ میری اس دوبارہ ملاقات کا کیا رد عمل ہوتا ہے۔ آیا صرف مجھے اس گھر سے ہی دور کرنا مقصود تھا یا ان لوگوں سے رابطہ ہی ختم کرانا تھا حالانکہ یہ سب کچھ تشویشناک تھا مگر اب اس کے سوا چارہ کار بھی نہیں تھا جیپ دروازے پر ہی رکی تھی۔ میں نے دروازے پر دستک دی تو نازاں باجی نے دروازہ کھولا۔ مجھے دیکھ کر ان کے حلق سے ایک آواز نکل گئی تھی۔ احمد خان سامان اٹھا کر آگے بڑھا اور بولا۔

"بہن راستہ دو' سامان رکھ دے۔" نازاں باجی بے اختیار پیچھے ہٹ گئی تھیں۔ احمد خان پھر بولا۔ "خوام گاڑی ادھر سے لے جاکر کھڑی کرتا جب جانا چاہو تو آواز دے لینا۔" وہ باہر نکل گیا۔ ان کی لازوال محبت میرے ساتھ تھی۔

"یہ سب کیا ہے؟" انھوں نے پھلوں وغیرہ کی طرف دیکھ کر کہا۔

"کچھ بھی نہیں بھائی جان' براہ کرم اس کے بارے میں کوئی سوال نہ کریں۔"

"خوب! بہرحال ٹھیک ہے اندر آؤ۔"

"فون اس قدر مختصر کرتے ہو کہ کوئی بات ہی نہیں سنتے۔ بھابی نے شکوہ کیا اور میں

ان لوگوں کے ساتھ اندر داخل ہوگیا۔ میں نے اور نازاں باجی نے سامان اٹھالیا تھا۔ بھابی نے کہا۔"

"کیا خیال ہے کھانا لگادوں' بعد میں باتیں کریں گے اور ہاں وہ پٹھان کون ہے اسے کھانا نہیں کھلاؤ گے؟"

"کیوں نہیں' میں کھانے پر اسے بلائے لاتا ہوں' ساتھ کھانا کھائے گا اور پھر باہر چلا جائے گا۔"

"میرے خیال میں رہنے دیں بھائی جان۔"

"آپ اپنا خیال رہنے دیں' چلو تم کھانا لگا دو۔" الیاس بھائی نے کہا اور باہر نکل گئے۔ بھابی باورچی خانے میں چلی گئی تھیں۔

"کیسے ہو فیصل؟" باجی نازاں نے مجھ سے پوچھا۔

"کیسا نظر آرہا ہوں باجی؟"

"میں بہت پریشان ہوں تمہارے لیے۔"

"ایک بات مان لیں گی میری؟"

"کہو۔" انھوں نے اداسی سے کہا۔

"جو کہوں گا اس پر یقین کریں گی اور وعدہ کریں کہ اس کی تردید بھی نہ کریں گی۔"

"نہیں کروں گی۔"

"باجی! اماں کا تصور بڑا عجیب تھا میری نظروں میں' بہن کے بارے میں کبھی سوچا ہی نہیں۔ یہ وہ نام تھا جس کا کوئی تعلق میرے بچپن سے نہیں رہا۔ آپ کے گھر پہنچا تو ماں بھی ملی' بہن بھی ملی اور باپ جیسا بھائی بھی۔ ایک محروم شخص کی زندگی میں یہ سب کچھ اچانک شامل ہو جائے تو وہ خود کو کائنات کا سب سے امیر انسان سمجھ سکتا ہے اور یہ میں بن گیا تھا لیکن اس کے علاوہ مجھے اس گھر سے جو کچھ ملا وہ ایک ایسی شے ہے جس نے میری کائنات روشن کردی ہے' وہ ہے آپ کا دیا ہوا علم۔ اس علم سے میرے ذہنی راستے کھل گئے ہیں باجی اور اب اس دنیا سے میری جنگ میرے لیے بہت آسان ہوگئی ہے' میں لڑائی کے سارے گن جان گیا ہوں اور مجھے دشمن پر فتح حاصل کرنا آگیا ہے' اس لیے آپ کو میری قسم ہے باجی میرے لیے ذرہ برابر پریشان نہ ہوں۔"

"افوہ! بڑی لمبی چوڑی تقریر کرڈالی تم نے تو۔" باجی نے کہا۔ اسی وقت الیاس بھائی اندر آگئے۔

"بھئی وہ نہیں مانتا' کہتا ہے کھانا کھا چکا ہے۔ ویسے نازاں بیٹے! اسے چائے بھجوادو' تیار کردو میں اسے دے آتا ہوں۔" الیاس صاحب نے کہا۔ میرے آنے کی اطلاع پہلے سے تھی' اس لیے کھانے میں خصوصی اہتمام کیا گیا تھا۔ الیاس احمد صاحب نے کہا۔ "تم نے کہا تھا کہ تم دیواروں کے راستے آؤ گے' میں اس سے متفق نہیں تھا' وہ بدبخت جو چاہتے تھے وہ ہوگیا' اب کیا وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ ہمارا وجود بھی نہ رہے۔"

"میں نے بھی یہ خطرہ مول لیا ہے بھائی جان۔"

"نہیں' وہ مجھ سے رابطہ کریں گے تو بات کروں گا ان سے' ویسے تم سناؤ اب تمہارا ٹھکانا کہاں ہے؟ اور یہ جیپ کس کی ہے؟"

"آپ ہی کے شہر میں ایک ٹھکانہ بنالیا ہے اور جیپ ایک شناسا کی ہے۔"

"راستے کیا ہیں۔"

"ایک وکیل اپنے بھائی کو قانون شکن نہیں دیکھنا چاہتا نا' تو نہیں دیکھے گا۔ ویسے بھائی جان ایک اور بات بھی سوچی ہے میں نے۔ یہ لوگ جو کوئی بھی ہیں میں نے ان کی فطرت کے بارے میں ایک تجزیہ کیا ہے۔"

"وہ کیا؟"

"اس وقت تک جب میں گاڑیاں دھوتا تھا۔ انھوں نے میری طرف کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ ہاں جب میں انسان بننے لگا تو انھیں تشویش ہوئی۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ میرے لیے کوئی بہتر مستقبل نہیں چاہتے؟"

"ایسے کون لوگ ہو سکتے ہیں جنھیں تمہارے مستقبل سے بیر ہو؟"

"بس ان کی صورتیں ہی تو سامنے آنی چاہئیں بھائی جان' اس کے بعد تو ہم کچھ نہ کچھ کرہی لیں گے اور اب یہ تصور میرے ذہن پر حاوی ہوگیا تھا کہ میں اپنے دشمنوں کی شناخت کروں' ویسے وہ لوگ یہ جانتے تھے کہ یہ سارے واقعات پیش آنے کے بعد میرے دل میں یہ تجسس ضرور پیدا ہوگا اور میں اپنی تمام تر صلاحیتیں ان کی کھوج میں

صرف کردوں گا لیکن بھائی جان میں نے سوچا کہ یہ تو ان کے راستوں پر چلنے والی بات ہے۔ کیا میں ان کے راستوں پر چل کر انھیں مطمئن ہونے کا موقع دوں' بات صرف اتنی سی تو نہیں ہے کہ میں اپنی شناخت کرلوں اور یہ معلوم کرلوں کہ میں کون ہوں یا میرے دشمن کون لوگ ہیں' اس طرح زندگی کا ایک طویل وقت ضائع ہو سکتا ہے اور اس بات کے امکانات ہیں کہ میرے دشمنوں کی یہی چال ہو وہ مجھے اپنے آپ میں الجھا کر میرے مستقبل سے دور کردینا چاہتے ہوں۔"

الیاس احمد صاحب کھاتے کھاتے رک گئے تھے۔ انھوں نے ایک بار بھابی کا پھر نازاں کا اور بعد میں میرا چہرہ دیکھا اور اس کے بعد دوبارہ کھانا شروع کر دیا۔ میں خاموش نگاہوں سے انھیں دیکھ رہا تھا پھر بھابی کہنے لگیں۔

"کھانا کھاؤ بھئی تم لوگ کھانا کم کھا رہے ہو اور باتیں زیادہ کر رہے ہو۔"

"دراصل میں یہ سوچ رہا تھا کہ کیا کیا ناانصافیاں ہو جاتی ہیں بعض اوقات انسانوں کے ساتھ غور کیا تم نے اس کی باتوں پر کیا کہہ رہا ہے یہ' یہ سوچ میرے اپنے خیال میں اس کی بیس سال بعد کی سوچ ہونی چاہیے تھی۔ اس کا مقصد ہے اس کے اندر ذہانت کے فاصلے عبور کرنے کی صلاحیت ہے۔ خدا کی قسم اگر اس کی تربیت کا موقع مجھے بھرپور طریقے سے مل جاتا تو میں اسے نہ جانے کیا بنا کر پیش کرتا۔ بہرحال ہمیں صرف افسوس کرنے میں وقت نہیں ضائع کرنا چاہیے جس طرح فیصل اپنی زندگی کے لمحات ضائع نہیں کرنا چاہتا لیکن اب بس ایک تردد رہتا ہے بیٹے بے شک تم بہت اچھا سوچتے ہو' بہت کارکردگی کے مالک ہو لیکن جو لوگ تمہارے مدمقابل ہیں یقینی طور پر وہ عمر میں اور تجربے میں بھی تم سے زیادہ ہوں گے۔ کیا تم آسانی سے ان سے نمٹ سکو گے؟"

"بھائی جان! انسان کو اپنے آپ کو آزمانا ضرور چاہیے' کامیابی یا ناکامیابی تو بہرطور' ہوتی ہی ہے کیونکہ ان دو لفظوں کا وجود ہے۔"

"ایک بات دعوے سے کہہ سکتا ہوں فیصل کہ ان کا تعلق غزنوی صاحب کی کوٹھی سے ضرور ہے کیونکہ وہیں سے تمہاری ابتدا ہوئی ہے' وہیں تمہارے لیے دوستی یا دشمنی کا آغاز ہو سکتا ہے۔"

"میں غزنوی صاحب کے پاس گیا تھا' آنا ماں تو باہر گئی ہوئی تھیں باقی افراد کے لیے

میں باعث توجہ نہیں تھا البتہ غزنوی صاحب نے معمول کے مطابق لہجہ اختیار کیا۔ بہت تلخ الفاظ کہے تھے انھوں نے مجھ سے' ان کی ہمیشہ یہی عادت رہی۔"

"کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ ان حالات میں کیا کیا جائے"

"بس اتنا کیا جاسکتا ہے بھائی جان کہ آپ لوگ اپنی زندگی کے معمولات جاری رکھیں۔ مجھے میری زندگی کے معمولات جاری رکھنے دیں۔ میرا دل صرف اس لیے دکھتا ہے کہ آپ میرے لیے پریشان ہوں گے۔ مجھے اس بات کا اطمینان دلا دیں کہ آپ لوگ پریشان بالکل نہیں ہیں بس انتظار کر رہے ہیں۔ اس وقت کا جب میں اپنے تمام مسائل سے فارغ ہو کر آپ کے قدموں میں آجاؤں۔"

"ہم بخوشی انتظار کریں گے تم اس سلسلے میں تمام تردد چھوڑ دو۔ جب بھی اور جتنے دن کے بعد بھی موقع ملے بس ہماری خیریت معلوم کرتے رہنا۔ حالات سازگار ہوں تو ایک آدھ بار ملاقات بھی کرلینا۔ ہم تمہارے لیے دن رات دعائیں کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے' تم اپنا مشن جاری رکھو۔" الیاس بھائی نے کہا۔

"یہاں آکر جس طرح جی خوش ہو جاتا ہے اسے الفاظ میں بیان نہیں کرسکتا۔ درحقیقت یہ گھر تو میرے لیے وہ گھر تھا جہاں انسان آنکھ کھولتا ہے۔ پتا نہیں میری آنکھ غلط جگہ کیوں کھل گئی تھی۔ ماں باپ اور بہن کا پیار تو مجھے یہاں سے ملا تھا اور انسان کی ابتدا اسی پیار سے ہوتی ہے۔ کافی دیر رکا' باہر احمد خان جیپ میں دراز میرا انتظار کر رہا تھا پھر ان لوگوں سے اجازت لے کر وہاں سے نکل آیا۔ چلتے ہوئے کہا تھا کہ میری اس طرح آمد کا ردعمل کیا ہوتا ہے' اس کے بارے میں میں ضرور انھیں ٹیلی فون کرکے معلوم کرلوں گا پھر میں جیپ میں آکر بیٹھ گیا اور احمد خان نے جیپ اسٹارٹ کرکے آگے بڑھا دی' وہ بولا۔

"اور کون رہتا ہے تمارا ماں باپ؟"

"ہاں احمد بھائی یہی سمجھ لیں۔" میں نے جواب دیا۔

جیپ کا سفر طے کرکے بالآخر ہم ڈیرے پر پہنچ گئے۔ یہاں کے معمولات میں کوئی فرق نہیں تھا۔ رستم خان سے دوسرے دن ہی ملاقات ہوئی تھی اور میں نے خود ہی اس سے فرمائش کی تھی کہ مجھ سے کوئی باقاعدہ کام لیا جائے۔ یہ سب کچھ میرے لیے موزوں

www.paksociety.com

نہیں ہے۔

"او خدائی خوار میں تیرے کو پہلے بولا........ گاڑی چلانا تو سیکھ احمد خان کو میں نے بول دیا ہے' کوئی پروا نئیں ٹرک چلاؤ' بس چلاؤ جو دل چاہئے چلاؤ' میں تمارا لائسنس نکلوا دے گی۔" رستم خان نے اپنے مخصوص انداز میں کہا اور پھر احمد خان کو بلا کر اسے میرے سامنے ہدایت بھی کر دی چنانچہ مجھے ڈرائیونگ سکھائی جانے لگی۔ چند ہی روز میں میں ایکسپرٹ ہوگیا اور احمد خان نے رستم خان کو بتا دیا کہ میں گاڑی چلانا سیکھ گیا ہوں چنانچہ میری تصویریں بنوائی گئیں اور پھر میرے لیے لائسنس نکلوا لیا گیا۔

"ابھی اِدر بوت ٹیم ہوگیا فیصل خانا! اب تم بار کا دنیا دیکو جیسا کہ میں تمارے کو بولا۔" تمام مراحل مکمل ہونے کے بعد ایک دن رستم خان نے کہا۔

"جی بھائی جان میں اس کے لیے تیار ہوں۔"

"ابی تم ایک ٹرک لے کر مردان جائے گا اور پھر ادر سے سامان لوڈ کر کے لائے گا' سارا نگرانی تمارا ہوگا' کاغذات تمارے پاس ہوگا۔ اب تم چیک کرنا کہ سفر کیسے کیا جاتا ہے' راستے میں کیا کیا وقت پیش آتا ہے۔"

مجھے بڑی خوشی ہوئی تھی۔ ٹرک لوڈ کر دیا گیا۔ ہمارے ساتھ چھ افراد سفر کر رہے تھے۔ میں ڈرائیور کے ساتھ اگلے حصے میں بیٹھا ہوا تھا۔ کراچی سے باہر نکلے اور اس کے بعد سفر کا باقاعدگی سے آغاز ہوگیا۔ سڑکیں بہت مخدوش تھیں۔ ڈرائیور خاصے ماہر تھے۔ ٹرک کا یہ سفر ایک اچھا خاصا ایڈونچر ثابت ہوا تھا۔ میرے لیے' فاصلہ چونکہ کافی طویل تھا اور اس کا ایک مخصوص ٹائم ہوتا تھا........ اور پوائنٹس بھی بنے ہوئے تھے کہ کہاں کہاں رکنا ہے۔ اس وقت ہمارے اس سفر کو تقریباً سترہ گھنٹے گزر چکے تھے۔ رات کا وقت تھا اور ایک جگہ ٹرک روک کر کھانا وغیرہ کھایا گیا تھا لیکن اس کے فوراً ہی بعد سفر کا آغاز کر دیا گیا۔ انھوں نے مجھ سے کہا کہ میں سو جاؤں۔ پچھلے حصے میں اس قسم کی جگہ بنا دی جاتی تھی کہ لوگ تھوڑی تھوڑی دیر سو لیں لیکن سفر میں اتنا لطف آرہا تھا کہ میرا سونے کا دل نہیں چاہ رہا تھا۔ میں نے منع کر دیا اور کہا کہ جو لوگ سو رہے ہیں انھیں سونے دیا جائے' مجھے جب نیند آئے گی میں سو جاؤں گا۔ رات کا نہ جانے کون سا پہر تھا کہ دفعتاً ہمیں سامنے سے کچھ تیز روشنیاں نظر آئیں اور ہمارے ڈرائیور نے مجھ سے کہا۔

"ہوشیار' آگے چیکنگ ہے۔" یہ چیکنگ میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ روشنیوں نے ہمیں اس طرح گھیرا ہوا تھا کہ ٹرک آگے نہیں نکل سکتا تھا۔ ڈرائیور نے بھی لائٹوں کے اشارے دیئے اور اس کے بعد گاڑی روک دی گئی۔ بہت سی موٹر سائیکلیں اور ایک جیپ کھڑی ہوئی تھی اور پولیس کے وردی والے افراد صاف نظر آرہے تھے۔ انھوں نے پورے ٹرک کو روشنیوں کے دائرے میں لے لیا۔ پولیس والے بہت مستعد نظر آرہے تھے۔ تمام سونے والوں کو جگا کر نیچے اتار دیا گیا اور اس کے بعد ٹرک کے کاغذات طلب کیے گئے۔ میں نے یہ تمام کاغذات اس پولیس افسر کے سامنے پیش کر دیئے جو اچھا خاصا لحیم شحیم نظر آرہا تھا۔ ٹارچ کی تیز روشنی میں وہ ان کاغذات کا جائزہ لینے لگا۔ تمام انوائز دیکھی گئیں اور دوسری جانب پولیس والے ٹرک کے اوپر چڑھ کر مال کی تلاشی لینے لگے۔ یہ کام تقریباً ڈیڑھ گھنٹے جاری رہا تھا۔ میں آرام سے ایک سمت بیٹھ گیا۔ پولیس افسر اپنی نگرانی میں یہ سارے کام کرا رہے تھے پھر ان میں سے ایک افسر نے مجھ سے پوچھا۔

"تمہارا کیا نام ہے؟"

"فیصل خان۔" میں نے جواب دیا۔

"ہوں کوئی ایسی ویسی چیز تو نہیں ہے اس ٹرک میں۔"

"صاحب آپ تلاشی لے رہے ہیں ٹرک کی مجھ سے' پوچھنا کیا معنی رکھتا ہے۔"

میرے ان الفاظ پر افسر نے چونک کر مجھے دیکھا پھر بولا۔

"پڑھے لکھے ہو؟"

"جی ہاں۔"

"ٹھیک ہے' چلو افضل خان تلاشی بند کرو' ویسے بھی یہ رستم خان صاحب کا ٹرک ہے اطلاع غلط ملی تھی۔" پھر وہ میری طرف متوجہ ہو کر بولا۔ "رستم خان نے ہمارے لئے کوئی پیغام تو نہیں بھجوایا؟"

"بھجوایا ہے صاحب۔" میرے بجائے ڈرائیور نے کہا اور کوئی چیز نکال کر اس کے ہاتھ میں تھمادی۔ "یہ خان صاحب نے افسر صاحب کے لیے کچھ چیزیں بھیجی تھیں۔"

وہ چیزیں میری سمجھ میں نہ آسکیں لیکن پولیس افسر نے خاموشی سے وہ چیزیں اپنے ہاتھ میں لے کر جیب میں رکھ لی تھیں پھر اس نے میرے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"رستم خان سے ہمارا سلام کہہ دینا اور کہنا کہ کوئی وقت ہو تو بتا دیا جائے۔"

ٹرک تھوڑی دیر کے بعد روانہ ہوگیا۔ ڈرائیور نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ "یہ پتا نہیں اسے کیا سوجھی تھی' یہ تو اپنا ہی آدمی ہے۔"

"کون؟"

"اسی پولیس افسر کی بات کر رہا ہوں۔ رشید بیگ نام ہے اس کا' پتا نہیں کیوں روک لیا تھا۔ ہو سکتا ہے' کوئی چکر ہو۔"

"وہ تحفے وصول کرنے کے لیے تو نہیں روکا تھا۔"

"نہیں بھائی تحفے تو جگہ پر پہنچنے کے بعد بھی وصول کر لیے جاتے ہیں۔ بیچ میں خواہ مخواہ ڈیڑھ گھنٹہ ضائع کر دیا۔"

☆☆☆

ہم مردان شہر پہنچ گئے۔ وہاں کی زندگی بھی بہت دلچسپ ہوئی۔ میں نے شہر مردان دیکھا' بہت بڑا شہر تو نہیں تھا لیکن صاف ستھرا اور خوبصورت تھا۔ تھوڑی بہت خریداری بھی کی یہاں سے' جس کے لیے مجھے یہیں سے پیسے مل گئے تھے اور اس کے بعد ہماری واپسی ہوگئی۔ میرے اس پہلے ٹور پر رستم خان نے مجھے مبارک باد دی تھی.اور کہا تھا کہ اب میرا یہی کام ہے کہ میں ٹرک لے کر مختلف جگہ جاؤں چنانچہ ایسا ہونے لگا۔ کبھی پشاور کبھی ایبٹ آباد کبھی راولپنڈی جہاں جہاں ٹرک جاتے وہاں مجھے پہنچنا ہوتا اور درحقیقت میری زندگی میں ایک نیا پن پیدا ہوگیا تھا یہ سب کچھ مجھے بے حد پسند آیا تھا۔ اس دوران دوبار الیاس بھائی کے ہاں ٹیلی فون کر کے اپنی خیریت بتا دی تھی اور ان لوگوں کی خیریت بھی میرے علم میں آچکی تھی۔ کچھ عرصے کے لیے میرے ذہن سے وہ تمام چیزیں نکل گئی تھیں جو مجھے حواس باختہ کیے رہتی تھیں اور یوں لگنے لگا تھا جیسے اس زندگی میں' میں کافی طویل وقت گزار جاؤں گا لیکن پھر ایک اور تجربہ مجھے ہوا۔ ٹرک معمول کے مطابق جا رہا تھا اور ایسی کوئی خاص بات نہیں تھی۔ جو باعث توجہ ہوتی لیکن پھر اچانک ہی یوں ہوا کہ ایک موٹر سائیکل ایک ویرانے میں دوڑتی ہوئی نظر آئی۔ وہ ہمارے پاس آکر رک گئی تھی۔ اس پر ایک دبلا پتلا سا آدمی بیٹھا ہوا تھا جو ہاتھ سے ہمیں رکنے کا اشارہ کر رہا تھا۔ میرے ساتھ اس وقت احمد خان ہی تھا اور میں اس کے قریب بیٹھا ہوا تھا۔ اس شخص نے احمد خان سے کہا۔

"آگے ایس پی شاہ کھڑا ہوا ہے اور اسے مخبری بھی ہوگئی ہے اگر کچھ ہے تو

بندوبست کرلو۔" بھگدڑ سی مچ گئی تھی۔ ٹرک کو سڑک کے کنارے روک دیا گیا اور پھر وہ لوگ آپس میں صلاح مشورے کرنے لگے میری سمجھ میں کوئی بات نہیں آسکی تھی لیکن ان میں سے کسی نے میری جانب توجہ بھی نہیں دی تھی پھر ٹرک کو تھوڑا سا پیچھے لایا گیا اور ہمیں تقریباً تین میل واپسی کا سفر کرنا پڑا۔ موٹر سائیکل سوار وہاں سے آگے بڑھ گیا تھا۔ تین میل واپس آنے کے بعد ہمیں ایک جگہ ملی جہاں چھوٹے چھوٹے پہاڑی ٹیلے بکھرے ہوئے تھے۔ ٹرک کو کچے راستے پر اتار دیا گیا اور پھر پھرتی سے تمام لوگ اس کا سامان اتارنے لگے۔ دو بڑے بڑے کارٹن جو لوہے کی پٹیوں سے پیک کیے گئے تھے' ٹرک سے نکال کر اس پہاڑی ٹیلے کے ایک غار میں چھپا دیے گئے اور معصوم خان کو وہاں چھوڑ دیا گیا۔ اس سے کہا گیا کہ واپسی میں اسے ساتھ لے لیا جائے گا' وہ احتیاط سے رہے کھانے پینے کی کچھ چیزیں بھی اس کے حوالے کر دی گئی تھیں پھر ٹرک کا بقیہ سامان اس پر لوڈ کیا گیا۔ اس میں کافی وقت لگ گیا تھا اور اس کے بعد ٹرک معمول کے مطابق وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ مزید راستہ طے کرنے کے بعد اسی انداز کی چیکنگ ہمیں ملی۔ یہ دن کا وقت تھا غالباً شام کے ساڑھے چار پونے پانچ بجے تھے اور پولیس کی اچھی خاصی گاڑیاں سڑک گھیرے ہوئے نظر آرہی تھیں۔ مسلح پولیس والے اس طرح کھڑے ہوئے تھے جیسے کسی فوج کی آمد کا انتظار کر رہے ہوں۔ ہم نے رکنے کا اشارہ ملنے پر ٹرک سائڈ میں لگا کر روک دیا پھر میں نے ایس پی شاہ کو دیکھا۔ ایک قد آور اور خوبصورت آدمی تھا۔ چہرے سے کافی سخت گیر نظر آتا تھا۔ اس نے ہم سب کو ٹرک سے نیچے اتار کر ایک سمت کھڑا کر دیا۔ کاغذات وغیرہ طلب نہیں کیے تھے۔ اس نے اپنے ساتھ کھڑے ہوئے لوگوں کو ٹرک کی تلاشی لینے کا اشارہ کیا اور تھوڑی دیر میں ٹرک کا سارا سامان تتر بتر کر دیا گیا۔ اس سلسلے میں ٹرک ڈرائیور نے احتجاج کیا تو ایس پی شاہ نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"خاموشی اختیار کرو ورنہ اس کا نتیجہ خراب بھی ہو سکتا ہے۔" میری لیے یہ تجربہ کافی دلچسپ اور نیا تھا۔ پولیس والوں کی کارروائی دیکھتا رہا۔ انھوں نے کارٹن ادھیڑ دیے تھے اور ایس پی شاہ ہر چیز کی خود نگرانی کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ پورا ٹرک ان لوڈ کر دیا گیا اور اس کے بعد پولیس والے ٹرک کے مختلف حصوں کی تلاشی لیتے رہے انھوں نے ٹرک کی کئی تصاویر بھی بنائی تھیں اور تھوڑی دیر کے بعد ایس پی شاہ کو اطلاع دی گئی کہ ٹرک میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے ایس پی شاہ اپنا خوبصورت چکنا اور لمبا رول ہتھیلی پر مارتے ہوئے ڈرائیور احمد خان کے پاس آگیا اور پھر اس نے اس کی آنکھوں میں گھورتے ہوئے کہا۔

"مال کہاں ہے؟"

"ایس پی صاحب! یہ رستم خان کا ٹرک ہے' کوئی غلط فہمی تو نہیں ہوگئی آپ کو؟"

"ہوں' غلط فہمی نہیں ہوئی لیکن تم لوگوں نے مال کہاں چھپا دیا ہے۔ کون سی زبان سمجھ پاؤ گے' جواب دو' میرے بارے میں تم اچھی طرح جانتے ہو۔"

"آپ مالک ہیں ایس پی صاحب لیکن جو مال ہے' وہ آپ کے سامنے ہے اور کون سے مال کی بات کرتے ہیں آپ' ہماری تلاشی لے لیں۔"

"ایس پی نے نگاہیں گھما کر مجھے دیکھا اور پھر مجھے اپنے ساتھ لے کر آگے بڑھ گیا۔ میں خاموشی سے اس کے ساتھ چل پڑا تھا۔ "تم رستم خان کے ساتھ نئے نظر آنے لگے ہو۔ کیا نام ہے تمہارا؟"

"فیصل خان۔"

"رستم خان کے رشتے دار ہو؟"

"جی ہاں یہی سمجھ لیں"

"رشتے داری وغیرہ کام نہیں آتی بیٹا اگر ہاتھ لگ گئے تو جانتے ہو کیا نتیجہ نکلے گا؟"

"سمجھا نہیں جناب!" میں نے جواب دیا۔

"آج تک کبھی سمجھا نہیں ہے' سمجھ جاؤ گے' اچھی طرح سمجھ جاؤ گے۔ کوئی ایسی چیز بھیجی ہے رستم خان نے اس ٹرک میں.......... جو غیر قانونی ہو۔"

"میرا خیال ہے جو چیز ہے آپ کے سامنے ہے جناب اگر اس میں کچھ غیر قانونی ہے تو آپ کا جو حکم ہو۔"

"پکے ہو چکے ہو کافی' کب سے یہ کام کر رہے ہو؟"

"جی زیادہ عرصہ نہیں ہوا۔"

"میرا نام سپرنٹنڈنٹ محمود شاہ ہے سمجھے! خیال رکھنا ذرا مختلف قسم کا آدمی ہوں" بہت چھوٹی عمر ہے تمہاری' بہتر ہے کہ برے کاموں سے گریز کرو۔ جو کچھ ہوا ہے اس کے

بارے میں تو ابھی میری سمجھ میں نہیں آرہا لیکن سمجھ میں آگیا تو یوں سمجھ لو کہ تمہیں بھی سمجھا دوں گا پھر ایس پی شاہ نے پولیس والوں سے کہا کہ سامان کو اسی طرح ٹرک میں واپس رکھوا دیا جائیں۔ اس کی ہدایت پر سامان دوبارہ ٹرک پر لوڈ کیا جانے لگا۔ اس کام میں کافی دیر لگی تھی۔ بہرحال کام مکمل ہوگیا اور ہم دوبارہ چل پڑے۔

یہ سب کچھ بے حد سنسنی خیز تھا۔ بہرحال ہم اپنی منزل پر پہنچ گئے۔ معمولات میں کوئی تبدیلی نہیں تھی۔ رستم خان کے بارے میں مجھے یہ سب کچھ معلوم ہوگیا تھا لیکن میں نے اس کا اظہار نہیں کیا تھا۔ جانتا تھا کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا مگر پریشانی ضرور ہوگئی تھی۔ میں ایک خطرناک کام سے منسلک ہوگیا تھا اور کوئی بھی لمحہ خطرناک لمحہ ہو سکتا تھا۔

کافی دن گزر گئے۔ ایک معاملہ چونکہ میری نگاہ میں آگیا تھا' اس لیے اب میں گہری نگاہوں سے جائزہ لیتا رہتا تھا۔ میں نے ان لوگوں کو شناخت کرلیا تھا جو ایسے مال کی ترسیل کرتے تھے اس مال کی بکنگ بھی میں ہی کرتا تھا۔ ایک دن ایک شخص مال لے کر اس وقت میرے پاس آیا جب میں' دفتر میں تنہا تھا۔

"فیصل خان؟"

"کیا بات ہے شاہد بھائی؟"

"یار بہت دن سے تم سے ایک بات کرنے کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔"

"کہو کیا بات ہے؟"

"تمہارا نوشہرہ کا ٹور کب ہے؟"

"پرسوں نوشہرہ جارہے ہیں ہم لوگ۔"

"میری ایک چیز لے جاؤ گے؟"

"کیا چیز ہے؟"

"بس ایک چھوٹا سا پیکٹ ہے' سارے انتظامات میں کردوں گا۔ یہ پیکٹ تم ایک آدمی کو دو گے' وہ تمہیں اس کے پیسے دے دے گا جو میں تم سے لے لوں گا۔ دس فیصد تمہارا ہوگا۔"

"چیز کیا ہوگی؟"

"بس یہ نہ پوچھو۔"

"دے دینا پہنچا دوں گا۔" میں نے کہا۔

"تم یہ کام شروع کردو۔ بڑے لوگ بڑا کام کرتے ہیں' ہم چھوٹے لوگوں کو چھوٹے کام کرتے رہنا چاہئیں۔"

"ٹھیک ہے شاہد بھائی۔" میں نے جواب دیا۔

دوسرے دن شاہد نے موقع ملتے ہی مجھے آدھا کلو کا ایک پیکٹ دے دیا جسے میں نے اس کی ہدایت کے مطابق مطلوبہ شخص کے پاس پہنچا دیا۔ جواب میں اس نے مجھے بڑے نوٹوں کے کئی بنڈل دیے جو میں نے احتیاط سے رکھ لیے۔ واپس آنے کے بعد شاہد نے مجھے پانچ ہزار روپے دیے تھے اور اس طرح میری اور شاہد کی خوب نبھنے لگی۔ پیکٹوں کی ترسیل ہوتی رہی اور ہر ٹرپ کے مجھے پانچ ہزار ملنے لگے۔ بعد کا کام میں نے نہایت ہوشیاری سے کیا اور اپنا بینک اکاؤنٹ کھول لیا۔ کوئی ستر ہزار روپے جمع ہوگئے میرے پاس اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ اس دوران اکثر ٹرکوں پر چھاپے پڑتے رہتے تھے مگر مخبری پہلے ہو جاتی تھی اور ایسے کئی پوائنٹ تھے جہاں مال چھپا دیا جاتا تھا۔ میری مہارت بڑھتی جارہی تھی اور میں اس دنیا کے بارے میں خوب جانتا جارہا تھا پھر ایک دن اس ڈرامے کا بھی ڈراپ سین ہوگیا اور مجھ پر ایک نیا انکشاف ہوا۔ دنیا کا ایک اور رنگ دیکھا میں نے۔

رات کا وقت تھا۔ میں ڈیرے پر ہی اپنے کمرے میں آرام کر رہا تھا۔ باہر سناٹا چھایا ہوا تھا۔ سرِ شام ہی سے لوگ کہیں چلے گئے تھے اور میں کھانا وغیرہ کھا کر لیٹ گیا تھا۔ دفعتاً فون کی گھنٹی بجی اور پھر دیر تک بجتی رہی۔ ڈیرے پر فون تھا اور اس کی تین لائنیں تھیں۔ ایک انسٹرومنٹ برآمدے میں رہتا تھا۔ دوسرا باہر تھا اور تیسرا رستم خان کے کمرے میں تھا۔ رستم خان کو میں نے ڈیرے پر نہیں دیکھا تھا' آس پاس بھی شاید کوئی نہیں تھا۔ اس لیے میں خود دروازہ کھول کر برآمدے میں نکل آیا۔ پھر میں نے ریسیور اٹھایا ہی تھا کہ کسی اور نے بھی ریسیور اٹھالیا تھا۔ میرے کان میں آواز ابھری۔

"رستم خان!"

"بول رہا ہوں' کون ہے؟"

"تمہارا دوست' پہچانو کون ہے"

"پہچان لیا۔" رستم خان کی آواز سنائی دی۔

"کہو تمہارا کام ہو گیا۔"

"آپ کا مہربانی صاحب' خدا قسم آپ نے بڑا کام کر دیا ہے امارا' رستم کان آپ یہ احسان کبھی نہیں بھول سکے گا۔"

"ہم نے تم سے کہا تھا رستم خان! ہماری دوستی تمہارے کام ہی آئے گی۔"

"بہت مہربانی صاب' ہمیں کوئی خدمت بتاؤ۔"

"خدمت تو تم مسلسل کر رہے ہو رستم خان' کہو فیصل کیسا ہے۔" میں ریسیو رکھنے ہی والا تھا کیونکہ اول تو مجھے اس گفتگو سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ دوسرے یہ بری بات بھی تھی کہ کسی کا فون سنا جائے۔ رستم خان کو آواز ہلکی ہونے سے شبہ بھی ہو سکتا تھا مگر اپنا نام سن کر مجھے سخت حیرت ہوئی تھی۔ میں نے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھا اور پوری توجہ اس گفتگو پر مرکوز کر دی۔

"بہت اچھا ہے' بہت خوش ہے۔"

"اب دوسرے مرحلے کا آغاز کر دو۔"

"دوسرے مرحلے کا' وہ کیا صاب؟"

"اسے کچھ دن کے لیے جیل جانا چاہیے۔"

"جیل!"

"ہاں رستم خان جب تک جیل کی روٹیاں نہ ملیں' اس وقت تک انسان مکمل کہاں ہوتا ہے۔ اب تم یوں کرو اسے کسی کیس میں ملوث کر کے کچھ عرصہ کے لیے جیل بھجوا دو۔"

"چہ ہو جائے گا صاب یہ کون سا بڑا بات ہے مگر کتنا بڑا کیس بناتا ہے؟" رستم خان نے پوچھا۔

"بس دو سال گزار لے کافی ہے' بہت کچھ سیکھ جائے گا۔ دو سال کے بعد اس کے بارے میں کچھ اور سوچیں گے۔"

"ایک بات بتائے گا صاب؟" رستم خان نے پوچھا۔

"پوچھو۔"

"خو قصہ کیا ہے' آپ بولتا اس کو نقصان نہیں پہنچنا چاہیے کھانا کپڑا کا تکلیف نہیں ہونا چاہیے اور اب آپ اس کو جیل بھیجنا چاہتا۔"

"میں اس کی تعمیر کر رہا ہوں رستم خان' میں اسے جو کچھ بنانا چاہتا ہوں' اس کے لیے محنت کر رہا ہوں وہ' وہ نہیں بننا چاہیے جو میں نہیں چاہتا' اسے وہ بننا چاہیے جو میں چاہتا ہوں۔ وہ گاڑیاں صاف کر کے پیٹ بھرتا تھا' مجھے اعتراض نہیں تھا کیونکہ میں جانتا تھا کہ آوارہ سڑکیں اور یہ ماحول آسانی سے مجرم تخلیق کر دیتا ہے۔ خاص طور سے کسی ایسے کے لیے جو تنہا ہو' جس کا کوئی سرپرست نہ ہو مگر پھر ایک وکیل صاحب کو جنت کمانے کی سوجھی اور انھوں نے اس کی میری مرضی کے خلاف تعمیر شروع کر دی۔ وکیل صاحب کو راہ راست پر لانے کے لیے محنت کرنی پڑی اور وکیل صاحب کا دماغ ٹھکانے آگیا پھر اسے تم تک پہنچانے کے لیے ساحل پر ڈراما کرانا پڑا اور اس نے تمہیں اپنا ہمدرد سمجھ لیا تم نے اپنا کام بہت خوش اسلوبی سے پورا کر لیا ہے' اب دوسروں کی باری ہے۔"

"سمجھ گیا صاحب' کام ہو جائے گا۔"

"کیا کرو گے؟"

"اس بار وہ ہمارا مال لے کر جائے گا تو اس کے لباس میں ڈرگس ہو گا۔ پولیس کو مخبری کر دیا جائے گا اور پولیس اسے پکڑ کر تلاشی لے گا' ام بول دے گا کہ یہ کام اس کا اپنا ہے۔"

"کب یہ کام کر رہے ہو؟"

"پرسوں وہ پشاور جا رہا ہے' کام ہو جائے گا۔ ہاں صاب ایک بات اور بولنا تھا۔ ایک نیا ایس پی آیا ہے صاب' خطرناک آدمی ہے' ابھی تک اپنا جال میں نہیں پھنسا۔"

"محمود شاہ تو نہیں؟"

"وہی ہے صاب۔"

"سنو رستم خان! ہوشیار ہو جاؤ۔" محمود شاہ بہت خطرناک آدمی ہے' وہ کسی سے مرعوب نہیں ہوتا ذرا مذہبی قسم کا آدمی ہے رشوت وغیرہ بھی نہیں لیتا' کسی کو خاطر میں نہیں لاتا اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ڈی آئی جی کا سالا ہے۔"

"چہ امارا سالا کیا ہو گا؟"

"بندوبست ہو جائے گا مگر کچھ عرصہ لگے گا' فی الحال اس سے بچتے رہو' میں کوئی ترکیب نکالوں گا۔"

"ٹھیک ہے صاب!" رستم خان نے کہا اور دوسری طرف سے سلسلہ گفتگو منقطع ہوگیا۔

میں نے بھی احتیاط سے ریسیور رکھ دیا۔ سینہ دھونکنی بن گیا تھا۔ آنکھوں اور کانوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ سوچنے سمجھنے کی قوتیں سلب ہوگئی تھیں۔ گرتا پڑتا اندر آیا اور بستر پر گر پڑا۔ آہ! یہ گفتگو میرے بارے میں ہو رہی تھی۔ ایک ایک لفظ سمجھ میں آگیا تھا اور یقیناً" دوسری طرف سے بولنے والا وہی شخص تھا جس نے مجھے الیاس بھائی کے ہاں سے نکلوایا تھا اور جو نہ جانے کس مقصد کے تحت مجھ سے دشمنی پر آمادہ ہوگیا تھا۔ اسی کی تلاش تو تھی مجھے' اس کے بارے میں تو جاننا چاہتا تھا' وہ کون ہے اس کی مجھ سے کیا پرخاش ہے' اس کی تہ میں کیا راز چھپا ہوا ہے۔ میرے اعضاء شل ہو رہے تھے' ایک عجیب سی سنسناہٹ کا شکار ہوگیا تھا میں۔ وہ آواز میرے لیے ناقابل شناخت تھی' جو دوسری طرف سے رستم خان سے بات کر رہی تھی اور جو الفاظ ان دونوں کے درمیان ادا ہوئے تھے' وہ بہت سی باتوں کا انکشاف کر رہے تھے۔ میرا دشمن آہ! کاش ایک مرتبہ اس کی صورت مجھے نظر آئے۔ ایک مرتبہ اس سے شناسائی ہو جائے۔ پتا تو چلے وہ کون ہے' بہر طور ایک ایسا آدمی میرے علم میں آچکا تھا جو میرے دشمن کے بارے میں جانتا تھا۔ اس کے اور میرے دشمن کے تعلقات تھے۔ غرض یہ کہ نہ جانے......... رات کے کس حصے تک میں ان دونوں کے درمیان ہونے والی ایک ایک بات پر غور کرتا رہا اور اس سے نتائج اخذ کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ ان کی گفتگو کا ایک ایک لفظ ذہن پر......... ہتھوڑے مار رہا تھا۔ پہلا مرحلہ گزر گیا تھا اور اب دوسرے مرحلے کا آغاز ہونا تھا اور اس دوسرے مرحلے کے آغاز پر مجھے جیل کی ہوا کھلائی جاتی تھی۔ رستم خان کا اب تک کا رویہ میرے ساتھ جو کچھ رہا تھا۔ اسے مدنظر رکھتے ہوئے میرے دل میں اس کے لیے عزت پیدا ہوگئی تھی لیکن وہ قابل عزت نہیں تھا' وہ آلہ کار تھا میرے دشمن کا۔ میں اپنی ذہنی قوتوں کو آواز دینے لگا اور میں نے دل میں سوچا کہ رستم خان تم بہت تجربے کار انسان ہو' بڑے وسائل رکھتے ہو تم لیکن میں تم سے ہی اپنی زندگی کا پہلا مقابلہ کروں گا اور اپنے آپ کو آزماؤں گا۔ ہرچند کہ میں تمہارے قابل نہیں ہوں لیکن یہیں سے تو صورت حال کا صحیح جائزہ سامنے آسکے گا' تم مجھے بتاؤ گے کہ میرا دشمن کون ہے' وہ ہستی کون ہے جس سے تم بھی مدد مانگتے ہو' دیکھوں گا رستم خان دیکھوں گا۔

رات کا بہت بڑا حصہ اسی طرح گزر گیا۔ انتہائی کوشش کے باوجود نیند نہیں آسکی تھی۔ بہر طور دوسری صبح اپنے معمولات میں مصروف ہوگیا۔ کوئی ایسی بات نہیں ظاہر کی جس سے کسی کو میرے مسئلے میں شبہ ہو جائے۔ ٹرک لوڈ ہوتے رہے۔ کاروبار زندگی اسی طرح چلتا رہا۔ ٹرکوں کے اس اڈے پر اور بھی بہت سے دفاتر تھے۔ دوسرے لوگوں کے ٹرک بھی یہاں موجود تھے۔ تھوڑے ہی فاصلے پر ایک اور ٹرک آفس تھا' جس کے مالک کا نام زربغت خان تھا۔ میں نے اس دوران زربغت خان کو بھی کئی بار دیکھا تھا۔ شاید اس کے اور رستم خان کے درمیان کوئی کاروباری چپقلش چل رہی تھی۔

ایک دن دوپہر کوئی ڈھائی بجے جب رستم خان دفتر میں آکر بیٹھا تو تھوڑی دیر کے بعد زربغت خان بھی وہاں پہنچ گیا۔ اس کے ساتھ دو آدمی موجود تھے۔ رستم خان نے تیکھی نگاہوں سے زربغت خان کو دیکھا۔ دونوں نے ہاتھ نہیں ملایا تھا۔ زربغت خان خود ایک کرسی گھسیٹ کر بیٹھتا ہوا بولا "کہو رستم خان کیا حال ہے تمہارا.........؟"

"ٹھیک ہوں۔"

"کتنا ٹائم ہوگیا رستم خان لیکن ہمارے درمیان تصفیہ نہیں ہوا تم نے آج تک مجھے قیمت ادا نہیں کی؟"

"اس کا فیصلہ کرلو زربغت خان کہ میرے اور تمہارے درمیان کتنا ادائیگی ہے' فیصلہ ہو جائے گا تو میں تمہارے کو پیسے دے دے گا۔"

"فیصلہ تو اسی وقت ہوگیا تھا رستم خان' تمہیں ٹرک کا پورا پورا قیمت ادا کرنا ہوگا۔ اس میں گنجائش کا کیا سوال ہے۔" زربغت خان بولا۔

"تو میں نے تمہیں اس کے لیے پہلے بھی منع کر دیا تھا زربغت خان کہ میں پورا قیمت نہیں ادا کرے گا۔ ابھی تم ایک ہی بات بار بار بولتا ہے' میرا خیال ہے اب اس سلسلے میں دوسرا بات نہیں اب اگر تم چاہو تو میں تمہارے کو آدھا قیمت دے سکتی ہے۔"

"چہ حرام کا مال نہیں تھا بھئی صاحب کہ تم میرے کو آدھا قیمت دے سکتا' پورا

قیمت تمہیں دینا ہوگا۔"

"تو پھر ٹھیک ہے زربخت خان' میں اس کے لیے تم سے بولا کہ عدالت کا دروازہ کھٹکھٹاؤ۔"

زربخت خان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے آہستہ سے کہا۔ "ہمارا عدالت کدھر ہوتا ہے رستم خان' تم بھی جانتا اور میں بھی جانتا۔ ہم لوگ پٹھان ہیں' ہمارا عدالت ذرا الگ ہی ہوتا ہے اگر ہمارا عدالت فیصلہ نہیں کرپاتا تو پھر ہم دوسرا عدالت کا بات کرتا۔"

"تم مجھے دھمکی دیتا زربخت خان۔"

"نہیں بابا' میں تمہارے کو دھمکی کدھر دے سکتا' لین دین کا معاملہ ہے۔ بہتر ہے کہ آپس میں طے کرلو' ابھی میں تمہیں سوچنے کے لیے تھوڑا ٹائم دیتا آخری فیصلہ ضرور کرلو' ابھی میرے کو رقم کا ضرورت بھی ہے آج کل۔"

"آدھی رقم کی بات میں نے کر دی ہے تم سے۔ جب دل چاہے فیصلہ کر کے مجھے بتا دینا میں ادائیگی کردوں گا۔"

"نہیں بابا پورا رقم......... پورا رقم' کیا سمجھا اور فیصلے کے لیے ایک ہفتے کا ٹائم......... ایک ہفتے کے بعد جو فیصلہ ہوگا وہ ہماری طرف سے ہوگا۔" زربخت خان نے کہا اور اپنی مونچھوں پر تاؤ دیتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

رستم خان کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ زربخت خان کو دیکھتا رہا پھر جب زربخت خان اپنے دفتر میں داخل ہوگیا تو رستم خان نے گھنٹی بجا کر کسی کو بلایا اور پھر آہستہ سے بولا۔ "چمن شاہ کو بلاؤ۔"

چمن شاہ آگیا۔ میں نے اس شخص کو ایک آدھ بار ہی دیکھا تھا۔ ایک انتہائی بے تکے جسم والا خطرناک صورت آدمی تھا۔ لمبا قد پتلے پتلے ہاتھ پاؤں' پھولا ہوا پیٹ مگر چہرے سے بے پناہ شیطنت ٹپکتی تھی۔ وہ اندر آکر رستم خان کے پاس بیٹھ گیا۔

"چمن شاہ' زربخت خان مجھے دھمکی دے کر گیا ہے اور کہتا ہے کہ پورا رقم لے گا' نہیں تو میرے خلاف اپنی عدالت میں کارروائی کرے گا۔"

"رستم خان......... کیا کرنا ہے اس کا؟" چمن شاہ نے پوچھا۔

"ابھی صرف ہوشیار رہو' بعد میں اگر کچھ کرنا پڑا تو کرے گا بابا' ورنہ کیا کرے۔"

"ٹھیک ہے خان' تم بالکل اطمینان رکھو' چمن شاہ نے جواب دیا۔"

میں خاموشی سے اپنے کام میں مصروف تھا اور اس پوری گفتگو کے دوران میں نے کوئی مداخلت نہیں کی تھی لیکن میرے ذہن میں پھلجھڑیاں سی چھوٹ رہی تھیں۔ ایک نیا تصور میرے اندر جنم لے رہا تھا۔ میں نے ان خیالات کو ذہن میں محفوظ کرلیا۔ بہر طور ابھی مجھے یہ بھی سوچنا تھا کہ کل جب میں پشاور کے لیے روانہ ہو رہا ہوں گا تو مجھے اپنے تحفظ کے لیے کیا کرنا ہوگا۔

دن گزر گیا۔ رستم خان کہیں چلا گیا تھا' رات کو ڈیرے پر ہی میری اس سے ملاقات ہوئی۔

"اوئے فیصل کاناں! کل تم پشاور جارہا ہے۔"

"جی خان' کوئی خاص بات؟" میں نے اس سے سوال کیا۔

"نہیں اوئے کوئی خاص بات نہیں' بس میں تیرے کو دیکھ کر خوش ہوتا تو سارا کام سیکھتا جو جارہا ہے۔"

"میرا بھائی جو میری مدد کرتا ہے"

رستم خان ہنسنے لگا پھر بولا۔ "ادھر سردی بہت زیادہ ہے' گرم کپڑے کا خیال رکھنا' تیرے پاس گرم کپڑا موجود ہے۔"

"ہاں خان ہے۔" میں نے جواب دیا اور رستم خان خاموش ہوگیا۔

میرا خیال درست ہی نکلا' دوسرے دن رستم خان نے ایک بہت ہی خوبصورت جیکٹ میرے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ "اس کو پہن لو' تمہارے لیے خریدا ہے میں نے۔" میں نے شکریہ ادا کر کے جیکٹ اس سے لے لی اور اس کے سامنے ہی پہن لی۔ رستم خان مطمئن ہوگیا تھا۔ بہر طور مجھے یہ اندازہ لگانے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی کہ ڈرگس کا وہ ذخیرہ اسی جیکٹ میں موجود ہے' جس کے بارے میں پہلے سے طے کرلیا گیا ہے۔

میں مطمئن انداز میں اپنے کام کرتا رہا۔ اڈے پر پہنچا تو پشاور جانے والا ٹرک لوڈ ہو چکا تھا اور تمام لوگ روانگی کے لیے تیار تھے۔ میں نے بھی اپنی تیاریاں مکمل کیں اور اس

کے بعد ٹرک میں سوار ہوگیا۔ ٹرک اسٹارٹ ہوکر چل پڑا تھا۔

میں خاموشی سے ڈرائیور کے ساتھ بیٹھا سامنے دیکھتا رہا۔ وہ سارے کاغذات میرے پاس ایک بریف کیس میں موجود تھے جو اس ٹرک میں لدے ہوئے سامان کے سلسلے میں تھے۔ پیٹیاں وغیرہ بھی تھیں اور ایسی ہی دوسری چیزیں پھر بھی میں نے احتیاطاً وہ بریف کیس کھول کر کاغذات کا جائزہ لیا اور کاغذات سے زیادہ یہ اندازہ لگاتا رہا کہ بریف کیس میں تو کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔

بریف کیس کلیر تھا۔ میں نے اسے پیروں کے پاس رکھ لیا اور پھر اپنے اس جیکٹ کا جائزہ لینے لگا اور تو کوئی موقع ابھی تک نہیں مل سکا تھا بس یونہی میں اسے ٹٹولتا رہا۔ مجھے محسوس ہوا کہ جیکٹ کی دوہری تہ میں کوئی لمبی سی تھیلی نما شے پوشیدہ ہے اور یقینی طور پر یہی ڈرگس کا پیکٹ ہو سکتا تھا۔ ڈبل تہ میں اندرونی طور پر بھی زپیں محسوس ہو رہی تھیں۔ میں نے مسکرا کر گردن ہلائی اور مطمئن نگاہوں سے دیکھتا رہا۔

ٹرک کافی دور نکل آیا اور مناسب رفتار سے اپنا سفر طے کرتا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے ڈرائیور سے کہا۔

"اکبر خان یار ذرا سڑک کے کنارے ٹرک روکو۔"

"کیا بات ہے یار فیصل خان؟"

"یار تھوڑا' بس۔" میں نے ایک انگلی اٹھا کر اشارہ کیا اور اکبر خان نے مسکراتے ہوئے ٹرک سائیڈ میں کر دیا۔

کافی فاصلے پر جھاڑیاں وغیرہ نظر آ رہی تھیں۔ میں انہی کی جانب بڑھ گیا اور تھوڑی دیر کے بعد ایک قد آدم جھاڑی کے عقب میں پہنچ کر میں نے برق رفتاری سے جیکٹ اتاری اور اس کا جائزہ لینے لگا۔ اندرونی زپ میں ایک لمبی سی پلاسٹک کی تھیلی رکھی ہوئی تھی جس میں سفید سفید پاؤڈر بھرا ہوا تھا۔ میں نے جھاڑی کا اچھی طرح سے جائزہ لیا اور اس کے بعد پھرتی سے وہ تھیلی نکال کر جھاڑی کے ایک حصے میں پوشیدہ کر دی اور اس کے اوپر ایک پتھر رکھ دیا تاکہ نشانی کے طور پر کام آئے۔ اس کے بعد میں نے جیکٹ دوبارہ پہنی پھر آہستہ آہستہ چلتا ہوا ٹرک کے پاس پہنچ گیا اور ٹرک میرے بیٹھنے کے بعد روانہ ہوگیا۔ میرے ہونٹوں پر ایک اطمینان بخش مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ رستم خان

نے میرے خلاف جو کچھ کیا تھا میں نے اسے ناکام بنا دیا تھا اور اب مجھے کوئی خطرہ در پیش نہیں تھا۔ ویسے رستم خان کو یقیناً اس بات پر حیرت ہوگی۔ مجھے کرنا کیا چاہیے۔ ایک صورت حال تو یہ ہو سکتی تھی کہ پشاور پہنچ کر وہیں کہیں غائب ہو جاؤں اور بعد میں کراچی کا رخ کروں لیکن یہ کوئی بات نہ ہوئی۔ رستم خان سے تو باقاعدہ حساب کتاب کرنا تھا۔ ایک حساب اسے زربغت خان کا کرنا تھا' دوسرا مجھے کرنا تھا۔ یقینی طور پر اس سلسلے میں زربغت خان میری بھرپور مدد کر سکے گا۔ حالانکہ یہ ایک مشکل کام تھا۔ میرے اور اس کے درمیان بہت فرق تھا۔ وہ ایک مطمئن اور اپنے اطراف مضبوط رکھنے والا آدمی تھا جبکہ میں ابھی ایک بہت ہی کچی شخصیت تھا لیکن اندرونی طور پر میں کہیں سے بھی اپنے آپ کو کچا نہیں سمجھتا تھا۔ ویسے تقدیر نے بھی یاوری کی تھی کہ وہ ٹیلی فون میں نے سن لیا' ورنہ ہو سکتا ہے کہ پھنس جاتا۔ اب اس بات کا خاص طور سے خیال رکھنا ہوگا کہ ایک ایک لمحہ ہوشیاری کا لمحہ ہو۔ میرے دشمن مجھے چاروں طرف سے گھیر رہے تھے اور مجھے ان کی ہر چال سے بچنا تھا۔

سفر جاری رہا۔ پورا دن ہی گزر گیا۔ اس وقت شام کے تقریباً ساڑھے چھ بجے تھے جب ہمیں ایک چیک پوسٹ نظر آئی۔ عارضی چیک پوسٹ تھی اور دلچسپ بات یہ تھی کہ وہاں پر ایس پی شاہ تعینات تھا۔ وہ خطرناک آدمی گہری نگاہوں سے ٹرک کا جائزہ لے رہا تھا۔ دو پولیس والوں نے ٹرک کو ہاتھ کے اشارے سے سائیڈ پر روکنے کے لیے کہا اور ڈرائیور اکبر خان نے ٹرک روک دیا۔

ایس پی شاہ آگے بڑھ آیا۔ اس نے ڈرائیور سے نیچے اترنے کے لیے کہا۔ ڈرائیور کے ساتھ میں بھی نیچے اتر آیا۔ ایس پی شاہ نے بغور مجھے دیکھا اور مسکرا کر بولا۔

"ہیلو۔ کہو کیا حال ہیں دوست؟"

"ٹھیک ہوں شاہ صاحب۔"

"گڈ اس کا مقصد ہے کہ تم بھی مجھے پہچان گئے۔"

"جی سر' رستم خان صاحب ہی کا ٹرک ہے۔"

"مگر آج مجھے تم سے کچھ ضروری کام ہے' ویسے سرسری طور پر ٹرک کا جائزہ بھی لیا جائے گا۔ کاغذات وغیرہ ہیں تمہارے پاس تمام سامان کے۔"

”جی ہاں سر‘ آپ جانتے ہیں کہ ہم کاغذات مکمل کیے بغیر نہیں چلتے۔“

”ہاں ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ وہ دراصل ایک لطیفہ یاد آگیا تھا۔“ ایس پی شاہ نے کہا۔

”کیا سر؟“ میں نے سوال کیا۔

”ایک شخص ہمیشہ ایک ٹوٹی پھوٹی سائیکل لے کر اور اس کے کیریئر پر ایک بوری رکھ کر سرحد کے دوسری جانب جاتا تھا اور پھر شام کو واپس آجاتا تھا۔ سرحدی محافظوں کو شبہ تھا کہ یہ شخص اسمگلر ہے اور کوئی شے اسمگل کرتا ہے لیکن بیس پچیس بار انھوں نے اس کے سائیکل پر رکھی ہوئی بوری کا جائزہ لیا......... پوری سائیکل کا جائزہ لیا لیکن کوئی چیز انھیں دستیاب نہ ہوئی......... تھک ہار کر انھوں نے اس شخص کو کہا۔ دیکھو بھئی تم جس طرح جاتے ہو ہم اسی طرح تمہیں جانے دیں گے‘ وعدہ کرتے ہیں کہ کبھی تمہارا راستہ نہیں روکیں گے۔ تم صرف یہ بتاؤ کہ تم کیا چیز اسمگل کرتے ہو؟ پتا ہے اس نے کیا جواب دیا۔

”میں سائیکلیں اسمگل کرتا ہوں۔ تم لوگوں نے ہمیشہ سائیکل پر موجود چیزوں کو دیکھا۔ یہ کبھی غور نہیں کیا کہ یہاں سے میں ایک ٹوٹی سائیکل لے جاتا ہوں۔ بس یہ ہے میرا چھوٹا سا کاروبار‘ ہنسو اس بات پر۔“ ایس پی شاہ نے کہا۔

میں مسکرا کر خاموش ہوگیا پھر میں نے آہستہ سے کہا۔ ”میں سمجھا نہیں شاہ صاحب۔“

”مطلب صرف اتنا سا ہے کہ تم ہمیں اتنے بڑے ٹرک میں الجھا دیتے ہو اور ہم نے کبھی تمہاری تلاشی نہیں لی۔“

”میں حاضر ہوں بھلا میرے پاس سے آپ کو کیا مل سکتا ہے۔“ میں نے کہا۔

”یہ تو اب وقت ہی بتائے گا کہ تمہارے پاس سے اب کیا دستیاب ہو سکتا ہے۔“ ایس پی شاہ نے کہا۔ ان کے گرد کئی افراد آکر کھڑے ہوگئے تھے جن کا تعلق پولیس ہی سے تھا۔ ایک دو سادہ لباس والے بھی تھے۔ بہرحال انھوں نے میری تلاشی لی۔ دوسرے نے لباس کے دوسرے حصے دیکھے۔ جیکٹ کو پوری طرح سے جھنجھوڑ کر رکھ دیا گیا اور سر سے پاؤں تک تلاشی لینے کے بعد ایس پی شاہ نے حیران نگاہوں سے سادہ لباس والوں کی

طرف دیکھا۔ وہ بھی حیران رہ گئے تھے۔

”سر اطلاع تو اسی کے بارے میں ملی تھی۔“ ان میں سے ایک نے کہا۔

”ہوں‘ برآمد کرو۔“

”نہیں سر‘ اب کہاں سے برآمد کیا جائے؟“

”ٹرک کا اچھی طرح جائزہ لے لو۔“ ایس پی شاہ نے کہا اور سادہ لباس والا اپنے آدمیوں کی نگرانی میں ڈرائیونگ سیٹ کے پاس آگیا تھا۔ غرض ہر چیز کی تلاشی لے لی گئی اور اس کے بعد انھوں نے ہمیں کلیئرنس دے دیا۔

ایس پی شاہ نے میری طرف رخ کرکے کہا۔ ”دوست جو اطلاع ملی تھی ہمیں‘ وہ غلط نکلی بہرحال تم سے ملاقاتیں رہیں گے۔“

”جی شاہ صاحب! بہرحال میں نہیں سمجھتا کہ آپ کو کیا اطلاع ملی ہے۔“

”اوکے‘ تم لوگ جاسکتے ہو۔“ تھوڑی دیر کے بعد ٹرک اسٹارٹ ہوکر وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ دوسرے لوگوں کو شاید اس بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم تھا۔ تلاشی معمول سے مختلف نہیں تھی‘ اس لیے اس پر کوئی خاص تبصرہ بھی نہ ہوا۔

ہم لوگ پشاور پہنچ گئے۔ یہاں جو کارروائیاں ہونی تھیں وہیں ہوئیں اور ان میں کوئی خاص بات نہ ہوئی پھر یہاں سے لوڈنگ کی گئی اور اس کے بعد ہم کراچی چل پڑے۔ پتا نہیں رستم خان نے میرے بارے میں معلومات کیں یا نہیں۔ تاہم یہ میں جانتا تھا کہ اگر اسے علم ہوگیا ہوگا تو وہ خود میری طرف سے بھی مشکوک ہو سکتا ہے۔ جیکٹ چونکہ اس نے خود میرے حوالے کی تھی‘ اس لیے اس بات کے امکانات نہیں تھے کہ کوئی دوسرا ڈرگس کی وہ تھیلی نکال کر کہیں خرد برد کردے اگر یہ کام کر سکتا تھا تو صرف میں۔ اس لحاظ سے یہ بات ایک طرح سے خطرناک بھی ہو سکتی تھی کہ میں واپس رستم خان کے پاس پہنچ جاؤں لیکن میں اس سے ہار بھی نہیں ماننا چاہتا تھا۔ میرا اس کا معاملہ تو اب دوسری نوعیت اختیار کرگیا تھا۔

جب ٹرک واپس کراچی پہنچا تو رستم خان اپنے دفتر میں ہی موجود تھا۔ اس کے چہرے پر سنجیدگی چھائی ہوئی تھی اور اس نے مجھے دیکھ کر کسی خاص کیفیت کا اظہار نہیں کیا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ اسے یہ بات معلوم ہے کہ میں پولیس کے جال میں نہیں پھنس

سکا اور کوئی ایسا عمل ہوگیا ہے جس کی بناء پر اس کی یہ کوشش کارگر نہیں ثابت ہوئی۔ مجھ سے اس نے کوئی خاص بات نہیں کی تھی' بس کاغذات کی چیکنگ میں مصروف رہا تھا لیکن میں ذرا برق رفتاری سے سوچ رہا تھا اور مجھے اپنا کام بہرحال جاری رکھنا تھا۔

میں ڈیرے پر واپس آگیا اور وہ جیکٹ میں نے اتار کر ایک جگہ ٹانگ دی۔ اس کے بعد میں معمول کی کارروائیوں میں مصروف ہوگیا تھا۔ رات کو رستم خان بھی واپس پہنچ گیا اور اپنے کاموں میں مصروف رہا۔ معمول کے مطابق باہر ناچ رنگ کی محفل جم گئی تھی چائے کا دور چلنے لگا اور یہ دور تقریباً" ساڑھے گیارہ بجے تک جاری رہا۔ ساڑھے گیارہ بجے میں اپنی جگہ سے اٹھ کر اپنے کمرے میں واپس آگیا اور یہ دیکھ کر میری مسکراہٹ کسی طور نہ رک سکی کہ وہ جیکٹ اپنی جگہ سے غائب تھی اور میں جانتا تھا کہ رستم خان کے علاوہ اور کسی نے اسے حاصل نہ کیا ہوگا۔ غالباً" وہ یہ تحقیقات کرنا چاہتا ہوگا کہ اس کی کوشش ناکام کیسے ثابت ہوئی اور اب یہ سوچنا تھا کہ یہ معلومات حاصل کرنے کے بعد اس کا ردعمل کیا ہوگا۔ کیا وہ مجھ سے اس سلسلے میں باز پرس کرے گا' اس طرح تو بات کھل کر سامنے آجائے گی۔

میں انتظار کرتا رہا۔ رات کا تقریباً" ڈیڑھ بج چکا تھا۔ کوئی ایسی خاص بات نہ ہوئی جو میرے لیے باعث تشویش ہوتی' مجھے اپنے منصوبے کے تحت دوسرے دن اپنا کام کرنا تھا۔ جب مجھے یہ اطمینان ہوگیا کہ رستم خان براہ راست کوئی گفتگو کم از کم آج نہیں کرے گا تو میں آرام سے سوگیا۔

دوسرے دن صبح کو رستم خان موجود نہ تھا۔ میں ٹرک اڈے پر پہنچ گیا' اپنا کام بھی کرتا رہا اور جو کام مجھے کرنا تھا اس کا جائزہ بھی لیتا رہا۔ شام کو پانچ بجے میں نے اپنا دوسرا کام مکمل کرلیا۔ خوش قسمتی سے رستم خان آج دن بھر دفتر نہیں آیا تھا۔ اس طرح مجھے آسانی ہوگئی۔ دفتر بند ہونے کے بعد ڈیرے پر آگیا اور یہاں دوسروں کے ساتھ وقت گزارتا رہا۔ پھر خوش باش لوگ ناچ رنگ میں مصروف ہوگئے۔ میں بھی ان کے ساتھ تھا لیکن پونے دس بجے کے قریب میں آنکھ بچا کر وہاں سے چل پڑا۔ انتہائی تیز رفتاری سے میں ٹرک اڈے پہنچا۔ یہاں اب بھی رونق تھی۔ کچھ دفتر کھلے ہوئے تھے۔ زربغت خان کے دو ٹرک ترپالوں سے ڈھکے ہوئے کھڑے تھے۔ میں نے ان کے اطراف کا جائزہ لیا اور

پھر پٹرول کی وہ بوتل نکال لایا جو دن میں' میں نے ایک جگہ چھپا دی تھی.......... بوتل کا پٹرول ترپالوں سے ڈھکے ہوئے ٹرک پر اچھال کر میں نے بوتل ٹرک ہی پر ڈال دی اور جیب سے ماچس کی ڈبیا نکال لی۔ میرے دل میں کوئی خوف نہیں تھا۔ نہایت دلیری سے میں اپنا یہ کام انجام دے رہا تھا۔ ماچس کی تیلی روشن ہوئی اور میں نے اسے ترپال پر اچھال دیا۔ بس اتنا کافی تھا۔ میں نے اپنے ہولناک مشن کا آغاز کردیا تھا۔

☆☆☆

ترپالوں نے آگ پکڑلی۔ میں نے صرف اتنا جائزہ لیا کہ آگ بجھ تو نہ جائے گی اور یقین ہونے کے بعد کہ اب ایسا خود بخود نہ ہو سکے گا وہاں سے واپس چل پڑا۔ یہ کام میں نے اتنی ہوشیاری سے کیا تھا کہ کسی کو ذرا بھی شبہ نہ ہو سکا۔ میں دوبارہ ان لوگوں میں شامل ہوگیا جو رنگ رلیوں میں مصروف تھے اور میں نے خود کو اس طرح نمایاں رکھا کہ کوئی میرے بارے میں سوچ بھی نہ سکے......... یہاں جو کچھ ہو رہا تھا' وہ میری نگاہوں کے سامنے تھا مگر چشم تصور سے ٹرک اڈے کو جلتا دیکھ رہا تھا۔

بالآخر محفل ختم ہوگئی اور سب سونے کے لیے چل پڑے بستر پر لیٹ کر میں خیالات کے ہجوم میں گھر گیا۔ رستم خان کے لیے دل میں گداز پیدا ہوا تھا۔ وہ خود کو مجھ سے بھائی کہلواتا تھا اور میرے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتا تھا لیکن اس کائنات میں حرص و ہوس کے بندوں کی بہتات تھی اور خود غرضی ہر نام پر حاوی تھی۔ اگر الیاس بھائی اور ان کا گھرانہ میری نگاہ میں نہ ہوتا تو شاید ساری دنیا میری نگاہ میں ایک جیسی ہوتی مگر ان لوگوں نے انسانیت کا بھرم رکھ لیا تھا۔ سوچوں کے ہجوم میں نیند آگئی۔

صبح حسب معمول تھی۔ ضروریات سے فارغ ہو کر اڈے پر پہنچ گیا۔ یہاں کے مناظر میری توقع کے مطابق تھے۔ کام بند تھا۔ ٹرک دور لے جا کر کھڑے کر دیے گئے تھے۔ زربغت خان کے حصے میں مجمع لگا ہوا تھا۔ پانی کی کیچڑ نظر آرہی تھی۔ جلے ہوئے ٹرک کھڑے تھے۔ پولیس بھی موجود تھی۔

"آگ کیسے لگ گئی؟" میں نے سمندر خان سے پوچھا۔

"اللہ معلوم بابا' ہم کو کیا معلوم؟" سمندر خان نے کہا۔ ہم لوگ اپنے دفتر میں آگئے۔ ادھر کارروائیاں جاری رہیں۔ رستم خان موجود نہ تھا۔

دوپہر تک ہنگامہ جاری رہا۔ پولیس کارروائی کرتی رہی زربغت خان نظر آرہا تھا۔ پھر لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف رہے۔ میں بھی معمول کے مطابق کام کر رہا تھا مگر میرے دل میں ایک خیال بار بار آرہا تھا۔ رستم خان حیران تو ہوگا کہ آخر جیکٹ سے ڈرگس کہاں گئی اگر اس کا خیال ہوگا کہ اسے میں نے غائب کیا ہے تو وہ میری طرف سے محتاط ہو جائے گا اور اس کے بعد اس کا ردعمل کیا ہوگا؟ ہو سکتا ہے وہ کوئی اور ایسی چال چلے کہ مجھے اس کا علم نہ ہو سکے۔ اس کا ایک ہی طریقہ ہو سکتا ہے کہ رستم خان کو چھوڑ دیا جائے لیکن بلاجواز یہ بھی ممکن نہیں تھا اس طرح مجھے پس منظر سے غائب ہونا پڑتا اور پھر رستم خان اس شخص کو جانتا تھا۔ جو میرا اصل دشمن تھا جو مجھے سڑکوں کا شہزادہ بنانا چاہتا تھا۔ کون تھا وہ' اور ایسا کیوں چاہتا تھا۔ آخر رستم خان کی زبان کیسے کھلوائی جائے؟

شام پانچ بجے رستم خان آگیا۔ اسے آفس آئے ہوئے دس منٹ بھی نہ گزرے تھے کہ زربغت خان تین آدمیوں کے ساتھ رستم خان کے دفتر میں داخل ہوگیا۔ رستم خان نے اسے سرد نگاہوں سے دیکھا تھا۔

"آؤ' زربغت خان! چہ میں تمہارے پاس آنے والا تھا۔" زربغت خان مسکراتے ہوئے بولا۔

"ہمدردی کرنے خاناں؟" اس نے کہا۔

"ہاں آگ کیسے لگا؟"

"لگایا گیا تھا رستم خاناں۔"

"کس نے لگایا؟" رستم خان چونک کر بولا۔

"کون جانتا' ہمارا گیارہ لاکھ کا نقصان ہوگیا۔ پر کوئی پروا نہیں خاناں! انشورنس مل جائے گا......... مگر......... تم نے بات بہت آگے بڑھا دیا۔ رستم خان۔"

"میں نے؟"

"بیوقوف مت بناؤ۔ ہم لوگ ادھر روزی کمانے آیا ہے رستم خان! دشمنی اپنے گھر میں اچھا لگتا تھا مگر کیا کرے۔ تم نے شروع کر دیا۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو زربغت خان؟"

"جو ہم بولا' تم نے سنا رستم خان! یہ اچھا نہیں ہوا"

"تمہارا خیال ہے آگ میں نے لگائی ہے؟"

"ابھی میں کیا خیال کرتا۔ یہ کام پولیس کا ہے میں تمہارے کو یہ بتانے آیا رستم خان کہ کام تم نے شروع کیا ہے۔ میں نے نہیں۔ یہ سب لوگ جرگے کے سامنے اس بات کا گواہی ہوگا۔"

"دیکھو زربغت خان! میں تمہارے کو بولا ایسا کوئی کام' خدا قسم ہم نہیں کیا' پر تم دشمنی کا دھمکی دیتا' ٹھیک ہے ہمارے کو دشمنی منظور ہے' اب جاؤ' دشمن کو دشمن کے چھت کے نیچے نہیں ہونا چاہیے۔" رستم خان نے کہا اور زربغت خان اپنے آدمیوں کو اشارہ کرکے وہاں سے چلا گیا۔ دفتر میں موجود تمام لوگ خاموش تھے۔

رستم خان تھوڑی دیر خاموش بیٹھا رہا اور پھر دو آدمیوں کے ساتھ جیپ میں بیٹھ کر چلا گیا۔ وہاں موجود لوگ پشتو زبان میں اظہار خیال کرنے لگے جو میری سمجھ میں نہیں آتی تھی لیکن یہ سمجھ رہا تھا کہ یہ سب کچھ اسی سلسلے میں ہے۔ رستم خان نے مجھے بے بس و لاچار سمجھ کر کھلونا بنایا تھا مگر میں کھلونا نہیں تھا' اور یہ ثابت کرنا چاہتا تھا۔ اس رات ڈیرے پر ناچ رنگ اور قہقہے نہیں تھے ایک عجیب سی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

رات اداسی سے گزر گئی۔ دوسرے دن وہی ہنگامہ خیزیاں ابھر آئی تھیں۔ رستم خان بھی صبح سے کاموں میں مصروف تھا۔ مجھ سے سارے دن کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ شام کو وہ ڈیرے پر آگیا اور پشتو میں لوگوں سے کچھ کہا۔ نتیجے میں ہنگامہ آرائیاں شروع ہوگئیں اور وہی رونق واپس لوٹ آئی لیکن رات کے دس بجے کے قریب اس وقت زبردست سنسنی پھیل گئی......... معشوق سلطان ٹیپ ریکارڈر پر نغمہ سرا تھی کہ اچانک فائرنگ کی آواز ابھری اور تین آدمی زخمی ہوکر نیچے گر پڑے۔ رستم خان نے دہاڑ کر لوگوں سے کچھ کہا اور پھر کمر سے پستول نکال کر خود بھی فائر کرتا ہوا باہر بھاگا۔ ادھر اس کے چند ساتھی دوڑ کر اندر سے ہتھیار نکال لائے مگر حملہ آور گاڑی اپنا کام کرکے فرار ہو چکی تھی۔

رستم خان کے ساتھیوں نے جیپ سنبھالی اور رستم خان اچھل کر جیپ میں بیٹھ گیا۔

جیپ بندوق سے نکلی ہوئی گولی کی طرح آگے بڑھ گئی تھی۔ ادھر زخمیوں کو سنبھالا جانے لگا۔ میں بھی ان میں شامل تھا۔ دو آدمیوں کے سینے میں گولیاں لگی تھیں اور ایک کی ران میں کسی نے اسپتال فون کر دیا اور پندرہ منٹ کے بعد ایمبولینس آگئی۔ آس پاس کے بہت سے لوگ ڈیرے پر جمع ہوگئے تھے۔ زخمیوں کو ایمبولینس میں ڈالا جا رہا تھا کہ رستم خان واپس آگیا۔ شاید وہ لوگ فائرنگ کرنے والی گاڑی کو پکڑ نہ سکے تھے۔ رستم خان زخمیوں کے ساتھ......... اسپتال چلا گیا تھا۔ ڈیرے کے تمام لوگ اس فائرنگ کے سلسلے میں زربغت خان کا نام لے رہے تھے۔

آدھی رات تک سب جاگ کر رستم خان کی واپسی کا انتظار کرتے رہے پھر میں آرام کرنے کے لئے اپنے کمرے میں چلا گیا۔ رستم خان کو میں نے اپنی جوابی کارروائیوں سے مصیبت میں ڈال دیا تھا مگر میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس کی زبان کیسے کھلوائی جاسکتی ہے۔ مجھے اندازہ ہوگیا تھا کہ یہ ایک مشکل کام ہے اور اس کے لیے مجھے طویل انتظار کرنا ہوگا بہرحال اس سے یہ فائدہ ضرور ہوا تھا کہ رستم خان الجھ گیا تھا اور اب وہ فوری طور پر میرے دشمن کی ہدایت پر عمل نہیں کر سکتا تھا مجھے تھوڑا سا وقت مل گیا تھا اور میں اس وقت کو بھی صحیح طور پر استعمال کرنا چاہتا تھا۔

صبح کو مجھے معلوم ہوا کہ زربغت خان' رستم خان کی رپورٹ پر گرفتار ہوگیا ہے اور تینوں زخمیوں کی حالت خطرے سے باہر ہے۔ معمولات میں کوئی فرق نہ آیا تھا اور ہم اڈے پر پہنچ گئے تھے۔ کام بھی معمولات کے مطابق جاری رہا۔ البتہ دو بجے کے قریب میں نے زربغت خان کو دیکھا جو ہنستا ہوا مونچھوں پر تاؤ دیتا ہوا اپنے دفتر میں داخل ہو رہا تھا۔ دوسرے لوگوں نے بھی اسے سنسنی خیز نظروں سے دیکھا تھا۔ پتا چلا کہ اس نے ضمانت کرالی ہے۔ اسی وقت اتفاق سے شاہد خان کچھ مال بک کرانے آگیا۔ بکنگ میں نے کی تھی۔

"آؤ تمہیں چائے پلاؤں۔" اس نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ شاہد خان کے ساتھ اٹھ کر میں کچھ فاصلے پر ہوٹل میں آگیا تھا۔ شاہد خان نے چائے منگوائی اور مجھے دیکھتا ہوا بولا۔

"یار فیصل! تم سے ایک بات کرنی تھی۔"

"کہو؟"

"کیوں نہ میں اور تم مل کر ایک ٹرک خرید لیں؟" میں چونک کر شاہد خان کو دیکھنے لگا تھا۔ وہ پھر بولا۔ "تمہیں تجربہ بھی ہو چکا ہے اور پھر ہمارے پاس کچھ رقم بھی ہے۔ منصوبے تو بہت بڑے بڑے ہیں میرے دماغ میں' بس یوں سمجھو کہ وقت کا انتظار کر رہا ہوں۔ دل میں آرزو ہے کہ ایک بہت بڑا ہاتھ لگ جائے کہیں سے۔ بیڑا پار ہو جائے یار مگر سوچتا ہوں اتنا بڑا کام کیسے کروں؟"

"بہت سے جھگڑے ہوتے ہیں شاید بھائی اس کام میں"

"یہ جھگڑے بھی تو انسان ہی نمٹاتے ہیں۔ پولیس سے یاری کرنا ہوتی ہے اور پولیس کو یار بنانا اتنا مشکل کام نہیں ہوتا۔ ابھی ہم جو کچھ کر رہے ہیں اس سے گزارا ہونا مشکل ہے......... تم مجھے آزما کر دیکھو پیارے۔ دوستوں کے لیے جان دینے والوں میں سے ہوں اور اس بات کا تم اندازہ تو کر چکے ہو گے کہ میں لین دین کا کھرا ہوں۔ میں کچھ دوسرے لوگوں سے بھی کام لیتا ہوں اور سب میرے بھروسے کے لوگ ہیں وہ ہمارا پورا ساتھ دیں گے۔"

"دیکھو شاہد بھائی! بینک میں میری جو رقم پڑی ہوئی ہے وہ تمہاری دی ہوئی ہے اور میں آنکھیں بند کر کے تمہارے حوالے کر سکتا ہوں اگر تم سمجھتے ہو کہ وہ تمہارے کام آ سکتی ہے تو حاضر ہے ظاہر ہے وہ اتنی نہیں ہے کہ اس سے کوئی بڑا کام لیا جا سکے۔ میں ابھی رستم خان کے ساتھ کام کرتا ہوں۔ اسے جاری رکھنا چاہتا ہوں۔ کسی بھی مناسب موقع پر میں اس کا ساتھ چھوڑ دوں گا اور تمہارے پاس آ جاؤں گا۔ تم اپنا کام بڑی خوشی سے اپنے نام سے جاری کر دو۔ مجھے بالکل اعتراض نہ ہو گا۔ ابھی مجھے باقاعدہ اپنے ساتھ شامل نہ کرو کسی کو شبہ بھی ہو سکتا ہے۔ باقی رہی حساب کتاب کی بات تو مجھے تم پر بھروسہ ہے۔"

"اطمینان رکھو' میں تمہارے بھروسے پر پورا اتروں گا۔ ہماری دوستی ساری زندگی نبھے گی۔"

"رقم کل مل جائے گی تمہیں۔" میں نے سکون سے کہا' بات دل کو لگ رہی تھی اور پھر سچی بات تھی۔ وہ میرے تصور سے باہر تھی۔ اپنے مشن کی تکمیل کے لیے مجھے ایسے سہاروں کی ضرورت تھی۔ مجھے احساس تھا کہ میں اپنے دشمنوں کے ساتھ ہوں مگر ان دشمنوں کو بھی میں اس وقت تک نہ چھوڑنا چاہتا تھا۔ جب تک حالات قابو سے باہر نہ ہو جائیں۔

"ابھی نہ پوچھ۔ کیا دوں گا' وقت آنے دو۔"

"فیصل! آج سے تمہاری ہر ضرورت پر میں تمہارا ساتھ دوں گا۔ اطمینان رکھنا۔"

"ہاں شاہد بھائی! مجھے دوستوں کی ضرورت ہے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

شاہد نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔

"آج سے ایک نئی دوستی کا آغاز ہو رہا ہے۔" میں نے مضبوطی سے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔ کچھ دیر ہم بیٹھے رہے۔ دوسرے دن کے لیے کچھ مشورے ہوئے اور پھر وہاں سے اٹھ گئے۔

دوسرا دن خاموشی سے گزر گیا۔ شاہد مجھے اس وقت ملا جب میں اپنے معمولات سے فارغ ہو کر یونہی باہر نکل آیا تھا۔

"میں نے تمہارے پاس آنا مناسب نہیں سمجھا۔ فیصل میں نہیں چاہتا کہ کسی کو شبہ ہو جائے۔"

"میں نے یہ چیک لکھ لیا ہے اور یہ اب تمہارے حوالے۔ میری ضرورت جب بھی محسوس کرو مجھ سے مل سکتے ہو۔"

"تمہاری ضرورت تو مجھے اب قدم قدم پر پیش آئے گی دوست تم نے میرے اوپر جس اعتماد کا اظہار کیا ہے۔ میں کوشش کروں گا اسے ٹھیس نہ پہنچے۔ بات دراصل یہ ہے فیصل کہ میں برائی کی دنیا کا انسان نہیں تھا لیکن وقت نے مجھے دھکیل کر ان راستوں پر لا ڈالا۔ کبھی تفصیل سے اپنی کہانی سناؤں گا۔ اپنے گھر والوں سے ملاؤں گا۔ ویسے یہاں رستم خان صاحب کے اڈے پر کچھ عجیب سی افراتفری نظر آتی ہے آجکل؟"

"ہاں' ان لوگوں کی چل گئی ہے آپس میں۔"

"ایک بات کہوں تم سے فیصل' اگر یہاں کبھی کوئی مشکل محسوس کرو تو فکر نہ کرنا تمہارے لیے رہنے کا ٹھکانہ موجود ہے۔" اس پر میں نے شاہد کا شکریہ ادا کیا۔

اس رات کچھ اور ایسے معاملات سامنے آئے جن کے ذریعے میں اپنے دشمن رستم

خان کو نقصان پہنچا سکتا تھا۔ رستم خان اپنے تین خاص آدمیوں کے ساتھ مشورے کر رہا تھا اور یہ صرف اتفاق تھا کہ میں اس کمرے کے عقبی حصے میں نکل آیا تھا جہاں کھلی ہوئی کھڑکی سے میں اندر کی باتیں سن رہا تھا۔ رستم خان کہہ رہا تھا۔

"زرفت خان ہمارا زیادہ سے زیادہ نقصان کرنے کی کوشش کرے گا چمن خان! میرا خیال ہے ابھی جو مال ہمارا پاس پوشیدہ ہے اس کو ٹھکانے لگاؤ۔ اگر ہمارے ڈیرے کا اس کو پتا چل گیا تو وہ ضرور کمینہ پن کرے گا۔ ابھی تھوڑا انتظار کرکے ہم اس کا حساب پورا کرے گا۔ فوراً ہی کوئی کارروائی کرتا ہے تو ہمارا نام سامنے آجائے گا۔"

"آپ ٹھیک بولتا خان! یہ بہت ضروری ہے۔" نجانے کیوں یہ گفتگو وہ اردو میں کر رہے تھے۔ پشتو میں کرتے تو شاید مجھے دقت ہوتی لیکن اس کی وجہ بھی سمجھ میں آگئی۔ رستم خان کا ایک اور خاص آدمی جو رحمت علی کے نام سے پکارا جاتا تھا وہ پٹھان نہیں تھا۔

"ابھی تم ایسا کرو کہ ڈیرے پر جو مال موجود ہے اسے ٹرک پر لادو' دوسرا ٹرک پر صبح والا مال لوڈ کرو اور پھر دونوں ٹرک اس جگہ لے جاؤ' جدھر ہم نے اپنا ٹھکانہ بنایا۔ یہ مال سب ادھر چھپا دو۔ احتیاط بہت ضروری ہے' چمن خان تم ادھر ہی رہے گا اپنے کھانے پینے کا سامان لے جاؤ اور احتیاط سے ادھر مال کا نگرانی کرو۔ تم اپنے ساتھ چار آدمی کو لے جاؤ' چمن خان تم جائے گا' رحمت علی تم جائے گا' گل زریں تم بھی جائے گا اور چوتھا آدمی اس لڑکے کو لے جاؤ' میرا مراد فیصل سے ہے۔"

"ٹھیک ہے مناسب رہے گا' مگر فیصل........"

"نہیں' وہ بھروسے کا لڑکا ہے۔" رستم خان نے کہا۔

دل ہی دل میں میں نے سوچا کہ رستم خان' میں تو تمہارے لیے اتنے بھروسے کا آدمی ثابت ہوتا کہ تم میرا ہی تذکرہ ہر جگہ کرتے' مگر میرے بھروسے کو جو ٹھیس پہنچائی گئی ہے اس کا حساب تو تمہیں دینا ہی پڑے گا۔ میں باقی کارروائی خاموش نگاہوں سے دیکھتا رہا۔ رات گئے تک وہ لوگ ٹرک پر مال لوڈ کرتے رہے تھے۔ اس دوران رستم خان کے تمام آدمی بھی دور دور تک پھیل کر پہرہ دیتے رہے تھے۔ میرا نام چونکہ ساتھ جانے والوں میں شامل ہو چکا تھا۔ اس لیے میرے لیے جاگنا ضروری نہیں تھا۔

"صبح پانچ بجے ہی مجھے جگا دیا گیا۔ حالانکہ ابھی سوئے ہوئے گھنٹہ بھر بھی نہ گزرا تھا۔ تاہم میں نے کوئی تعرض نہ کیا جگانے والا خود رستم خان تھا۔ "اوئے فیصل خان! ابھی تم سوتا پڑتا ہے یار اٹھو' تمہارے کو جانا ہے۔"

میں فوراً اٹھ گیا اور میں نے جلدی سے کہا۔ "کہاں جانا ہے مجھے بھائی جان؟"

"چہ یارا' مال لے کر جاؤ۔ ابھی ہمارا دشمنی چل گیا ہے......... زربخت خان سے تھوڑا مال چھپانا ہے مگر ہوشیاری سے۔"

"ٹھیک ہے خان! میں نے جلدی جلدی منہ دھوکر ہلکا پھلکا ناشتا کیا اور اس کے بعد ہمارے یہ ٹرک روشنی ہونے سے پہلے ہی ڈیرے سے آگے بڑھ گئے۔ چمن خان ڈرائیونگ کر رہا تھا اور میں اس کے ساتھ بیٹھا تھا۔ دوسرے ٹرک میں دوسرے لوگ موجود تھے۔"

سفر جاری رہا۔ مجھے یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ مال کہاں جا رہا ہے لیکن راستہ پشاور ہی کا تھا اور یہ سفر بغیر کسی دشواری کے مکمل ہوگیا۔ جگہ وہی تھی جہاں پہلے مال چھپایا گیا تھا لیکن دونوں ٹرکوں کے بونٹ اٹھا دیئے گئے تھے تاکہ دیکھنے والوں کو یہ اندازہ ہو کہ ٹرکوں میں کوئی خرابی پیدا ہوگئی ہے دو آدمیوں کو نگرانی پر مقرر کر دیا گیا اور باقی لوگ ٹرک کا مال اتار اتار کر اس جگہ منتقل کرنے لگے میں نے اس جگہ کو پوری طرح ذہن میں رکھا تھا کیونکہ مجھے اس سے بڑا کام لینا تھا۔ یہ کام شام کو چار بجے تک جاری رہا تھا۔ واپسی پر چمن خان کی جگہ زریں خان نے لی۔ یہ شخص خاصا شاطر نظر آتا تھا۔ مجھے راستے میں اس نے کہا۔

"فیصل خان! تم رستم خان کے ساتھ کام کرکے خوش تو ہے نا؟"

"کیوں نہیں زریں خان! وہ میرا بڑا بھائی ہے۔ کتنا خیال رکھتا ہے میرا۔ تم لوگ دیکھتے نہیں' انسان کو اور کیا چاہیے؟"

زریں خان کے ہونٹوں پر ایک شاطرانہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "ہاں وہ تمہارے سے بہت محبت کرتا ہے۔"

پشاور پہنچ گئے ہم لوگ اور یہاں معمول کے مطابق دو دن گزارے' پھر وہاں سے واپسی کا سفر شروع ہوا اور ہم دونوں ٹرکوں پر مال لوڈ کرکے چل پڑے۔

کراچی تک پہنچنے کے لیے جو وقت لگ سکتا تھا وہ صرف ہوا اور ایک بار پھر یہاں

کے معمولات جاری ہوگئے۔ شاہد سے اس دن کے بعد ملاقات نہیں ہوئی تھی۔

چوتھے دن شاہد آیا اور مجھے اشارہ کرکے ہوٹل کی طرف بڑھ گیا تھا۔ میں اپنے کاموں سے فارغ ہو کر ہوٹل پہنچا تو اس نے مسکراتے ہوئے مجھے ایک چابی دی۔

"مبارک ہو فیصل ہم نے ایک ٹرک خرید لیا ہے ابھی تھوڑا سا کام باقی ہے اس کے بعد تمام کاغذات وغیرہ مکمل ہو جائیں گے اور ایس۔ ایف کمپنی کام شروع کر دے گی۔ اپنے اکلوتے ٹرک سے۔ میں نے اس سلسلے میں بہت سی معلومات حاصل کی ہیں۔ ہم باقاعدہ اڈے پر جگہ نہیں بنائیں گے بلکہ میں نے پرائیویٹ طور پر کمپنیوں سے کنٹریکٹ کیا ہے اور فی الحال ہم یہ مال لمبے فاصلوں پر نہیں لے جائیں گے۔ بلکہ شہر ہی شہر میں کام کریں گے۔ زیادہ اچھا کام ہے۔ اس میں اخراجات بھی کم ہوں گے اور آمدنی بھی ٹھیک ٹھاک ہو جائے گی۔"

"یہ تمہارا کام ہے شاہد بھائی! اس چابی کا شکریہ لیکن جیسا کہ میں نے کہا یہ سب کچھ تمہارے حوالے ہے۔ تم جانو اور تمہارا کام۔"

"یار بڑے دل والے آدمی ہو، مجھ سے یہ بھی نہیں پوچھا کہ کہاں رہتا ہوں، کیا کرتا ہوں ایک چابی تمہارے حوالے کر دی تو تم نے مجھ پر اعتماد کر لیا۔"

"ہاں شاہد بھائی، میں نے تم پر اعتماد کر لیا ہے اور جب اعتماد کر لیا ہے تو میں کچھ اور جاننا بھی نہیں چاہتا۔"

شاہد نے گردن ہلائی اور میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "بس ایک بات کہوں گا تم سے فیصل کام غلط کر رہا ہوں لیکن خون برا نہیں ہے میری رگوں میں۔"

"بس بس اب اس سلسلے میں کوئی گفتگو نہیں کریں گے ایک بات بتاؤ شاہد بھائی۔"

"کیا؟"

"ایک شخص ہے محمود شاہ۔"

"ارے بھائی! بڑا خطرناک آدمی ہے۔ بہت ہی سخت مزاج، دراصل پولیس والے کے بارے میں ہم لوگوں کو معلومات حاصل کرنا پڑتی ہیں نا۔"

"کہاں ہے اس کا دفتر؟"

"کراچی کے ہیڈ آفس میں بیٹھتا ہے۔ مسئلہ کیا ہے؟"

"میں کچھ کام کرانا چاہتا ہوں اس سے۔"

"اوہو، اس کا مطلب ہے کہ اپنے فیصل بھائی بھی چل پڑے ہیں۔ کیا کام ہے اس سے؟"

"یہ ابھی نہیں بتا سکتا لیکن تم پر اعتماد کرتا ہوں۔"

"بالکل مطمئن رہو یار ہاتھ ملایا ہے ہم نے زندگی بھر ساتھ نبھائیں گے۔ ابھی تو آنے والا وقت بتائے گا کہ شاہد ہے کیا چیز؟"

"اس کے بارے میں مجھے ذرا سی تفصیلات درکار ہیں۔"

"ایک گھنٹے کے بعد بتادوں گا کہ کہاں سے رابطہ قائم کیا جاسکتا ہے۔" شاہد نے کہا اور میں نے اسے یہ ذمہ داری سونپ دی۔ شاہد نے مجھ سے کہا کہ وہ ٹیلیفون پر مجھے یہ بتا دے گا۔ کہ ایس پی محمود شاہ کا ٹیلیفون نمبر کیا ہے۔ اور اس سے کس وقت ملاقات ہو سکتی ہے۔ میں نے گردن ہلا دی تھی۔

شاہد تھوڑی دیر کے بعد چلا گیا اور میں دفتر واپس آکر اس بارے میں سوچتا رہا۔

دوپہر کے بعد عموماً خاموشی چھا جاتی تھی۔ سب لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو جاتے تھے۔ مال کی بکنگ ہوتی رہتی تھی جو میں ہی کرتا تھا۔ چنانچہ اس وقت بھی میں خالی بیٹھا ہوا تھا کہ ٹیلیفون کی گھنٹی بجی اور میں نے ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف شاہد ہی تھا اس نے مجھے ایس پی محمود شاہ کے نمبر بتائے اور کہا کہ اس وقت وہ اپنے آفس میں موجود ہے۔ میرا دل بری طرح دھڑکنے لگا۔ جو کام کرنے جا رہا تھا وہ بے حد خطرناک تھا اور اس کے نتائج بہت بھیانک بھی نکل سکتے تھے لیکن ہمت کیے بغیر دنیا کا کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ شاہد کے بتائے ہوئے ٹیلیفون نمبر ڈائل کیے اور ریسیور کان سے لگا لیا۔ شاید ایس پی محمود شاہ کی ڈائریکٹ لائن تھی۔ دوسری طرف سے ایک بھاری آواز آئی۔ "کون ہے؟"

"ایس پی شاہ صاحب سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"شاہ بول رہا ہوں۔"

"شاہ صاحب! فوری طور پر ایک بات نوٹ کر لیجئے۔ اس میں کوئی دھوکا دہی نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے میری معلومات آپ کے کام آجائیں۔"

"کون ہو تم' کہاں سے بول رہے ہو؟"

"اگر وقت نے ساتھ دیا تو یہ بھی آپ کو بتا دوں گا کہ کون ہوں اور کہاں سے بول رہا ہوں' جو اطلاع دے رہا ہوں اسے فوراً اپنے پاس نوٹ کر لیجیے ہو سکتا ہے مجھے زیادہ وقت نہ ملے۔"

"کیا اطلاع ہے؟" شاہ نے پوچھا اور میں نے نہایت ہوشیاری سے ایس پی شاہ کو اس جگہ کے بارے میں بتایا۔ جہاں رستم خان نے اپنا مال پوشیدہ کیا تھا اور جب ایس پی شاہ نے کہا کہ وہ اس نقشے کو سمجھ گیا ہے تو میں نے اس سے کہا۔

"شاہ صاحب! وہاں اسمگلنگ کا مال موجود ہے ایک آدمی وہاں اس مال کی نگرانی کر رہا ہے۔ آپ چھاپہ مار کر اس مال کو اپنی تحویل میں لے لیجیے جو شخص وہاں گرفتار ہو گا آپ اس سے خود ہی یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ مال کس کا ہے۔ بہر طور اب یہ آپ پر منحصر ہے کہ آپ کتنی برق رفتاری سے کام کر سکتے ہیں۔"

"دیکھو دوست! میرا نام محمود شاہ ہے اور میں عام پولیس والوں سے ذرا مختلف ہوں۔ تم اگر نیک نیتی سے کسی اسمگلر کی نشاندہی کرنا چاہتے ہو تو بے دھڑک مجھے اس کے بارے میں بھی بتا دو' میں تمہیں ضمانت دیتا ہوں کہ کوئی تمہیں تکلیف نہیں پہنچا سکتا۔ بہتر یہ ہے کہ کام کا آغاز نیک نیتی سے کیا جائے۔ اس کے سلسلے میں ہر خوف کو دل سے نکال دیا جائے۔ تم مجھے اپنے بارے میں تفصیلات بتا دو' میں تمہیں اس نشاندہی کا صلہ بھی دوں گا۔"

"شاہ صاحب' آپ کام کا آغاز تو کریں' میں خود ہی آپ سے کسی وقت رابطہ قائم کر کے باقی تفصیلات بھی بتا دوں گا۔ میں نے آپ سے عرض کیا تھا نا کہ زیادہ وقت نہیں ہے میرے پاس۔ دوبارہ آپ کو ٹیلیفون کر کے یہ معلوم کروں گا کہ میری دی ہوئی اطلاع درست نکلی یا غلط" اس کے بعد میں نے ٹیلیفون بند کر دیا میں نے جو کارروائی کی تھی اس سے مطمئن تھا۔ میں جانتا تھا کہ رستم خان پر یہ ایک ضرب کاری لگے گی اور اس کا شبہ سو فیصد زربغت خان پر ہی جائے گا۔ یہی میرا مقصد تھا۔

اب انتظار کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا دل مچلتا رہتا تھا کہ کسی طرح رستم خان کو اس بات کے لیے مجبور کر دوں کہ وہ مجھے میرے دشمنوں کا پتا بتا دے لیکن سچی بات یہ ہے۔ کہ کوئی ذریعہ سمجھ میں نہیں آتا تھا میں نے یہ سوچ کر اپنے آپ کو بہلا لیا کہ جلد بازی نہیں کرنی چاہیے۔ یہ تو تقدیر نے ایک موقع دیا ہے۔ پہلے رستم خان کو چاروں طرف سے نڈھال کر دوں اس کے بعد کسی مناسب موقع پر اس سے یہ سوال بھی کر لوں گا۔ دیکھنا یہ ہے کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ اس سلسلے میں بھی بہت زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔

دوسری صبح بڑی سنسنی خیز تھی کیونکہ پولیس نے رستم خان کے ڈیرے پر ریڈ کر کے رستم خان کے آدمیوں کو گرفتار کرنا شروع کر دیا تھا۔ ہم لوگ ابھی دفتر جانے کی تیاری ہی کر رہے تھے۔ کہ یہ افتاد پڑ گئی تھی۔ رستم خان غصے میں بھرا ہوا باہر نکلا تو پولیس کے چند جوانوں نے اسے بھی گرفتار کر لیا۔ میں بھی گرفتار شدگان میں شامل تھا اور میرے ہاتھوں میں بھی ہتھکڑیاں ڈال دی گئی تھیں۔ پھر میں نے ایس پی محمود شاہ کو دیکھا اور میرا دل مسکرا اٹھا۔ اس کا مقصد ہے کہ چمن شاہ گرفتار ہو گیا اور اس نے رستم خان کی نشاندہی کر دی۔ بہت ہی مسرور کن تصور تھا۔ میری پہلی کوشش بار آور ہوئی تھی۔ غرض یہ کہ ہم سب کو پولیس کی گاڑیوں میں بیٹھا کر پولیس اسٹیشن لے جایا گیا۔ اور اس کے بعد اجتماعی طور پر لاک اپ کر دیا گیا۔ رستم خان زخمی شیر کی مانند دہاڑ رہا تھا اس کا خیال تھا کہ زربغت خان نے یہ کارروائی کی ہے۔ اسٹیشن انچارج سے اس نے چیخ چیخ کر کہا کہ وہ کوئی معمولی آدمی نہیں ہے' ایک ایک کو ٹھیک کر دے گا' ایس پی محمود شاہ کو بھی اس نے پشتو زبان میں گالیاں بکی تھیں۔ دوپہر ہو گئی۔ ہمارا پرسان حال کوئی نہیں تھا پھر ایک ایس آئی نے لاک اپ کے باہر سے رستم خان کو آواز دی تو رستم خان اٹھ کر اس کے پاس پہنچ گیا۔

"کسی کو اپنی گرفتاری کے بارے میں اطلاع تو نہیں دینی ہے؟"

"اطلاع دینا ہے' بہت سا لوگ کو اطلاع دینا ہے پر تم ایک کام کرو۔ ابھی یہ ٹیلیفون نمبر لو اور ہمارا وکیل کو ہمارا پاس بلا دو۔" رستم خان نے کہا۔

"ٹھیک ہے کیا نام ہے تمہارے وکیل کا۔"

"غلام علی خان! کو بولو کہ رستم خان گرفتار ہو گیا ہے' اس کو مل لے۔ ویسے ایک بات بتاؤ۔ سب انسپکٹر صاحب! ہمارے کو کیوں گرفتار کیا گیا ہے؟" رستم خان نے پوچھا۔

"یہ بات بس تھوڑی دیر کے بعد ایس پی صاحب' تمہیں خود بتائیں گے۔" ایس

آئی نے کہا اور ٹیلیفون نمبر لے کر چلا گیا۔

ڈھائی بجے کے قریب رستم خان کو لاک اپ سے نکال کر کہیں لے جایا گیا۔ تقریباً بیس منٹ بعد وہ واپس آیا تھا۔ اس کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔ لوگوں نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا مگر اس نے کسی کو کچھ نہیں بتایا پھر ساڑھے تین بجے کے قریب کالے کوٹ میں ملبوس ایک وکیل صاحب لاک اپ کے سامنے پہنچ گئے اور رستم خان اٹھ کر ان کے پاس آگیا۔

"خان صاحب! ابھی آپ کی ضمانت نہیں ہو سکتی، پہلے ان تمام لوگوں کے بیانات ہوں گے۔ میں نے بہت کوشش کی ہے لیکن ایس پی محمود شاہ صاحب نہیں مانتے۔ ان کا کہنا ہے کہ ضمانت عدالت میں ہو سکتی ہے۔ پولیس ضمانت لینے کے لیے تیار نہیں ہے۔"

"ابھی غلام علی صاحب ہم ان سب کو دیکھے گا۔ تم میرا ضمانت کا کوشش کرو۔" رستم خان نے کہا۔

"کیا پولیس کا الزام درست ہے خان صاحب! اسمگلنگ کا مال پکڑا گیا ہے آپ کے پاس سے؟"

"میں ابھی کچھ نہیں بولتا۔ تم ابھی میرا ضمانت کا بندوبست کرو، بعد میں تمہارے کو پورا بات بتائے گا۔"

"آپ کو انکار تو کرنا ہوگا آپ کا ایک آدمی چمن خان پکڑا گیا ہے اور پولیس نے اسے اپنے تحویل میں رکھا ہے۔"

"چمن خان پہلے میرا آدمی تھا اب نہیں ہے۔"

"گڈ! یہی کہنا چاہتا تھا خان صاحب! آپ کو عدالت میں یہی کہنا ہے کہ آپ نے چمن شاہ کو کچھ دن پہلے اپنی نوکری سے نکال دیا تھا اور چمن شاہ کسی اور کے لیے کام کرتا تھا۔ اس سلسلے میں آپ کے ان تمام لوگوں کو گواہی بھی دینا ہوگی۔"

"سب گواہی بھی دے گا" رستم خان نے بڑے اعتماد بھرے لہجے میں کہا غلام علی وکیل تھوڑی دیر تک رستم خان سے باتیں کرتا رہا اور اس کے بعد چلا گیا اس کے جاتے ہی رستم خان کے ایک آدمی نے اس سے پوچھا۔

"خاناں! کیا ہمارا مال پکڑا گیا؟"

"اوئے خدائی خوار چپ کرو۔ زیادہ بولنا اچھا نہیں ہوتا ابھی وہ کتا زربخت خان ہمارا ساتھ دشمنی کیا۔ خدا قسم! اس کو بتائے گا کہ رستم خان کا دشمنی کیا ہوتا ہے۔" رستم خان غرائے ہوئے لہجے میں بولا۔ اس کے بعد اس کے کسی اور ساتھی نے اس کے بارے میں کوئی گفتگو نہیں کی۔ بہرطور شام ہوگئی۔ اس دوران ہم لوگوں کو کھانا دیا گیا اور رستم خان کے علاوہ سب نے ہی کھانا کھایا تھا۔ رستم خان نے کھانے سے انکار کر دیا تھا۔ پھر رات کو تقریباً آٹھ بجے پولیس کے دو کانسٹیبلوں نے لاک اپ کا دروازہ کھولا اور رستم خان کے ایک آدمی کو باہر آنے کا اشارہ کیا۔

یہ شخص پندرہ منٹ کے بعد واپس آگیا۔ اس دوران رستم خان اپنے آدمیوں کو ہدایت دیتا رہا تھا اور اس نے انہیں سمجھاتے ہوئے کہا تھا کہ ہو سکتا ہے پولیس بیان لینے کے لیے ان لوگوں کو بھی طلب کرے۔ چمن شاہ کے بارے میں یہی کہنا ہے کہ اسے رستم خان نے اپنے ہاں سے دس بارہ دن پہلے نکال دیا تھا اور اب وہ اس کے ساتھ کام نہیں کرتا۔ مال کے بارے میں بالکل لاعلمی کا اظہار کیا جائے اور پولیس والے رستم خان کے ایک ایک آدمی کو لے جاتے رہے یہاں تک کہ میرا نمبر بھی آگیا۔ رستم خان نے میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"فیصل خان! تو پڑھا لکھا آدمی ہے ابھی ایسا بولنا کہ پولیس کو ہم پر کوئی شک نہ ہونے پائے۔"

"آپ اطمینان رکھیں ایسا ہی ہوگا۔" میں نے جواب دیا۔ اس کے بعد مجھے ایک راہداری سے گزار کر پولیس اسٹیشن کے ایک کمرے کے اندر پہنچا دیا گیا۔ یہاں میں نے ایس پی محمود شاہ کو دیکھا تھا۔ اس کے ساتھ علاقے کا انسپکٹر بھی موجود تھا.......... محمود شاہ نے مجھے طنزیہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ لڑکا ایک دن مجھے چیکنگ کے دوران ملا تھا اور میں نے محسوس کیا تھا کہ یہ بہت شاطر ہے۔ چلو سامنے بیٹھ جاؤ۔" ایس پی شاہ نے مجھے حکم دیا اور اس کی ہدایت پر میں کرسی پر بیٹھ گیا۔

"دیکھو، میں ذرا دوسری قسم کا آدمی ہوں جو کچھ بھی کہو سچ سچ کہنا مجھے جھوٹ پکڑنے میں مہارت حاصل ہے ایک لفظ زبان سے جھوٹ نکلا تو زندگی بھر رونا پڑے گا کیا

"سمجھے؟"

"میں آپ کے سامنے سچ بولوں گا شاہ صاحب! لیکن اس کے لیے ایک شرط ہے۔"

"ایس پی بری طرح چونک پڑا تھا۔ وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا تھا اور اس کے چہرے کے تاثرات میری سمجھ میں نہ آسکے تھے پھر اس نے سرد لہجے میں کہا۔ "کیا شرط ہے؟"

"انسپکٹر صاحب کو باہر بھیج دیجیے۔ میں آپ سے تنہائی میں باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

ایس پی صاحب نے نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا کر چند لمحات میری اس شرط پر غور کیا اور پھر انسپکٹر کی طرف رخ کر کے اسے باہر جانے کا اشارہ کیا۔ انسپکٹر مجھے گھورتا ہوا باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد ایس پی شاہ نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو فون پر اس مال کے بارے میں اطلاع دینے والے تم ہی تھے۔"

"میرا منہ حیرت سے کھلا رہ گیا میں نے متعجبانہ انداز میں کہا۔ "یہ اندازہ آپ نے کیسے لگالیا ایس پی صاحب؟"

ایس پی شاہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی پھر اس نے کہا۔ "پولیس والوں سے اس سے پہلے واسطہ پڑا ہے؟"

"ہاں پڑا ہے۔"

"تو پھر سمجھ لو کہ میں نے اپنی زندگی انہی تمام کاموں میں صرف کی ہے۔ میں ٹیلیفون پر تمہاری آواز سن چکا ہوں.......... تمہارے بولنے کا انداز میرے ذہن میں تھا اور اس وقت تمہارے چند الفاظ نے یہ ظاہر کر دیا کہ تم ہی وہ تھے جس نے مجھے اس مال کی اطلاع دی تھی۔"

"آپ بہت ذہین ہیں ایس پی صاحب! معافی چاہتا ہوں۔ میں تو بہت چھوٹی عمر کا ہوں۔ ظاہر ہے آپ کا تجربہ میری عمر سے بھی زیادہ ہوگا۔ آپ کا کہنا درست ہے۔ میں نے ہی آپ کو اس مال کے بارے میں اطلاع دی تھی۔"

"گڈ ویری گڈ' اب جو سوالات میں تم سے کروں گا۔ ان کے جواب بالکل سچ دینا۔"

"ایس پی صاحب! آپ کے سامنے میں سارے سچ بول دینا چاہتا ہوں۔"

"پہلا سوال کچھ پڑھے لکھے ہو؟"

"جی ہاں' تھوڑا بہت۔"

"لہجے سے تم پٹھان نہیں معلوم ہوتے۔"

"لہجے سے میں جو کچھ معلوم ہوتا ہوں' وہ آپ بہتر سمجھتے ہوں گے۔ ویسے رستم خان سے میرا ساتھ بہت پرانا نہیں ہے۔"

"پھر کون ہو تم؟"

"فیصل ہے میرا نام اور رستم خان کے پاس نوکری کرتا ہوں۔"

"کہاں رہتے ہو؟"

"رستم خان کے ڈیرے پر رہتا ہوں۔"

"والدین کہاں ہیں تمہارے؟"

"نہیں جانتا۔"

"خیر اس کے بارے میں مزید تفصیلات تم سے بعد میں معلوم کرلوں گا۔ پہلی بات مجھے یہ بتاؤ کہ رستم خان کے بارے میں تم نے مجھے یہ اطلاع کیوں دی تھی؟"

"اس لیے ایس پی صاحب کہ میں نے ابھی اس دنیا میں نیا نیا زندگی کا آغاز کیا ہے۔ سنتا یہ رہا ہوں کہ یہ دنیا جرائم پیشہ لوگوں سے بھری ہوئی ہے اور جرم انسان کو مالی آسودگی بخشتا ہے لیکن ایس پی صاحب یہ شاید اس وقت ہوتا ہو جب انسان عمر کی منزل میں کافی آگے بڑھ چکا ہوتا ہے۔ ہم چھوٹی عمر کے لوگ تو صرف یہ سمجھتے ہیں کہ وطن پرستی بھی کوئی چیز ہوتی ہے اور وطن کو نقصان پہنچانے والے وطن میں رہنے والے ہر شخص کے دشمن ہوتے ہیں۔ یہ تصور ابھی تک میرے دل میں زندہ ہے۔ آگے کے بارے میں نہیں کہہ سکتا کہ تجربات کیا سوچ دیں۔ ابھی میری سوچ یہی ہے کہ اسمگلنگ' بلیک مارکیٹنگ' چوری' ڈاکا زنی اور اس قسم کے دوسرے تمام جرائم وطن کو نقصان پہنچاتے ہیں اور وطن کو نقصان نہیں پہنچنا چاہیے۔ میں نے اس تصور کے ساتھ جب یہ بات میرے علم میں آئی کہ رستم خان سامان ادھر سے ادھر منتقل کرنے کے علاوہ اسمگلنگ کا کام بھی کرتا ہے تو اپنا فرض سمجھ کر آپ کو اطلاع دی' آپ کا ٹیلی فون نمبر بڑی مشکل سے مجھے معلوم ہو سکا تھا' اس دن آپ نے مجھ سے گفتگو کی تھی تو اسی وقت سے آپ کا نام میرے ذہن میں

محفوظ تھا۔"

ایس پی محمود شاہ کے چہرے پر متاثر ہونے کے آثار پائے جاتے تھے۔ وہ خاموش نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے کہا۔ "اس مال کے وہاں تک جانے کی تفصیل بتاؤ۔" اور میں نے تمام تفصیل ایس پی محمود شاہ کو بتا دی۔ وہ پہلا واقعہ بھی بتا دیا' جب مال کو درمیان میں اتار دیا گیا تھا اور اس وقت یہ بات کہی گئی تھی کہ ایس پی شاہ بہت خطرناک آدمی ہے اور کسی لالچ میں نہیں آتا۔"

"تم نے جس طرح مجھے متاثر کیا ہے میں اسے الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔ یہ بتاؤ چمن شاہ' رستم خان کا ہی آدمی ہے؟"

"ایس پی صاحب یہ بات آپ ٹرک اڈے سے معلوم کر سکتے ہیں۔ وہ پچھلے روز تک رستم خان کے ساتھ تھا......... اور رستم خان نے اسے اس مال کی نگرانی کے لیے وہاں بھیج دیا تھا۔"

"کیا یہ بات تم عدالت میں کہہ سکتے ہو؟"

"نہیں ایس پی صاحب میں عدالت ہی میں نہیں بلکہ اگر رستم خان آپ کے سامنے آگیا تو ان میں سے ایک بات بھی نہیں کہہ سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے ایس پی صاحب کہ میں ابھی اس دنیا کے سامنے بہت کمزور ہوں۔ آپ مجھ سے میری زندگی کی حفاظت کا وعدہ کر سکتے ہیں لیکن میں جانتا ہوں کہ آپ عملاً" ایسا نہیں کر سکتے آپ اپنی کسی مصروفیت میں لگ جائیں گے اور ایک محب وطن دشمن کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتر جائے گا اگر آپ واقعی سچے اور اچھے انسان ہیں تو براہ کرم مجھے اس بات کے لیے مجبور نہ کیجئے گا میں آپ کو باقی اور بھی بہت سی باتیں بتا سکتا ہوں۔"

"میں تمہیں اس بات کے لیے مجبور نہیں کروں گا۔ اچھا یہ بتاؤ کہ ضمانت ہونے کے بعد کیا تم رستم خان کے ڈیرے پر ہی قیام کرو گے یا.........؟"

"جی ہاں' فی الحال۔" میں نے جواب دیا۔

ایس پی شاہ نے وعدہ کیا کہ میرا نام درمیان میں نہیں لایا جا گا۔ بہرحال دوسرے دن ہماری ضمانت ہو گئی اور ہم ڈیرے پر واپس آگئے۔

رستم خان کو پورا یقین تھا کہ اس کی مخبری کرنے والا زربغت خان کے ع

کوئی نہیں ہو سکتا۔ اس نے واضح طور پر یہ بات کہی تھی' البتہ رستم خان اس بات پر حیران تھا کہ زربغت خان کو اتنی صحیح معلومات کیسے حاصل ہو گئیں۔ اس سے زیادہ مجھے اور کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔ مجھے بھی ابھی خاموشی سے کچھ وقت گزارنا تھا۔ باقی ساری باتیں اپنی جگہ تھیں لیکن ابھی تک یہ ترکیب سمجھ میں نہیں آئی تھی کہ رستم خان کو زبان کھولنے پر کس طرح آمادہ کیا جائے ویسے صحیح معنوں میں اپنا بدلہ تو لیا تھا۔

دوسرے دن صبح کو ہم سب معمول کے مطابق ٹرک اڈے پہنچ گئے۔ دفتر کھلا اور کام کا آغاز ہو گیا۔ رستم خان کے سارے ٹرک آج اڈے پر ہی تھے اور وہ دونوں ٹرک بھی جو پکڑے گئے تھے پولیس کی تحویل سے آزاد ہو کر آگئے تھے۔ رستم خان کے تمام ہی آدمی اڈے پر موجود تھے۔ زربغت خان کا دفتر ویسے بھی سامنے ہی تھا اور یہاں سے وہاں دیکھا جا سکتا تھا۔ رستم خان گیارہ بجے کے قریب اپنے کمرے میں بیٹھا تھا کہ زربغت خان اپنے دو آدمیوں کے ساتھ اڈے کی جانب سے گزرا۔ رستم خان کی طرف دیکھ کر اس نے مونچھوں پر تاؤ دیا تھا۔ غالباً" اس کے فرشتوں کو بھی یہ اندازہ نہیں ہو گا کہ رستم خان اس کے بارے میں کیا سوچ رہا ہے لیکن مونچھوں پر تاؤ دیتے ہوئے دیکھ کر رستم خان کا دماغ گھوم گیا۔ وہ وحشت زدہ انداز میں کھڑا ہو گیا اور اس نے پشتو میں گالیاں بکتے ہوئے اپنے دفتر کا دروازہ کھول کر زربغت خان کو للکارا زربغت خان رک گیا۔ رستم خان غراتا ہوا اس کی جانب بڑھا اور زربغت خان کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ قریب پہنچتے ہی رستم خان نے ایک زور دار تھپڑ زربغت خان کے چہرے پر رسید کر دیا اور دوسرے لمحے زربغت خان نے اپنا پستول نکال لیا۔ رستم خان کے اڈے کے تمام لوگ بھی اس جانب متوجہ ہو گئے تھے لیکن اس دوران وہ ہو گیا جو میرے تصور سے بھی باہر تھا۔ زربغت نے رستم خان پر تین گولیاں چلائیں جن میں سے ایک اس کی پیشانی پر اور دو سینے پر لگیں' اس کے باوجود رستم خان' زربغت خان سے لپٹ گیا اور اسے رگیدتا ہوا زمین پر لے آیا۔ اس نے زربغت خان کی گردن دبانے کی کوشش کی لیکن اس سے زیادہ کچھ نہ کر سکا......... گولیاں کارگر ہو گئی تھیں۔ زربغت خان نے اسے خود پر سے دھکیل دیا۔ چاروں طرف سنسنی پھیل گئی تھی پھر رستم خان کے ساتھی دوڑ پڑے اور انہوں نے رستم خان کو مردہ دیکھا تو ان کے خون کھول گئے۔ زربغت خان یہ صورت حال دیکھ کر وہاں سے فرار ہونے کی

Uploaded By Muhammad Nadeem

کوشش کرنے لگا مگر رستم خان کے آدمیوں نے اسے پکڑ لیا۔ زربخت خان نے دو فائر اور کیئے اس سے رستم خان کے دو آدمی مزید زخمی ہوگئے لیکن انہی میں سے ایک نے چاقو نکال کر زربخت خان کے پیٹ میں گھونپ دیا۔ دوسری طرف زربخت خان کے آدمی بھی ہتھیار لے کر میدان میں آگئے تھے اور اس کے نتیجے میں اڈے پر باقاعدہ بلوہ شروع ہوگیا۔ ڈنڈوں' چاقوؤں اور کلہاڑیوں کا آزادانہ استعمال ہونے لگا۔ اطراف میں موجود پولیس والوں نے یہ صورت حال دیکھی تو اپنے طور پر انتظامات میں مصروف ہوگئے بلوے میں بہت سے لوگ زخمی ہوگئے تھے۔ میں اس صورت حال کو دیکھ کر وہاں سے کافی پیچھے کھسک آیا کیونکہ مجھے بھی رستم خان کے ساتھی کی حیثیت سے پہچانا جاتا تھا۔

پولیس نے گھیرا ڈال لیا اور اس کے بعد جب اس کی کافی نفری وہاں پہنچ گئی تو انہوں نے گرفتاریاں شروع کر دیں۔ تیرہ چودہ افراد شدید زخمی ہو گئے تھے۔ پولیس نے کسی نہ کسی طرح صورت حال پر قابو پایا اور دونوں گروہ کے لوگوں کو گرفتار کرلیا گیا۔ میں چونکہ وہاں سے کھسک گیا تھا اس لیے کوئی میری جانب نہ ہوا لیکن میں جانتا تھا کہ اب صورت حال بہت خطرناک ہوگئی ہے اور اڈے کا دوبارہ رخ کرنا میرے لیے بہت خطرناک ثابت ہو سکتا تھا لیکن میرے ذہن میں یہ بات موجود تھی کہ میرا نام بھی ان لوگوں میں شامل ضرور ہوگا اور ایسے وقت میں مجھے ایس پی محمود شاہ یاد آیا تھا۔ فوری طور پر اس سے رابطہ قائم کرنا ضروری تھا چنانچہ میں پولیس ہیڈ کوارٹر پہنچ گیا۔

ایس پی محمود شاہ اپنے دفتر میں موجود نہیں تھا چنانچہ وہیں رک کر میں نے اس کا انتظار کرنا شروع کر دیا۔ اس کی واپسی میں کئی گھنٹے صرف ہوگئے۔ اس کے سامنے پہنچ کر میں نے اسے سلام کیا۔

"خیریت! کیسے آنا ہوا! کیا میرے پاس آئے ہو؟"

"جی شاہ صاحب!" میں نے جواب دیا۔

"آؤ اندر آجاؤ۔" ایس پی شاہ مجھے اپنے ساتھ لے کر اپنے کمرے میں داخل ہوگیا۔ کچھ اور لوگ بھی اس کے پاس موجود تھے۔ جن سے اس نے معذرت کرلی اور پھر میری طرف دیکھ کر بولا۔ "کہو کیا کام ہے مجھ سے؟ تم یقین کرو فیصل کہ تمہارے بارے میں' اکثر سوچتا رہا ہوں اور میں نے اندازہ لگایا ہے کہ تمہارے اندر ایک اچھا شہری بننے کی

صلاحیتیں موجود ہیں اور میں اب تمہاری ہر قسم کی مدد کروں گا۔"

"بہت بہت شکریہ شاہ صاحب! شاید آپ کو ٹرکوں کے اڈے پر ہونے والے بلوے کا علم نہیں ہے؟"

"بلوہ!" ایس پی شاہ نے مجھے دیکھا۔

"جی ہاں! وہاں پر صورت حال بہت خطرناک ہوگئی ہے۔" پھر میں نے شاہ صاحب کو تمام تفصیلات بتاتے ہوئے کہا۔ "وہاں اچھی خاصی خون ریزی ہوئی ہے پولیس نے بہت سے لوگوں کو گرفتار کرلیا ہے' بہت سے افراد زخمی ہوگئے ہیں لیکن میں موقع دیکھ کر وہاں سے بھاگ لیا تھا کہیں اور جاتا تو مجھے رستم خان کا مفرور ساتھی سمجھا جاتا۔ آپ چونکہ تمام صورت حال سے واقف ہیں اس لیے میں سیدھا آپ کے پاس آگیا تاکہ اپنے بارے میں آپ کو تفصیلات بتادوں۔"

ایس پی شاہ چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر اس نے ٹیلی فون اٹھا کر اس علاقے کے نمبر ڈائل کیے اور علاقے کے تھانے کے انچارج سے دیر تک اڈے پر ہونے والے بلوے پر گفتگو کرتا رہا۔

"بہت اچھا کیا تم نے کہ میرے پاس آگئے' بالکل بے فکر رہو تم' پر کوئی آنچ نہیں آئے گی اور پھر ظاہر ہے کہ تم اس بلوے میں شریک نہیں تھے۔" وہ ٹیلی فون رکھ کر مجھ سے مخاطب ہوا تھا۔

"لوگ مجھے رستم خان کے آدمی کی حیثیت سے جانتے ہیں اس لیے میری پوزیشن بھی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔"

ایس پی شاہ ہنستے ہوئے بولا۔ "ویسے تم واقعی بے حد ذہین لڑکے ہو۔ تم نے بڑا صحیح انتخاب کیا' بے فکر رہو تمہاری ذمے داری میں قبول کرتا ہوں۔"

"شکریہ ایس پی صاحب' اسی لیے آپ کو زحمت دی تھی۔"

"ایک بات سنو' رستم خان واقعی ہلاک ہو چکا ہے۔ زربخت خان کی حالت بھی بہتر نہیں ہے۔ تم نے مجھے بتایا کہ تم بے سہارا ہو اب اس کے بعد کیا کرو گے۔"

"جناب عالی! دنیا بہت وسیع ہے اپنے لیے دو روٹی کا ٹھکانہ کہیں بھی تلاش کرلوں گا۔ مجھے اس کی فکر نہیں ہے بس اپنی پوزیشن صاف کرنا تھی۔ آپ کی نگاہوں میں' چنانچہ

میں یہاں آگیا' باقی تمام تفصیلات آپ کے علم میں ہیں۔"

"یہ میرا کارڈ رکھ لو' اس پر میرے گھر کا پتا بھی ہے' کسی وقت ٹیلی فون کر کے میرے پاس آجانا' میں تمہارے لیے کوئی بہتر بندوبست کروں گا۔"

"بہت بہت شکریہ ایس پی صاحب! آپ کو میری پوزیشن سنبھالنی ہے باقی مجھے اور کوئی فکر نہیں ہے۔"

"اس کی طرف سے تم بالکل مطمئن رہو۔"

میں نے ایس پی شاہ کو سلام کیا اور وہاں سے نکل آیا۔ میرا ذہن کش مکش کا شکار تھا۔ رستم خان کا ٹھکانہ ختم ہوگیا تھا لیکن مجھے اس کی فکر نہیں تھی۔ میں تو بس دکھ بھرے انداز میں سوچ رہا تھا کہ اس صورت حال کا یہ نتیجہ نکلے گا۔ اس کا میں اندازہ نہیں کر سکا تھا۔ رستم خان انتہائی بے وقت مارا گیا وہ کمبخت جانتا تھا کہ وہ کون ہے جو مجھے در بدر دیکھنا چاہتا ہے اور وہی اب اس دنیا میں نہ رہا۔ گویا میرے دشمن ایک بار پھر تاریکی میں چلے گئے تھے اور اب میرے لیے یہ مشکل ہوگیا تھا کہ میں بہ آسانی ان کے بارے میں معلومات حاصل کرسکوں۔ ایس پی شاہ سے ملاقات کر کے کم از کم یہ اطمینان ہوگیا تھا کہ اب رستم خان کے سلسلے میں میرے اوپر کوئی الزام غائد نہ ہو سکے گا۔ فی الحال یہ سوچنا تھا کہ قیام کہاں کروں۔ پیرو کا خیال بھی ذہن میں آیا لیکن وہاں جانے کی ہمت نہ پڑی۔ کتنے عرصے سے اس سے ملا بھی نہیں تھا اور نہ ہی الیاس بھائی کے گھر جانا چاہتا تھا۔ یہ سارے کام تو اس وقت کے تھے جب اطمینان ہو۔ قیام کے لیے کوئی مشکل نہیں تھی۔ ہوٹل میں ٹھہرنے کا تجربہ بھی ہو چکا تھا اب یہی آخری فیصلہ کیا کہ کسی ہوٹل میں کمرہ حاصل کرلیا جائے۔ پیسے اچھے خاصے موجود تھے میرے پاس رستم خان نے کبھی روپے پیسے کے معاملے میں تنگ نہیں کیا۔ ہزار ڈیڑھ ہزار میرے پاس ہروقت موجود ہوا کرتے تھے۔

آدم خان مارکیٹ کے پیچھے ایک ہوٹل میں ایک کمرہ حاصل کرلیا۔ کمرے میں بے سروسامانی کے ساتھ قیام کیا تھا۔ رستم خان کے ڈیرے پر جاکر سامان حاصل کرنا بھی اس وقت بہت خطرناک تھا۔ پتا نہیں وہاں کیا صورت حال ہو۔ کمرے میں دوران قیام میں نے اپنے آئندہ اقدامات پر غور کیا۔ یہ خوبی اب میرے اندر پیدا ہوگئی تھی کہ حالات سے پریشان نہیں ہوتا تھا اور یہ خوبی اس لیے پیدا ہوئی کہ میں نے اپنے مستقبل کا فیصلہ کرلیا تھا۔ یہ فیصلہ شاید میرے لیے کار آمد ہو سکتا تھا لیکن کسی بھی ایسے شخص سے اب میں براہ راست کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتا تھا جسے میری ذات سے نقصان پہنچ جانے کا خدشہ ہو۔ وہ فون میں کبھی نہیں بھول سکتا تھا جو کسی نے رستم خان کو کیا تھا اور میری ساری زندگی کی کہانی دہرا دی تھی۔

☆☆☆

دوسرے دن صبح ہی صبح میں شاہد کے پتے کی جانب چل پڑا۔ پہلی بار اس جگہ جارہا تھا جہاں شاہد سے ملاقات ہونے کی توقع تھی۔ مطلوبہ جگہ شاہد مل گیا۔ وہ دو لڑکوں سے ٹرک کی صفائی کرا رہا تھا۔ پہلی بار میں نے اس ٹرک کو دیکھا جس میں میرا بھی حصہ تھا شاہد مجھے دیکھ کر اچنبھے میں رہ گیا۔

"کمال ہے یار' تم میرے پاس نہیں پہنچے؟"

"کیا مطلب شاہد؟" میں نے سوال کیا۔

"یار رستم خان کے اڈے کا سارا کھیل مجھے معلوم ہوگیا۔ رستم خان مرگیا ہے نا' کل مجھے پتا چلا تو یقین کرو۔ میں تمہیں آدھے شہر میں تلاش کرتا پھرا ہوں۔ ہر ایک سے معلومات حاصل کرلیں تمہارے بارے میں مگر کچھ پتا ہی نہ چل سکا کہاں رہے؟"

"بس شاہد بھائی اپنی جان تو بچانی ہی تھی نا۔"

"پولیس نے سب کو گرفتار کرلیا ہے' تمہارے اوپر تو کوئی آنچ نہیں آئی؟"

"نہیں' میرے اوپر کوئی آنچ نہیں آئی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آؤ بیٹھو" تمہیں چائے پلواتا ہوں۔" شاہد نے کہا۔ میں ٹرک کے قریب پڑی ہوئی ایک بینچ پر بیٹھ گیا۔ لڑکے ٹرک کے ٹائروں کی دھلائی کر رہے تھے۔ شاہد تھوڑی دور پر واقع ایک ہوٹل میں چائے کے لیے کہنے چلا گیا اور میں ماحول کا جائزہ لینے لگا۔ شاہد چائے کے لیے کہہ کر میرے پاس آکر بیٹھ گیا تھا۔

"ہاں۔' ذرا رستم خان کے اڈے کا پورا پورا واقعہ تو بتادو مجھے۔"

"بس زربخت خان اور رستم خان میں کافی دن سے چل رہی تھی۔ شاید رستم خان نے زربخت خان کے دو ٹرکوں میں آگ لگوا دی تھی۔ جھگڑا ہوا ان لوگوں کا اور زربخت نے رستم خان کے اڈے پر فائرنگ کرائی' وہ گرفتار ہوا اور اس کے بعد رہا ہوکر آگیا پھر رستم خان نے اسے دیکھا اور مشتعل ہوگیا اور اس نتیجے میں جھگڑا ہوا اور زربخت خان نے رستم خان کو مار ڈالا۔ دونوں کے گروہ آپس میں لڑ گئے اور کافی خون خرابہ ہوا۔ میں تو وہاں سے پہلے ہی ہٹ گیا تھا۔ پولیس کو اس بات کا علم ہوگیا کہ میں اس جھگڑے میں شریک نہیں تھا چنانچہ مجھ سے کوئی پوچھ گچھ نہ کی گئی۔ اڈے پر جو ہنگامہ ہوا تھا' اس کے بعد رستم خان کے ڈیرے پر واپس جانا مناسب نہیں سمجھا چنانچہ میں نے پچھلی رات ہوٹل میں قیام کیا۔"

"اب تم صرف اور صرف میرے ساتھ قیام کرو گے۔ رستم خان تو مرگیا' اب اس کے کاروبار کا کیا بنے گا یہ اللہ جانے مگر ہمیں اس سے کیا غرض' ہمارا اپنا کام بڑی اچھی طرح شروع ہوچکا ہے چنانچہ اب ہم اپنا کام خود کریں گے بھلا اس سے تمہیں کون روک سکتا ہے۔" چائے آگئی تھی۔ شاہد نے چائے کی ایک پیالی بناکر مجھ کو دی اور دوسری خود لے کر بیٹھ گیا۔ پھر اس نے چیخ کر لڑکوں کو کچھ ہدایت دیں اور اس کے بعد میری طرف رخ کرکے بولا۔ "واقعی تم بہت عجیب ہو فیصل' تم نے اس ٹرک کے بارے میں ذرہ برابر دلچسپی کا اظہار نہیں کیا۔"

"دیکھو شاہد بھائی' میں بہت بڑا آدمی نہیں ہوں' جو کچھ ہوں تمہارے سامنے ہوں' یہ تھوڑے بہت پیسے جو میرے پاس جمع ہوگئے تھے صرف تمہاری مہربانیوں سے ہوگئے تھے ورنہ شاید میں اتنی بڑی رقم کبھی جمع نہیں کرپاتا۔ تم نے ایک تجویز پیش کی میں نے تمہاری دی ہوئی رقم تمہیں لوٹا دی۔"

"ہرگز نہیں' وہ رقم میں نے تمہیں بھیک میں نہیں دی تھی' تم نے بھی تو میرے لیے بہت بڑا خطرہ مول لیا تھا۔"

"اگر تم نے یہ سوچا ہے کہ اس ٹرک میں میرا بھی کچھ حصہ ہے تو یہ بھی تمہاری ہی مہربانی ہے۔"

"کوئی مہربانی نہیں ہے' اب میں تمہیں اور کچھ نہیں کرنے دوں گا' میرے ساتھ

میرے گھر میں رہو گے۔ ابھی تک تو موقع ہی نہیں ملا تھا کہ تمہیں اپنے گھر والوں سے ملاؤں لیکن اب سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ تم کہیں اور جاؤ۔ ہوٹل میں تمہارا سامان موجود ہے؟"

"نہیں بھائی' سامان تو میں ڈیرے پر ہی چھوڑ آیا تھا اور ڈیرے پر جانا اب میں مناسب نہیں سمجھتا۔"

"چلو کوئی بات نہیں ہے۔ ہمیں سامان کی ضرورت بھی کیا ہے جب چاہیں گے خرید لیں گے بلکہ جلد ہی خریداری کرلیں گے۔ ظاہر ہے تمہیں بہت سی چیزوں کی ضرورت ہوگی۔"

میں ایک لمحے کے لئے سوچ میں ڈوب گیا۔ عارضی طور پر اگر شاہد کے گھر کا سہارا لے لیا جائے تو کیا حرج ہے۔ اپنے آپ کو کسی نہ کسی راستے پر لانے کے لیے سوچنے کا موقع مل جائے گا۔ چنانچہ میں نے نیم رضامندی کا اظہار کر دیا۔

"خوش قسمتی ہمارا ساتھ دے رہی ہے۔ تین کمپنیوں سے کنٹریکٹ ہوگیا ہے اور طے یہ ہوا ہے کہ میں ان کا مال لوڈ کروں گا۔ کہیں دور نہیں جانا پڑے گا۔ شہر کے شہر یا زیادہ سے زیادہ نواحی فیکٹریوں میں مال پہنچانا ہوگا اور معاوضہ نقد اور ٹھیک ٹھاک ملے گا۔ کام شروع ہوگیا ہے اور تمہاری دعا اب تک تقریباً" اٹھائیس سو کی کمائی ہو چکی ہے۔ میرے خیال میں یہ بہت مناسب ہے لیکن اب ہمیں آدمیوں کی ضرورت پڑے گی۔ میں نے ابھی تک یہ کیا ہے کہ لوڈنگ وغیرہ کے لیے عارضی طور پر یہ مزدور رکھے ہیں لیکن اب یہ اندازہ ہوتا ہے کہ کم از کم دو تین آدمیوں کو مستقل رکھنا پڑے گا۔ فی الحال ایک ٹرک ہے اللہ نے چاہا تو اس کے بعد اور بھی بہت کچھ ہوگا۔"

"کیوں نہیں شاہد بھائی' ظاہر ہے تم اس سلسلے میں بہت کچھ جانتے ہو۔ ویسے ایک پیش کش کروں تم کو' ٹرک میں چلاؤں گا۔"

"چلاؤ اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔"

"ہاں بس یوں سمجھ لو میری حیثیت تمہارے ٹرک ڈرائیور کی سی ہوگی۔"

"ایسی باتیں کرکے میرا دل مت دکھایا کرو۔ تمہاری حیثیت جو کچھ ہے میں جانتا ہوں۔ دیکھو یار دراصل میں خود بھی بہت برے حالات سے گزر کر زندگی کے اس اسٹیج تک پہنچا ہوں۔ دولت بے شک اتنی ضروری شے ہے کہ انسان اس کے بغیر کتوں کی طرح سڑکوں پر مارا مارا پھرتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی انسانیت اور محبت بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔ بہرطور فضول باتوں سے ہمیں کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ تم ٹرک چلانا چاہو تو چلاؤ پھر یوں سمجھ لو کہ ایک لوڈر تو میں ہی ہوگیا عارضی طور پر' ایک اور آدمی کا بندوبست کیے لیتے ہیں۔"

"میں ایک آدمی بھی تمہیں مہیا کر سکتا ہوں شاہد بھائی۔"

"بہت خوب' کون ہے وہ؟"

"پیرو ہے اس کا نام' بڑے کام کا آدمی ثابت ہوگا۔ اس کی تمام ذمے داری میں قبول کرتا ہوں۔"

"بڑی اچھی بات ہے تم ایسا کرو آج ہی اس سے بات کرکے اسے اپنے ساتھ شامل کرلو جو کچھ بھی طے ہوگا اس کو دے دیا کریں گے۔ اب یوں کرتے ہیں کہ ٹرک کی صفائی ہوگئی ہے اپنے کام کا آغاز کیے دیتے ہیں۔"

اس کے بعد ہم دونوں تیار ہو کر اٹھ گئے۔ یہاں سے ہم سائٹ پہنچے۔ ٹرک میں ہی چلا رہا تھا۔ رستم خان نے میرا لائسنس تو بنوا ہی دیا تھا۔ سائٹ کی ایک کمپنی میں پہنچنے کے بعد ہم نے وہ مال اٹھانا شروع کر دیا جس کے بارے میں شاہد کو پہلے ہی سے علم تھا۔ شام تک ہم نے وہاں کے تین چکر لگائے ہیں اور اس کام میں مجھے واقعی لطف آیا۔ یہ تصور میرے ذہن میں تھا کہ یہ ہمارا اپنا کام ہے۔ شاہد بھائی بھی بہت خوش تھے۔ غرض یہ کہ ساڑھے آٹھ بجے تک ہم اپنے کام میں مصروف رہے اور اس کے بعد فراغت حاصل ہوگئی۔ میں اس دوران کچھ سوچتا بھی رہا تھا۔ یہ تصور میرے ذہن میں تھا کہ میرے نادیدہ دشمن جو مجھے سڑکوں اور گلیوں میں دیکھنے کے خواہش مند ہیں اگر انہوں نے میرا پیچھا نہیں چھوڑا ہے تو یقینی طور پر اب یہ بات ان کے علم میں بھی آجائے گی کہ رستم خان کے اڈے سے ہٹنے کے بعد میں کسی اور کے ہاں ٹرک ڈرائیوری کی نوکری کر رہا ہوں۔ بظاہر تو یہ نوکری ان کے معیار کے مطابق تھی لیکن اب اس کے بعد حالات تو بعد ہی میں معلوم ہو سکتے تھے۔ شاہد بھائی نے مجھے راستے میں بتایا کہ وہ نیو کراچی کے ایک کوارٹر میں رہتے ہیں۔ گھر میں ان کے والدین اور ایک چھوٹی بہن دو چھوٹے بھائی ہیں لیکن دونوں چھوٹے

بھائی ابھی بہت چھوٹے ہیں۔ شاہد نے انھیں اسکول میں داخل کرایا ہوا ہے۔ میں ٹرک ڈرائیور کر رہا تھا شاہد بھائی مجھے اپنے بارے میں تفصیل بتا رہے تھے۔

"میں نے اپنے والد سے کہا کہ یہ ٹرک میں نے قسطوں پر خریدا ہے اور میں آرام سے اس کی قسطیں ادا کر دوں گا۔"

"شاہد بھائی میری بھی یہی خواہش ہے کہ کبھی تم اس میں میرے حصے کا تذکرہ کسی سے نہ کرنا۔ ہمارے تمہارے درمیان جو معاملات ہیں وہ ہم دونوں ہی تک رہنے چاہئیں۔"

"تمہاری بڑائی کا تو میں دل سے قائل ہوں لوگ تو کوئی چھوٹی سی چیز حاصل کرنے کے بعد آسمان کی جانب چھلانگیں لگانے لگتے ہیں مگر تم اپنے آپ کو اس ٹرک کا حصہ دار بھی نہیں کہنا چاہتے۔"

"ہاں شاہد بھائی' میں اپنے آپ کو صرف ایک ٹرک ڈرائیور کی حیثیت سے دنیا کے سامنے لانا چاہتا ہوں بس یوں سمجھ لو یہ میری ایک ضرورت ہے۔"

تھوڑی دیر کے بعد ہم نیو کراچی پہنچ گئے۔ کوارٹر کے سامنے کافی بڑا میدان تھا۔ یہیں پر ٹرک کھڑا کر دیا گیا۔ ان کے دونوں چھوٹے بھائی آگئے اور خوشی سے اچھلنے لگے۔ پاس پڑوس کے لوگ بھی اس ٹرک کو دیکھ رہے تھے۔ یقینی طور پر یہ اس علاقے کے لوگوں کے لیے بہت بڑی بات تھی۔ پتا نہیں کن کن حالات میں اس کوارٹر کے مکینوں کی زندگی گزری ہو لیکن اب یہاں بھی خوشحالی آگئی تھی۔ شاہد کے والد صاحب بھی نکل آئے۔ ضعیف آدمی تھے شاہد نے ان سے میرا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"ابا! یہ فیصل ہے یوں سمجھ لیجئے کہ آپ کا دوسرا بیٹا۔"

شاہد کے والد نے مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔ "بڑی خوشی ہوئی بیٹے تم سے مل کر آؤ اندر آؤ۔" اور پھر ہم کوارٹر میں داخل ہوگئے۔

"فیصل منہ ہاتھ دھولو اور بالکل تازہ ہو جاؤ بس یوں سمجھ لو کہ تم اپنے گھر میں ہی آئے ہو ابھی سب لوگوں سے تمہارا تعارف کراؤں گا' آؤ ذرا تمہیں غسل خانہ بتا دوں۔"

نیو کراچی کے کسی کوارٹر میں جیسا غسل خانہ ہو سکتا تھا ویسا ہی غسل خانہ یہاں موجود تھا۔ بہر طور میں نے بھی بے تکلفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے منہ ہاتھ دھویا اور پھر صحن میں پڑی

ہوئی چارپائی پر آبیٹھا۔ گھر کے لوگ ادھر سے ادھر آجا رہے تھے مجھ سے کوئی خاص پردہ نہیں کیا گیا تھا۔ شاہد کے والد میرے پاس آبیٹھے۔

"بڑی خوشی ہوئی بیٹے تم سے مل کر' شاہد تمہارے بارے میں مجھے بتا چکا ہے اب تم ہمارے ساتھ ہی رہو گے۔ یوں سمجھ لو کہ تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی اور تم یہاں بالکل اپنے ہی گھر کی سی کیفیت محسوس کرو گے۔ شاہد کے علاوہ میرے دو بیٹے اور ایک بیٹی ہیں اور تمہاری چچی ہیں اور اب اس گھر میں تمہارا اضافہ ہو گیا ہے۔ شاہد تمہارے لیے انتظامات کر رہا ہے اس کے بعد آرام سے بیٹھ کر باتیں کریں گے۔"

میں نے ان کا شکریہ ادا کیا پھر تھوڑی دیر کے بعد کھانا لگا دیا گیا۔ ایک چھوٹی سی برآمدے نما جگہ میں زمین پر دسترخوان بچھا کر کھانا چن دیا گیا۔ شاہد کے والد' شاہد اور میں کھانے میں مصروف ہوگئے۔ باقی لوگوں نے شاید اندر ہی کھانا کھایا ہوگا۔ پھر شاہد نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"وہ تمہارا بستر لگا دیا گیا ہے فیصل بس یوں سمجھ لو کہ ہمارے ہاں ایک نئی زندگی کا آغاز ہوا ہے۔ یہ گھر بہت چھوٹا سا ہے لیکن اس پر تمہیں پورا پورا تصرف حاصل ہے گھر کے افراد ہی کی طرح۔ یہاں گزر بسر کرنا اور کسی مسئلے میں کوئی تکلف نہ کرنا۔ اب میں تمہارا تعارف اپنے گھر کے تمام لوگوں سے کراتا ہوں۔ چلیے بھئی آپ لوگ آجائیے۔"

سب سے پہلے شاہد کی والدہ اندر پہنچی تھیں اور پھر انھوں نے میرے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "فیصل بیٹے! شاہد مجھے تمہارے بارے میں بتا چکے ہیں۔ میرے تین بیٹے ہیں اور اب تم یوں سمجھ لو کہ چوتھے بیٹے تم ہو۔ ہم تمہاری شمولیت کو بہت ہی محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں چلو فردوسی سامنے آؤ۔" ایک نوجوان سی لڑکی اندر داخل ہوگئی۔ معمولی سے نقش و نگار کی مالک تھی۔ شرماتی ہوئی سی اندر آئی۔ مجھے سلام کیا تو شاہد کی والدہ نے کہا۔ "یہ میری بیٹی فردوسی ہے' یہ ناصر ہے اور یہ منصور۔"

"اور ہم تو اپنا تعارف آپ سے کرا ہی چکے ہیں فیصل میاں۔" شاہد کے والد نے کہا۔

"جی۔" میں نے آہستہ سے جواب دیا۔

"بیٹے کبھی اس گھر میں تکلف نہیں کرنا' بس یوں سمجھ لو کہ یہ تمہارا اپنا ہی گھر

ہے۔"

"جی آپ مطمئن رہیں میں کوئی تکلف نہیں کروں گا۔" میں نے جواب دیا۔ دیر تک وہ لوگ میرے پاس بیٹھے رہے اور پھر شاہد نے اپنا بستر بھی میرے بستر کے برابر لگالیا اور ہنستا ہوا بولا۔

"کل صبح سب سے پہلے یہ کریں گے کہ تمہارے اس آدمی کو پکڑلیں گے جس کا تذکرہ تم نے کیا تھا۔ کیا نام بتایا تھا تم نے اس کا؟"

"پیرو' پرانا گولیمار میں رہتا ہے۔"

"تو پھر ٹھیک ہے سب سے پہلے کل پیرو کو پکڑیں گے۔"

"بہت صبح چلنا ہوگا' وہ شاید کسی پٹرول پمپ پر گاڑیاں سروس کرتا ہے' اس سے پہلے کہ وہ اپنی ڈیوٹی پر روانہ ہو جائے ہم اسے جاکر پکڑلیں گے۔"

"اچھا یہ بتاؤ یہ تبدیلی کیسی لگ رہی ہے۔"

"اچھی لگ رہی ہے شاہد بھائی' آپ سب لوگ بہت محبت کرنے والے ہیں۔"

"اپنے بارے میں تو تم نے کبھی تفصیل بتائی ہی نہیں مجھے۔"

"چھوڑیں شاہد بھائی' میری تفصیل کوئی ایسی نہیں ہے جسے کہانی کے طور پر سنایا جائے اور نہ ہی میں اپنے ماضی کو یاد کرنا چاہتا ہوں۔"

"ہاں بعض جگہ ماضی میں کچھ ایسی تلخیاں ہوتی ہیں کہ انسان انہیں دہرانا نہیں چاہتا۔ اب میری ہی زندگی کی کہانی سن لو یہ چھوٹا سا گھر دیکھا تم نے' والد ضعیف ہوگئے ہیں۔ بڑے منصوبے تھے۔ ہمارے ذہنوں میں' ہم نے بھی عام لوگوں کی طرح بہت کچھ سوچا تھا لیکن ہوتا وہی ہے جو وقت سوچتا ہے یا دوسرے معنوں میں یوں سمجھ لو کہ جو تقدیر کا لکھا ہوتا ہے میں نے بہت کوششیں کیں کہ زندگی کو کسی ایسے راستے پر چلایا جائے جو اچھے اور شریف لوگوں کا راستہ ہوتا ہے۔ فطرت میں بہت زیادہ برائیاں نہیں تھیں' اس لیے بہت بڑی ہمت تو نہ کرسکا جو کچھ تمہارے ذریعے کیا میں نے بس یوں سمجھ لو کہ وہ اپنے بارے میں آخری فیصلہ تھا اور اس میں کوئی ترمیم باقی نہ رہی تھی۔ مجھے اندازہ ہو چکا تھا کہ کسی دفتر میں کلرکی کرکے یا کسی مل کا ٹائم کیپر بن کر میں زندگی میں کچھ نہیں حاصل کرسکتا۔ یہ راستہ مجبوری کا راستہ ہے اور دیکھ لو اس طرح کچھ تو ہوا۔"

"ہاں' تمہارا کہنا درست ہے لیکن ایک بات کہوں گا۔ رفتار تیز نہ کرنا شاہد بھائی زمین پر رکھا جانے والا ہر قدم اتنا جما ہوا ہونا چاہیے کہ تند ہوا کا کوئی جھونکا پاؤں اکھاڑ نہ دے۔"

شاہد دیر تک میری باتوں پر غور کرتا رہا پھر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یار بڑی بقراط والی بات کہی ہے' تم کتنے پڑھے ہوئے ہو فیصل؟"

"بس اتنا کہ یہ دنیا سمجھ میں آجائے۔"

"تمہاری باتوں سے تو پتا چلتا ہے کہ......... کہ تم نے ساٹھ سال تک تعلیم حاصل کی ہے۔" شاہد نے ہنستے ہوئے کہا اور میں بھی ہنسنے لگا اور پھر نہ جانے کب نیند کی دیوی مہربان ہوگئی۔

شاہد بھائی صبح کو بہت جلدی جاگ گئے مجھے ذرا دیر تک سونے دیا گیا تھا۔ اس گھر میں صبح کو جلدی جاگ جانے کا رواج تھا بہرکیف اس کے بعد خود ہی جاگا۔ شاہد بھائی سے شکایت کی میں نے کہ انھوں نے مجھے جلدی کیوں نہ جگا دیا۔

"یار دیر تک جاگتے رہے تھے نا رات کو اس لیے میں نے سوچا کہ تمہاری نیند خراب نہ کی جائے۔"

"اب ہم کام کے لوگ ہوگئے ہیں شاہد بھائی' اس لیے ان تکلفات کی گنجائش آئندہ میں ہونی چاہیے۔"

"ٹرک وغیرہ صاف ہوگیا ہے چلو ناشتا کرلو پھر پیرو کے پاس چلیں گے۔"

☆☆☆

میں تیار ہو گیا جلدی جلدی ناشتا کیا اور اس کے بعد ہم ٹرک لے کر نکل کھڑے ہوئے۔ پرانا گولیمار پہنچ کر ٹرک ایک مناسب جگہ کھڑا کر کے میں پیرو کے گھر کی جانب لپکا۔ خوش قسمتی تھی کہ بروقت پہنچ گیا تھا۔ پیرو گھر کے دروازے کو تالا لگا کر باہر نکل ہی رہا تھا پلٹا تو مجھے دیکھ کر ٹھٹک گیا اور پھر اپنے مخصوص انداز میں بولا۔

"اڑے فیصل بائی!" کہتا ہوا میرے گلے سے لگ گیا۔ "یار خدا کسم تیرے پر بڑا غصہ آتا ہے میرے کو' ایک دن آتا ہے سو دن کے لیے غائب ہو جاتا ہے' اڑے کدر چلا گیا تھا' چلو تیرے کو چائے پلائے۔"

"ناشتا کر کے آیا ہوں پیرو بھائی۔"

"اڑے بابا تو تو ناشتا کر کے آیا ہے پر اپن ناشتا نئیں کیا چل تیرے کو چائے تو پلائے آجا میرے ساتھ۔"

"ہوٹل چل رہے ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"اڑے تو اپن کا کون سا سالا سسرال پڑا ہوا ہے ڑے ابی ہوٹل ہی چلے گا اور کدر چلے گا۔"

"آؤ میرے ساتھ۔" میں نے کہا اور پیرو میرے ساتھ ساتھ چل پڑا۔

ہوٹل جانے کی بجائے میں آگے بڑھا تو پیرو بولا۔ "اڑے ادر کدر جاتا ڑے؟"

"آؤ ایک اور آدمی ہے ہمارے ساتھ۔"

"اوہو اچھا اچھا کوئی دوست موست ہے؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا اور ٹرک کے قریب پہنچ گیا پھر میں نے شاہد بھائی کو نیچے اترنے کے لیے کہا اور شاہد بھائی نیچے اتر آئے۔ پیرو' شاہد کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے اس نئے ٹرک کو بھی دیکھا تھا۔

"اڑے ماں کسم اپن کا نام پیر بخش ہے اور یہ فیصل ہمارا بائی ہے۔"

"میرا نام شاہد ہے پیر بخش اور میں فیصل کے ساتھ تمہارے پاس آیا ہوں۔"

"آجاؤ بائی صاب اور تمہارا ٹرک کوئی نئیں چوئے گا۔ اڑے او فنٹی تو ذرا ٹرک کا خیال کرو ڑے۔" اس نے دو لڑکوں سے کہا اور انھوں نے گردن ہلا دی۔ شاہد میرے ساتھ ہوٹل چل پڑا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم تینوں بیٹھ گئے۔

"ابی اپن ناشتا نئیں کیا صاب! آپ لوگ بولو تو ناشتا منگائے نئیں تو چائے منگائے آپ کے لیے۔"

"ہم ناشتا کر کے آئے ہیں پیرو' تم صرف چائے منگالو ہمارے لیے۔" شاہد نے کہا اور پیرو نے اپنے لیے انڈے کا آملیٹ اور ڈبل روٹی طلب کرلی اور ہم دونوں کے لئے چائے منگا دی۔

"شاہد بھائی' فیصل ہمارا عجیب دوست ہے ابی سمجھ میں نئیں آتا ہم اس کا زیادہ دوست ہے یا یہ ہمارا آتا ہے بولتا ہے تمہارے ساتھ رہے گا اور پھر بھاگ جاتا ہے اڑے بابا اب کدر رہتا پڑا تم؟" پیرو نے پوچھا۔

"بس پیرو بھائی یہ سمجھ لو آج کل شاہد بھائی کے ساتھ رہتا ہوں' تمہارے پاس ایک کام سے آیا ہوں۔"

"اڑے بولو خدا کا کسم جان دے کر بھی تمہارا کام کرے گا یار کیسا بات کرتا فیصل بائی۔"

"تمہارا کام کیسا چل رہا ہے؟"

"بس ڑے سروس کرتا ہے' پیٹرول پمپ پر زیادہ اچھا نئیں ہے کام اور دہاڑی پر لگا ہوا ہے' کبھی کام مل جاتا ہے کبھی نئیں مل جاتا پر اپن کا گزارا ہو جاتا ہے کوئی پریشانی کا بات نئیں۔"

"آج سے تم پیٹرول پمپ کی نوکری چھوڑ دو گے۔"

"اڑے نوکری چھوڑے گا تو کائے گا کدر سے' بابا تیری طرح سیٹھ تو نئیں ہے نا فیصل بائی۔" پیرو نے ہنستے ہوئے کہا۔

"میں نے تمہارے لیے ایک اور نوکری تلاش کرلی ہے پیرو بھائی۔" میں نے کہا۔

"اڑے واڑے خدا کسم میرے کو نوکری کا بڑا ضرورت ہے گاڑی سروس کرنا اچھا نئیں لگتا کوئی ٹھیک کام مل جائے تو اپن بی شریف آدمی کہلائے شادی مادی کرے' بچے مچے پیدا کرے ابی باپ کہلائے ابا۔" پیرو نے حسب عادت پر مذاق انداز میں کہا۔

"بس تو ٹھیک ہے' یوں سمجھ لو تمہاری نوکری پکی ہوگئی۔"

"اڑے واڑے ایا ماتق لگتا جیسا تو ہی اپن کا سیٹھ بن گیا اڑے کدر ہے نوکری بابا کون سا نوکری ہے؟"

"تم اس ٹرک پر کام کرو گے۔ پیرو بھائی' ساری ذمے داریاں تمہارے سپرد کردی جائیں گی' لوڈنگ' ان لوڈنگ۔"

"اڑے وا کیا تیرا ٹرک اے ڑے' او میں سمجھا شاہد بھائی یہ آپ کا ٹرک ہے۔" پیرو نے شاہد سے کہا۔

"یوں سمجھ لو پیرو ہم تینوں کا ہے۔"

"اڑے وا خدا کسم میرے کو معلوم تھا کہ یہ اپنا فیصل ایک دن کوئی بڑا کام کرکے رہے گا اڑے بابا کدر سے مارا یہ ٹرک۔" پیرو نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ٹرک شاہد بھائی کا ہے پیرو اور میں نے شاہد بھائی سے بات کرلی ہے میں اس ٹرک پر ڈرائیوری کرتا ہوں اور تم میرے ساتھ رہو گے۔"

"کلیز کلیز۔" پیرو نے کہا اور مسرور انداز میں ہنس پڑا پھر بولا۔ "ابی تم لوگ مذاق تو نئیں کرتا میرے ساتھ؟"

"نہیں پیرو اس میں مذاق کی کوئی بات نہیں ہے۔ صبح ہی صبح ہم تمہارے پاس اس لیے آئے ہیں۔"

"خدا کسم میرے کو بڑا خوشی ہوا میں جانتا تھا فیصل بائی اپن کو بھولے گا نئیں اپنا کام ضرور کرے گا۔ ابی میں تیار ہے بابا۔"

"آپ باقی چیزوں کی فکر نہ کریں پیرو بھائی تنخواہ وغیرہ آپ کی پسند کے مطابق ہوگی

جو کچھ کمائیں گے' اس میں سے ایک حصہ آپ کا بھی ہو جائے گا۔"

"اڑے بابا کون کھوتہ تنخواہ مخواہ کے بارے میں بولتا پڑا ابی ٹھیک ہے یار' دوستوں کا ساتھ کام کرے گا' عزت بھی ہوئیں گا اپن کو منظور ہے ابی اپن آپ لوگ کے ساتھ چلتا ہے۔"

"واہ! یہ ہوئی نا بات پیرو بھائی۔" شاہد نے کہا۔

وہ بھی خوش ہوگیا تھا۔ پیرو کی کوئی باقاعدہ ملازمت نہیں تھی بس پیٹرول پمپ پر جاتا تھا۔ ہیلپر کے طور پر کام کرتا تھا اور شام کو دن بھر کی اجرت لے کر آجاتا تھا۔ ہم لوگ ٹرک لے کر چل پڑے۔ پیرو ہمارے ساتھ تھا۔ بڑے خوش تھے تینوں اگلے حصے ہی میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کام لگا بندھا تھا چنانچہ ہم نے کام شروع کردیا۔ پیرو اس سلسلے میں واقعی بہترین معاون ثابت ہوا۔ صرف ایک مزدور ہمیں لوڈنگ کے لیے لینا پڑا تھا۔ شام تک معمول کے مطابق کام کیا اور اس کے بعد پیرو کو ایک جگہ چھوڑا اور ہم واپس چل پڑے۔ شاہد نے پیرو سے اطمینان کا اظہار کیا تھا۔

نیو کراچی کے اس کوارٹر میں زندگی بہت ہی پرسکون تھی' وقت گزرتا گیا۔ ہم ٹرک کے باقی معاملات سے بھی واقفیت حاصل کرتے چلے گئے تھے' اچھی خاصی آمدنی ہو رہی تھی اور اس کا ایک بڑا حصہ محفوظ کیا جارہا تھا۔ اس کے بعد شاہد نے مجھ سے میرے حصے وغیرہ کے بارے میں کوئی گفتگو نہیں کی تھی ضرورت ہی نہیں پیش آئی تھی لباس وغیرہ بہت سے بن گئے تھے۔

وقت اسی طرح گزرتا رہا۔ اب ہمارے معمولات میں بھی کچھ تبدیلیاں پیدا ہوگئی تھیں۔ رہائش کے لیے تو یہ جگہ تھی ہی۔ پیرو اپنے گھر میں رہتا تھا اور یہاں مجھے کوئی تکلیف نہیں تھی کبھی کبھی شاہد بھائی ہمارے ساتھ نہیں ہوتے تھے اور میں اکیلا ہی ٹرک لے کر نکل جاتا تھا۔ ایسے ہی ایک دن میں خالی ٹرک لے کر کسی کام سے نکلا تھا۔ میں نے ٹرک ایک جگہ کھڑا کیا۔ بازار سے کچھ خریداری کرنی تھی۔ میں خریداری کرنے کے لیے بازار میں پہنچ گیا۔ حلیہ ویسا ہی بنا رکھا تھا۔ میں نے.......... جیسا ایک ٹرک ڈرائیور کا ہونا چاہیے تھا حالانکہ عمر کے لحاظ سے میں مکمل طور پر ٹرک ڈرائیور نہیں لگتا تھا بہرحال اپنا حلیہ بدلنے کے لیے میں نے خاصی محنت کی تھی۔ ایک دکان کے سامنے سے گزر رہا تھا کہ

میں نے رومانہ باجی کو دیکھا' وہ اسٹور سے کچھ خریداری کر کے نکل رہی تھیں۔ میں انھیں دیکھتا رہا' وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھتی ہوئی ایک کار کے نزدیک پہنچ گئیں۔ یہ کار میرے ٹرک کے نزدیک ہی کھڑی ہوئی تھی۔ رومانہ باجی سے تو خیر مجھے کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی لیکن انھیں دیکھ کر آناماں یاد آگئی تھیں چنانچہ کچھ سوچ کر میں ان کے قریب پہنچ گیا اور رومانہ باجی نے بھی مجھے دیکھ لیا۔ وہ ٹھٹک کر رک گئیں۔ غالباً مجھے پہچاننے کی کوشش کر رہی تھیں پھر ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ارے فیصل تم؟" انھوں نے کسی قدر حیرانی سے کہا۔

"جی رومانہ باجی میں ہی ہوں۔"

"گڈ گڈ! بڑا عمدہ حلیہ بنا رکھا ہے تم نے کیا کسی تھیٹر میں کام کرنے لگے ہو' یہ کیا حلیہ بنا رکھا ہے؟"

"کیوں رومانہ باجی! کیا خرابی ہے میرے اس حلئے میں؟"

"ہوں' خرابی تو خیر کوئی نہیں ہے مگر کچھ عجیب سے لگ رہے ہو کیا کرتے ہو آج کل؟"

"یہ ٹرک چلاتا ہوں۔" میں نے ٹرک کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"واہ یہ تو عمدہ خبر سنائی تم نے' اس کا مقصد ہے کہ پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا۔"

"جی ہاں آپ کا فرمانا بالکل درست ہے۔"

"کیا کما لیتے ہو ٹرک ڈرائیوری کر کے؟"

"ہزار بارہ سو روپے تنخواہ مل جاتی ہے' اکیلا آدمی ہوں گزر ہو ہی جاتی ہے' آپ سنائیے' آناماں کہاں ہیں؟"

"آناماں عمرے کے لیے گئی ہوئی ہیں چچا جان کے ساتھ۔"

"ان سے ملنے کو بہت جی چاہتا ہے۔" میں نے ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ عقب میں کچھ آہٹ سنائی دی' مڑ کر دیکھا تو غزنوی صاحب تھے۔ میں نے انھیں سلام کیا لیکن انھوں نے سلام کا جواب نہیں دیا تھا۔ تیکھی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے بولے۔

"رومانہ کیوں کھڑی ہو؟"

"وہ دادا جان یہ.......... یہ فیصل ہے۔"

"تو پھر اگر یہ فیصل ہے تو اس میں حیرت کی کیا بات ہے؟"

"نہیں میرا مطلب ہے مل گیا تھا یہ.........."

"سمجھ میں نہیں آتا رومانہ کہ اب اس سے ہمارا کیا تعلق ہے ہماری ملازمہ کا بیٹا تھا نکل گیا گھر سے نکل گیا۔ ملازموں کو اس سے زیادہ منہ تو نہیں لگایا جاسکتا' چلو بیٹھو گاڑی میں۔" غزنوی صاحب تحقیر آمیز لہجے میں بولے اور رومانہ باجی نے ایک نگاہ مجھ پر ڈالی پھر اپنی گاڑی میں بیٹھ گئیں۔

میں خاموش نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا تھا۔ میرے ذہن میں ایک کھولن سی پیدا ہوئی تھی لیکن اس کے بعد میں نے خود کو معتدل کرلیا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ پیرو ٹرک ہی میں بیٹھا ہوا تھا۔ اسے ان تمام.......... واقعات کا کوئی علم نہیں تھا۔ میں اس کے قریب جاکر بیٹھ گیا۔ اور پھر میں نے ٹرک اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دیا۔ ذہن پر ایک بوجھ سا ہوگیا تھا' ماضی کا آکٹوپس پھر اپنی سونڈیں پھیلائے میرے ذہن کو جکڑنے کی کوششوں میں مصروف تھا لیکن اس آکٹوپس ہی کو شکست دینا میری زندگی کا سب سے بڑا مقصد تھا اور یقینی طور پر میں اپنے اندر موجود قوت ارادی سے مطمئن تھا کیونکہ میں نے بہ آسانی اس آکٹوپس کے تمام حربوں کو ناکام دیا تھا۔

اسی رات اتفاق کی بات یہ کہ شاہد نے مجھ سے ایک اہم موضوع پر گفتگو کی۔ کہنے لگا۔ "یار فیصل اب کچھ شروع ہونا چاہیے۔"

"مثلاً" شاہد بھائی! بہت کچھ تو شروع ہو چکا ہے اور کیا شروع ہونا چاہیے؟"

"دولت.......... دولت اور صرف دولت اور اب اس کے حصول کے لیے ہمیں کام کا آغاز کر دینا چاہیے۔"

"مثلاً"

"بھئی ہم نے اب تک اپنی ساکھ بنائی ہے اور میرا خیال ہے اس میں کامیاب رہے ہیں' ہمارے نام کے ساتھ کوئی برائی وابستہ نہیں ہوئی۔ میں چاہتا ہوں کہ اب ذرا اعلیٰ پیمانے پر کام شروع کیا جائے اور کچھ ایسا مال بھی پکڑا جائے جس سے ذرا خفیہ آمدنی شروع ہو جائے۔"

"نہیں شاہد بھائی' اس ٹرک کو ہم خفیہ آمدنی کا ذریعہ نہیں بنائیں گے۔"

"میری سمجھ میں نہیں آرہا تم کیا کہہ رہے ہو۔ ہمارا تو پہلے بھی یہی خیال تھا کہ ایک ٹرک' دو ٹرک' چار ٹرک اور اس کے بعد ایک بہت بڑی ٹرانسپورٹ کمپنی۔"

"ٹرانسپورٹ کمپنی بنے گی شاہد بھائی لیکن اس ٹرک کے ذریعے نہیں۔"

"تو پھر دوسرا ٹرک کہاں سے آئے گا میرے بھائی' مجھے کچھ کام مل رہا ہے کچھ لوگوں سے بات چیت ہوئی ہے لیکن تمہارے مشورے کے بغیر میں ہاں نہیں کر سکتا۔"

"میں نے کہا نا شاہد بھائی میرا مشورہ یہی ہے کہ اس ٹرک کو اسی انداز میں مصروف رہنے دیا جائے جو کچھ ہم کر رہے ہیں' ابھی وہی جاری رکھنا ہوگا' دوسرا کوئی کام نہیں پکڑنا۔"

"مگر کام چلے گا نہیں فیصل یہ سوچ لو۔"

"چلے گا' فکر مت کرو' بالکل فکر مت کرو' ہاں شاہد بھائی ایک بات ذرا میں تم سے معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیا؟"

"اس سلسلے میں میرا مطلب ہے دوسرے کام کے سلسلے میں تمہارے پاس کچھ لوگوں کے نام موجود ہیں۔"

"ہاں کئی افراد کو جانتا ہوں جو ہم جیسے لوگوں سے کام لیتے ہیں۔"

"مجھے ان کی فہرست چاہیے شاہد بھائی۔"

"کیا کرو گے؟"

"بس اپنے پاس رکھوں گا تاکہ بہ وقت ضرورت ان سے فائدہ حاصل کر سکوں۔"

"تین چار آدمیوں کو میں جانتا ہوں' مگر تمہاری بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"آجائے گی شاہد بھائی' تم تو مجھے بقراط کہتے ہی ہو۔"

"یار بقراط تو کہتا ہوں مگر تمہاری یہ بات ذرا میرے دل کو لگی نہیں۔"

"مطلب یہ کہ آپ کے خیال میں ہمیں اپنے ٹرک کے ذریعے اسمگلنگ شروع کر دینی چاہیے' اس کے لیے شاہد بھائی ٹرک شہر سے باہر لے جانا ہوگا۔ آپ کا کیا خیال ہے' یہ مناسب ہوگا؟"

"دیکھو فیصل! اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہاں رہ کر ہم جو کچھ کر رہے ہیں وہ اچھا خاصا ہے اور ہمارا کام چل جاتا ہے لیکن لمبی لوڈنگ جو ہے وہ زیادہ کارگر رہتی ہے۔ ویسے بھی اس میں آمدنی زیادہ ہو جاتی ہے' ہم باقاعدہ ٹرک اڈے پر اپنا کوئی آفس وغیرہ نہیں بنا رہے ہیں لیکن کمپنیوں کا مال باہر لے جانا کوئی ایسا مسئلہ تو نہیں بہت سی ایسی کمپنیاں بھی ہیں جو اپنا مال لمبے سفر پر بھیجنا چاہتی ہیں۔ ہم اگر چاہیں تو ان سے کنٹریکٹ کر سکتے ہیں۔"

"اس میں کوئی حرج نہیں ہے اگر اس میں آمدنی زیادہ ہے تو ہم اچھا مال لے جاسکتے ہیں۔ میرا مطلب ہے ایک نمبر کا۔"

"مگر میری جان دو نمبر کے بغیر تو کام چلتا ہی نہیں۔"

"دو نمبر کے بغیر کام چلے گا آپ اگر چاہیں تو کسی کمپنی سے مال لمبا لے جانے کا کنٹریکٹ کر سکتے ہیں۔"

"ہوں اور باقی کے لیے تم کیا کرو گے؟"

"اگر مجھ پر بھروسہ کرتے ہیں شاہد بھائی تو تھوڑا سا انتظار اور کر لو.......... دراصل وہی والی بات ہے تاکہ جلد بازی ہمیشہ نقصان دہ ہوتی ہے' میں جلد بازی کا حامی نہیں ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور شاہد بھائی خاموش ہو گئے' لیکن ان کے چہرے پر تشویش کے آثار تھے۔ البتہ میں بھی تشویش کا شکار ہو گیا تھا۔ شاہد بھائی جس انداز میں سوچ رہے تھے اس میں خطرہ تھا اور میں یہ خطرہ ان کی ذات پر مسلط نہیں ہونے دینا چاہتا تھا جو لوگ یہ کام کرتے تھے وہ اپنی مضبوط پشت بھی رکھتے ہیں۔ ہم ایک ٹرک کے مالک اگر کسی کی نگاہوں میں چڑھ گئے تو اس سے بھی جائیں گے۔ چنانچہ میں جو کچھ بھی کرنا چاہتا تھا بہت غور کرنے کے بعد کرنا چاہتا ہوں۔ فوری طور پر یہ سب کچھ کرنا ہمارے لیے سراسر نقصان دہ ہو سکتا تھا لیکن میں یہ سوچنے پر بھی مجبور تھا کہ شاہد بھائی کو مطمئن کرنا بے حد ضروری ہے کہیں وہ بد دل نہ ہو جائیں بہرطور اس کے بعد شاہد بھائی نے بھی خاموشی اختیار کر لی تھی اور میں بھی بس سوچنے ہی کی حد تک محدود رہا تھا۔

چند روز کے بعد شاہد بھائی نے مجھے وہ پتے فراہم کر دیے جو میں نے ان سے طلب کیے تھے۔ یہ فہرست دو نمبر کا دھندہ کرنے والوں کی تھی اور یہ اس بات کے خواہش مند

تھے کہ ہم ان کا دو نمبر کا مال دوسری جگہ منتقل کر دیں۔ ان تمام ناموں کو میں نے ذہن میں محفوظ کر لیا تھا۔

وقت کی گاڑی اسی رفتار سے چلتی رہی۔ ہمارا کام ہماری امیدوں کے خلاف نہیں تھا۔ البتہ میں نے اتنا ضرور کیا کہ شاہد بھائی کی خواہش کے مطابق لمبی لوڈنگ شروع کر دی۔ وہ راستے میرے شناسا ہو چکے تھے جن پر مال دور دور تک لے جایا جا سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے سب سے پہلا لمبا سفر ایبٹ آباد کیا۔ ایبٹ آباد کے اس سفر میں' میں شاہد بھائی اور پیرو ساتھ تھے لیکن اس کے بعد ہم نے شیڈول میں ذرا سی تبدیلی کر لی۔ ایک دفعہ شاہد بھائی ٹرک لے کر لمبے سفر پر جاتے تھے اور دوسری دفعہ میں' اس دوران میری چھٹی ہوتی اور میں اپنے دوسرے کاموں کے بارے میں سوچنے لگتا تھا۔ یہ ایک خوشگوار تبدیلی تھی جو ہم نے فوری طور پر پیدا کی تھی اور اس تبدیلی کے اثرات بھی بہتر ہوئے تھے۔ البتہ پیرو اپنے کام میں مستعد تھا اور وہ ہر سفر میں ساتھ جایا کرتا تھا لیکن بہرطور اسے بھی کبھی کبھی چھٹی دینے کا فیصلہ کیا گیا اور ہم لوگوں نے اپنے اس نئے شیڈول پر کام شروع کر دیا۔ بلاشبہ اس سے ہمیں بہترین آمدنی شروع ہو گئی تھی۔

ایک دن میں' پیرو اور شاہد بھائی تینوں ہی پشاور سے واپس آ رہے تھے۔ ہمارے ٹرک پر مال لوڈ تھا۔ میرا گزر اس جگہ سے ہوا جہاں رستم خان نے مجھے ڈرگ دے کر گرفتار کرانے کی کوشش کی تھی اور میں نے ڈرگ کا وہ پیکٹ ایک جگہ چھپا دیا تھا۔ وہ جگہ میرے ذہن میں تھی۔ وہاں پہنچ کر میں نے کسی خیال کے تحت ٹرک روک دیا۔ اس وقت میں ہی ٹرک ڈرائیو کر رہا تھا۔ شاہد بھائی نے چونک کر مجھے دیکھا۔

"خیریت؟" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

"آپ کی کچھ آمدنی کرانے کے بارے میں سوچ رہا ہوں شاہد بھائی۔"

"کیسی آمدنی؟"

"ذرا آیئے میرے ساتھ۔" میں نے کہا اور پیرو کو وہیں رکنے کا اشارہ کر کے ٹرک سے نیچے اتر آیا۔

شاہد بھائی میرے ساتھ تھے۔ میں سڑک کے نشیب طے کرتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ شاہد بھائی متعجبانہ انداز میں میرے ساتھ چل رہے تھے۔ میں اس جھاڑی کے پاس پہنچ

گیا۔ جہاں میں نے وہ ڈرگ چھپائی تھی۔ یہاں پہنچنے کے بعد میں نے ڈرگ کے اس پیکٹ کو تلاش کیا۔ ظاہر ہے کہ کسی کے یہاں تک پہنچنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ ویرانے کی اس جھاڑی میں اتنی قیمتی شے پوشیدہ ہو گی۔ چنانچہ ڈرگ کا وہ پیکٹ مجھے دستیاب ہو گیا اور میں نے پیکٹ نکال کر شاہد بھائی کے حوالے کر دیا۔

شاہد بھائی متعجبانہ انداز میں اسے دیکھنے لگے تھے پھر انہوں نے سرسراتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "یہ تو شاید ڈرگ ہے۔"

"بالکل ڈرگ ہے شاہد بھائی۔"

"مگر یہ یہاں کہاں سے آ گئی اور تمہیں اس کے بارے میں کیسے معلوم ہو گیا؟" یہ وہ پیکٹ تو نہیں ہے جو میں تمہیں دیا کرتا تھا اور ویسے بھی ہر پیکٹ کا تم نے پورا حساب کر دیا تھا۔

"یہ میری طرف سے آپ کو تحفہ ہے شاہد بھائی' میرا خیال ہے آپ اس کی نکاسی بہ آسانی کر سکیں گے۔"

"یہ ساری باتیں تو اپنی جگہ ہیں مگر یہ بتاؤ یہ تمہارے پاس آئی کہاں سے اور کیا تم نے یہ کام شروع کر دیا۔"

"نہیں شاہد بھائی' یہ انہی وقتوں کی یادگار ہے جب آپ نے مجھے ان راستوں پر روانہ کیا تھا۔"

"اوہ میں سمجھا' گویا تم نے اس زمانے میں الگ سے بھی اپنا کام شروع کر دیا تھا؟"

"ہرگز نہیں شاہد بھائی' الگ سے کام کرتا تو میرے پاس اس کام کا کوئی نہ کوئی معاوضہ ضرور ہوتا۔"

"پھر یہ کہاں سے آئی؟"

"شاہد بھائی اس سوال کو بھی جانے دیں۔ میری زندگی میں تو نہ جانے کتنے راز چھپے ہوئے ہیں' اس راز کو بھی ان رازوں میں درج کر لیں اور ابھی اس کے بارے میں کوئی سوال نہ کریں۔ ضرورت پڑنے پر اور وقت آنے پر آپ کو ساری تفصیلات بتا دوں گا۔"

شاہد بھائی عجیب سے انداز سے مجھے دیکھتے رہے پھر بولے۔ "یقین کرو فیصل کبھی

کبھی تم میری نگاہوں میں بہت پراسرار ہو جاتے ہو اور میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم جیسے سادہ سے انسان کو اندر سے کیا سمجھوں۔"

"ایک بات میں آپ کو بتادوں شاہد بھائی! میں بے شک آپ کے سلسلے میں غیر مخلص نہیں ہوں لیکن یوں سمجھ لیجئے کہ اتنا سادہ بھی نہیں ہوں۔ یہ ایک سچائی ہے کہ میری زندگی ایسے رازوں سے بھری پڑی ہے' جنھیں شاید میں خود بھی حل نہیں کر سکا ہوں اور نہ جانے کب تک میں انھیں حل نہ کر سکوں۔"

شاہد بھائی گہری گہری سانسیں لینے لگے پھر بولے۔ "اچھی خاصی قیمت مل جائے گی اس کی......... کافی مقدار ہے۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور اس کے بعد ہم ٹرک میں آبیٹھے۔ ٹرک چل پڑا۔ ڈرگس کی قیمت واقعی شاہد بھائی کو کچھ زیادہ ہی اچھی مل گئی تھی۔ چہرہ گلنار ہو رہا تھا۔ شاہد بھائی نے بیس ہزار کی رقم مجھے دیتے ہوئے کہا۔

"یہ اس پیکٹ میں تمہارا حصہ بنتا ہے۔"

"تو میں کیا کروں گا' آپ اسے بھی میرے حساب میں جمع کر لیجیے۔"

☆☆☆

بہر طور اس کے بعد وقت گزرتا رہا۔ کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوئی تھی' سوائے اس کے کہ ہم اپنے کام میں زیادہ سے زیادہ مہارت حاصل کرتے جا رہے تھے۔

شاہد بھائی نے ایک دن مجھ سے کہا۔ "یار اچھی خاصی رقم جمع ہو گئی ہے ہمارے پاس اگر تم مناسب سمجھو تو ایک ٹرک کا بندوبست اور کر لیا جائے؟"

"کیا اتنی رقم ہو گئی ہے کہ ہم ایک ٹرک اور خرید سکیں؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں اتنی تو خیر نہیں ہوئی ہے کہ ہم نقد رقم سے ٹرک خرید سکیں لیکن اب ہماری اچھی خاصی ساکھ ہو گئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں قسطوں پر ہمیں ایک اور ٹرک مل سکتا ہے۔"

"شاہد بھائی یہ شعبہ آپ کے سپرد ہے اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ ایسا بہتر رہے گا تو مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔"

"بس تو پھر یوں کروں' اپنے کام جاری رکھو اور میں اپنے کام میں مصروف ہو جاتا ہوں۔ اس کے علاوہ ہمیں ایک جگہ اپنا ٹھکانہ بھی بنانا چاہیے۔ میں نے اس سلسلے میں بات کی ہے' میرا ایک شناسا ہے اس کے پاس جگہ موجود ہے' وہ مجھے یہ جگہ کرائے پر دینے کے لیے تیار ہے۔ ابھی تو ہم کرائے پر ہی جگہ لے لیتے ہیں' اس کے بعد اپنی بھی خرید لیں گے۔"

"میں نے کہا نا شاہد بھائی' یہ سارے شعبے آپ کے سپرد ہیں' جو چاہیں کرتے رہیں' جہاں تک رقم کا معاملہ ہے تو میں نے پہلے بھی اس سلسلے میں آپ سے کبھی کوئی بات نہیں

کی اور نہ ہی اب کوئی بات کرنا چاہتا ہوں۔"

چنانچہ یہی ہوا' شاہد بھائی نئے ٹرک کی خریداری میں مصروف ہوگئے اور میں اور پیرو بڑی آسانی کے ساتھ اپنا یہ کاروبار جاری رکھے رہے۔ یہاں تک کہ دوسرا ٹرک بھی خرید لیا گیا۔ اس دن شاہد بھائی کی خوشیوں کا ٹھکانہ نہیں تھا۔

شاہد نے وہ ٹرک خود سنبھال لیا اور اس کے بعد ہم لوگ مختلف راستوں پر چلنے لگے' پیرو کو البتہ میں نے اپنے ساتھ ہی رکھا تھا۔ شاہد بھائی نے دوسرے آدمیوں کا بندوبست کرلیا تھا اور اس طرح ہماری آمدنی میں بھی بہترین اضافہ ہوگیا۔ اب اکثر یہ ہوتا تھا کہ کبھی میں کراچی میں ہوتا تو شاہد بھائی کراچی نہ ہوتے اور کبھی وہ ہوتے تو میں باہر کسی سفر پر گیا ہوا ہوتا تھا۔ گھر کے معاملات بہت اچھے چل رہے تھے۔ شاہد بھائی کا پورا گھرانہ خوشحال ہوگیا تھا۔ گو ابھی نیو کراچی کے کوارٹر سے کہیں منتقل ہونے کے بارے میں نہیں سوچا گیا تھا لیکن اب ان کا طرز زندگی بدلتا جارہا تھا۔ شاہد بھائی کے دونوں چھوٹے بھائی بہت اچھے تھے اور اسکولوں میں تعلیم حاصل کررہے تھے۔ والد اور والدہ بھی مجھ سے بیٹوں جیسا ہی سلوک کرتے تھے۔ البتہ شاہد کی بہن فردوسی کا رویہ مجھے پچھلے دنوں سے بڑا مشکوک محسوس ہونے لگا تھا وہ ان کوششوں میں مصروف رہتی تھی کہ کسی طرح تنہائی میں میرے قریب پہنچے' وہ میرے لیے خصوصی اہتمام کرتی تھی' میرے کپڑے استری کرتی تھی' جوتے پالش کرتے تھی اور اس طرح میرا کام کرتی تھی جسے میں عام بات نہیں سمجھ سکتا تھا اس کے علاوہ میری نگاہیں بھی اتنی کمزور نہیں تھیں کہ کسی کی نگاہوں کا مفہوم نہ سمجھ پاتیں لیکن اس گھرانے سے مجھے بہت زیادہ دلچسپی اور محبت تھی' اس لیے میں اس گھر میں کوئی ایسا نقش نہیں چھوڑنا چاہتا تھا جو کسی کے ذہن پر کوئی ناگوار تاثر پیدا کرے۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ فردوسی کے اس انداز کو کیا سمجھوں۔ بہرطور اس نے ابھی تک کھل کر مجھ سے کچھ نہیں کہا تھا لیکن نگاہوں کے پیغامات مجھ تک بہرحال پہنچ رہے تھے۔ خاص طور سے وہ دن پریشانی کے دن ہوا کرتے تھے جب شاہد بھائی گھر پر موجود نہ ہوتے اور ٹرک لے کر کہیں گئے ہوئے ہوتے۔ میں جانتا تھا کہ فردوسی' احمق ہے' نوخیز ہے اور عمر کے ان راستوں پر برق رفتاری سے دوڑ رہی ہے جو اس عمر کی لڑکیوں کو نت نئے خواب دکھاتے ہیں' یہ نوخیزیت بعض اوقات بڑی تباہی پھیلا دیتی ہے

اور میں شاہد بھائی کے گھر ایسی کوئی بات نہیں چاہتا تھا' یوں بھی بزرگوں کی نگاہیں اتنی کمزور نہیں ہوتیں کہ صورت حال کو سمجھ نہ پائیں' ایک بلاوجہ کی الجھن میں نہیں پالنا چاہتا تھا۔

فردوسی کی یہ کیفیات بڑھتی جارہی تھیں اور میں کوئی بھی فیصلہ کرنے سے قاصر تھا۔ پھر ایک شام جب واپس گھر پہنچا تو فردوسی کے والد اور والدہ کہیں گئے ہوئے تھے۔ دونوں چھوٹے بھائی اور فردوسی گھر میں موجود تھے۔ مجھے دیکھ کر فردوسی کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوگئی۔ میں نے اس سے اشتیاق صاحب اور چچی جان کے بارے میں پوچھا۔

"لانڈھی گئے ہوئی ہیں ماموں کے ہاں کوئی تقریب تھی چنانچہ دونوں چلے گئے' آپ منہ ہاتھ دھولیجئے' میں کھانا لگاتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا اور فردوسی نے اپنے دونوں بھائیوں کو کھیلنے کے لیے بھیج دیا پھر کھانا لے کر وہ میرے سامنے آگئی۔ اس کے ہونٹوں کی مسکراہٹ اور آنکھوں کی چمک مجھے کچھ سمجھا رہی تھی۔

میں نے کھانا شروع کیا تو وہ آہستہ سے بولی۔ "میرے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا آپ کو کیسا لگتا ہے فیصل؟"

"بہت اچھا' میں نے تو ہمیشہ اس کی تعریف کی ہے۔" فردوسی خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی اور میں عجیب سی بے چینی محسوس کرتا رہا پھر میں نے کہا۔ "تم نے کھانا کھا' فردوسی۔"

"آپ کو کھلانے کے بعد کھاؤں گی۔"

"چچا جان اور چچی جان کب تک واپس آئیں گے؟"

"دیر سے ہی آنا ہوگا آخر لانڈھی گئے ہیں۔"

"ہوں ٹھیک ہے' ارے یہ دونوں شریر کہاں چلے گئے؟"

"میں نے انھیں بھیج دیا ہے' پڑوس کے گھر میں ہیں' ان کے دوست ہیں' ان کے ساتھ کھیل رہے ہوں گے۔"

"رات ہو رہی ہے' بلالو انھیں۔"

"بلالوں گی اتنی جلدی کیا ہے آخر' میں نے جان بوجھ کر انھیں بھیجا ہے۔"

"کیوں آخر؟" میں نے سوال کیا۔

"اس لیے کہ میں آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔"

میں ایک لمحے کے لیے لرز گیا پھر میں نے خود کو سنبھال کر کہا۔ "کیا کہنا چاہتی ہو فردوسی؟"

"فیصل صاحب! دراصل......... دراصل میں آپ کے بارے میں بہت زیادہ سوچنے لگی ہوں' جب سے آپ ہمارے گھر میں آئے ہیں' ہمارے گھر میں خوشیاں ہی خوشیاں بکھر گئی ہیں۔ پہلے ہمارے حالات اچھے نہیں تھے' ہم لوگوں کو بڑی مشکل سے گزرنا پڑتا تھا لیکن آپ کے قدموں کی برکت سے ہمارے گھر کے حالات بہت اچھے ہوگئے ہیں۔ میں.......... میں.......... راتوں کو بھی آپ کے بارے میں سوچتی رہتی ہوں۔"

"یہ کوئی ایسی خاص بات نہیں ہے فردوسی' محنت کر رہے ہیں ہم اور اس کا صلہ ہمیں مل رہا ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے مگر......... مگر میرا کیا ہوگا' یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔"

"تمہارا کیا ہوگا' یہ بات تمہارے سوچنے کی تو نہیں ہے۔"

"میں جانتی ہوں میرے سوچنے والے بہت ہیں لیکن جو بات میرے دل میں ہے وہ صرف میں ہی سوچ سکتی ہوں' کوئی اور نہیں سوچ سکتا۔"

"کیا ہے تمہارے دل میں؟" میں نے سوال کیا۔

"میں بتا نہیں سکتی' بس یوں سمجھ لیجئے کہ میرا منہ نہیں کھلتا آپ کے سامنے فیصل! میں.......... میں بس یہ چاہتی ہوں کہ آپ' آپ ہمیشہ ہمیشہ میرے ساتھ رہیں' کہیں جانا نہ پڑے مجھے میں میں ہمیشہ آپ کے ساتھ رہوں۔"

"لیکن یہ کیسے ممکن ہے فردوسی' تمہیں تو کہیں نہ کہیں جانا ہی پڑے گا' تم یہاں کیسے رہ سکتی ہو۔"

"کک.......... کہاں جانا ہوگا؟" وہ کسی قدر سہمے ہوئے سے لہجے میں بولی۔

"شادی کریں گے ہم لوگ تمہاری' تمہیں اپنے سسرال جانا ہوگا۔" میں نے جواب دیا۔

"بس یوں سمجھ لیجئے کہ یہی میں نہیں چاہتی۔"

"یعنی تم شادی کرنا نہیں چاہتیں؟"

"نہیں اس سے تو مجھے انکار نہیں ہے لیکن میں اپنی پسند سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔"

"اوہ! کیا تمہیں کوئی پسند ہے؟" میں نے سوال کیا اور ہم دونوں گفتگو میں اس طرح کھو گئے تھے کہ باہر کے تصور کو بھی فراموش کر دیا تھا۔ ویسے بھی ہم اندرونی کمرے میں تھے اور بیرونی دروازہ بچوں کے جانے کے وجہ سے کھلا ہوا تھا۔

فردوسی چند لمحے مجھے دیکھتی رہی پھر اس نے کہا۔ "ہاں مجھے کوئی پسند ہے' جس سے میں شادی کرنا چاہتی ہوں۔"

"پھر یوں کرنا فردوسی' جب میں اور شاہد بھائی تمہاری شادی کرنے کا فیصلہ کریں تو تم ہمیں اپنی پسند بتا دینا بلکہ بہتر یہ ہے کہ تم مجھے اپنی پسند بتاہی دو کیونکہ جس لڑکے سے تمہاری شادی کی جائے اس کے بارے میں چھان بین کرنا بھی تو ضروری ہوگا۔"

"میں اس کے بارے میں چھان بین کر چکی ہوں' وہ بہت اچھا انسان ہے بہت ہی اچھا.......... بہت ہی اچھا۔" فردوسی نے کہا۔

"نام بتاؤ اس کا۔" میں نے اس سے پوچھا۔ حالانکہ میرا دل اندر سے جو کچھ کہہ رہا تھا وہ بڑا سنسنی خیز تھا۔ فردوسی سے اتنی باتیں میں کبھی نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن اب جب ایسی صورت حال پیش آگئی تھی تو میرے لیے یہ ضروری ہوگیا تھا کہ میں اسے اس راستے پر بڑھنے سے روک دوں' جس پر وہ برق رفتاری سے دوڑ رہی تھی۔ اس نے میری طرف دیکھا پھر آہستہ سے بولی۔

"فیصل ہے وہ فیصل ہے.......... وہ تم ہو فیصل.......... تم ہو۔" اس نے جذباتی لہجے میں کہا اور میں ششدر نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا تھا۔

تھوڑی دیر تک میں کچھ سوچتا رہا پھر میں نے آہستہ سے کہا۔ "جو کچھ میں کہوں گا اس کا برا تو نہیں مانو گی فردوسی۔"

"نہیں' وعدہ کرتی ہوں۔"

"دیکھو فردوسی' میں نے ابھی اپنی زندگی میں اس چیز کو کوئی دخل نہیں دیا' شادی کے بارے میں میرے ذہن میں دور دور تک کوئی تصور نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے میں زندگی

میں کبھی شادی کرنے کے بارے میں سوچوں بھی نہیں۔ ایسی صورت میں فردوسی تمہارے لیے یہ بہت مشکل ہو جائے گا کہ تم میری زندگی میں شامل ہو جاؤ۔ ویسے بھی فردوسی تمہارے لیے میرے دل میں ذرا مختلف قسم کے جذبات ہیں۔ شاہد بھائی کو میں بھائی کہتا ہوں اس گھر میں مجھے جو جگہ ملی ہے وہ بہت قیمتی ہے فردوسی' یہ سب کچھ جو تم سوچ رہی ہو کسی طور ممکن نہیں ہے' بہت اچھا ہوا کہ تم نے کھل کر مجھے اس بارے میں بتا دیا' نہ بتاتیں اور دل میں رکھے رہتیں تو تمہیں بھی پریشانی ہوتی اور مجھے بھی' میری خواہش ہے فردوسی کہ تم اپنے دل میں میرے لیے ایک بھائی کی سی محبت پیدا کرو میں تمہارے اعلیٰ مستقبل کے لیے ہر وہ کوشش کروں گا جو ایک بھائی کے لیے ضروری اور ممکن ہو سکتی' میرے لیے دل میں وہی جذبہ پیدا کر لو فردوسی' ویسے بھی محبتوں کے مختلف رنگ ہوتے ہیں۔ محبت میں ضروری نہیں ہوتا کہ ایک دوسرے کی قربت ہی حاصل کی جائے۔ محبت تو روحوں میں اتر جاتی ہے۔ ضروری نہیں ہے فردوسی کہ ایک لڑکی ایک نوجوان سے صرف اس انداز کی محبت کرے کہ وہ اس کی زندگی میں شامل ہو جائے۔ میں ایک بھائی کی حیثیت سے بھی تمہاری زندگی میں شامل ہو سکتا ہوں۔"

فردوسی پر جیسے سکتہ سا طاری ہو گیا تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ کچھ سوچتی رہی پھر اس نے کہا۔ "آخر کیوں؟ کیا.........کیا میں اس قابل نہیں ہوں۔"

"تم جس قابل ہو میں جانتا ہوں' عام قسم کی لڑکیوں کو بہن نہیں کہا جا سکتا اور نہ ہی میں اس قسم کی حماقتوں کا عادی ہوں کہ کسی کو ماں' کسی کو بہن اور کسی کو بیٹی بناؤں لیکن چونکہ میرا تم سے ایک ایسا رشتہ ہے فردوسی جس میں' میں کوئی داغ نہیں دینا چاہتا......... میرے دل میں تمہارے لیے وہ جذبہ نہیں ابھرتا جس کی تم خواہش مند ہو۔ میں تم سے ایک اچھی لڑکی کی حیثیت سے یہ توقع کرتا ہوں کہ تم اپنے جذبات کے دھاروں کا رخ موڑ دو گی۔"

فردوسی کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اس نے آہستہ سے کہا۔ "ان باتوں کا میں صرف ایک ہی مطلب سمجھتی ہوں اور وہ یہ کہ تم مجھے پسند نہیں کرتے۔"

"فردوسی یہ مطلب نہ سمجھو تو بہتر ہے۔"

"نہیں فیصل' میں اپنے دل سے ان جذبوں کو نہیں نکال سکتی بہت دن سے اس آگ میں جل رہی ہوں۔"

"تمہاری عمر اتنی نہیں ہے فردوسی کہ تم ابھی سے ان حماقتوں کا شکار ہو جاؤ۔ میں نے تمہیں بہت اچھی طرح سمجھا دیا ہے' باقی فیصلہ کرنا تمہارا اپنا کام ہے لیکن مجھ سے ایسی کوئی توقع نہ رکھنا۔"

میں کھانا کھا چکا تھا۔ فردوسی روتی رہی پھر وہ میرے سامنے سے برتن اٹھا کر وہاں سے چلی گئی۔ اس کے بعد وہ میرے پاس نہیں آئی تھی۔ میں کھانے سے فارغ ہو کر ہاتھ منہ دھونے کے لیے نکلا اور جب واپس پلٹا تو چچا جان اور چچی جان کو دیکھا جو آ گئے تھے۔ میں نے مسکراتی نگاہوں سے انہیں دیکھتے ہوئے کہا۔

"ارے آپ لوگ آ گئے۔"

"ہاں بیٹے' لانڈھی سے آنا تھا ہم نے سوچا ذرا جلدی ہی چل پڑیں۔" اشتیاق احمد صاحب بولے۔

میں نے ان دونوں کے چہرے پر ایک گہری سنجیدگی پائی تھی لیکن اس کی وجہ میری سمجھ میں نہیں آ سکی تھی' البتہ رات کو......... اشتیاق صاحب تمام کاموں سے فارغ ہو کر میرے پاس آ بیٹھے۔ ان کے انداز میں بڑی شفقت تھی۔ چائے کی دو پیالیاں اٹھائے ہوئے آئے تھے۔

"بھئی تمہارے شاہد بھائی تو ہیں نہیں' ہم نے سوچا کہ ہم ہی تمہارے ساتھ کچھ وقت گزاریں۔"

"ضرور چچا جان' آپ کی قربت سے تو مجھے بہت خوشی ہوتی ہے۔"

"بیٹے تم نے ہمیں اپنے خاندان کے بارے میں کبھی کچھ نہیں بتایا؟"

"خاندان ہوتا تو اس کے بارے میں بتاتا نا چچا جان' لاوارث ہوں اور مجھ جیسے لاوارث سڑکوں' گلیوں اور بازاروں میں ہی پیدا ہوتے ہیں اور دم توڑ دیتے ہیں۔"

"خدا نہ کرے' اب تو تم سڑکوں' گلیوں اور بازاروں میں نہیں ہو بلکہ زندگی کی ایک اہم منزل کی جانب بڑھ رہے ہو اور ترقیوں کی منازل طے کرتے جا رہے ہو۔"

"بس اس میں کسی کی دعائیں ہی شامل ہو سکتی ہیں۔ میرا تو کوئی دعائیں دینے والا بھی نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے یہ دعائیں مجھے شاہد بھائی کے ساتھ ساتھ ہی مل رہی ہوں اور

یہ دعائیں دینے والے آپ ہی ہو سکتے ہیں۔"

"فیصل! تم اپنے خاندان کے بارے میں ہمیں کچھ نہیں بتاتے لیکن ایک بات میں پورے بھروسے کے ساتھ کہہ سکتا ہوں۔"

"کیا چچا جان؟"

"وہ یہ کہ تم ہو کسی اچھے خون کے مالک، اتنے اچھے کہ تمہارے خاندان کی شرافت کی قسمیں کھائی جاسکتی ہیں۔"

"کوئی خاندان ہی نہیں تو شرافت اور کمینگی کیا معنی رکھتی ہے کس کی قسمیں کھائیں گے آپ؟"

"بہرحال میں جو کچھ کہنا چاہتا ہوں وہ مجھے زیب نہیں دیتا لیکن کہے بغیر رہ بھی نہیں سکتا۔"

میں ایک دم سے سنسنی سی محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا تھا، یہ سنجیدگی کوئی معنی رکھتی تھی۔

"بیٹے! دراصل لانڈھی سے واپسی کچھ جلدی ہوگئی تھی اور ہم اس وقت واپس آگئے تھے جب فردوسی تم سے باتیں کر رہی تھی۔"

میرا سر چکرا گیا، اشتیاق احمد صاحب کے اس انکشاف نے مجھے اس حقیقت کا احساس دلایا دیا کہ جو کچھ فردوسی نے مجھ سے کہا وہ انھوں نے سن لیا ہے اور......... اور اس کا نتیجہ......... اس کا نتیجہ نہ جانے کیا ہو لیکن پھر یہ سوچ کر دل کو ڈھارس ہوئی کہ میرے جو الفاظ تھے، وہ کسی بھی طرح برائی پر محمول نہیں تھے۔ اشتیاق احمد صاحب چند لمحے سوچتے رہے پھر بولے۔

"جوانی کی یہ عمر بڑی خطرناک ہوتی ہے جس عمر سے فردوسی گزر رہی ہے، اس عمر میں اگر تھوڑی سی ماحول سے آزادی مل جائے تو انسان لازمی طور پر بھٹک جاتا ہے۔ وہ بہت ہی عظیم ہوتے ہیں جو اس عمر کو سنبھال جاتے ہیں۔ کچھ والدین کی نگرانی بھی ہوتی ہے اور کچھ تربیت بھی۔ میرا خیال ہے ہماری تربیت میں کوئی کمی رہ گئی اور ہم فردوسی کو اس قابل نہ بنا سکے۔ بنا بھی نہیں سکتے تھے بیٹے، ایسے مسائل کا شکار تھے ہم کہ تم سے بیان نہیں کیا جاسکتا، بس یوں سمجھ لو کہ مجھ پر بھی بڑھاپا ایک ہی دم طاری ہوا۔ بے چارے شاہد کو بہت ہی نوعمری میں عملی زندگی میں آنا پڑا۔ ہم اسے بہتر تعلیم بھی نہ دلا سکے، حالانکہ ہمارا خاندان بھی اتنا برا نہ تھا کہ تعلیم وغیرہ سے روشناس نہ ہوتا۔ بہر طور ہم پسماندہ تھے اور اس پسماندگی کے عالم میں بہت سے زندگی کے راستوں پر پیچھے رہ گئے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ جو فردوسی تم سے کہہ رہی تھی وہ میں نے سن لیا اور جو کچھ تم نے فردوسی سے کہا وہ بھی میں نے سن لیا اور اس بات پر میں تمہارے خاندان اور تمہارے خون کی قسم کھا سکتا ہوں۔ ایک اچھے خاندان کا نوجوان ہی کسی کو راستے سے بھٹکانے کی بجائے صحیح راستے پر لانے کی جرات کر سکتا ہے۔ تم عام آدمی نہیں "تم نے میرے دل میں وہ مقام پیدا کرلیا ہے جو شاید شاہد کے لیے بھی میرے دل میں نہ پیدا ہوسکے، اس بات پر یقین کرنا چاہو تو کرلینا ورنہ تمہاری مرضی۔"

"آپ کی عزت آپ کا احترام میری زندگی ہے چچا جان اور میں نے صرف اپنا فرض پورا کیا ہے، آپ کا یہ فرمانا درست ہے کہ فردوسی نوعمری کی منزل میں ہے اور اس منزل میں انسان جلد بازی میں بہت سے فیصلے کرلیتا ہے اگر آپ نے یہ سب کچھ سن ہی لیا ہے تو میری ایک درخواست بھی ہے آپ سے......... دیکھیے وہ بچی ہے جو کچھ کہہ گئی ہے نادانی اور ناوانستگی میں کہا ہے، اس نے......... آپ اس کے ساتھ کوئی سختی نہیں برتیں گے۔ میں زندہ ہوں اور شاہد بھائی موجود ہیں۔ ہم دونوں اس کے لیے بہتر زندگی تلاش کریں گے۔ آپ اس سے کچھ نہیں کہیں گے۔ جہاں تک میرا مسئلہ ہے آپ اطمینان رکھیے، میں اس کا محافظ ہوں اس کا دشمن نہیں بن سکتا ہوں۔"

"مجھے یقین ہے، تم نے جو کچھ اسے کہا، ہماری غیر موجودگی میں کہا۔"

"البتہ ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں آپ سے اگر برا نہ مانیں تو؟"

"کیا؟"

"کسی بھی طرح کسی ایسے انداز میں شاہد بھائی کو اس بات کے لیے آمادہ کیجیے کہ وہ مجھے الگ رہنے کی اجازت دے دیں۔"

"کیا مطلب؟" اشتیاق صاحب چونکے۔

"مطلب یہ ہے اشتیاق احمد صاحب کہ آپ کی عزت اور اپنی عزت بچانے کے لیے اب میرا اس گھر سے ہٹنا بے حد ضروری ہوگیا ہے۔"

"کیا یہ ایک جائز بات ہوگی' تم سکون سے یہاں رہ رہے ہو۔"

"بے شک میں سکون سے رہ رہا ہوں' لیکن می ہر جگہ سکون سے رہ سکتا ہوں' آپ کے خاندان کو بے سکون کرکے اگر میں نے اپنا سکون پایا تو آپ یقین کیجئے میرا ضمیر اسے برداشت نہیں کر سکے گا۔"

"یہ اچھا تو نہیں ہو گا فیصل' یہ سب کچھ اچھا تو نہیں ہو گا۔"

"اگر ہم لوگ کبھی کسی الجھن کا شکار ہو جائیں اور ہمیں کوئی ایسا کام کرنا پڑے' جو ہمیں پسند نہ ہو تو ہم اس کی اچھائی برائی کے بارے میں سوچیں گے۔ ہمیں وہ کام کرنا ہی ہو گا چچا جان......... خاندان کی عزت بچانے کے لیے بہت سے عمل ایسے ہوسکتے ہیں جو ناپسندیدہ ضرور ہوں گے لیکن وہ کرنا ضروری ہو جاتے ہیں۔"

اشتیاق صاحب چند لمحے سوچتے رہے پھر بولے۔ "اس سلسلے میں مجھے کچھ سوچنے کا موقع دو۔"

"میرے خیال میں چچا جان' یہ سوچنے کی بات نہیں ہے آپ کو میری مدد کرنی چاہیے۔"

"بھلا میں کیا کر سکتا ہوں' کیا کرنا ہو گا مجھے۔" وہ کہنے لگے۔

"شاہد بھائی سے میرے پیچھے کسی ایسے انداز میں گفتگو کیجئے جس سے انھیں یہ احساس نہ ہو کہ یہ خواہش میری ہے بلکہ گھر میں تنگی کا تذکرہ کیجئے' ایک جوان لڑکی کا تذکرہ کیجئے' چچا جان آپ کو یہ کام کرنا ہے' بجائے اس کے ہم بعد میں پچھتائیں اس کام کو آپ کرلیں تو بہتر ہے۔"

"ٹھیک ہے بیٹے' میں تمہارے اس احسان کو مرتے دم تک نہیں بھولوں گا۔"

"اس کے علاوہ چچا جان میں یہ چاہتا ہوں کہ جو بات آپ کے کانوں تک پہنچ گئی ہے بس وہ آپ تک ہی محدود رہے' یہ مجھ پر احسان ہوگا۔"

تھوڑی دیر کے بعد اشتیاق احمد صاحب چلے گئے' میں نے بستر پر لیٹ کر سوچا کہ میرا یہ اقدام نہایت مناسب ہے۔ ان دونوں کو علم ہوگیا' اس کے بعد یہ علم اور لوگوں کو بھی ہوگا۔ ہو سکتا ہے لوگ فردوسی ہی کو اس سلسلے میں قصوروار نہ قرار دیں ساری ذمے داری مجھ پر ہی آجائے گی۔ گناہ اور بے لذت والی بات تھی۔ کیا فائدہ بے چاری لڑکی بدنام ہو جائے گی' زندگی کے اس مرحلے کے بارے میں مجھے کوئی خاص تجربہ بھی نہیں تھا اور ابھی تک یہ سب کچھ سوچنے کا موقع نہیں مل سکا تھا۔ ویسے بھی اس عمر میں اس سے زیادہ تجربات اور کیا کر سکتا تھا۔ وقت میرا استاد تھا اور وہ مجھے زندگی کے ہر موڑ اور ہر پیچیدہ راستے سے آگاہ کرتا جا رہا تھا۔

غالباً" اشتیاق احمد صاحب نے اپنے کام کا آغاز کر دیا تھا کیونکہ پچھلے دو تین دن سے میں شاہد کو الجھا الجھا اور پریشان سا محسوس کر رہا تھا۔ پتا نہیں اشتیاق احمد صاحب نے کن الفاظ میں اس سے یہ بات کہی تھی۔ ویسے میں جانتا تھا کہ شاہد کو اس کا بہت دکھ ہو گا۔ اس دوران میں نے پیرو سے بھی بات چیت کی۔

"یار پیرو بھائی کیا خیال ہے' تم اپنا یہ پرانا گولیمار کا مکان چھوڑ دو' ہم کہیں اور چل کر رہیں گے۔"

"میرے کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے فیصل بائی' تم اگر ایسا بولتا ہے تو ٹھیک ہے' مکان تو فورا" بک جائے گا۔ ابھی ویسے بھی میرا ادھر دل نہیں لگتا یار' جب سے اماں اس دنیا سے گیا ہے میرے کو بڑا دکھ ہوتا ہے' اکیلے رہتے ہوئے ادھر ادھر ہر جگہ اماں کو دیکھتا رہتا ہوں۔ یار فیصل بائی' ایسا کام کرو مگر پھر ہم کدر چل کر رہے گا؟"

"دیکھو پیرو' آج کل ہمارا کام سہراب گوٹھ سے زیادہ ہو رہا ہے اگر ہم اتنا لمبا چکر نہ چلائیں تو ہمیں فائدہ ہو گا۔ ادھر ہم اپنا چھوٹا موٹا آفس بھی بنالیں گے۔ میرا خیال ہے شاہد بھائی کو بھی اعتراض نہیں ہو گا۔ سہراب گوٹھ کے پاس' ایک اسکوائر ہے وہاں پر ہمیں آسانی سے فلیٹ کرائے پر مل جائے گا جو رقم تمہیں اس مکان سے ملے اسے محفوظ کرلینا' کسی مناسب موقع پر کوئی دوسرا مکان خرید لیں گے' کیا خیال ہے؟"

"میرے کو تو کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن شاہد بھائی تمہارے کو چھوڑے گا؟"

"یار کتنے دن اس کے ساتھ پڑا ہوں' میرا خیال ہے کہ ایسا کام کرلیتے ہیں۔"

ہم نے اس سلسلے میں بھاگ دوڑ کی اور فورا" ہی ہمیں ایک فلیٹ کرائے پر حاصل ہوگیا' اس میں کوئی شک نہیں کہ یہاں ہمیں بہت سی آسانیاں حاصل ہوسکتی تھیں۔ مکان کے مسئلے میں ساری کارروائیاں مکمل ہوگئیں اور اسی رات میں نے موقع ملتے ہی شاہد سے ملا۔

"پیرو نے الآصف اسکوائر میں ایک فلیٹ کرائے پر لیا ہے' کہتا ہے کہ اس گھر میں اس کا دل نہیں لگتا جہاں وہ رہتا ہے۔ ماں تھی اس کی جس کا انتقال ہو گیا اور ماں کی موت کے بعد سے پیرو بڑا بے سکون رہتا ہے' بہت اچھا آدمی ہے اس نے فلیٹ کرائے پر لے لیا ہے اور اس کی خواہش ہے کہ میں بھی اس کے ساتھ اس فلیٹ میں رہوں۔"

شاہد چونک کر مجھے دیکھنے لگا تھا۔ پھر آہستہ سے کہا۔ "تمہیں یہاں کوئی تکلیف ہے۔"

"کیسی باتیں کرتے ہیں شاہد بھائی! اپنے گھر میں کسی کو کوئی تکلیف ہوتی ہے۔"

"تو پھر تم نے یہ کیوں سوچا؟"

"بس پیرو سے مجھے کافی ہمدردی اور دلچسپی ہے اور اس نے کچھ ایسے لہجے میں یہ بات کہی کہ میں اس سے انکار نہ کر سکا۔ تاہم اتنا ضرور کہہ دیا میں نے اس سے کہ اگر شاہد بھائی نے اجازت دے دی تو میں ایسا ضرور کر لوں گا۔"

"تم جانتے ہو کہ میرے گھر والوں کو کتنا دکھ ہوگا؟"

"دکھ کی کوئی بات نہیں ہے' میں کون سا اس گھر سے دور رہوں گا۔ جب دل چاہا کرے گا تمہارے پاس آجایا کروں گا اور یہ تو ویسے بھی آسانی کی بات ہے اور پھر شاہد بھائی یوں سمجھ لو کہ ہم جس کام کا آغاز کرنا چاہتے ہیں وہ کم از کم گھر سے نہیں ہو سکتا' الگ رہنا بے انتہا ضروری ہے۔"

"تم کام کا آغاز تو کرو۔ الگ رہنے کے بارے میں پہلے ہی سوچ لیا۔" شاہد نے کہا۔ حالانکہ اس کے لہجے میں ہلکی سی جھجک محسوس کر چکا تھا' میں جانتا تھا کہ وہ یہ سب کچھ اوپری دل سے کہہ رہا ہے۔ ورنہ اشتیاق صاحب شاید اسے مسلسل مجبور کرتے رہے ہیں۔

"میرا خیال ہے شاہد بھائی! آپ مجھے اس کی اجازت دے دیں' بہت اچھا رہے گا۔ آپ یقین کریں کہ ہم اپنے مستقبل کے سفر کو اتنا سست رفتار نہیں کرنا چاہتے۔ کام جاری ہونا چاہیے۔"

"مجھے تو تمہارے کام کا ہی آج تک پتا نہیں چل سکا کہ تم کون سا کام جاری کرنا چاہتے ہو۔"

"پتا چل جائے گا' آپ پہلے ایک کام تو کریں۔"

"ٹھیک ہے' اگر تم جانا چاہتے ہو تو ظاہر ہے میں تمہیں نہیں روکوں گا لیکن ذرا ابا سے بات کر لینا ہو سکتا ہے وہ اس بات پر ناراض ہو جائیں۔"

"نہیں مَنانا تمہارا کام ہے شاہد بھائی! میں تو انہیں کہنے کی جرات بھی نہیں کر سکتا۔ میں شاہد بھائی کی مشکلیں آسان کرتا جا رہا تھا۔"

ابتدائی مراحل طے ہو چکے تھے' مجھے میرے مختصر سے سامان کے ساتھ اس فلیٹ میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ پیرو بھی میرے ساتھ آگیا تھا' وہ بھی بہت خوش تھا حالانکہ وہاں جو آسانیاں ہمیں حاصل تھیں یہاں ان کا فقدان تھا لیکن بہرطور مجھے یہاں سکون کا احساس ہوا تھا اور یہاں رہ کوئی شک نہیں کہ میں اپنے کام کو زیادہ آسانی سے کر سکتا تھا۔ حالانکہ ذہن میں کوئی واضح منصوبہ نہیں تھا کہ زندگی کی ڈگر پر کس انداز میں آگے بڑھنا ہوگا لیکن ضروری نہیں تھا کہ ہر فیصلہ پہلے سے ہو جائے۔ وقت اپنے راستے خود متعین کرتا ہے۔ بس ایک سمت کا فیصلہ کر......... لیا جائے۔

پیرو کی خوشیوں کا ٹھکانہ نہیں تھا......... اس نے ساری ذمے داریاں سنبھال لی تھیں۔ فلیٹ کی صفائی کرتا تھا' ضرورت پڑنے پر کھانا بھی پکاتا تھا۔ پھر ٹرک کی دیکھ بھال بھی کرتا تھا اور اس کے بعد میرے ساتھ سفر پر جاتا تھا۔ وہ ایک بہترین معاون ثابت ہوا تھا۔

لین دین کے مسئلے میں بھی میرے اور اس کے درمیان کوئی تکلف نہیں تھا۔ اسے میں ایک باقاعدہ تنخواہ دیا کرتا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ ہی اس کے تمام اخراجات بھی اٹھاتا رہتا۔ پیرو ہنس کر کہتا۔

"یار' فیصل بھائی! تم میرا اماں کا کام کر رہا ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے پوچھا۔

"یار' میرے کو تم پورا تنخواہ دیتا' پھر اس میں سے خرچ بھی نہیں کرنے دیتا اور میرے پاس پورا تنخواہ بچ جاتا ہے۔ اماں بولتا تھا کہ ابھی میرے پاس دس پانچ ہزار روپیہ اکٹھا ہو جائے تو وہ میرا شادی بنا دیں گا تو تم میرا شادی کر دیتا۔" پیرو کے اس طرح کہنے پر مجھے بے اختیار ہنسی آگئی۔

"یار پیرو تو اگر شادی کرنا چاہتا ہے تو اس کے لیے انتظار کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اچھا ہے میری بھابی آجائے گی' کھانا پکائے گی اور گھر کا خیال رکھے گی۔ ہم لوگوں کو تو آسانی ہی ہو جائے گی۔"

"اڑے ماں کسم' کیسا گولڈن خواب دکھاتا ہے میرے کو تو فیصل بھائی! پر یار نئیں میں تو تیرے کو مذاق کیا۔" پیرو کے لہجے میں افسردگی آگئی اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"کیا ہو گیا تجھے" میں نے کہا۔

"نہیں یار' اپن شادی نہیں کرے گا۔"

"کیوں ابھی تو پیسے جمع کر رہا تھا۔"

"مذاق کرتا تھا تیرے سے یار' اماں ہوتا تو شادی کرتا۔ اماں یہ حسرت لے کر چلا گیا' اب اپن شادی کر کے کیا کرے گا۔"

"جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں ہے پیرو! یہ تو زندگی کے مراحل ہیں' طے کرنا ہی ہوتے ہیں۔ ویسے ایک بات میں تجھ سے کہوں' جب بھی تیرا دل چاہے شادی کرنے کو کرلینا یار' یہ سب کچھ ہم سب ہی کا ہے' نہ شاہد بھائی ایسے آدمی ہیں' جو پیسے کے لین دین کے بارے میں سوچیں اور میرے بارے میں تو تو جانتا ہی ہے۔ ہم نے زندگی کا آغاز وہاں سے کیا تھا پیرو جہاں ہمارے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ آج یہ تھوڑی سی چیزیں ہیں تو اس میں میرے اور تیرے کا کوئی تصور نہیں ہے۔"

"میں جانتا ہوں فیصل بھائی تو بہت بڑا آدمی ہے' بہت بڑا آدمی ہے۔" پیرو نے کہا۔

☆☆☆

ہم اپنے معاملات جاری رکھے ہوئے تھے۔ اب رفتہ رفتہ جب وقت گزرتا جارہا تھا تو یہاں منتقل ہونے کی افادیت بھی ظاہر ہوتی جارہی تھی۔ آمدنی میں بہترین اضافہ ہوا تھا کیونکہ مارکیٹ میں تھے' بہت سے لوگوں سے کنٹریکٹ ہو گئے تھے......... اور ہمارا کام ترقی کی جانب سفر کر رہا تھا' پھر ایک دن میں پیرو کے ساتھ پشاور گیا اور باآسانی اپنا سارا ساتھ لایا ہوا مال منتقل کر دیا۔ واپسی میں بھی لوڈنگ کی تھی لیکن کچھ ایسے......... معاملات رہ گئے تھے کہ پیرو کو وہیں پشاور میں چھوڑنا پڑا۔ میں نے اس سے کہا دوسرے ٹرپ پر میں اسے ساتھ لے لوں گا۔ یہ ٹرپ بھی دو دن کے بعد لگنے والا تھا۔ پشاور سے واپسی کا سفر میں نے تنہا ہی طے کیا۔ کوئی مشکل مرحلہ نہیں تھا۔ اب تو مجھے اتنی آسانی حاصل ہو گئی تھی کہ میں کسی بارے میں سوچتا ہی نہیں تھا۔ راستہ خوش اسلوبی سے طے ہوتا رہا اور میں تنہا ہی ٹرک کو لے کر آگے بڑھتا رہا لمبی ڈرائیونگ کی عادت ہو گئی تھی اور میں اب پلک جھپکائے بغیر دو دو دن تک ڈرائیونگ کر سکتا تھا' حالانکہ ٹرک میں بعض اوقات دوسرے افراد بھی ہوتے تھے کچھ مزدور بھی رکھ لیے تھے' ہم نے جنہیں بوقت ضرورت ساتھ لینا ہوتا تھا لیکن زیادہ تر یہی ہوتا تھا کہ میں اور پیرو ہی ٹرک لے کر آتے اور جاتے تھے اور آج میں تنہا تھا۔

پشاور سے کراچی تک کے فاصلے زیادہ مشکل نہیں تھے۔ میں تمام مراحل سے گزرتا ہوا بالآخر جام شورو تک پہنچ گیا۔ جام شورو سے آگے بڑھا اور رات کے دوسرے پہر میں سپرہائی وے کا راستہ طے کرنے لگا۔ سپرہائی وے کا فاصلہ ابھی طے کر ہی رہا تھا کہ تھانہ بولا

Uploaded By Muhammad Nadeem

خان سے کچھ پہلے اچانک ہی مجھے فائرنگ کی آواز سنائی دی اور میں ٹھٹک کر ٹرک کی رفتار سست کرنے لگا۔ یہ اندازہ لگانا چاہتا تھا میں کہ فائرنگ کہاں ہو رہی ہے۔

اچھی خاصی زور دار فائرنگ تھی۔ اس کے بعد ایک خوفناک دھماکا سنائی دیا اور کچھ فاصلے پر سڑک کے ایک سمت شعلوں کا طوفان اٹھتا نظر آیا۔ میں نے گھبرا کر ٹرک روک دیا اور صورت حال کا جائزہ لینے کے لیے ٹرک سے نیچے اتر آیا۔

تاحد نگاہ تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ روشنی کی کوئی رمق موجود نہ تھی۔ سوائے اس جلتی ہوئی شئے کے جو دھماکے کے ساتھ جل اٹھی تھی اور اب آگ کی روشنی میں مجھے جلنے والی چیز نظر آگئی تھی۔ وہ ایک کار تھی' پھر کار کے اطراف میں' میں نے کچھ سائے دیکھے۔ اندازہ نہ ہوسکا تھا کہ کون لوگ ہیں کیا ہیں۔ بہرطور میں متحیرانہ انداز میں اپنی جگہ کھڑا یہ منظر دیکھتا رہا۔ تب ہی مجھے اپنے عقب میں کچھ سراسراہٹ محسوس ہوئی اور اس سے پہلے کہ میں پلٹتا' اچانک ایک ٹھنڈی سی شے میری گردن سے آلگی اور اس کے ساتھ ہی ایک غرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"سنو' تم پستول کی زد پر ہو۔ ذرا بھی جنبش کی یا آواز نکالی تو گولی تمہاری گردن میں سے گزر کر دوسری طرف نکل جائے گی سمجھے۔"

میں ساکت ہوگیا۔ ایک لمحے کے لیے بدن میں ٹھنڈی ٹھنڈی لہریں دوڑنے لگی تھیں لیکن پھر اپنے آپ کو سنبھالنے میں بھی مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی۔ میں نے سرد لہجے میں کہا۔ "کون ہو تم اور کیا چاہتے ہو؟"

"مجھے چھپاؤ' مجھے چھپاؤ اور سنو میرے پیچھے پولیس لگی ہوئی ہے' ممکن ہے وہ تم سے بھی میرے بارے میں باز پرس کرے تم میری موجودگی سے لاعلمی کا اظہار کرو گے' پستول میرے پاس موجود ہوگا.......... اور تم میرے پستول کے نشانے کی زد میں ہو گے۔ ایک لفظ اگر میرے بارے میں منہ سے نکلا تو تمہیں کم از کم ختم کردوں گا' بعد میں جو کچھ ہو گا دیکھا جائے گا۔ جلدی کرو' پولیس نے یقیناً' تمہارا ٹرک دیکھ لیا ہوگا اور ہوسکتا ہے وہ تمہاری طرف آئے' مجھے چھپاؤ۔" وہ پستول میری گردن سے ہٹا کر ایک قدم پیچھے ہٹ گیا اور میں نے اسے پلٹ کر دیکھا۔

ڈھیلے ڈھالے قمیص شلوار میں ملبوس ایک شخص تھا۔ شانوں پر چادر پڑی ہوئی تھی

لیکن اس کے چہرے پر ایک عجیب سی چیز لپٹی ہوئی تھی۔ غالباً اس نے اپنا چہرہ چھپانے کے لیے کوئی ڈھیلا ڈھالا کپڑا لپیٹ لیا تھا اور صرف اس کی آنکھیں کھلی نظر آرہی تھیں اور ان آنکھوں میں مجھے خون کی سرخی نظر آرہی تھی۔

"ٹرک پر تمہیں تلاش بھی کیا جاسکتا ہے' تم ان ڈھلانوں سے گزر کر بھاگ کیوں نہیں جاتے۔"

"مجھے سبق مت پڑھاؤ' دیر کرو گے تو مرجاؤ گے جلدی کرو۔" اس نے کہا۔ میں نے ایک نگاہ سامنے ڈالی پولیس وہیں بھاگ دوڑ کررہی تھی جہاں وہ کار جل رہی تھی۔

"تمہاری مرضی ہے' اگر تم میرے ٹرک میں چھپنا چاہتے ہو تو اس ترپال کے نیچے گھس جاؤ۔" میں نے اوپر اشارہ کرکے کہا اور وہ بے قراری سے اوپر چڑھنے کی کوشش کرنے لگا لیکن یہیں وہ چوک گیا۔ پستول کا رخ تبدیل ہوا ہی تھا کہ میں نے اس پر حملہ کر دیا اور جچے تلے انداز میں اس کی کلائی پر ہاتھ ڈال دیا۔ اس کے حلق سے ایک آواز نکلی مگر پستول بڑی مہارت سے میرے قبضے میں آگیا اور میں دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اس کے چوڑے چکلے ہاتھ مجھے دبوچنے کے لیے مچلے لیکن میں نے پستول کا رخ اس کی طرف کر دیا۔

"کھیل بدل گیا دوست! اب اگر تم نے کوئی حرکت کی تو میں تمہیں گولی مار دوں گا۔"

"اوہ.......... تم.......... تم.........." وہ کراہا مگر جملہ پورا کیے بغیر خاموش ہوگیا۔

"ہاں' پولیس سامنے موجود ہے اور تم مفرور مجرم ہو.......... میں تمہاری لاش ان کے حوالے کردوں گا تو انہیں خوشی ہی ہوگی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سنو' میری مدد کرو' مجھے پولیس سے بچالو' میں تمہیں منہ مانگا انعام دوں گا۔"

"اپنا چہرہ کھولو۔" میں نے پستول کو جنبش دے کر کہا۔

"بکواس مت کرو' تمہاری موت ہی آگئی ہے شاید۔" اس نے شدید ہیجان کے انداز میں کہا۔

"چہرہ کھولو۔" میں نے لہجہ سرد کرلیا اور پستول کو اس طرح کیا جیسے فائر کرنا چاہتا ہوں۔

"ٹھہرو' ٹھہرو۔" وہ بے اختیار بولا........ اور پھر اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے چہرے پر لپٹا ہوا کپڑا اتار دیا۔ گھنی سیاہ داڑھی اور گھنی مونچھوں والا ایک درمیانی عمر کا شخص تھا۔ خدوخال کا واضح اندازہ تاریکی کی وجہ سے نہیں ہو سکا تھا۔ لمبی زلفیں شانوں پر بکھری ہوئی تھیں۔ وہ بار بار متوحش نظروں سے پولیس والوں کی بھاگ دوڑ دیکھ رہا تھا' پھر اس نے کھکھیائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "براہ کرم میری مدد کرو' اب وہ ادھر کا رخ کرنے والے ہیں۔"

"تمہاری صورت پہچانتے ہیں وہ؟" میں نے پوچھا۔

"ایں........ نہیں۔" وہ بے اختیار بولا۔

"بدن سے یہ چادر اتار دو۔"

"ک........ کیوں؟"

"اتار دو' میں کہہ رہا ہوں اور میرے ہاتھ میں پستول ہے' سمجھ رہے ہو نا میری بات۔" میں نے کہا۔

وہ بے بسی کے انداز میں چادر اتار کر بولا۔ "اب کیا کروں۔"

"یہ کپڑا جو تم نے چہرے پر لپیٹا ہوا تھا سر پر لپیٹ لو۔"

"تمہارا دماغ خراب ہے کیا؟"

"ہاں' خراب ہے۔ جلدی کرو' دیکھو پولیس اس طرف چل پڑی ہے۔" وہ وحشت زدہ انداز میں میری ہدایت پر عمل کرنے لگا۔ اس طرح اس کا حلیہ بالکل بدل گیا تھا۔ میں نے مسکرا کر اسے دیکھا اور کہا۔ "اب جلدی سے میری برابر والی سیٹ پر بیٹھ جاؤ۔" اس نے اس ہدایت پر عمل کیا تھا۔ میں گھوم کر اسٹیئرنگ والی سیٹ پر آبیٹھا۔ ٹرک اسٹارٹ تھا۔ میں نے روشنیاں جلائیں اور ٹرک کو آگے بڑھا دیا۔ روشنیاں بجھی ہونے کی وجہ سے پولیس والے شاید ٹرک نہ دیکھ سکے تھے۔ روشنیاں دیکھ کر وہ ہوشیار ہو گئے انھوں نے رائفلیں تانیں اور سڑک روک کر کھڑے ہو گئے۔ کافی تعداد تھی۔ ان کی۔ ایک ٹرک اور ایک جیپ کچھ فاصلے پر موجود تھی۔ مجھے ہاتھ اٹھا کر رکنے کا اشارہ کیا گیا اور میں نے ٹرک کو سائیڈ پر کرنا شروع کر دیا' پھر اسے روک کر انجن بند کر دیا۔ ایک سب انسپکٹر نے پستول سامنے کر کے کہا۔

"نیچے اتر آؤ۔" میں خاموشی سے نیچے اتر آیا۔ ایس آئی نے دوسرے سپاہی کے ہاتھ سے ٹارچ لی اور اس کی روشنی اوپر ڈالتے ہوئے کہا۔ "اے تم بھی نیچے اترو۔"

"چاچا جی نیچے آجاؤ۔" میں نے زور سے کہا اور پراسرار اجنبی بھی نیچے آگیا۔ اسی وقت پولیس جیپ اسٹارٹ ہو کر ہمارے پاس آگئی تھی۔

ایس آئی نے ہمیں گھورتے ہوئے کہا۔ "کہاں سے آرہے ہو تم لوگ؟"

"پشاور سے صاب!" میں نے کہا۔

"کاغذات نکال لو اور سنو تم لوگ ٹرک پر چڑھ جاؤ اور اچھی طرح تلاشی لو۔" کئی پولیس والے اچھل اچھل کر ٹرک پر چڑھ گئے تھے۔ میں نے ٹرک میں ہاتھ ڈال کر کاغذات نکال لیے تھے۔ اسی وقت جیپ سے ایک افسر دو آدمیوں کے ساتھ نیچے اترا اور ہمارے پاس آگیا۔"

میں نے کاغذات ایس آئی کو دیئے تو اچانک اس افسر کی آواز ابھری۔ "ارے فیصل........ تم........؟" میں اچھل پڑا۔ ایس پی شاہ صاحب کی آواز میں نے پہچان لی تھی۔ میں نے اسے سلام کیا تو وہ میرے پاس آگیا اور مجھے غور سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"او مائی گاڈ' یہ تم ہو؟"

"جی صاحب!"

"ٹرک پر کام کر رہے ہو۔"

"جی صاحب!"

"یہ کون ہیں؟" شاہ نے اس شخص کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"میرے ساتھی ڈرائیور ہیں۔"

"کہاں سے آرہے ہو؟"

"پشاور سے۔"

"اوہ اچھا' اے تم لوگ نیچے اتر آؤ سامان خراب مت کرو۔ ترپال وغیرہ جیسے تھا ویسے ہی کر دو' چلو جلدی کرو' مقصود کاغذات واپس کر دو اور دوسروں کو دیکھو۔ سب کے سب نکمے ہیں۔ وہ کار کو بم سے اڑا کر نکل گیا اور تم ٹرک پر تماشے کرتے پھر رہے ہو۔" شاہ نے ایس آئی سے کہا۔"

"جی صاحب۔" ایس آئی نے کاغذات مجھے تھمائے اور وہاں سے آگے بڑھ گیا۔

"تم دوبارہ میرے پاس نہیں آئے فیصل!" ایس پی شاہ نے کہا۔

"شروع میں دوبارہ گیا تھا مگر آپ ملے نہیں۔"

"ہوں' اسی وقت سے ٹرک پر کام کر رہے ہو۔"

"جی بس یہی کام کر سکتا تھا۔"

"خوش ہو!"

"جی بالکل۔"

"ٹھیک ہے میں نے خود بھی تمہیں کئی بار۔ یاد کیا کبھی پریشانی ہو تو میرے پاس آجانا' احتیاط سے نکل جاؤ۔ ایک خطرناک مجرم کا پیچھا کرتے ہوئے ہم یہاں آئے ہیں ناکہ بندی کرلی گئی ہے۔ پولیس چاروں طرف پھیل گئی ہے' تاکہ کوئی نکل نہ سکے۔ میں ایک کانسٹیبل تمہارے ساتھ کیے دیتا ہوں وہ تمہیں کچھ دور چھوڑ دے گا۔"

"جی شاہ صاحب!" میں نے کہا۔ ٹرک پر چڑھنے والے پولیس مین نیچے آگئے تھے۔

شاہ صاحب نے ایک کانسٹیبل کو ہدایت کی اور وہ ٹرک کے دروازے کو کھول کر اس سے لٹک گیا۔ میں نے اجنبی شخص سے بیٹھنے کے لیے کہا اور پھر خود بھی اسٹیرنگ پر بیٹھ کر ٹرک اسٹارٹ کر دیا' پھر ہم آگے بڑھ گئے۔ کوئی بڑا آپریشن تھا پولیس کی زبردست نفری نظر آرہی تھی۔ ہائی وے کے اس حصے کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا تھا اور پولیس پوزیشن سنبھال رہی تھی۔ آخری جگہ ہمارا راستہ روکا گیا مگر ساتھ آنے والا پولیس مین کام آیا تھا۔

"شاہ صاحب نے اسے کلیرنس دے دیا ہے۔" اس نے کہا......... اور نیچے اتر گیا۔

ہمیں آگے جانے کا اشارہ کر دیا گیا۔ میرے برابر بیٹھا شخص گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ ہم دور نکل آئے۔ ٹول پلازہ سامنے نظر آرہا تھا' تب اس شخص نے کہا۔

"تمہارا بہت بہت شکریہ' ویسے تم بہت حیرتناک ڈرائیور ہو۔"

"کیوں؟"

"تم نے مجھے پہلے قابو میں کیا پھر میری مدد کی۔"

"ہاں' تاکہ تم یہ نہ سمجھ لو کہ تم نے مجھے بے بس کر کے جان بچائی'۔"

"جان تو تمہیں بے بس کر کے بھی نہ بچتی میری۔"

"کیا مطلب؟"

"مجھے اندازہ نہیں تھا کہ وہ اتنی سخت کارروائی کریں گے۔ اگر میں ٹرک میں چھپ جاتا تو ان سے نہ بچ سکتا تھا۔"

"ہاں اس صورت میں تمہارا بچنا مشکل ہو جاتا۔ میں نے اسی لیے تم سے پوچھا کہ وہ تمہیں صورت سے تو نہیں پہچانتے۔"

"اور تم نے فوراً ہی کارروائی کر کے میرا حلیہ بدلوا دیا۔"

"کیا تمہیں اس سے فائدہ نہیں ہوا؟"

"اگر ایسا نہ ہوتا تو میرا بچنا مشکل تھا۔" اس نے کہا' پھر چونک کر بولا۔ "مگر تم نے میری مدد کیوں کی؟"

"اس لیے کہ تمہیں مدد کی ضرورت تھی۔"

"کیا انعام چاہتے ہو اس مدد کا؟" اس نے سوال کیا اور میں ہنس کر خاموش ہو گیا۔

"کیوں اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟"

"کوئی انعام نہیں چاہیے مجھے۔"

"اوہ' تم واقعی عجیب ہو' بہت کم عمری میں تم نے ڈرائیوری شروع کر دی ہے مگر یہ ایس پی تمہیں کیسے جانتا ہے؟"

"بس سڑکوں پر ہمارا پولیس سے ساتھ رہتا ہے۔"

"اسے تم پر بہت اعتماد معلوم ہوتا ہے۔"

"آئندہ اگر کبھی تم مجھے ملے تو کیا مجھ پر اعتماد نہ کرو گے؟" میں نے کہا اور وہ کسی سوچ میں ڈوب گیا پھر بولا۔

"فیصل ہے تمہارا نام"

"ہاں۔"

"ٹرک کس کا ہے؟"

"ٹرک کے مالک کا نام شاہد ہے' شاہد اینڈ کمپنی کا ٹرک ہے۔"

"تم کہاں رہتے ہو؟"

"الا آصف اسکوائر۔"

"فلیٹ میں؟"

"ہاں۔"

"کیا نمبر ہے تمہارے فلیٹ کا؟" اس نے پوچھا اور میں نے اسے فلیٹ نمبر بتا دیا۔

"تم نے میرے بارے میں کچھ نہیں پوچھا فیصل؟" اس کی اس بات پر میں ہنس پڑا۔ وہ پھر چونک کر بولا۔ "تم پھر ہنس رہے ہو۔"

"اگر میں تم سے تمہارے بارے میں پوچھوں گا تو کیا تم سچ بتا دو گے مجھے' کوئی جھوٹ سننا بے مقصد ہی ہوگا میرے لیے پولیس نے تمہیں ایک خطرناک مجرم قرار دیا ہے' تم مجھے کبھی یہ نہ بتاؤ گے کہ تم کون ہو اور تم نے کیا جرم کیا ہے۔"

وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا' پھر مسکرایا "بہت ذہین ہو......... ضرورت سے کہیں زیادہ میری پیش گوئی ہے کہ آئندہ بہت کچھ بن جاؤ گے' تم اگر چاہتے تو پولیس کو میرے بارے میں بتا سکتے تھے مگر......... تم نے ایسا نہ کیا۔"

"ہاں۔"

"کیوں جبکہ ایس پی تمہارا اشنا سا تھا؟"

"اس کا جواب میں تمہیں دے چکا ہوں۔ زندگی میں بہت سے دوستوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہو سکتا ہے کبھی تمہاری دوستی کام آجائے۔"

"آئے گی ضرور آئے گی۔ تم نے بہت کچھ بچالیا ہے' میری زندگی بھی عزت بھی' اس کا انعام تمہیں ضرور ملے گا۔"

"کہاں جاؤ گے؟"

"تم کہاں تک جا رہے ہو؟"

"سہراب گوٹھ تک جاؤں گا۔"

"مجھے لالو کھیت تک پہنچا سکتے ہو؟"

"ضرور پہنچا دوں گا۔"

"شکریہ۔" اس نے کہا اور خاموش ہوگیا۔ کچھ دیر کے بعد میں نے اس کا پستول اسے واپس کر دیا اور اس نے خاموشی سے اسے رکھ لیا۔ اس کے بعد کوئی بات چیت نہیں ہوئی۔

میں نے سہراب گوٹھ پر ٹرک نہیں روکا اور اسے لالو کھیت تک لے آیا۔ اعظم اسکوائر کے پاس اس نے مجھ سے رکنے کے لئے کہا......... اور پھر نیچے اترتا ہوا بولا۔ "اچھا فیصل چلتا ہوا' تمہاری اس دوستی کو یاد رکھوں گا۔ تم مجھے تلاش نہیں کر سکتے لیکن میں تمہیں تلاش کرلوں گا۔ خدا حافظ۔" اس نے اپنی چادر بدن پر لپیٹی اور دس نمبر کی طرف چل پڑا۔ میں نے ٹرک واپس موڑ لیا اور کچھ دیر کے بعد میں اپنے ٹھکانے پر پہنچ گیا۔

دوسری صبح کام معمول کے مطابق جاری ہو گئے تھے۔ سفر حیات طویل تھا لاتعداد منصوبے تھے مگر زندگی کی ڈگر پر رفتار کی حد مقرر ہوتی ہے اور اس حد کو عبور نہیں کیا جاسکتا۔ تاہم جو کچھ ہو رہا تھا وہ غیر تسلی بخش نہیں تھا اور میں اس سے مطمئن تھا۔ شاہد بھائی آگئے اور انہوں نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔ "کہو فیصل سیٹھ کیا ہو رہا ہے"

"آج تو آرام ہو رہا ہے شاہد بھائی!"

"کوئی خاص بات؟"

"بالکل نہیں' آپ سنائیے۔"

"بس یار گزر رہی ہے' آہستہ آہستہ سارے خواب پورے ہو رہے ہیں' وہ شکور خان کو جانتے ہو؟"

"اچھی طرح جانتا ہوں۔"

"اس کی زمین پڑی ہے تھوڑی سی' پچاس ہزار مانگ رہا ہے۔ اچھی جگہ ہے' گیراج بنالیں وہیں دفتر بھی ہو جائے گا۔ تم دیکھ لو اسے۔"

"فوراً" لے لو شاہد بھائی! ہمارے لیے بہترین رہے گی۔"

"پچاس ہزار اوپر لگ جائیں گے مگر کام کی جگہ ہو جائے گی" شاہد نے کہا اور میں نے منظوری دے دی۔

اس سلسلے میں یہ شخص کمال کا آدمی ثابت ہوا تھا۔ حالانکہ سچی بات یہ ہے کہ ہمارے راستے جرائم کی دنیا سے گزر کر ملے تھے' مگر وہ برے لوگوں میں اچھا آدمی تھا۔ لین دین اور حساب کتاب کا کھرا......... الیاس بھائی کے بعد اس نے مجھے سب سے زیادہ متاثر کیا تھا! الیاس بھائی یاد آگئے۔ کبھی کبھی زندگی کے ہنگاموں میں سکون بھی درکار ہوتا ہے ان کے چہرے فرحت بخشتے تھے اور ان کی قربت روح کو بالیدگی عطا کرتی تھی اور اب تو اتنا

عرصہ ہوگیا تھا کہ ان کی صورتیں بھی دھندلا گئی تھیں۔ نہ جانے کیا سوچتے ہوں گے میرے بارے میں' نہ جانے کس کس طرح یاد کرتے ہوں گے دل ان سے ملنے کے لیے مچل اٹھا اور آج سارے کام ترک کرکے ان کے پاس جانے کا فیصلہ کرلیا۔ ویسے بھی کوئی خاص کام نہیں تھا۔ چنانچہ تیاریاں شروع کردیں۔ ایک عمدہ لباس پہنا اور اتنا انتظار کیا کہ الیاس بھائی بھی دفتر سے واپس آجائیں۔ بازار سے کچھ خریداریاں بھی کی تھیں اور اس کے بعد ٹیکسی میں بیٹھ کر مسلم لیگ کوارٹر پہنچ گیا۔ دروازہ نازاں باجی نے کھولا اور مجھے دیکھ کر چیخ پڑیں۔

"بھائی جان! فیصل آیا ہے۔" بھابی اور بھائی جان بھی دوڑ پڑے۔ شکایتوں کا آغاز ہوگیا۔ کتنے اپنے تھے یہ لوگ۔ طرح طرح کے سوالات شروع ہوگئے اور میں نے سارے جواب ہوشیاری سے دیے۔"

"یہ اتنی لمبی گمشدگی کیوں فیصل؟ فون بھی نہیں کیا تم نے۔" الیاس بھائی بولے۔

"زندگی میں کچھ سرمائے اتنے قیمتی ہوتے ہیں الیاس بھائی کہ کنجوس نہ ہونے کے باوجود انہیں بڑی کنجوسی سے خرچ کرنے کو جی چاہتا ہے۔ آتش بھڑکتی رہے۔ دل مانگتا رہے مگر آگ کو ہوا دی جاتی رہے' اس کے بعد جب ملے تو پورا پورا منافع حاصل ہوتا ہے' میں اس تڑپ کا مزا لے رہا تھا۔"

"سنتی ہو' دنیا کو سمجھ گیا یہ' بولنا آگیا ہے تمہارے دیور کو۔" الیاس بھائی نے بھابی سے کہا۔

"کمینہ ہے یہ' جانتا ہے نا کہ یہاں سب اس کے دیوانے ہیں بڑے' نخرے کرتا ہے۔" بھابی نے کہا۔

"خدا کی قسم ایسی بات نہیں ہے بھابی! آپ تو میرا سرمایہ ہیں' آپ کی وجہ سے تو ایمان قائم ہے میرا' ورنہ.......... نہ جانے کیا بن جاتا۔"

"کیا کر رہے ہو؟"

"نہیں بتاؤں گا۔"

"کیوں؟"

"آپ کو پسند نہ آئے گا مگر یوں سمجھ لیں وہ کر رہا ہوں' جو دنیا چاہتی ہے' وہ چاہتے

ہیں جو تاریک پردوں میں چھپے ہوئے ہیں اور جب وہ روشنی میں آئیں گے تو میں سب سے پہلے آپ کو ان کے مایوس چہرے دکھاؤں گا۔"

"بھائی کیا پراسرار کہانیاں لکھنے لگا ہے۔ نازاں ذرا اس کی باتیں سنو؟"

"ساری کہانیاں آپ کے علم میں ہیں بھائی جان! میری ان سے آنکھ مچولی جاری ہے مگر پانسہ پلٹ دیا ہے میں نے' پہلے میں ان کے لیے متجسس تھا' اب وہ میرے لیے پریشان ہوں گے' آپ سے وعدہ کیا ہے انہیں روشنی میں لاؤں گا اور اس طرح کہ وہ میرے سامنے بے بس ہوں گے' سرد پانی میں بھیگے ہوئے چوہوں کی مانند' خوفزدہ نگاہوں سے ہر طرف مدد کے لیے دیکھتے ہوئے۔" میں نے مسرور لہجے میں کہا۔

"ایک اور وعدہ بھی یاد ہے تمہیں۔" الیاس بھائی بولے۔

"یاد ہے الیاس بھائی!.......... اور اس سے منسلک ایک اور وعدہ آپ کو کرنا ہوگا۔"

"کیا؟"

"کسی جرم میں پکڑا جاؤں تو جس طرح بھی ممکن ہو آپ میرے خلاف پیروی کرکے اپنے ہاتھوں سے مجھے بدترین سزا دلوائیں گے۔" میں نے کہا اور الیاس بھائی لرز گئے۔ بھابی جلدی سے بولیں۔

"خدا نہ کرے۔" الیاس بھائی پھیکے انداز میں مسکرا دیے اور بولے۔

"یقین کرو فیصل بیٹے' مجھے تم پر کوئی شک نہیں ہے' بس دنیا سے اور تمہاری نو عمری سے ڈرتا ہوں' بھٹک جانے کے ہزار راستے ہیں صحیح راستہ مشکل سے ملتا ہے۔"

"گفتگو بڑی علمی اور ادبی ہوگئی ہے کیا موضوع بدلنا ممکن ہوگا؟" نازاں باجی نے مداخلت کی۔

اپنے گھر آیا تھا یہاں زندگی سے جنگ کرنی ہوتی تھی یہاں آرام کرنا تھا۔ رات گئے تک ان لوگوں کے ساتھ رہا' پھر واپسی کی اجازت مانگ لی' دوبارہ آنے کا وعدہ کیا تھا۔ الیاس بھائی ٹیکسی لے آئے تھے۔ دل میں سکون کی ٹھنڈک لیے سہراب گوٹھ پہنچا اور اپنے فلیٹ میں داخل ہوگیا' پھر رات گئے تک ان سب کے بارے میں سوچتا رہا تھا۔

وہی ہنگامے' وہی سب کچھ'' وہی جانے پہچانے راستے' وہی لوڈ ان لوڈ۔ ذہن کے منصوبے بھی عمل پذیر تھے۔ وقت گزر رہا تھا اور منزل ابھی دور تھی۔ کئی روز گزر گئے۔

ایک شام پیرو کے ساتھ لانڈھی گیا ہوا تھا۔ وہاں جو کام تھا اسے کرکے واپس لوٹ رہے تھے......... ریلوے کراسنگ سے گزرے تو سامنے جم غفیر نظر آیا۔ ڈھائی تین سو افراد کا مجمع تھا۔ پیدل بھی تھے اور قیمتی کاریں بھی تھیں۔ ایک کھلی لیموزین میں چند افراد نظر آرہے تھے جن میں ایک کے گلے میں پھولوں کے بے شمار ہار پڑے ہوئے تھے' یہ شخص کالی کفنی پہنے ہوئے تھا اور بڑے ٹھاٹ سے ان لوگوں کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔ یہ جلوس ریلوے کراسنگ کے پاس پہنچا تو پیرو نے کہا۔

"یار فیصل بھائی! ماں کسم یہ دھندا بھی بڑا فٹ ہے۔"

"کون سا دھندا؟"

"اڑے یہ ری پیری مریدی کاڑے' ماں کسم میرا نام پیر بخش ہے۔ یہ تھوبڑا ذرا کالا ہے نہیں تو یارا اپن یہ دھندا چالو کر دیتا۔" مجھے ہنسی آگئی۔

"تو اب بھی پیر بن سکتا ہے۔"

"اڑے نہیں ڑے لوگ مار کر بھگا دے گا۔ کالو پیر کو کون ماننا پڑا۔ اس کے لیے بڑا مالک گورا رنگ بڑا داڑھی لمبا بال ضروری ہوتا ہے' دیکھو اڑے دیکھو کیا شان ہے اس ڈنڈا پیر کی۔" پیرو نے کہا......... اور میں مسکراتی نگاہوں سے لیموزین میں بیٹھے کا کل دراز کو دیکھنے لگا' مگر اچانک میری مسکراہٹ سمٹ گئی۔ میری آنکھوں میں بجلی سی چمک گئی تھی۔ یہ چہرہ' یہ چہرہ میرے لیے اجنبی نہیں تھا۔ میں نے اسے پہچان لیا تھا اور میری نگاہ کبھی دھوکا نہیں کھا سکتی تھی۔ میں نے دھوکا نہیں کھایا تھا' یہ وہی تھا سوفی صد وہی جسے اس وقت میں نے پولیس سے بچایا تھا۔ ایس پی شاہ کے الفاظ میرے کانوں میں گونج رہے تھے۔

"ایک بہت بڑے مجرم کا پیچھا کرتے ہوئے ہم یہاں آئے ہیں۔ ایک خطرناک مجرم کا پیچھا کرتے ہوئے۔" اس وقت جلوس میں نعرے لگائے جانے لگے۔

"پیر مشعل شاہ زندہ باد' مشعل شاہ زندہ باد مشعل شاہ زندہ باد۔" اور یہ جلوس کراسنگ عبور کر گیا۔ میں ساکت نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا تھا۔

☆☆☆

جلوس گزر جانے کے بعد راستہ صاف ہو گیا تھا۔ رکا ہوا ٹریفک آگے بڑھ گیا لیکن میں نے پھر بھی ٹرک اسٹارٹ نہیں کیا تھا پیرو بھی اس جلوس کو دیکھتا رہا تھا پھر اس نے چونک کر مجھے دیکھا اور شانے پر تھپکی دیتا ہوا بولا۔

"اڑے فیصل بھائی کدھر چلا گیا ڑے ابھی آگے نئیں چلیں گا کیا" میں نے چونک کر پیرو کو دیکھا تو پیرو آہستہ سے بولا۔

"ماں کسم میں سمجھ گیا اڑے ابی تیرا کھوپڑی میں اپن کا بات فٹ بیٹھا پن یار یہ سارا دھندہ گناہ کا دھندہ ہوتا ہے دوسرا لوگ کو بیوقوف بناکر اللہ کے نام پر پیسہ کمانا شرافت تو نہیں ہے۔" میں نے پیرو کی بات غور سے سنی اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"الٹی سیدھی سوچ مت رکھا کرو پیرو بھائی تمہارا کیا خیال ہے کیا میں جعلی پیر بننے کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔"

"اڑے پھر کدر چلا گیا تھا تم؟" اس نے کہا میں نے کوئی جواب نہ دیا اور ٹرک آگے لے جاکر گھمایا اور اس کے بعد اسے ریلوے کراسنگ سے واپس لے آیا جلوس ابھی زیادہ دور نہیں گیا تھا میں نے اس سے کافی فاصلہ رکھا اور اس کا تعاقب کرنے لگا پیرو نے ایک گہری سانس لے کر آنکھیں بند کرلی تھیں پھر اس نے کہا۔

"اب میرے کو پتا چل گیا تم بی پیری مریدی کا چکر میں پڑنے والا ہے۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا میرے ذہن میں کیا تھا۔ یہ بات بیچارے پیرو کو کیا معلوم' تھوڑے

Uploaded By Muhammad Nadeem

تھوڑے وقفے کے بعد میں جلوس کا تعاقب کرتا رہا اور پھر میں نے دور سے وہ عمارت دیکھی اچھی خاصی خوبصورت عمارت تھی لانڈھی کے اس علاقے میں پہلے میرا کبھی آنا نہیں ہوا تھا۔ یہاں زیادہ تر کوارٹر بنے ہوئے تھے۔ بعض کوارٹروں کو خوبصورت مکانات میں بھی تبدیل کرلیا گیا تھا لیکن زیادہ تعداد انہی کوارٹروں کی تھی جو ابتداء میں تعمیر ہوئے تھے آبادی درمیانے درجے کی تھی۔ ان کوارٹروں کے درمیان یہ عمارت منفرد حیثیت کی حامل تھی خاص بات یہ تھی کہ اس کی چھت پر ایک برج سا بنا ہوا تھا جس پر ایک جھنڈا لہرا رہا تھا مجھے یہ اندازہ ہوگیا کہ جلوس کی منزل یہی عمارت ہے چنانچہ میں نے مناسب جگہ دیکھ کر درخت کے نیچے ٹرک روک دیا۔ پیرو نے اب اس بارے میں مجھ سے سوالات کرنا چھوڑ دیئے تھے میں نے سامنے نگاہیں جمائے رکھیں پیر مٹھل شاہ کار سے اترے اور مرید بڑے اہتمام سے انہیں اندر لے جانے لگے مجھے سب سے زیادہ حیرت ان قیمتی کاروں پر تھی جو اس جلوس میں شامل تھیں' زندگی کی الجھنوں سے تنگ آئے ہوئے تو ہم پرست لوگ تو ایسے معاملات میں بہت زیادہ متاثر ہو جاتے ہیں لیکن یہ کاریں ایسے لوگوں کی نہیں تھیں۔ یقینی طور پر یہ صاحب حیثیت لوگ ہوں گے انہیں پیر مٹھل شاہ سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے اور پھر اگر پیر مٹھل شاہ درحقیقت کوئی پیر ہوتے تو روحانیت کا بہرحال ایک مقام ہے اور لوگ اس سے متاثر ہوتے ہیں لیکن پیر مٹھل شاہ سے جو واقفیت مجھے حاصل ہوگئی تھی وہ ذرا مختلف تھی اور یہی بات میرے لیے باعث حیرت تھی مجمع چھٹنے لگا لوگ پیر صاحب کو یہاں تک چھوڑنے آئے تھے منتشر ہوگئے کچھ گاڑیاں بھی واپس چلی گئیں البتہ چند گاڑیاں وہیں رہ گئیں تھیں۔ میں نے پیرو کو اشارہ کیا اور ہم دونوں نیچے اتر آئے اور عمارت کی جانب بڑھنے لگے اطراف میں اکا دکا لوگ نظر آرہے تھے عمارت کے بیرونی دروازے پر بڑی سی پانی کی سبیل بنی ہوئی تھی بڑے دروازے پر آستانہ 'مٹھل شاہ لکھا ہوا تھا' عمارت کی شان و شوکت یہ بتا رہی تھی کہ پیر مٹھل شاہ جو کچھ کررہے ہیں وہ اپنی جگہ لیکن ان کا کاروبار نہایت شاندار پیمانے پر چل رہا ہے بس اس سے زیادہ وہاں رکنا غیر مناسب تھا چنانچہ میں نے پیرو کو اشارہ کیا اور ہم دونوں واپس ٹرک میں آبیٹھے اس کے بعد ہم لانڈھی کے علاقے سے نکل آئے تھے' پیرو نے ایک بار پھر مجھ سے پوچھا۔

"اڑے یار کم از کم اپن کو بتا تو دیو نیں تیرے کو اس پیر کا اندر کیا دلچسپی ہے"

"کچھ نہیں پیرو بھائی تم نے کہا تھا ناں کہ یہ کاروبار اچھا چلتا ہے میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ تمہارا کہنا کہاں تک درست ہے۔"

"ماں کسم اپن کو تجربہ ہے اس معاملے کا ابی یار دیکھو نی زمانہ کتنا ترقی کرگیا لوگ پتا نہیں کدر کدر پھرتا پڑا مگر یہ پیری میری کا چکر کبھی ختم نہیں ہوئیں گا' غریب لوگ جب اپنا مشکل کا کوئی حل نہیں دیکھتا تو ایسا لوگ کا ہی آسرا پکڑتا ہے اور یہ لوگ ان کا غربت میں سے اپنا حصہ نکال لیتا ہے سڑک پر طوطا فال نکالتے پڑے ہیں اب ان کو دیکھو ان کا بھی دھندہ چلتا ہے چلو وہ غریب لوگ اپنے جیسا غریب لوگ سے روپیہ سوا روپیہ نکال لیتا ہے مگر یہ لوگ ماں کسم بس کیا بولے تیرے کو۔"

پیرو خاموش ہوگیا میں نجانے کب تک مٹھل شاہ کے بارے میں سوچتا رہا تھا وہ کار بھی مجھے یاد تھی جسے بم مار کر تباہ کر دیا گیا تھا' مٹھل شاہ اسی کار میں سفر کررہا تھا اور پولیس اس کا پیچھا کررہی تھی کار کی تباہی کے بعد پتا نہیں پولیس کو اس بارے میں کچھ معلوم ہو سکا یا نہیں غرضیکہ مٹھل شاہ عرصے تک میرے ذہن پر سوار رہا تھا دل ہی دل میں میں نے چند باتیں بھی سوچی تھیں۔

ادھر شاہد بھائی کے تمام معاملات بخیر و خوبی جاری تھی وہ جگہ خرید لی گئی تھی جس کے بارے میں انہوں نے مجھ سے کہا تھا اور ہم نے اسے اپنی پسند کے مطابق تعمیر کرانا شروع کر دیا تھا صورت حال یہ تھی کہ ہمارے تمام منصوبے آہستہ آہستہ مکمل ہو رہے تھے اور ہمیں اس میں کوئی دقت نہیں ہو رہی تھی شاہد بھائی بھی مطمئن نظر آتے تھے گو ابتداء میں ان کا ذہن مختلف انداز میں سوچتا تھا اور زیادہ تر ان کی گفتگو انہی خیالات پر مشتمل ہوتی کہ دولت طوفانی انداز میں کمانا چاہیے لیکن جب سے دو ٹرک ہوئے تھے ان کا انداز فکر کچھ تبدیل ہونے لگا تھا اور اس کے بعد سے انہوں نے اب تک مجھ سے اپنے اس نظریے پر بات چیت نہیں کی تھی فردوسی کے بارے میں بھی مجھے کچھ نہیں معلوم تھا نہ ہی شاہد بھائی نے کبھی مجھ سے اپنے گھر چلنے کے لیے کہا تھا اور نہ ہی میں نے خود وہاں جانے کا ارادہ ظاہر کیا تھا' بات گول مول ہی ہوگئی تھی ویسے مجھے اس بات کا یقین تھا کہ شاہد کے والد نے شاہد کو صورت حال بتا دی ہوگی اور وہ بیچارہ خاموشی اختیار کرگیا ہوگا اس سلسلے میں مجھ سے کیا کہہ سکتا تھا بہرطور یہ مسائل قابل توجہ نہیں تھے' میرے ذہن

میں تو ایک سمندر موجزن تھا اور بات اتنی مختصر نہیں تھی جتنی میری شخصیت میں نظر آئی تھی پھر کچھ دن فرصت کے مل گئے ایسے ہی آرام کرنے کا فیصلہ کرلیا تھا۔ شاہد بھائی سے یہ گفتگو بھی ہوئی تھی کہ پیرو کو باقاعدہ ڈرائیور بنا دیا جائے وہ قابل اعتماد ساتھی تھا اور اس پر مکمل اعتماد کیا جاسکتا تھا اس کی علاوہ اس نے اس دوران جس طرح پوری محنت و دلچسپی سے ہمارے ساتھ تعاون کیا تھا وہ بھی ایک اہمیت رکھتی تھی چنانچہ پیرو سے اس بارے میں کہا گیا تو اس نے خوشی سے یہ ذمہ داری قبول کرلی اور چند روز کے لیے شاہد بھائی کے ساتھ لگ گیا تاکہ تمام بیرونی صورت حال بھی اس کی سمجھ میں آجائے بس بیچارہ پڑھا لکھا آدمی نہیں تھا۔ جس کی وجہ سے کچھ وقت ہو جاتی تھی اسی دوران میرے دل میں مٹھل شاہ کا خیال آیا اور ایک دن میں نے ٹیکسی سے لانڈھی کا رخ کیا ٹیکسی ڈرائیور کو جب آستانہ مٹھل شاہ کے بارے میں بتایا تو اس نے اس سے واقفیت کا اظہار کیا اور مجھے آستانے پر اتار دیا شام کے چار بجے تھے۔ آستانے پر خاموشی طاری تھی بڑے متودب انداز میں لوگ آجارہے تھے میں دروازے پر پہنچا تو دو ملنگوں نے میرا استقبال کیا اور مجھ سے میری آمد کے بارے میں پوچھا گیا۔

"شاہ صاحب سے ملنا چاہتا ہوں کیا وہ آستانے پر موجود ہیں۔"

"ہاں لیکن ان سے ملاقات مغرب کی نماز کے بعد ہی ہوسکے گی تم اگر چاہو تو مغرب کی نماز کے بعد آجانا انتظار کرنا چاہو تو یہیں آرام کرلو۔"

ٹھیک ہے میں دور سے آیا ہوں انتظار کیے لیتا ہوں "میں نے ان میں سے ایک کو دوست بنانے کی کوشش کی لیکن ذرا محتاط قسم کے لوگ تھے وہ مراقبے میں بیٹھ گئے اور میری ان سے گفتگو کی کوششیں ناکام ہوگئیں وقت کچھ اور آگے بڑھا تو لوگ آنا شروع ہوگئے ان کے لیے نشست گاہیں بنی ہوئی تھیں آنے والوں میں میں نے کچھ صاحب حیثیت لوگوں کو بھی دیکھا۔ باہر جھانکا تو دو تین گاڑیاں کھڑی ہوئی نظر آئیں ایک کرولا اسٹیٹ تھی جس سے ایک بھاری بھرکم آدمی نیچے اترا تھا اور بھی ایسی ہی قیمتی گاڑیاں تھیں مغرب کی نماز کا وقت ہوا اور وہیں آستانے میں نماز باجماعت ادا کی گئی پھر اس کے بعد وہ سب ایک ہال نما کمرے میں بیٹھ گئے فرشی نشست تھی اور سامنے ہی ایک قالین بچھا ہوا تھا جب کہ عقب میں دروازہ نظر آرہا تھا اس دروازے سے مغرب کی نماز کے بعد پیر

مٹھل شاہ برآمد ہوئے سیاہ کفنی میں ملبوس' زلفیں دراز چہرے پر جلال خاموشی سے مجمع پر ایک نگاہ ڈالی اور قالین پر آبیٹھے ملنگوں نے ان کے گرد گھیرا ڈال دیا تھا اور اس کے بعد پیر مٹھل شاہ نے تقریر شروع کردی نہایت ہی ٹھہرا ہوا اور مضبوط لہجہ تھا تلقین دین کی جارہی تھی نیک کاموں کی جانب راغب ہونے کے مشورے دیئے جارہے تھے اور اس کے بعد یہ تقریر ختم ہوگئی تو مٹھل شاہ نے کہا۔

"اب آپ لوگوں میں سے جسے مجھ سے کوئی کام ہے وہ اپنی باری سے میرے پاس آجائے۔" یہ کہہ کر وہ اسی دروازے سے اندر داخل ہوگئے بعد کے انتظامات ملنگوں نے سنبھال لیے تھے سب سے پہلے وہی کرولا اسٹیٹ والا شخص اندر گیا تھا اور کوئی سات منٹ کے بعد واپس آیا تھا مٹھل شاہ سے ملاقات کرنے والوں میں میرے علاوہ سات افراد شامل تھے چوتھے نمبر پر ملنگ نے مجھے اندر جانے کا اشارہ کیا تو میں نے اس سے نرم لہجے میں کہا کہ مجھے سب سے آخر میں بھیجا جائے۔ ملنگ کو کیا اعتراض ہو سکتا تھا بالآخر میرا نمبر آگیا مٹھل شاہ ایک چوکی پر پالتی مارے بیٹھے ہوئے تھے آنکھیں بند تھیں اور چہرہ جلال میں ڈوبا ہوا تھا میں نے سلام کیا تو انہوں نے گردن سے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور میں ان کے سامنے دو زانو بیٹھ گیا میری نگاہیں ان کے پر جلال چہرے پر جمی ہوئی تھیں تب مٹھل شاہ نے آنکھیں کھولیں مجھے دیکھا اور میں نے اچھی طرح محسوس کرلیا مجھے پہچان کر ان کے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا ہے ان کے اندر فوراً" ہی تبدیلی رونما ہوگئی تھی انہوں نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر مجھ سے بولے۔

"دروازہ اندر سے بند کردو۔" وہ کونے میں جو کرسی پڑی ہوئی ہے اسے اٹھا کر میرے پاس لے آؤ۔"

"آپ نے مجھے پہچان لیا مٹھل شاہ صاحب۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"ہاں میں اگر چاہتا تو اس سے انکار بھی کر سکتا تھا لیکن کیا تم اس بات پر یقین کرو گے کہ اس دوران میں تمہارے بارے میں اکثر سوچتا رہا ہوں۔"

"مجھے خوشی ہے کہ آپ نے مجھے نظر انداز نہیں کیا۔"

"اس سے پہلے بھی تم نے یہاں کا رخ کیا تھا۔"

"نہیں پہلی بار آپ کے آستانے پر حاضر ہوا ہوں ویسے ایک دن جب آپ ایک

جلوس کی شکل میں تشریف لا رہے تھے تو میں نے آپ کو یہاں دیکھا تھا۔"

ہاں اسلام آباد گیا ہوا تھا میں کچھ مریدوں کے اہم کام کرانے تھے بہر طور تمہاری آمد پر مجھے خوش ہوئی ہے۔میں خود بھی چند روز کے اندر اندر تم سے رابطے کے لیے کوشش کرتا۔"

"یہ میری خوش قسمتی ہے مٹھل شاہ صاحب کہ آپ نے مجھے اس انداز میں یاد کیا۔"

"تمہارا نام' فیصل بتایا تھا ناں تم نے شاید؟"

"جی شاہ صاحب۔"

"فیصل یہ سب کچھ دیکھا تم نے؟"

"جی شاہ صاحب"

"اور اس پر غور بھی کیا ہوگا؟"

"بہت زیادہ نہیں کیونکہ پہلی بار دیکھا ہے۔"

"بات دراصل یہ ہے فیصل کہ اس دنیا میں سوچنے کے رنگ ڈھنگ بدل گئے ہیں میں تم سے بہت زیادہ صاف گفتگو کرنا چاہتا ہوں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس رات درحقیقت تم میری مدد نہ کرتے تو میری شخصیت بکھر کر رہ جاتی۔ بہت برے لوگ بھی زندگی میں ایک بار اچھے انداز میں ضرور سوچتے ہیں اور اگر وہ اچھائی ان کے ذہن میں نقش ہو جائے تو اس سے کچھ حاصل کرنے کی کوشش ضرور کرتے ہیں' اس رات میں اس قدر بے بس ہوگیا تھا کہ میرے سوچنے سمجھنے کی قوتیں سلب ہوگئیں تھیں اور پھر تم نے میرے ذہن پر بہت گہرا نقش چھوڑا تھا پستول کے زور پر اگر تم وہ سب کچھ کرتے تو یہ یقینی امر ہے کہ میرے لیے بہتر نہ ہوتا تاہم میں یہ نہ سوچتا کہ تم بذات خود کسی شخصیت کے مالک ہو تم نے پہلے مجھے بے بس کیا اور اس کے بعد میری مدد کی اس چیز نے مجھے پریشان کر رکھا ہے دیکھو فیصل بظاہر تم ایک ٹرک ڈرائیور کی حیثیت سے میرے سامنے آئے ہو لیکن میرا کام اس دنیا کو پڑھنا اور اسے سمجھ کر اس کے بارے میں فیصلے کرنا ہے اور اس سلسلے میں مجھے کافی مہارت ہے ویسے بھی میں نے نفسیات جیسے خشک مضمون میں ایم اے کیا ہے' تھوڑا سا نفسیات میں بھی دخل ہے مجھے ان تمام چیزوں کو سامنے رکھتے

ہوئے تمہاری شخصیت میں مجھے جو کچھ نظر آیا ہے اس پر مجھے مکمل اعتماد ہے میں اس میں کسی شک و شبے کو جگہ نہیں دے سکتا اگر میری باتیں سچ ہوں تو کم از کم دل میں یہ ضرور سوچ لینا کہ میں اس دنیا سے ناواقف نہیں ہوں۔"

"نہیں مٹھل شاہ صاحب آپ کی اس گفتگو نے میرے ذہن پر بھی اثر کیا ہے میں جانتا ہوں کہ دنیا کس رخ پر سفر کر رہی ہے اور جینے کے ڈھنگ کس انداز میں بدل گئے ہیں۔"

"میرا تجربہ یہی کہتا ہے کہ تم اپنی عمر سے بہت آگے بڑھ گئے ہو اور اس کی کچھ وجوہات یقیناً" ہوں گی اپنے بارے میں تفصیل بتانا پسند کرو گے۔"

"نہیں شاہ صاحب بس وہ چیزیں بتا سکتا ہوں آپ کو جو دنیا کے سامنے ہیں میرا ماضی' میرے اندر کی تبدیلیاں ابھی میرے ذہن کی امانت ہیں اور میں اپنے آپ کو محفوظ بھی رکھنا چاہتا ہوں۔"

"خوب یہ جرات کسی عام آدمی کے اندر نہیں ہو سکتی۔ سچائیوں کو ذہن میں چھپانا تو سب کو آتا ہے لیکن ان کا اس بیباکی سے اظہار کسی معمولی آدمی کے بس کی بات نہیں میں بھی تم سے تعاون کرتا ہوں تمہارے ماضی کے بارے میں نہیں پوچھتا چلو حال کے بارے میں بتاؤ کس انداز میں زندگی گزار رہے ہو؟"

"یہ سوال پوچھنے کی وجہ جان سکتا ہوں شاہ صاحب؟" میں نے کہا اور مٹھل شاہ نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا پھر ایک گہری سانس لے کر بولے۔

"میرے پاس آنے کی کوئی نہ کوئی وجہ تو ضرور ہوگی۔"

"جی ہاں اس دن آپ کو اس رنگ میں دیکھنے کے بعد میرا مطلب اس دن سے ہے جب آپ ایک جلوس کی شکل میں تشریف لا رہے تھے میرے ذہن میں آپ کے لیے شدید تجسّس پیدا ہوگیا ہے اور میں اس نظریے کو سامنے رکھ کر یہاں پہنچا ہوں کہ ممکن ہے آپ مجھے نظر انداز نہ کریں گے اگر آپ مجھے ایک عام آدمی کی طرح نظر انداز کر دیتے تو میں سوچتا کہ جو کچھ ہوا وہ ایک وقتی معاملہ تھا آپ دوہری شخصیت کے مالک ہیں لیکن اس کے بعد آپ کے بارے میں کرید نہ کرتا۔"

"کیوں یہ بات تو خلاف فطرت ہوتی؟" مٹھل شاہ نے کہا۔

"جی ہاں۔ خلاف فطرت ضرور ہوتی لیکن میں یہ سوچتا کہ وہ بات جو کسی طرح مجھ سے متعلق نہیں اس کے لیے الجھنیں کیوں مول لی جائیں۔" مشٹل شاہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور پھر وہ بولے۔

"بہت نفیس انسان ثابت ہو رہے ہو۔ میرا سوال اب بھی قائم ہے زندگی موجود وقت میں کس انداز میں گزار رہے ہو؟"

"شاہ صاحب ایک ٹرک پر ڈرائیوری کرتا ہوں ٹرک کا مالک میرا دوست ہے مجھے ہر طرح کی مراعات دی گئی ہیں اور بہتر آمدنی ہو جاتی ہے دنیا میں تنہا ہوں کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس کے لیے مستقبل کی باتیں سوچنا پڑیں جیسا کہ میں نے آپ کو بتایا تھا کہ الا آصف اسکوائر کے ایک فلیٹ میں اپنے دوست اور معاون پیرو کے ساتھ رہتا ہوں زندگی بس گزر رہی ہے اور اس میں کوئی خاص بات نہیں ہے سوائے اس کے چھوٹے چھوٹے تجربات ہو رہے ہیں۔"

"عمر کتنی ہوگی تمہاری؟" مشٹل شاہ نے دلچسپ نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"عمر کے بارے میں نہ کوئی سوچنے والا تھا نہ میں نے اس بارے میں سوچا عمر کا اندازہ تو اس وقت ہوتا ہے جب والدین سالگرہ کیا کرتے ہیں یا دوست احباب اس پر توجہ دیتے ہیں بس یوں سمجھ لیجیے کہ ہوش کی ایک عمر گزری ہے جس میں محنت مزدوری کے سوا کچھ نہیں کیا۔"

"تعلیم کہاں سے حاصل کی؟" مشٹل شاہ نے سوال کیا۔

"کچھ کرم فرما مل گئے تھے۔" میں نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "جنھوں نے ضروریات زندگی سے آگاہ کر دیا۔ تھوڑی بہت تعلیم حاصل ہوگئی۔"

"واہ بہت عمدہ بات کہی زندگی کے اور کون کون سے امور سے واقفیت ہے۔"

"کبھی اس بارے میں نہیں سوچا لیکن کوئی بھی رنگ سامنے آجائے تو اجنبی نہیں محسوس ہوتا۔"

"تم تو میرے ذہن کی گہرائیوں میں اترتے جا رہے ہو۔ فیصل مجھے یوں لگ رہا جیسے کوئی ریکارڈ بج رہا ہو تمہیں دیکھ کر بس ایک شوخ کھلنڈرے سے نوجوان کا تصور دل میں ابھرتا ہے مگر تمہاری باتیں سن کر بڑی حیرت ہوئی ہے۔"

"بس شاہ صاحب آپ سے ملنے کو جی چاہا تھا آگیا اگر آپ توجہ نہ دیتے تو چلا جاتا اور دوبارہ آپ کے پاس نہ آتا۔"

"تم یقین کرو فیصل میں خود تمہیں تلاش کرتا اور تم سے ملتا' ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔ اس دن تم نے مجھے پولیس سے کیوں بچایا تھا؟"

"وہ آپ کی ضرورت تھی۔"

"مجھ سے پستول کیوں چھین لیا تھا؟"

"مجبور نہیں ہونا چاہتا تھا۔ آپ سمجھتے کہ میں پستول کی وجہ سے خاموش رہا ہوں۔"

"ویری گڈ" جو لوگ اپنا مقام پہچانتے ہیں وہ اپنا مستقبل بھی بنانا جانتے ہیں ایس پی شاہ تم سے کیسے واقفیت رکھتا ہے؟"

"راہ گزاروں کا شناسا ہے ایک ٹرک ڈرائیور سڑکوں پر چند ہی لوگوں کا آشنا ہوتا ہے ڈاکوؤں کا اور پولیس والوں کا۔"

"واہ لیکن ایسا لگتا تھا جیسے وہ تم پر بہت اعتماد کرتا ہو حالانکہ پولیس والے کسی پر بھی اعتماد نہیں کرتے۔"

"اس نے ہمیشہ میرے ہاتھ صاف ستھرے پائے غالباً اس کی یہی وجہ ہو سکتی ہے۔" مشٹل شاہ گہری نگاہوں سے میرا جائزہ لینے لگا پھر اس نے کہا۔

"ہاتھ ہمیشہ صاف ستھرے ہی ہونے چاہئیں لیکن صرف اس حد تک کہ صابن سے دھو لیے گئے ہوں اور ان پر میل یا گرد کے ذرات نہ ہوں باقی گہرائیوں میں کیا ہوتا ہے سمجھدار لوگ کبھی اپنے ہاتھوں سے ظاہر نہیں ہونے دیتے" میں نے مسکراتی نگاہوں سے مشٹل شاہ کو دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔

"کہیں میری گفتگو گستاخی کی حد میں نہ شامل ہو جائے۔" مشٹل شاہ کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی اس نے کہا۔

"تم نے ابھی دیکھا ہوگا میرے حلقہ بگوش میرا کتنا احترام کرتے ہیں احترام کرنے والوں کا ایک مجمع ہے جو میرے اردگرد اکٹھا رہتا ہے لیکن میں دوستیوں کا بھی قائل ہوں اور دوست ہمیشہ ضروری ہوتے ہیں تم بے دھڑک مجھ سے گفتگو کرو میں نے تمہیں اپنے

دوستوں میں شامل کیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ تم نے دوستی کا ثبوت دیا ہے وہ رات میری زندگی کی بھیانک رات تھی یوں سمجھ لو میں پولیس کے چنگل میں آ چکا تھا تم نے میری مدد کی بہرحال میں اسے نظرانداز نہیں کر سکتا۔"

"بات صاف ہاتھوں کی ہو رہی تھی شاہ صاحب دوہری زندگی تو آپ کی بھی ہے اور پھر آپ کا یہ نظریہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ آپ زندگی کے ان رنگوں کے قائل ہیں جو نگاہوں کے سامنے نہیں ہوتے۔ مٹھل شاہ کے چہرے پر آہستہ آہستہ سنجیدگی طاری ہو گئی۔ انہوں نے کہا۔

"ہاں فیصل بہت سے انسان ایسے ہوتے ہیں جو اپنے آپ کو سچائیوں کے راستے پر چلانے کے خواہشمند ہوتے ہیں ان کا ذہن اسی انداز میں سوچتا ہے وہ زندگی کے ہر شعبہ میں نیکیوں اور سچائیوں کے راستوں کو پسند کرتے ہیں لیکن جب وہ اپنے اطراف میں دیکھتے ہیں تو اپنے آپ کو تنہا پاتے ہیں بہت دور سے گزرنے والے جو ناہموار راستوں میں اپنا سنہرا مستقبل تلاش کر رہے ہوتے ہیں صرف مسکراتی نگاہوں سے سچائیوں کے راستے پر چلنے والے کو دیکھتے ہوئے آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں اور وہ یہ سوچتا رہ جاتا ہے کہ وہ اس راستے پر تنہا کیوں ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ بھی راستہ تبدیل کر کے انہی لوگوں میں شامل ہو جاتا ہے تب کہیں جا کر اسے ان کے درمیان مقام ملتا ہے۔" میں مٹھل شاہ کی باتوں کو بہت غور سے سن رہا تھا اور میرا ذہن اس سے اتفاق کر رہا تھا میں نے کہا۔

"میں آپ سے متفق ہوں شاہ صاحب۔"

"تو پھر فیصل جب تم نے اپنے آپ کو میری دوستی کا اہل ثابت کر دیا ہے تو کم از کم اس پر اس حد تک اعتماد ضرور کرو کہ اپنے مستقبل کا کوئی حصہ میرے حوالے کر دو میرا مطلب ہے کہ مجھے اپنے لیے کچھ کرنے کا موقع دو۔"

"کیا یہ معاوضہ ہو گا مٹھل شاہ صاحب۔"

"نہیں یہ دوستی ہو گی۔" مٹھل شاہ نے کہا اور اپنا ہاتھ مصافحہ کے لیے بڑھا دیا میں نے مسکراتے ہوئے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام لیا مٹھل شاہ نے کہا۔"

"تم نے کہا ہے کہ تمہارے قرب و جوار خالی ہیں عزیز یا رشتہ دار کوئی نہیں ہے والدین ماں باپ کوئی بھی نہیں ہے کیا یہ درست ہے؟"

"ہاں اس حد تک مٹھل شاہ صاحب کہ خون کا کوئی رشتہ میرے ساتھ نہیں ہے لیکن کچھ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے ایک تنہا انسان کو اپنا رفیق بنا کر اسے خرید لیا ہے میں ان کی محبت کا مقروض ہوں۔"

"اگر انسانی فطرت میں یہ بات نہ ہو فیصل تو زندگی کا کاروبار کبھی آگے نہ بڑھے بے شک محبتوں کا سہارا درکار ہوتا ہے تو پھر یوں کرو کہ ایک شخص سے مل لو میں تمہیں اس کا کارڈ دیئے دیتا ہوں یہ بتاؤ کب اس تک پہنچ پاؤ گے؟"

"ملنے کی وجہ کیا ہو گی شاہ صاحب۔"

"تمہارا اس سے ملنا ضروری ہے بس یوں سمجھ لو کہ میرے ایک منصوبے کی تکمیل کا ایک حصہ ہے یہ' مٹھل شاہ نے ایک کارڈ نکال کر میرے حوالے کیا اور میں اس پر درج شدہ نام اور پتا پڑھنے لگا۔"

"یہاں تک پہنچنے میں کوئی دقت تو نہ ہو گی؟"

"ہاں کیوں نہیں کراچی ہی میں آنکھ کھولی ہے اسے تلاش کرنا کیا مشکل ہے۔"

"جلد سے جلد اس سے مل لو۔"

"تو پھر کل ہی مل لوں گا اس سے کل پانچ بجے میں اس بلڈنگ میں پہنچ جاؤں گا۔"

"پانچ بجے نہیں فیصل رات کو ساڑھے نو یا دس بجے کے قریب اس وقت یہ اپنے فلیٹ ہی میں ہوتا ہے۔"

"تو پھر دس بجے پہنچ جاؤں گا میں۔"

"کہیں جانے کا ارادہ تو نہیں ہے۔"

"نہیں کوئی ایسی بات نہیں ہے میں نے کہا تھا نہ آپ سے مٹھل شاہ صاحب کہ ٹرک میرے دوست کا ہے اور وہاں بھی دوستی ہی کا کاروبار چلتا ہے۔"

"اچھا اب تم جاؤ کل دس بجے اس سے ملنے کے بعد پرسوں مجھے اطلاع دینا۔" مٹھل شاہ نے کہا اور میں خاموشی سے اٹھ گیا مٹھل شاہ نے ایک بار پھر مجھ سے ہاتھ ملایا اور بولا۔

"یہاں جب بھی آؤ گے میرے مرید کی حیثیت سے آنا اور مجھ سے ملاقات سب سے آخر میں کرنا تاکہ اس کے بعد میرے اور تمہارے علاوہ اور کوئی مداخلت کرنے والا نہ

ہو۔"میں نے گردن ہلائی اور اس کے بعد مٹھل شاہ کے حجرے سے باہر نکل آیا۔"

"آستانہ مٹھل شاہ سے واپسی پر ٹیکسی میں بیٹھا میں بہت سی باتیں سوچ رہا تھا میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی مٹھل شاہ کے بارے میں جس قدر میں نے اندازہ لگایا تھا اگر میرا اندازہ درست تھا تو یہ شخص بڑے کام کا آدمی ثابت ہو سکتا تھا بیچارے الیاس بھائی کا حکم تھا کہ میں کبھی کسی جرم میں ملوث نہ ہوں کبھی عدالت نہ پہنچ پاؤں اور میں ان کے اس حکم کو برقرار رکھنا چاہتا تھا لیکن اس کے لیے مجھے اپنے راستوں میں جس طرح منصوبہ بندی کرنی تھی' اس میں کوئی خامی نہیں رہنی چاہیے تھی لانڈھی سے سہراب گوٹھ کا فاصلہ بہت طویل تھا بالآخر یہ فاصلہ طے ہوگیا اور میں اپنے فلیٹ میں پہنچ گیا رات گئے تک میں مٹھل شاہ کی شخصیت کے بارے میں سوچتا رہا تھا میں نے وہ کارڈ نکال کر دیکھا اس پر درج نام اور پتے پر غور کرتا رہا دل میں یہ فیصلہ تو پہلے ہی کرلیا تھا کہ اس شخص سے ملاقات ضرور کروں گا دیکھوں گا مٹھل شاہ مجھے اس سے ملا کر کیا کرنا چاہتا ہے ویسے یہ فیصلہ میرا آخری فیصلہ تھا کہ مٹھل شاہ جیسی شخصیت میرے لیے انتہائی کارآمد ہو سکتی تھی لیکن اگر وہ مجھے کسی مسئلے میں اپنا آلہ کار بنا چاہتا ہے تو یہ اس کی حماقت ہوگی میں حکمران تھا محکوم کبھی نہیں بن سکتا تھا اور یہ بات میں مٹھل شاہ پر ثابت کروں گا حالانکہ اس کی ایک جھلک تو وہ دیکھ ہی چکا تھا مجھ سے گفتگو بھی کی تھی اس نے اس بارے میں اس نے دیکھا تھا کہ اس کے پستول کی زد پر آنے کے بعد میں نے اس کی مدد کرنے کا ارادہ نہیں کیا تھا بلکہ جب وہ میرے پستول کی زد پر آگیا تھا تب میں نے اس کی مدد کی تھی رات کے کسی حصے میں نیند آگئی اور شاید رات کو دیر تک جاگنے کی وجہ سے صبح کو بھی دیر تک سویا پیرو موجود نہیں تھا شاہد بھائی نے ہی دروازہ بجا بجا کر مجھے جگایا اور میں نے دروازہ کھولا تو وہ پریشان لہجے میں بولے۔"

"خیر تو ہے فیصل کیا بات ہے طبیعت ٹھیک ہے؟"

"ہاں شاہد بھائی بس رات کو ذرا بے سکونی رہی اس لیے صبح دیر تک سوتا رہا ہوں۔"

"خدا کا شکر ہے میں تو پریشان ہوگیا تھا تم دفتر نہیں پہنچے تھے۔"

"آپیے کیا ہو رہا ہے دفتر میں۔"

"کچھ نہیں کام جاری ہے۔" شاہد بھائی نے کہا اور اندر آگئے میں نے فوراً" ہی چائے کا پانی چڑھا دیا تھا غسل خانے میں جا کر منہ ہاتھ دھویا اور شاہد بھائی کے پاس آکر بیٹھ گیا وہ گہری نگاہوں سے میرا جائزہ لے رہے تھے کہنے لگے۔

"جو تکلیف دہ زندگی تم گزار رہے ہو فیصل اس پر مجھے بعض اوقات بڑا دکھ ہوتا ہے۔"

"ارے میری زندگی تکلیف دہ ہے شاہد بھائی؟"

"تو اور کیا یہ بھی کوئی زندگی ہے بات اصل میں یہ نہیں ہے فیصل کہ میں تمہیں کسی طور کم تر یا پریشان محسوس کرتا ہوں زندگی کا آغاز ہم نے جس انداز میں کیا ہے نہ تمہارا ماضی اس سے مختلف ہے نہ میرا لیکن دنیا جب روشنی کی جانب بڑھتی ہے تو وہ اپنے ماحول کو منور دیکھنا چاہتی ہے ہم لوگوں کو اس منزل پر پہنچنے کے لیے جو کچھ کرنا پڑا ہے اب کم از کم اس سے فائدہ تو حاصل کریں۔"

"کیا آپ نے اپنی منزل پالی شاہد بھائی؟" میں نے سوال کیا اور جواب کا انتظار کئے بغیر چھوٹے سے کچن کی جانب بڑھ گیا جہاں یقینی طور پر چائے تیار ہوگئی تھی میں نے چائے کی دو پیالیاں بنائیں اور انہیں ہاتھوں میں سنبھالے شاہد بھائی کے پاس آبیٹھا شاہد بھائی شاید ابھی تک میرے اس سوال پر غور کر رہے تھے میں نے چائے کی پیالی سے چند چسکیاں لیں اور شاہد بھائی کو اس کی جانب متوجہ کیا تو انہوں نے گہری سانس لے کر چائے کی پیالی اٹھائی اور اپنے ہونٹوں سے لگالی پھر وہ بولے۔"

"آج تم نے کچھ سوالات کرکے میرے ذہن کو بری طرح الجھا دیا ہے۔"

"اگر کسی بات میں کوئی الجھن در پیش ہوئی ہے شاہد بھائی تو اپنوں سے اس موضوع پر گفتگو کی جاتی ہے اور پھر ایک ذہن نہیں دو ذہن مل کر سوچتے ہیں شاہد بھائی نے ایک نگاہ مجھ پر ڈالی اور بولے۔"

"ہاں کیوں نہیں تم سے زیادہ اور کون میرے قریب ہو سکتا ہے تمہارے اس سوال کا جواب یہ ہے فیصل کہ میں نے ابھی تو اپنی منزل کا تصور بھی نہیں کیا دنیا کے بتائے ہوئے راستوں پر جب مجبوراً" قدم رکھا تو یہ سوچا کہ اب انتہا تک جاؤں گا لیکن برا نہ ماننا تمہاری وجہ سے میں نے یہ قدم آگے بڑھنے سے روک دیئے۔"

"میری وجہ سے۔"

"ہاں فیصل ایک ٹرک کے بعد دوسرا ٹرک بے شک ہمیں حاصل ہوگیا ہے لیکن ابھی اس کی قسطیں ادا ہو رہی ہیں بے شک کوئی پریشانی نہیں ہے' ہمیں لیکن یقین کرو میں نے یہ سوچا تھا کہ ٹرک حاصل کرنے کے بعد طوفانی انداز میں کام کروں گا اور پھر وہ ذریعہ اختیار کروں گا دولت حاصل کرنے کے لیے جو ممکن ہو سکتا ہے۔"

"شاہد بھائی رستم خان کو دیکھا آپ نے بہت تیز رفتاری سے دوڑ رہا تھا ٹھوکر کھائی گرا اور مرگیا یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کم از کم جس راستے پر دوڑنے کی کوشش کی جائے اس کے لیے قدم اتنے مضبوط تو ہونے چاہئیں کہ ہلکی پھلکی ٹھوکروں سے سنبھلا جاسکے یہ کیا کہ ٹھوکر کھائی گرے اور مرگئے زندگی کی کہانی ختم ہوگئی شاہد بھائی اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ لوگ اسمگلنگ کرکے دولت مند بن جاتے ہیں تو میں اس سے انکار نہیں کرتا برے کاموں میں دولت کا حصول بے شک ایک آسان چیز ہے لیکن وہ لوگ بھی تو ہوتے ہیں جو برے کاموں کو ختم کرنے کی کوششوں میں لگے رہتے ہیں میری مراد پولیس اور انتظامیہ کے دوسرے محکموں سے ہے اگر ہم نے ایک ٹرک کے بعد چھ ٹرک اور بنا لئے اور ان کا کوئی بہتر جواز نہ ہوتا ہمارے پاس تو کیا ہم دوسروں کی نگاہوں میں نہیں آسکتے وہ دولت جو آتے ہی خدشات میں مبتلا کر دے کیا ذہانت سے حاصل کرنے کا دعوی کیا جاسکتا ہے میرا خیال ہے کہ نہیں پہلے اپنے اردگرد اتنی مضبوط دیواریں کھڑی کیجئے کہ نہ تو کوئی ان دیواروں کو ہلا سکے اور نہ ان کی بلندی عبور کر سکے ان میں جھانک سکے ایسی حالت میں اگر کام کیا جائے تب اسے ذہانت کہا جاتا ہے شاہد بھائی ورنہ چمکتی ہوئی چیزوں کو دیکھ کر تو سب ہی دوڑ سکتے ہیں۔"

"ارے بھائی فلاسفر میری کھوپڑی خالی مت کر دماغ کی چولیں ہلا کر رکھ دی ہیں تو نے میرے عزیز میرے دوست مقصد کیا ہے ان باتوں کا؟" شاہد بھائی نے گھبرا کر کہا اور میں ہنسنے لگا پھر میں نے کہا۔

"آپ میری زندگی سے مطمئن ہو جائیں شاہد بھائی میری زندگی بالکل اطمینان بخش ہے آپ نے اصل میں ایک چھوٹی سی منزل کا تعین کرلیا ہے لیکن میں ابھی ایک ایسے وسیع و عریض میدان میں کھڑا ہوں جس کا آخری سرا مجھ کو نظر نہیں آرہا' چلنا ہے شاہد

بھائی اس ویرانے اور ناہموار میدان میں چلنا ہے ابھی سے ہانپ گئے تو آگے کا سفر کیسے جاری رہ سکے گا اس چھوٹے سے فلیٹ میں مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے آپ صرف اس وجہ سے پریشان ہو رہے ہیں کہ میں یہاں تنہا ہوں زیادہ سے زیادہ پیرو ہے میرے پاس آپ کی خواہش ہے کہ میں ایسے گھر میں رہوں جہاں ملازم ہوں آسائشیں ہوں شاہد بھائی اگر ابھی سے ہم نے کسی ایسے گھر کا انتخاب کرلیا تو آپ کا کیا خیال ہے آگے کے مشکل راستے پر سفر کر سکیں گے۔"

"نہیں کر سکیں گے خدا کے لیے مجھے معاف کر دو آئندہ نہیں کروں گا۔"

"گھبرا گئے نا۔"

"یار بس تمہیں دیکھ کر گھبراتا ہوں میرے پاس تو ایک گھر ہے ماں ہے' بہن ہے بھائی ہے باپ ہے تم اکیلے ہو اور یہاں بالکل بے سہارا۔"

"نہیں شاہد بھائی میرے ساتھ میرا عزم میری امنگیں ہیں حوصلے ہیں اور پھر بقول آپ کے تنہائی ہوتی ہے تو یہ سب میرے اردگرد جمع ہو جاتے ہیں مجھے منزل پر پہنچنے کے راستے بتاتے ہیں اور میں ان سے منزل کے بارے میں گفتگو کرتا ہوں بالکل اکیلا نہیں ہوں میں میری طرف سے یہ خیال دل سے نکال دیجئے۔"

"بہر حال کوئی خاص کام نہیں ہو رہا فیصلہ ہونا چاہیے۔"

"ہو گا بہت وقت پڑا ہے ابھی ہو گا۔"

"او یار سنو ایک رشتہ آیا ہے فردوسی کے لیے لڑکا بینک میں ملازمت کرتا ہے پڑھا لکھا ہے گھرانہ بھی ٹھیک ٹھاک ہے نیو کراچی کے ایک کوارٹر میں رہتے ہیں وہ لوگ کیا خیال ہے اس سلسلے میں بات آگے بڑھائی جائے۔"

"نہیں۔" میں نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا اور شاہد بھائی چونک کر مجھے دیکھنے لگے پھر چائے کی پیالی کا آخری گھونٹ لے کر ہونٹ خشک کرتے ہوئے بولے۔

"کیوں؟"

"اس لیے شاہد بھائی کہ زندگی کی ابتدا جہاں سے ہو وہ جگہ پیشانی پر چپک کر رہ جاتی ہے ابھی ہمیں کوئی جلدی نہیں ہے ایک راستہ طے کرلیں اس کے بعد دوسرے راستے کا تعین کریں گے فردوسی کے لیے ہمیں کوئی اچھا گھر چاہیے کوٹھی کوئی بنگلہ جہاں

کئی کاریں موجود ہوں اور اس گھر کو تلاش کرنے کے لیے ہمیں اپنا گھر بنانا ہوگا اس معیار کا اس قابل اس کے بعد اس گھر میں جو رشتے آئیں گے وہ ہمارے شایانِ شان ہوں گے ہم زندگی کو راستے ہی میں قتل نہیں کر دینا چاہتے ابھی تو آگے بڑھیں گے مشکلات کا حل ہماری مٹھی میں ہے یہ سب کچھ فرسودہ سوچ کا نتیجہ ہے۔ انتظار کرنا ہوگا اس رشتے کو مسترد کر دیجئے چاہے وہ کیسے ہی لوگ ہوں۔" شاہد بھائی کے بدن میں جھرجھری سی آگئی تھی انہوں نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔"

"بعض اوقات تو تم سے خوف سا محسوس ہونے لگتا ہے فیصل یوں لگتا ہے جیسے تمہارے اندر کوئی بہت ہی خوفناک انسان بول رہا ہو تمہاری آواز لرزا دینے والی ہوتی ہے۔" میں نے خاموشی سے شاہد بھائی کا چہرہ دیکھا دیکھتا رہا پھر آہستہ سے کہا۔

"ہاں شاہد بھائی میں اپنی ذات میں اتنی گہرائیاں رکھتا ہوں کہ شاید آپ ان گہرائیوں کی تہہ میں جھانک نہ سکیں معافی چاہتا ہوں بڑی بڑی باتیں کر رہا ہوں لیکن مجھے موقع تو دیجئے ان بڑی باتوں کی تکمیل کا تھوڑا سا وقت تو دیجئے مجھے ابھی جمعہ جمعہ آٹھ دن ہوئے ہیں ہمیں اس زندگی کو اپنائے ہوئے جلد بازی نہیں شاہد بھائی جلد بازی نہیں۔"

"کان پکڑے بابا آج سے واقعی تمہارے سامنے کان پکڑتا ہوں کمال ہے یار ایک بیوقوف سا لڑکا سمجھ کر جو ایک ٹرانسپورٹ کمپنی کے دفتر میں بیٹھا مال بک کرتا تھا میں نے یہ جرات کر ڈالی تھی کہ اپنی کچھ چیزیں تمہارے ذریعے بھجوا دیں مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہاں اس میز کے پیچھے پڑی ہوئی کرسی پر ایک پوری انجمن آباد ہے۔" میں ہنسنے لگا تھا کچھ دیر کے بعد میں نے کہا۔

"شاہد بھائی آپ ایک تعاون کریں گے مجھ سے؟"

"ہاں کہو۔"

"میں ٹرک لے کر جاتا ہوں باہر اور میرا کافی وقت صرف ہو جاتا ہے آپ یوں کریں تھوڑا سا اسٹاف بڑھائیں اب ہمیں وہ موقع مل گیا ہے کہ ہم اپنی منزل کی جانب چند قدم اور آگے بڑھیں میں یہاں رک کر کچھ نئے کام کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیا نئے کام؟"

"ابھی ان کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا ہے میں نے۔"

"بھلا مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے بھائی پیرو ہمارے پاس ہے ایک ٹرک میں لے جاتا ہوں دوسرا پیرو لے جائے گا اگر تم چاہو تو کچھ لوگوں کو اور رکھ لیتے ہیں بلکہ میں تو کئی دن سے سوچ رہا تھا کہ تم سے بات کروں ہمیں اپنے لیے اب چند افراد کی اشد ضرورت ہے اچھے قسم کے لوگ میں تلاش کرلوں گا اس کی تم بالکل فکر نہ کرو میرا خیال ہے ہم انہیں آسانی سے تنخواہ وغیرہ بھی دے سکتے ہیں۔"

"یہ کام کرلیں شاہد بھائی مجھے جب بھی موقع ملے گا میں اس طرف بھی کام کروں گا باقی اور کوئی معاملہ ایسا نہیں ہے جو ہمارے لیے گفتگو کا موضوع ہو اور ایک بات میں آپ سے عرض کروں جلد بازی بالکل نہیں کریں گے اب بہت سے لوگ آپ کی طرف متوجہ ہوں گے میرا مطلب سمجھ رہے ہیں نا آپ وہ کام جو رستم خان کرتا تھا اور دوسرے لوگ کرتے ہیں آپ اس سے انکار کر کے اپنی ساکھ بنائیے اور اس ساکھ کی تشہیر کیجئے۔ سمجھ رہے ہیں نا لوگ آپ کو ایک ایماندار آدمی کی حیثیت سے جاننے لگے ہیں ایک بار ساکھ بن جائے تو پھر مشکل ہی سے ٹوٹتی ہے بس آپ اپنے آپ کو اپنی شخصیت کو بالکل مختلف انسان ثابت کر دیں پھر دیکھیں تماشا۔"

"اور تم اس میں میرے ساتھ نہیں ہو گے؟"

"ہاں شاہد بھائی مجھے تھوڑی سی فرصت درکار ہے۔"

"کیسی بات کر رہے ہو یار مالک ہو تم میں بھلا اس کا کیا حق رکھتا ہوں کہ تم سے کوئی مطالبہ کروں۔"

"نہیں شاہد بھائی حق تو بہت کچھ رکھتے ہیں آپ یہ تو تعاون والی بات ہو گی کوئی بہتر نتیجہ نہ نکلے تو آپ مجھ سے پورا پورا حساب لے سکتے ہیں۔"

"بس کرو ان باتوں کو آج تم نے مجھے ایک بار پھر دیوانا کر دیا ہے تو پھر یہ بتاؤ ابا سے کیا کہوں اس سلسلے میں۔"

"ان سے کہئے میں نے منع کر دیا ہے کہ ہم ابھی فردوس کی شادی کرنے کے بارے میں بالکل نہیں سوچ سکتے اس کے لیے ہمیں وقت درکار ہے انہیں اس بات کا اطمینان دلائیے کہ شادی ان کی زندگی میں ہی ہوگی اور ایسی جگہ ہوگی کہ ان کی روح تک خوش ہو جائے گی۔"

"او کے چیف میں ابا کو سمجھا دوں گا۔" شاہد بھائی مطمئن ہو گئے پھر کہنے لگے۔

"اچھا یہ بتاؤ آج کا کیا پروگرام ہے۔"

"میری تو چھٹی ہی ہو گئی ہے بس یوں سمجھ لیجئے کہ اب ذرا طویل رخصت درکار ہے ویسے ایک آدھ دن کے اندر اگر موڈ بنا تو پھر کام کر لوں گا فی الحال آپ اپنے آدمیوں کا بندوبست کر لیجئے اور میرا خیال ہے کہ اس میں کوئی دقت نہیں ہو گی۔"

"بالکل دقت نہیں ہو گی تم بے فکر رہو۔" شاہد بھائی نے کہا اور میں مطمئن ہو گیا اس دن دوپہر کو پیرو واپس آ گیا اپنے مخصوص انداز میں مسکراتا ہوا اور اڑے اڑے رنگ ہوا بہت دیر تک پیرو سے باتیں کرتا رہا تھا۔ پیرو اپنی اس زندگی سے بہت خوش اور بہت مطمئن تھا۔

"دوپہر کے کھانے سے فارغ ہو کر دفتر پہنچا اور پیرو اور شاہد بھائی سے گپیں لڑاتا رہا باہر کا کام جاری تھا اور بہت سے لوگوں سے شناسائی ہو گئی تھی شاہد بھائی نے ایک شخص سے ملاقات کرائی اور کہا کہ یہ ہمارے لیے کار آمد ہو سکتا ہے ہم نے اس شخص سے گفتگو کر کے اپنا ملازم رکھ لیا تھا پانچ ساڑھے پانچ بجے شاہد بھائی اپنی جگہ سے اٹھ گئے۔"

"اچھا اب میں چلتا ہوں' پیرو اب تم سارے کام سنبھال لینا وہ کشن والا اگر آ جائے تو اس سے کشن کی بات کر لینا تمہارا کیا پروگرام ہے فیصل؟"

"کوئی خاص نہیں شاہد بھائی بس یوں ہی آوارہ گردی کرنا اور کیا ہو سکتا ہے۔"

"میں جاؤں۔"

"بسم اللہ جایئے۔" میں نے کہا شاہد بھائی تشریف لے گئے ساڑھے سات اور پھر آٹھ بج گئے اور پھر اس کے بعد میں اپنی روانگی کی تیاریاں کرنے لگا مشعل شاہ کو کسی طور نظر انداز نہیں کر سکتا تھا یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ جس شخص کے پاس وہ مجھے بھیج رہے ہیں وہ کیا شے ہے اور مشعل شاہ کا مجھے وہاں بھیجنے کا کیا مقصد ہے نو بجے تیار ہو کر باہر نکل آیا تھوڑے ہی فاصلے پر ٹیکسی میں بیٹھ کر میں اس علاقے کی جانب چل پڑا جس کے بارے میں مجھے ہدایات دی گئی تھیں حسن سکوائر سے آگے اسٹیڈیم روڈ کی طرف جانا تھا وہیں بنے ہوئے فلیٹوں میں سے ایک فلیٹ میری موجودہ منزل تھی بلڈنگ کا نام پڑھا اور ٹیکسی رکوا لی بل ادا کر کے آہستہ آہستہ ٹہلنے کے سے انداز میں آگے بڑھ گیا بہت خوبصورت عمارت

...ی اور اس میں بہت زیادہ فلیٹ نہیں تھے نیچے بہت عمدہ قسم کی دکانیں بنی ہوئی تھیں اوپر جانے والے راستے کی جانب چل پڑا لفٹ نہیں تھی سیڑھیوں کے ذریعے دوسری منزل پر پہنچا دس بجنے میں اب دو منٹ باقی رہ گئے تھے چنانچہ یہ دو منٹ بھی میں نے وہیں گزارے اور جب گھڑی کی سوئیاں ٹھیک دس پر پہنچیں تو میں نے فلیٹ کے کال بیل بٹن پر انگلی رکھ دی دروازہ کھلنے میں ایک لمحہ بھی نہ لگا تھا خوبصورت نیلے رنگ کے اسکرٹ میں ملبوس ایک تقریباً اکیس سالہ لڑکی نے دروازے کھولا تھا بہت ہی اسمارٹ اور خوش شکل نظر آ رہی تھی مجھے دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر استقبالیہ مسکراہٹ پھیل گئی پھر اس نے آہستہ سے کہا۔"

"مسٹر فیصل۔"

"جی"

"تشریف لایئے غوری صاحب آپ کا انتظار کر رہے ہیں میں خاموشی سے اندر بڑھ گیا لڑکی مجھے لیے ہوئے ڈرائنگ روم تک آئی تھی اس نے دروازہ کھول کر ہاتھ کے اشارے سے اندر چلنے کو کہا ڈرائنگ روم جگمگ کر رہا تھا انتہائی قیمتی فرنیچر موٹا قالین چھت پر لگا ہوا قیمتی فانوس اطراف کی سجاوٹ بھی بے مثال تھی اس نے مجھے صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔"

"میں غوری صاحب کو اطلاع کیے دیتی ہوں۔" لڑکی نے کہا میں نے گردن خم کر دی لڑکی باہر نکل گئی تھی میں خاموش سے دروازے کی جانب دیکھتا رہا زیادہ دیر نہیں گزری تھی صرف دو منٹ کے بعد دروازہ آہستہ سے کھلا اور ایک دراز قامت شخص ایک خوبصورت گاؤن میں ملبوس اندر داخل ہوا میں نے اس کا چہرہ دیکھا اور میرے ذہن کو ایک شدید جھٹکا لگا آنے والا خوش شکل آدمی تھا اس کے چہرے پر ڈاڑھی تھی بال انتہائی نفاست سے ترتیب دیے گئے تھے لیکن وہ کافی بڑے بڑے تھے جس بات سے میرے ذہن کو جھٹکا لگا تھا وہ یہ تھی کہ صرف تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ یہ شخص سو فیصد مشعل شاہ سے ملتا جلتا تھا فرق صرف یہ تھا کہ مشعل شاہ ذرا بے ترتیب نظر آتا تھا جب کہ اس شخص کی داڑھی مونچھوں اور بالوں میں کافی ترتیب تھی اور وہ بے ترتیب نظر نہیں آتے تھے آنے والے کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی اس نے آگے بڑھ کر

مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔"

"مجھے سعید غوری کہتے ہیں میں خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھتا رہا آواز بھی مشعل سے مختلف نہیں تھی وہ مجھے صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کر کے خود بھی میرے سامنے بیٹھ گیا۔"

"سنائیے مسٹر فیصل کیسے مزاج ہیں آپ کے میں اس دوران کچھ فیصلے کرتا رہا تھا اور اب مجھے یہ سمجھنے میں دقت نہیں ہو رہی تھی کہ سعید غوری درحقیقت مشعل شاہ کا دوسرا روپ ہے میں نے مدھم سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔"

"اس میں کوئی شک نہیں ہے شاہ صاحب کہ آپ نے مجھے حیران کر دیا ہے۔"

"ارے کیا تم مجھے مشعل شاہ سمجھ رہے ہو لوگوں کا خیال ہے کہ میں اس کا مثل ہوں لیکن ذرا غور کرو تو تم کو مجھ میں اور اس میں فرق نظر آئے گا۔" اس شخص نے کہا لیکن میری مسکراہٹ میرے ہونٹوں سے چپکی رہی پھر میں نے کہا۔"

"اگر آپ مجھے باور کرانا چاہتے ہیں شاہ صاحب کہ آپ مشعل شاہ نہیں ہیں تو میں اخلاقاً خاموش ہو جاؤں گا ہو سکتا ہے کہ آپ کسی وجہ سے اپنی شخصیت چھپا رہے ہوں لیکن ایک بات آپ سے عرض کروں کہ جب کوئی اجنبی، اجنبی سے ملتا ہے تو اس کے انداز میں اس قدر اطمینان نہیں ہوتا پورا چہرہ سنبھالا جا سکتا ہے لیکن آنکھوں کا تجسس کبھی نہیں چھپایا جا سکتا اور آپ کی آنکھیں اس بات کا اظہار کر رہی ہیں کہ آپ کسی شناسا سے مل رہے ہیں بہت بڑی بات کر رہا ہوں میں، لیکن آپ یقین کیجئے کہ آپ لاکھ بار کہیں کہ آپ مشعل شاہ نہیں ہیں تو میں خاموش ضرور ہو جاؤں گا مگر اس پر یقین نہیں کروں گا۔"

سعید غوری یا مشعل شاہ کوئی جواب دینا چاہتا تھا کہ دروازے پر پھر آہٹ ہوئی اور اس بار جو خاتون اندر داخل ہوئی ان کی عمر تیس بتیس سے کم نہیں تھی بہت ہی متناسب بدن کی مالک ایک بہت ہی خوبصورت لباس میں ملبوس چہرے پر متانت چھائی ہوئی جس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ بہت ہی اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتی ہے ہلکا سا میک اپ، ہلکا سا زیور۔ چال میں انوکھا بانکپن انہوں نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور ہاتھ آگے بڑھاتی ہوئی بولیں۔

"یقیناً" میں مسٹر فیصل سے مخاطب ہوں۔" یہ لمحہ میرے لیے ذرا مشکل لمحہ تھا چونکہ یہ زندگی کا پہلا مرحلہ تھا جب کسی خاتون سے اس طرح ہاتھ ملانا پڑا تاہم میں نے کسی جھجک کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ خاتون نے اپنے نرم اور ہلکے سے گرم ہاتھ میں میرے ہاتھ کو چند لمحات تک دبائے رکھا۔ اور پھر اسے چھوڑے بغیر بولی۔

"مجھے میڈم خان کہا جاتا ہے۔" میں نے گردن خم کی اور خاتون نے ہاتھ کے اشارے سے مجھے بیٹھنے کے لیے کہا البتہ مشعل شاہ یا سعید غوری بیٹھا رہا تھا اس نے کہا۔"

"میڈم خان اپنا تعارف کرا چکی ہیں مزید تعارف بعد میں ہوگا میڈم خان دیکھ لیجئے یہ ہیں آپ کے فیصل لیکن مشکل یہ ہے کہ یہ مجھے سعید غوری تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں بلکہ مشعل شاہ ہی کہہ رہے ہیں اب آپ بتایئے میں انہیں کیا جواب دوں۔"

"آپ اس سے کہئے شاہ صاحب کہ آپ سعید غوری نہیں مشعل شاہ ہی ہیں۔"

"چلئے دو ووٹ ہو گئے اب ہماری کیا چل سکتی ہے ٹھیک ہے بھئی فیصل ہمیں مشعل شاہ کہہ سکتے ہو لیکن بہتر یہ ہوگا کہ یہاں تم ہمیں غوری کے نام سے مخاطب کرو۔ میڈم خان ہماری دست راست ہیں اور روزی ہمارے تمام کام کی نگراں روزی وہ لڑکی ہے جس سے تم مل چکے ہو ہم تینوں دوستوں کی مانند رہتے ہیں روزی بھی یہاں پہنچ جاتی لیکن اسے ہدایات کر دی گئیں ہے کہ پہلے وہ تمہاری خاطر مدارت کا بندوبست کر لے اس کے بعد ہماری اس نشست میں شریک ہو یقینی طور پر تمہیں اس بات پر حیرت ہوئی ہوگی کہ لانڈھی میں آستانہ مشعل شاہ کا مشعل یہاں سعید غوری کے نام سے کیوں رہتا ہے بتانا یہی مقصود تھا کہ انسان کو نجانے کیسی کیسی شخصیتوں سے واسطہ پڑتا ہے دوہری شخصیت کے حامل کسی شخص کو بڑی آسانیاں حاصل ہو جاتی ہیں اور پھر ابھی تو تمہیں یہ بھی نہیں معلوم ہوگا کہ مشعل شاہ کی شخصیت دوہری نہیں اور بھی بہت کچھ ہے۔" میں خاموشی سے مشعل شاہ کا چہرہ دیکھتا رہا مشعل شاہ نے سنجیدگی سے کہا۔

"دراصل یہ جاننے کے بعد کہ تمہارے اندر بے شمار خوبیاں پوشیدہ ہیں میں نے تمہارے بارے میں کچھ فیصلے کیے ہیں اور اس سلسلے میں میں نے میڈم خان سے بھی گفتگو کی ہے میڈم خان میں بغیر کسی تکلف کے فیصل کے بارے میں آپ سے آپ کی رائے جاننا چاہتا ہوں۔" میڈم خان نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"مسٹر غوری میں نے تو ہمیشہ ہی یہ بات تسلیم کی ہے کہ آپ کی نگاہ بہت دور رس ہے اور یقینی طور پر میں اس وقت سے فیصل صاحب کے بارے میں متجسس تھی جب سے

آپ نے ان کا تذکرہ مجھ سے کیا تھا میں دیکھنا چاہتی تھی کہ آخر ایسی کون سی شخصیت ہے کہ جسے مشعل شاہ نے پہلی بار اس قابل سمجھا کہ اسے اپنا جانشین بنائے فیصل کے بارے میں جہاں تک میری رائے ہے میں یہ سمجھتی ہوں کہ آپ کا فیصلہ درست ہے ان کے اندر وہ خوبی پوشیدہ ہے جو کسی زیرک اور ذہین انسان کے اندر ہو سکتی ہے اور پھر خصوصاً" ان کے بارے میں آپ نے مجھے جو تفصیلات بتائیں وہ بھی میرے لیے باعث دلچسپی ہیں۔"

"تو پھر اس کا مقصد ہے کہ آپ فیصل کے بارے میں میری رائے سے متفق ہیں۔"

"سو فیصدی"

"اب میں بغیر وقت ضائع کیے فیصل سے اپنا مقصد بیان" کروں مائی ڈیئر فیصل دراصل اس دنیا میں جینے کے لیے سب سے بڑا سہارا دولت ہوتی ہے پہلا سوال میں تم سے یہ کرنا چاہتا ہوں کہ کیا تمہیں دولت سے دلچسپی ہے؟

"کیوں نہیں مسٹر غوری کون نہیں چاہتا کہ اپنے لیے ایک بہتر مستقبل تلاش کرے۔"

"دولت کے حصول کا طریقہ جانتے ہو مائی ڈیئر' مسٹر فیصل۔"

"آہستہ آہستہ اس دنیا سے سیکھ رہا ہوں ابھی اس دنیا کو بہت زیادہ نہیں سمجھ پایا ہوں۔"

"وہی سمجھانے کے لیے میں تمہارا کچھ وقت صرف کرنا چاہتا ہوں۔"

"بات دراصل یہ ہے مسٹر غوری کہ میں جرم کے راستے دولت کا حصول نہیں چاہتا۔" میرے ان الفاظ پر میڈم خان اور مشعل شاہ چونک پڑے پھر مشعل شاہ نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"جرم کیا ہوتا ہے فیصل کیا تم اس کی تشریح کر سکتے ہو؟"

"ہر وہ کام جو قانون کی گرفت میں آئے۔"

"معاف کرنا میرے دوست اگر تم یہ بات کہتے ہو تو صبح کو جس وقت تم اپنے گھر کی چاردیواری سے باہر نکلتے ہو اور جو عمل کرتے ہو اس میں ایک بھی لمحہ ایسا نہیں ہوتا جو قابل گرفت نہ ہو اور اگر کوئی لمحہ قابل گرفت نہیں ہوتا تو اسے قابل گرفت بنا لیا جاتا ہے۔ بشرطیکہ کسی کو شبہ ہو جائے کہ تم مستقبل کے بڑے آدمی بننے والے ہو یا بن چکے ہو دنیا میں لاتعداد کاروبار چل رہے ہیں ہاں اگر تم جرم اس کو کہتے ہو یعنی قتل' ڈاکہ زنی یا بلیک میلنگ یا کوئی ایسا کام جو کسی کو زندگی سے دور کر دے تو میں اسے تسلیم کرنے کے لیے تیار ہوں دوسری چیز ہوتی ہے کاروبار' کاروبار کے لیے بڑے بڑے کاروباری لوگوں کی زندگی کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لو وہ بہت ایمانداری سے اپنا کام کرتے ہیں لیکن اس کاروبار میں بے شمار افراد کو گھاٹا بھی ہوتا ہے اور بے شمار افراد نفع بھی اٹھاتے ہیں لیکن کاروبار کاروبار کہلاتا ہے نفع و نقصان زندگی کے ساتھ جاری رہتا ہے اصل چیز فن ہے اگر تم فن کے ذریعے دولت حاصل کرو اور انسانی کمزوریوں کو سمجھ کر ان سے فائدہ اٹھاؤ تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہم اسے جرم کی حد میں نہیں لاسکتے بے شمار لوگ ایسے ہیں جو اپنی تفریح طبع کے لیے لاکھوں اور کروڑوں روپے ضائع کر دیتے ہیں اگر ضائع کرنے والی دولت میں سے تھوڑا سا حصہ تمہارا ہو جائے تو کیا تم اسے جرم کہو گے میرے خیال میں وہ جرم نہیں فن ہوتا ہے چنانچہ میں یہ چاہتا ہوں کہ تم فنکار بنو فن سے مارو پہلے اپنی ایک شخصیت بناؤ اور اس کی بعد یہ فیصلہ کرو کہ کون شخص تمہارے لیے کس قدر کارآمد ہو سکتا ہے میں تمہیں اس دور کے فن کی سائنس سے باخبر کرنا چاہتا ہوں اس کی ہلکی سی مثال میں تمہیں اپنی شخصیت سے دیتا ہوں وہ لوگ جو اپنے مسائل کے حل کے لیے پیر مشعل شاہ کے پاس آتے ہیں ان میں بے شمار لوگ خاصے دولت مند ہوتے ہیں بہت سے ایسے بھی ہوتے ہیں جو صرف عقیدت رکھتے ہیں اور اپنی الجھنوں کا شکار ہو کر مجھ سے ان الجھنوں کا حل مانگتے ہیں جہاں تک مجھ سے ہوتا ہے میں ان کے لیے الجھنوں کا حل تلاش کرتا ہوں انہیں ان بڑے آدمیوں کے ذریعے مطمئن کرتا ہوں جو خود بھی میرے دست نگر ہوتے ہیں اور مجھ سے اپنے سے بڑے آدمیوں کے ذریعے فائدہ حاصل کرتے ہیں مائی ڈیئر' مسٹر فیصل میں نے اس سلسلے میں دو سیل بنا رکھے ہیں ریڈ سیل اور وائٹ سیل میرے کچھ افراد ریڈ سیل میں کام کرتے ہیں اور کچھ وائٹ سیل میں بس یوں سمجھ لو کہ میں ان لوگوں سے زمانہ شناسی کا کام لیتا ہوں اور یہ معلوم کرتا ہوں کہ کون شخص کہاں سے کہاں تک جا رہا ہے کہیں اگر وہ ٹھوکر کھا کر گر جائے تو میں اسے سنبھالتا ہوں اور اس کا معاوضہ وصول کر

لیتا ہوں پیر مٹھل شاہ کی حیثیت سے لوگ اپنے دل کی وہ تمام داستانیں مجھ سے کہہ دیتے ہیں جنہیں شاید کبھی وہ اپنے اہل خاندان کے سامنے بیان کرنا مناسب نہ سمجھیں اور پھر میں نہایت ذہانت سے ان داستانوں میں سے اپنے لیے کوئی نکتہ نکال لیتا ہوں بس یہی نکتہ میرے لیے کارگر ہوتا ہے۔"

"وری گڈ' لیکن حصول دولت کا ذریعہ کیا ہوتا ہے مسٹر سعید غوری؟" میں نے بے باکی سے سوال کیا۔

"کسی کمزور کی اس کمزوری سے پورا پورا فائدہ اٹھانا ہوتا ہے جو اسے کہیں بھی تباہ کر سکتی ہے یا اس کے اپنے ہاتھوں کسی کو نقصان پہنچانے کے بعد اس پر طاری ہو جاتی ہے۔"

"کیا ہم اسے بلیک میلنگ کا نام دیں گے؟"

"مبلغ بننے کی کوشش مت کرو فیصل وہ جس کے ساتھ وہ جو کچھ کر چکا ہوتا ہے اس کا خمیازہ بھگتنا ہے اسے ہم بلیک میلنگ نہیں کہہ سکتے اور پھر بات صرف یہی نہیں ہے بلکہ ایک طریقہ کار دیکھنا ہوتا ہے کہ کون شخص کہاں اپنے کمزور پہلو رکھتا ہے بس وہیں سے اس سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔" میں مسکراتی نگاہوں سے سعید غوری اور خوبصورت عورت میڈم خان کو دیکھ رہا تھا اور میڈم خان کی نگاہیں اس دوران مکمل طور سے میرے چہرے کا جائزہ لیتی رہی تھیں شاید وہ بہت ماہر چہرہ شناس تھیں اس نے ایک ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"مسٹر سعید غوری میں درمیان میں مداخلت کی اجازت چاہتی ہوں۔" سعید غوری اس کی جانب متوجہ ہوگیا میڈم خان نے کہا۔

"میں دعوے سے یہ بات کہہ سکتی ہوں مسٹر غوری کہ مسٹر فیصل آپ کی باتوں سے پوری طرح متفق ہیں لیکن بس یہ اپنی تسکین کے لیے آپ سے معلومات حاصل کر رہے ہیں۔"

"مجھے اس عورت کے سامنے سنبھلنا پڑا تھا تاہم میں مسکراتا ہی رہا مٹھل شاہ مجھے بغور دیکھتا رہا تھا پھر اس نے کہا۔"

"فیصل میں نے پہلے ہی اس بات کا اندازہ کر لیا تھا کہ تم اپنی عمر سے بہت آگے کے انسان ہو گیا میڈم خان کا کہنا درست ہے۔"

ہاں مسٹر سعید غوری اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ میڈم خان اپنے فن میں یقیناً ماہر ہیں بات دراصل یہ ہے مسٹر غوری کہ میری زندگی سے بھی کچھ ایسے واقعات وابستہ ہیں جن کی چھان بین میں کرنا چاہتا ہوں اور اس کے لیے میں نے کچھ راستوں کی تلاش شروع کر دی تھی یہ صرف اتفاق ہے اس طرح آپ سے ملاقات ہوگئی اور دوسری بار آپ سے ملاقات ہوئی اور میں نے یہ محسوس کیا کہ آپ ان لوگوں میں سے ہیں جو میرے مددگار بن سکتے ہیں بات صرف اتنی سی ہے مسٹر سعید غوری کہ میں دوسرے نمبر کا انسان نہیں ہوں میں پہلے نمبر کی بات کرنا چاہتا ہوں اور یہ بات میری حیثیت سے بہت بڑی ہے ایک معمولی ٹرک ڈرائیور کی حیثیت سے میں آپ کے پاس آیا تھا حقارت سے میرے اس مطالبے کو ٹھکرا بھی سکتے ہیں لیکن آپ یقین کیجیے کہ آپ کے جانے کے بعد بھی میری مسلسل کوششیں جاری ہیں میں صرف نمبرون سے اپنے آپ کو شروع کرنا چاہتا ہوں نمبر دو میری فطرت سے مطابقت ہی نہیں رکھتا۔" نجانے کیوں میڈم خان کے چہرے پر ایک خوشی کا تاثر ابھرا تھا خود مٹھل شاہ مجھے دلچسپی اور حیرت کی نگاہ سے دیکھ رہا تھا پھر اس نے کہا۔"

"مجھے بھی ایک نمبر کا درکار تھا دو نمبر تو ان سڑکوں' گلیوں بازاروں میں بے شمار مل جاتے ہیں میڈم خان آپ تصدیق کیجیے میری بات کی۔"

"آپ کا کہنا بالکل درست ہے مسٹر غوری۔"

"اچھا میرا خیال ہے ہم بہت سی گفتگو کر چکے اب ہم اس گفتگو سے ہٹ کر اصل مطلب کی طرف آتے ہیں۔" لیکن مطلب پر آنے سے پہلے ہم لوگوں کو دروازے کی طرف متوجہ ہونا پڑا تھا جہاں سے روزی ایک ٹرالی دھکیلتی ہوئی اندر آرہی تھی ٹرالی پر چائے کا ایک سیٹ سجا ہوا تھا اور بھی چند چیزیں تھیں جو نفاست سے ہمارے سامنے شیشے کی ٹاپ والی میز پر سجا دی گئی تھیں ٹرالی کو ایک سمت کر کے روزی بھی میڈم خان کے قریب ہی صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔

"روزی فیصل سے تمہارا مختصر تعارف تو ہو ہی چکا ہے بس یہ سمجھ لو کہ یہی فیصل ہیں۔"

"جی میں سمجھ چکی ہوں۔" روزی نے شرارت آمیز لہجے میں کہا اور ہنس پڑی نجانے کیوں مجھے اس کی ہنسی بہت دلکش محسوس ہوئی تھی ویسے بھی اس کے ہونٹوں کی تراش انتہائی پرکشش تھی اس کا اندازہ مجھے پہلی ہی نگاہ میں اسے دیکھ کر ہوگیا تھا۔ چائے کے دور کا آغاز ہوگیا اور ہم لوگ خاموشی سے چائے پیتے رہے پھر اچانک ہی مشعل شاہ بول پڑا۔

"تو فیصل میرے خیال میں تم میری باتوں سے کافی حد تک متفق ہوگئے ہوگے کیا میرا اندازہ غلط ہے۔"

"نہیں غوری صاحب اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس دنیا میں اپنا مقام حاصل کرنے کے لیے کچھ نہ کچھ کرنا ہی پڑتا ہے۔"

"مجھے یہ بتاؤ کہ ٹرک ڈرائیوری سے تمہیں کیا مل رہا ہے؟"

"آمدنی کا مسئلہ بالکل مختلف ہے غوری صاحب۔ یوں سمجھ لیں مجھے اپنے گزارے میں کوئی مشکل کبھی پیش نہیں آتی۔"

"کیا یہ ممکن ہے کہ تم وہ ملازمت چھوڑ دو۔"

"بالکل ممکن ہے اگر اس کی کوئی ضرورت پیش آئے۔"

"ضرورت پیش آگئی ہے دیکھو فیصل یہ جگہ جہاں میں تم سے سعید غوری کی حیثیت سے ملا ہوں صرف میرے روزی اور میڈم خان کے علم میں ہے یہاں میری جو شخصیت ہے لانڈھی کے اس آستانے میں کوئی بھی شخص نہیں جانتا کہ میں یہاں بھی پایا جاتا ہوں یہ شخصیت اس شخصیت سے بالکل الگ ہے تم یہ سمجھ لو کہ اگر کسی کو اپنے اہم راز میں شریک کیا جاتا ہے تو اس کی کچھ بنیاد ہوتی ہے تم میری زندگی بچانے کا باعث بنے ہو اور میں نے تمہیں بہت بڑی اہمیت دی ہے اپنی نگاہ میں مجھے یقین ہے کہ تم نے میری اس بات پر یقین کرلیا ہوگا اگر تم مجھ تک خود نہ پہنچ جاتے تو میں تمہیں تلاش کرتا ہوا تمہارے پاس پہنچ جاتا گویا میں نے تمہیں نظرانداز نہیں کیا تھا بس تھوڑا سا وقت گزر گیا تھا مختصر یہ ہے فیصل کہ تمہیں ایک اچھا خاصا وقت میرے لیے نکالنا ہوگا اور تم یہاں اس فلیٹ میں قیام کروگے۔" میں نے چونک کر مشعل شاہ کو دیکھا پھر کہا۔

"یہ ضروری ہے؟"

"بے حد ضروری یہ نہ سوچنا کہ کسی طور میں تمہیں کسی سے کم سمجھتا ہوں بلکہ تم سے گفتگو کرنے کے بعد یہ اندازہ ہوگیا ہے کہ تم خود بھی بہت کچھ سمجھتے ہو لیکن جس معاملے میں تمہارے قدم ابھی داخل نہیں ہوئے ہیں اس کی شناخت کرانا ہمارا فرض ہے میڈم خان کچھ عرصے تمہاری تربیت کریں گی اور رفتہ رفتہ تمہیں اس بات کا علم ہو جائے گا کہ ہم کیا چاہتے ہیں اس کے باوجود اگر تمہیں اس سے گریز ہو تو تمہیں کسی کام کے لیے مجبور نہیں کیا جائے گا اگر ہم سے اتفاق کرو تو پھر یہ سمجھ لینا کہ ایک شاندار مستقبل تمہارا منتظر ہے۔" میں نے صرف ایک لمحے سوچا بہت زیادہ اداکاری کرنا بھی مناسب نہیں تھا اب ان لوگوں سے تعاون کر ہی لینا چاہیے۔ چنانچہ میں نے آہستہ سے کہا۔

"میں صرف ایک ترمیم چاہتا ہوں اس میں مشعل شاہ صاحب۔"

"سعید غوری۔" مشعل شاہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"معافی چاہتا ہوں مسٹر سعید غوری!"

"میری وہ حیثیت بھی برقرار رہنی چاہیے اس کی وجہ کیا ہے یہ بھی آنے والے وقت میں آپ کو بتا دیا جائے گا لیکن میرا کسی نہ کسی شکل میں وہاں پایا جانا بھی ضروری ہے۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے دن کا کوئی بھی حصہ تم وہاں صرف کرسکتے ہو لیکن پھر تم ٹرک تو نہ چلا سکو گے۔"

"نہیں یہ کام تو میں نہیں کرسکوں گا لیکن جیسا کہ میں نے آپ سے عرض کیا شاہد سے میری دوستی بھی ہے اور میں کسی پر بھی یہ ظاہر نہیں کرنا چاہتا کہ میں کہیں اور مصروف ہوگیا ہوں اپنی یہاں موجودگی کا کوئی جواز تلاش کرلوں گا اور ان لوگوں کو مطمئن کردوں گا یوں سمجھ لیجئے جیسے کہ آستانے میں آپ کی حیثیت مشعل شاہ کی ہے اس طرح وہاں میری حیثیت ٹرک ڈرائیور کی ہوگی یہاں آپ جو بھی مجھ سے چاہیں گے وہ ایک بالکل ہی الگ سلسلہ ہوگا۔"

مشعل شاہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا تھا پھر اس نے کہا۔

"ویری گڈ۔" دیکھا میڈم خان یہ ابھی سے شروع ہوگیا میں جانتا تھا اور میرا ہاتھ کبھی کسی غلط آدمی پر نہیں پڑتا مجھے اپنے اوپر اتنا ہی بھروسہ ہے۔" مشعل شاہ نے کہا اور

میڈم خان گردن ہلانے لگی۔

"تو یہ بات طے ہو گئی کہ اب مسٹر فیصل میری تحویل میں ہیں۔"

"سو فیصد" مشعل شاہ نے کہا اور پھر اس کے بعد چائے کا کپ اٹھا کر میرے چائے کے کپ سے ٹکرا کر بولا۔

"فی الحال ہم اسے ہی جام تصور کیے لیتے ہیں۔" میں مسکرا رہا تھا اور روزی ہنسنے لگی تھی اور اس کے بعد ہمارے درمیان دیر تک گفتگو ہوتی رہی پونے بارہ بج گئے تھے مشعل شاہ نے روزی سے کہا۔

"اور اب ڈیئر روزی یہ تمہاری ڈیوٹی ہے کہ مسٹر فیصل کو ان کی رہائش گاہ پر پہنچا آؤ۔"

"او کے چیف روزی نے گردن خم کرتے ہوئے کہا مشعل شاہ پھر بولا۔"

"کل دن کو گیارہ بجے میڈم خان یہیں اس فلیٹ میں تمہارا انتظار کریں گی۔"

"میں حاضر ہو جاؤں گا۔" میں نے کہا اور اس کے بعد میڈم خان اور مشعل شاہ نے مجھ سے ہاتھ ملایا اور روزی مسکراتی ہوئی میرے ساتھ نیچے اتر آئی تھی نیچے ایک خوبصورت کار کھڑی ہوئی تھی جس کا تالا کھول کر روزی نے ڈرائیونگ سیٹ کے برابر والی سیٹ کا دروازہ کھول دیا اور مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا میں بیٹھا تو وہ خود بھی میرے ساتھ بیٹھ گئی اور کار اسٹارٹ ہو کر چل پڑی۔ روزی کے بدن کی بھینی بھینی خوشبو میری ناک سے ٹکرا رہی تھی اور میرا ذہن خیالات میں ڈوب گیا تھا زندگی کا ایک نیا موڑ سامنے آیا تھا اور مجھے اس پر کوئی تشویش نہیں تھی میری عمر تو تھی ہی تجربات کے لیے بے آواز کار سڑکوں پر دوڑنے لگی اور میں خیالات میں ڈوبا رہا پھر اچانک ہی میں چونکا کار اس وقت لالو کھیت دس نمبر تک پہنچی تھی میں نے روزی سے کہا۔

"مس روزی یہاں ٹیکسیاں موجود ہیں میرا خیال ہے آپ یہاں گاڑی روک دیجیے۔"

"کیوں۔" روزی نے چونک کر مجھے دیکھا۔

"یہاں سے میں باآسانی ٹیکسی میں بیٹھ کر اپنی منزل پر چلا جاؤں گا وہاں پہنچانے کے بعد آپ کو یہ لمبا فاصلہ تنہا طے کرنا ہو گا اس کے علاوہ میں ابھی نہیں چاہتا کہ کوئی مجھے آپ کے ساتھ دیکھے۔"

روزی نے گردن خم کر دی اور اس کے بعد کار المکرم اسکوائر کے سامنے روک دی اس کی کار کے واپس جانے کے بعد میں نے ٹیکسی کی تلاش میں نگاہیں دوڑائیں اور مجھے ٹیکسی مل گئی اپنے ٹھکانے پر پہنچ کر میں خاموشی سے لباس وغیرہ تبدیل کر کے بستر پر لیٹ گیا یہ لمحات جو مجھ پر گزرے تھے میرے لیے بڑے سنسنی خیز تھے اس میں کوئی شک نہیں کہ مشعل شاہ کا دوسرا روپ دیکھ کر میں ششدر رہ گیا تھا لیکن میرے دل میں یہ خیال بھی تھا کہ یہی دنیا تو میری تربیت کنندہ ہے جو نہیں دیکھا وہ دیکھنا از حد ضروری ہے۔ اور اسی سے میں زندگی کی وہ حقیقتیں سمجھ پاؤں گا جو مستقبل کے راستے کھولتی ہیں میں نے بنیادی طور پر اپنے لیے جن راستوں کا انتخاب کیا تھا ابھی تک کوئی ان سے واقف نہیں تھا مستقبل کے کئی فیصلے میرے دل کی گہرائیوں میں پوشیدہ تھے لیکن کم از کم یہ تعین کرنا سیکھ لیا تھا میں نے کہ کہاں سے مجھے کیا حاصل ہو سکتا ہے مشعل شاہ جیسے آدمی کی تو مجھے سخت ضرورت تھی میں نے اس سے بہت سی جذباتی باتیں بھی کی تھیں لیکن بستر پر لیٹ کر میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ دنیا کا کوئی بھی شخص اپنے آپ کو نمبر دو محسوس نہیں کرنا چاہتا مشعل شاہ مجھے کوئی لائن دکھا رہا تھا تو پھر اس کی برتری تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں ہو گا ورنہ راستے رک جائیں گے یہ ایک غلطی ہوئی تھی کہ اس سے گفتگو کرتے ہوئے تاہم بات بن گئی تھی میں اپنی اس نئی تبدیلی سے غیر مطمئن نہیں تھا دوسرے دن پھر شاہد بھائی کا سامنا ہوا اور میں نے اس سے اپنے مقصد کا اظہار کر دیا تھا۔"

"شاہد بھائی جو کچھ میں نے آپ سے عرض کیا تھا اس کی تکمیل کا وقت آ گیا ہے۔"

"کیا مطلب؟" شاہد بھائی نے پوچھا۔

"کچھ عرصے آپ کے پاس سے غائب رہنا ہو گا۔"

"بھئی مجھے کوئی حق نہیں پہنچتا کہ تمہیں کسی کام سے روکوں لیکن یہ حق ضرور پہنچتا ہے مجھے کہ تم سے یہ معلوم کرلوں کہ جو کچھ تم کرنے جا رہے ہو اس میں تمہاری اپنی ذات کے لیے تو کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

"نہیں شاہد بھائی آپ مطمئن رہیں میرا آپ سے مسلسل رابطہ رہے گا بس اب اس سلسلے میں مجھ سے کوئی زیادہ تفصیل نہ پوچھیں۔" شاہد بھائی خاموش ہو گئے تمام

معاملات چونکہ پہلے ہی طے ہو گئے تھے اس لیے مزید باتیں کرنا مناسب نہ سمجھا تھا میں نے دن بھر اپنے آپ کو اپنے اس نئے منصب کے لیے تیار کیا تھا پھر اس شام میں آٹھ بجے فلیٹ سے نکل آیا ٹیکسی لے کر ادھر چل پڑا جہاں وہ فلیٹ واقع تھا فلیٹ کے نیچے پہنچ کر میں نے ٹیکسی رکوائی اور اپنا مختصر سا سامان اٹھائے ہوئے اوپر کی جانب چل پڑا دروازہ روزی نے کھولا تھا اور شاید اس وقت وہ فلیٹ میں تنہا تھی مجھے دیکھ کر اس کی آنکھوں میں چمک آگئی۔"

"ہیلو فیصل۔" اس نے کل کی نسبت قدرے بے تکلفی سے کہا۔

"ہیلو" میں نے جواب دیا اور اس نے آگے بڑھ کر میرا بیگ اپنے ہاتھ میں لے لیا میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"وزنی ہے روزی میرے ہاتھ میں رہنے دو۔"

"آؤ۔" روزی نے اپنائیت سے کہا میں نے فلیٹ میں ادھر ادھر نگاہیں دوڑا کر اس سے پوچھا۔

"میڈم خان نہیں ہیں کیا"

"نہیں اس وقت کوئی نہیں ہے نہ مسٹر سعید غوری اور نہ میڈم خان۔"

"گڈ۔" میں نے گردن ہلائی روزی مجھے لیے ہوئے کمرے میں پہنچ گئی کمرہ نہایت نفاست سے آراستہ تھا خوبصورت بیڈ پڑا ہوا تھا انتہائی قیمتی صوفہ سیٹ بہت ہی خوبصورت رائٹنگ ٹیبل غرض یہ کہ اسے ایک آراستہ بیڈ روم کہا جا سکتا تھا روزی نے کہا۔

"یہ تمہارا کمرہ ہے فیصل، معاف کرنا میں تمہیں ذرا بے تکلفی سے مخاطب کر رہی ہوں۔"

"تکلفات بے مقصد ہوتے ہیں روزی ان سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔"

"یقیناً" اچھا یہ بتاؤ کہ کھانا تو نہیں کھایا۔"

"نہیں۔"

"ہم لوگ ساتھ ہی کھانا کھائیں گے۔"

"ٹھیک ہے روزی۔" میں نے کہا "میڈم خان نے میرے لیے کوئی ہدایات دی ہیں۔"

"سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ تم آؤ تو میں ہر طرح سے تمہاری ضروریات کا خیال رکھوں بتاؤ چائے بنا دوں یا کھانے کا پروگرام ہے۔"

"میرا خیال ہے کھانا کھا لیا جائے پھر اس کے بعد چائے کا ایک دور چلائیں گے۔"

یہاں میں نے اپنے آپ کو کسی جھجک کا شکار نہیں ہونے دیا تھا ویسے بھی طبیعت میں کافی پختگی آگئی تھی مزید پختگی پیدا کرنا تھی کیونکہ اب اس دنیا کا ایک نیا رنگ میرے سامنے آرہا تھا روزی نے بہت عمدہ کھانا تیار کیا تھا کھانے کی ٹیبل پر وہ میرے سامنے ہی بیٹھ گئی تھی۔"

"میں بہت اچھے کھانے پکانا جانتی ہوں' ویسے فیصل تمہارے آنے سے مجھے واقعی بے حد خوشی ہوئی ہے زیادہ تر میرا اور تمہارا ہی ساتھ رہا کرے گا میڈم خان تو مرضی کی مالک ہیں جب دل چاہے گا آجائیں گی ورنہ کوئی انہیں مجبور نہیں کر سکتا جہاں تک رہا مسٹر غوری کا تعلق تو وہ بھی روزانہ نہیں آتے بعض اوقات روزانہ آجاتے ہیں اور کبھی ہفتوں ادھر کا رخ نہیں کرتے۔ میں نے اس سلسلے میں کوئی تبصرہ نہیں کیا تھا بس خاموشی سے کھانے میں مصروف رہا تھا۔"

"اس کے بعد ہم ڈرائنگ روم سے اٹھ گئے میں کمرے میں چلا گیا اور روزی کچن کی جانب میں روزی کی واپسی کا انتظار کر رہا تھا کہ کال بیل سنائی دی اور میں سنبھل کر بیٹھ گیا روزی کے قدموں کی آہٹ دروازے کی جانب جاتی ہوئی محسوس ہوئی تھی پھر کسی سے گفتگو کرنے کی آواز سنائی دی اور چند لمحات کے بعد میرے بیڈ روم کا دروازہ کھلا آنے والی میڈم خان کے علاوہ اور کوئی نہیں تھی میڈم خان بہت ہی خوش لباس عورت تھی اس کے لباس کی خصوصیات یہ تھیں کہ اس میں اس کے جسم کی دلکشی نمایاں ہوتی تھی حالانکہ درمیانی عمر کی خاتون تھی لیکن جسمانی طور پر بے مثال قرار دی جا سکتی تھی میں نے کھڑے ہو کر ان کا استقبال کیا تو انہوں نے آگے بڑھ کر مجھ سے ہاتھ ملایا۔"

"ہیلو فیصل مجھے افسوس ہے کہ تمہیں میرا انتظار کرنا پڑا روزی بتا رہی ہے کہ تم نے کھانا وغیرہ کھا لیا۔"

"ہاں اور اب کافی کا انتظار کر رہا ہوں۔"

"گڈ ویری گڈ' روزی کافی لا رہی ہے۔ میڈم خان میرے بالکل نزدیک صوفے پر

بیٹھ گئی اس کے انداز میں انتہائی بے تکلفی تھی اس نے مجھ سے کہا۔

"تو تم اپنی تمام تیاریاں کر کے یہاں آئے ہو۔"

"ہاں میڈم ظاہر ہے کہ یہی پروگرام طے پایا تھا۔"

"ہوں۔ ویسے فیصل اس میں کوئی شک نہیں کہ تم ان خوش نصیبوں میں سے ہو جن کا مستقبل بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ تابناک مستقبل خود ان کا استقبال کرتا ہے ورنہ لوگ تو اپنا کیریئر بنانے کے لیے آدھی زندگی برباد کر دیتے ہیں تم پر جس شخص کی نظر عنایت ہوئی ہے اس کے بارے میں بس تم سے اتنا کہنا کافی ہے اس نے جس جانب بھی محبت کی نگاہ سے دیکھا ادھر نہ جانے کیا ہوگیا۔" میں خاموشی سے میڈم خان کی صورت دیکھنے لگا تو میڈم خان نے کہا۔

"نہیں فیصل اس بات پر میں تم سے متفق نہیں ہوں۔"

"کس بات پر میڈم میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔"

"سوال ضرور کرنا چاہیے کسی بھی ذہن میں آنے والی بات کو اگر خاموشی سے ہضم کرلیا جائے تو دل میں وہ سکون نہیں پیدا ہوتا جو معلومات حاصل ہونے کے بعد ہوتا ہے۔"

"یہ بھی سوچنا پڑتا ہے نہ میڈم کہ میرا کون سا سوال ناپسندیدہ قرار دیا جاسکتا ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"یہ سوچ ذہانت کی مظہر ہے لیکن یہ جگہ تمہاری تربیت گاہ کے طور پر منتخب کی گئی ہے یہاں تمہارے ذہن کے ہر کچے اور پکے سوال کو سنا جائے گا محسوس کیا جائے گا تمہارے خلوص پر کوئی شک نہیں کیا جائے گا اس کی ہدایت مجھے غوری صاحب سے ملی ہے۔"

"مشعل شاہ کے دوہرے روپ کا حال جاننا چاہتا ہوں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ جو شخص میرا مستقبل بنا سکتا ہے خود اس کا حال کیا ہے۔"

"ونڈر فل ونڈر فل۔ بڑا خوفناک سوال ہے یقین کرو سر چکرا کر رہ گیا۔" میڈم خان نے متحیرانہ نگاہوں سے مجھے دیکھا پھر یک بیک مسکرا پڑیں۔

☆☆☆

لیکن اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تمہارا ایک ہی سوال سامنے والے کو چت کرنے کے لیے کافی ہے واقعی اس کا جواب تو مجھے بھی سوچنا پڑے گا۔" میں سادہ نگاہوں سے میڈم خان کو دیکھتا رہا چند لمحات کے بعد وہ بولیں۔

"مشعل شاہ نے تمہیں خود ہی آنے کی دعوت دی ہے اور تمہارے سلسلے میں مجھے ہدایت دی میں جانتی ہوں کہ وہ تمہارے لیے دل میں کیا تصور رکھتے ہیں اور اسی کے تحت میں ان کے بارے میں تمہیں تھوڑا بہت بتانے میں حرج محسوس نہیں کرتی میری بات تم سمجھ رہے ہو گے فیصل بات دراصل یہ نہیں ہے کہ میں اپنے طور پر گریز کرنا چاہتی ہوں مشعل شاہ صاحب نے یا سعید غوری نے جو مجھے ہدایات دی ہیں ان میں یہ شامل نہیں ہے کہ اگر تم یہ سوال کر ڈالو تو تمہیں کیا جواب دیا جائے محسوس نہ کرنا پلیز بس اپنی پوزیشن سب کو سنبھالنا ہوتی ہے مسٹر سعید غوری کے بارے میں یہ سمجھ لو کہ یہ وہ شخصیت ہیں جنہیں دنیا کا کوئی شخص مکمل طور پر جاننے کا دعویٰ نہیں کر سکتا ان کے ایک یا دو روپ نہیں ہیں تم نے انہیں مشعل شاہ کی حیثیت سے دیکھا سعید غوری کی حیثیت سے جان لیا لیکن شاید تمہیں اور بھی کئی کرداروں میں نظر آجائیں بشرطیکہ وہ یہ سب کچھ چاہیں مالی طور پر وہ انتہائی مضبوط آدمی ہیں اور ذہنی طور پر بھی بے پناہ مضبوط ان کی مختلف عمارتیں پھیلی ہوئی ہیں اس شہر میں باہر کی دنیا میں نجانے کیا' کیا ہے یہ میں بھی نہیں جانتی تمہارے سوال کا جواب یہ ہے کہ جس شخص کے بارے میں نے تم سے یہ کہا ہے کہ وہ تمہارا مستقبل تابناک بنا دے گا اس شخص کا ماضی حال اور مستقبل تینوں تابناک ہیں اتنا کچھ ہے

اس کے پاس کہ شاید ہم اس کا صحیح اندازہ بھی نہ لگا سکیں میرا خیال ہے اب تم مطمئن ہو گئے ہو گے۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا کہ روزی کافی کا سامان لے کر آ گئی اب اس کے چہرے پر بے تکلفی کا وہ تاثر نہیں تھا جو تھوڑی دیر پہلے تھا بلکہ ایک طرح سے سنجیدگی چھا گئی تھی اس نے کافی سامنے رکھی اور خود بھی وہیں پر بیٹھ گئی لیکن پھر اچانک بولی۔

"اگر آپ کوئی ایسی گفتگو کر رہی ہیں میڈم جس میں میری شمولیت مناسب نہ ہو تو انتہائی معذرت کے ساتھ میں اپنی پیالی اٹھا کر یہاں سے چلی جاؤں۔"

"ارے نہیں روزی بھلا ایسی کیا بات ہو سکتی ہے جو تمہارے سامنے نہ ہو سکے بیٹھو" روزی خاموشی سے اپنی پیالی اٹھا کر بیٹھ گئی میڈم خان کہنے لگیں۔

"تو اب ہم فیصل کو ان کا آئندہ پروگرام بتائے دیتے ہیں مسٹر ہدایات یہ ملی ہیں کہ میں آپ کے لیے بہترین لباس سلواؤں آپ کے اس حلیے کو فوری طور پر بدلنے کی کوشش کروں ویسے بھی آپ مجھ سے تعاون کا وعدہ کر چکے ہیں۔"

"کیوں نہیں میڈم خان بالکل۔" میں نے پر سکون لہجے میں جواب دیا۔

"لباس کا استعمال انسان کی شخصیت کو بہت کچھ بنا دیتا ہے اور وہ لوگ دوسروں کی نگاہوں میں زیادہ وقعت حاصل کر لیتے ہیں جو خوش لباس اور جامہ زیب ہوں تمہاری جسمانی ساخت یہ بتاتی ہے کہ یہ لباس تم پر سجے گا بہر طور کل ہم اس سلسلے میں کام کریں گے کچھ عرصے کے لیے تم اپنے وہ تمام مشاغل بھول جاؤ جنہیں جاری رکھے ہوئے ہو' دوسرا سوال میں تم سے یہ کہنا چاہتی ہوں کہ تمہاری انگریزی کیسی ہے۔"

"اس کا امتحان لے کر دیکھیے میڈم خان!" میں نے کہا اور میڈم خان نے دوسرا سوال مجھ سے انگریزی ہی میں کیا تھا اور میں نے اس کا جواب انگریزی میں دیا تھا۔

"ویری گڈ۔" میڈم خان نے کہا اور اس کے بعد ہماری تمام تر گفتگو انگریزی میں ہی ہوتی رہی میڈم خان نے انتہائی پر مسرت لہجے میں کہا۔

"میرے خدا میں اتنی امید نہیں رکھتی تھی تم سے یوں لگتا ہے جیسے انگریزی پر تم نے خاصی توجہ دی ہو۔" میڈم خان کے ان الفاظ پر ایک چہرہ میرے ذہن میں آ کے گزر گیا یہ نازاں باجی کا چہرہ تھا جنہوں نے بڑی لگن سے خصوصی طور پر مجھے انگریزی سکھائی تھی ان کا کہنا تھا کہ یہ زبان بڑی کار آمد ہے اور زندگی کے ہر شعبے میں بڑی مددگار ثابت ہوتی ہے میڈم خان نے کافی دیر تک مجھ سے گفتگو کرتی رہی پھر اس نے کہا۔"

"بہر طور تم ہمارے لیے ایک کھلونے کی مانند ہو اور یہ کھلونا ہمیں بہت پیارا ہے اب میرا خیال ہے کہ آرام کیا جائے۔" میڈم خان اور روزی باہر گئیں دروازہ انہوں نے باہر سے یونہی بند کر دیا تھا میں بستر پر لیٹ گیا میرے پاس گہری سوچوں کے سوا اور کیا ہو سکتا تھا دوسرے دن تقریباً ساڑھے آٹھ بجے جاگا' غسل وغیرہ کیا اور لباس تبدیل کر لیا روزی غالباً کمرے میں جھانک کر جا چکی تھی لباس تبدیل کر کے باہر نکلا تو اس نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ناشتہ تیار ہے۔"

"میڈم خان چلی گئیں۔"

"نہیں ناشتے پر تمہاری منتظر ہیں۔" اس نے کہا روزی کے لہجے میں میں نے ایک سپاٹ پن محسوس کیا تھا لیکن اس پر غور نہیں کیا' ناشتے کے کمرے میں بھی روزی ہمارے ہی ساتھ تھی میڈم خان نے کہا۔

"بس تھوڑی دیر کے بعد ہم چلیں گے فیصل تمہارے لیے تمہاری پسند کے لباس خریدنے جائیں گے اور اس کے بعد ناپ دے دیا جائے گا بعد میں تمہیں یہیں واپس چھوڑ جاؤں گی آج کے دن میں ذرا مصروف ہوں کل سے ہو سکتا ہے کہ تمہارے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت گزاروں۔" میڈم خان نے جو کچھ کہا تھا اسی پر عمل کیا میں اس کے ساتھ کار میں بیٹھ کر چل پڑا روزی کو گھر ہی میں چھوڑ دیا گیا تھا میڈم خان مجھے سیدھی صدر لے گئی۔ ان لباسوں کی خریداری پر بے پناہ روپیہ خرچ کیا تھا میں نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا بس خاموش تماشائی کی حیثیت ہی اختیار کر لی یہ ایک اچھا ذریعہ ملا تھا مجھے اور میں اس سے پورا پورا فائدہ حاصل کر رہا تھا ان تمام کاموں سے فراغت کے بعد میڈم خان مجھے فلیٹ پر چھوڑ گئی روزی میرا انتظار کر رہی تھی اس نے کھانے کے بارے میں پوچھا تو میں نے کہا کہ بھوک نہیں ہے تاہم تھوڑا بہت کھانا کھا لیا جائے گا کھانے کی میز پر روزی اتنی سنجیدہ تھی کہ میں نے چونک کر اسے دیکھا اور مسکرا کر بولا۔

"کیا بات ہے روزی تم اچانک سنجیدہ ہو گئی ہو؟"

"نہیں تو ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"چھپانا چاہتی ہو تو مجبور نہیں کروں گا لیکن میں محسوس کچھ ایسا ہی کر رہا ہوں۔"

"یقین کرو کوئی خاص بات نہیں ہے بس انسانی فطرت ہے کبھی کچھ افسردگی سی طاری ہو جاتی ہے تاش کھیلنا جانتے ہو؟"

"نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"کبھی نہیں کھیلے۔"

"آؤ میں تمہیں سکھاؤں"

"نہیں کچھ دیر باتیں کریں گے۔" میں نے کہا اور ڈرائنگ روم میں آبیٹھا روزی بھی میرے سامنے بیٹھ گئی تھی اس نے کہا۔

"شراب پیتے ہو؟"

"کمال ہے بری بری باتوں کے بارے میں پوچھ رہی ہو تم مجھ سے میں بتا چکا ہوا روزی کہ میرا ماحول عجیب رہا ہے تمہیں تھوڑا بہت اندازہ تو خود بھی ہو گیا ہو گا جو زندگی میں نے گزاری ہے اس میں ان تمام چیزوں کی گنجائش کہاں ہوتی ہے۔"

"ایک بات پر حیرت ہے مجھے فیصل۔"

"کیا؟"

"تم جس زندگی کا تذکرہ کرتے ہو اسے میں نے بھی دیکھا ہے وہ لوگ بہت مختلف ہوتے ہیں تم سے جو درحقیقت اس زندگی سے متعلق ہوتے ہیں تم ان سے منفرد کیوں ہو؟"

"پتا نہیں یہ بات تم نے محسوس کی ہے میں نے کبھی اس پر غور نہیں کیا۔"

"یا پھر میں یہ کہہ سکتی ہوں کہ کچھ لوگ جس مقصد کے لیے پیدا ہوتے ہیں ان کی شخصیت میں بھی وہی بات نکل آتی ہے جو سب کچھ تمہارے اندر موجود ہے خیر چھوڑو ان باتوں کو اب اپنی پسند کی بات کرو۔"

"تم سعید غوری کے ساتھ کب سے شامل ہو" روزی میرے سوال پر مجھے دیکھتی رہی پھر اس نے کہا۔

یہی کوئی چھ سال ہو گئے ہیں۔

اس سے پہلے تم کہاں تھیں؟۔

"سیالکوٹ میں۔" اس نے جواب دیا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"یہاں تمہارے خاندان کے دوسرے افراد نہیں ہیں۔"

"نہیں کوئی نہیں البتہ سیالکوٹ میں ضرور ہیں۔"

"کون کون ہے؟" میں نے سوال کیا اور روزی کے چہرے پر کچھ یادوں کے نقوش اجاگر ہو گئے جیسے وہ چشم تصور سے اپنے گھر کو دیکھ رہی ہو پھر اس نے کہا۔

"دو بہنیں ہیں ایک بڑی ایک چھوٹی ایک بھائی ہے چھوٹا' ممی ہیں ڈیڈی ہیں سب لوگ ہیں۔"

"تم کتنے دن کے بعد ان کے پاس جاتی ہو؟"

"چھ سال میں صرف دو مرتبہ جا سکی ہوں وہ بھی دو دو چار چار دن کے لیے۔"

"وہاں سے یہاں آنے کی وجہ؟"

"ملازمت۔" روزی نے جواب دیا۔

"کیا اسی ملازمت کے لیے تم نے یہ سفر طے کیا تھا۔"

"حالات کی مجبوری نے مجھے رولنگ اسٹون بنا دیا تھا پھر میں لڑھکتی ہوئی مٹھل شاہ تک پہنچی مٹھل شاہ نے مجھے سہارا دیا اور پھر تھوڑی سی تربیت کے بعد یہاں پہنچا دیا اب صرف اس کے لیے ہی کام کرتی ہوں۔"

"کیا کیا؟"

"یہ نہ پوچھو کام کی نوعیت بتانے کی اجازت نہیں ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے جس کام میں تمہیں کوئی دقت ہو وہ میرے کہنے سے کبھی نہ کرنا ویسے تمہارے والدین یہ بات جانتے ہیں کہ تم یہاں ایک ایسے شخص کے ساتھ کام کرتی ہو جس کے کئی روپ ہیں۔"

"تمہارے سوال کی گہرائی کو میں سمجھ رہی ہوں فیصل وہ لوگ نہیں جانتے۔" روزی نے جواب دیا۔

"کیا تمہیں جرم کی زندگی گزارنی پڑتی ہے روزی۔"

"پلیز فیصل پلیز اس موضوع کو ترک کر دو تو اچھا ہے۔"

"میں صرف یہ جاننا چاہتا تھا کہ روزی تمہارے والدین کو یہ علم ہو جائے کہ تم کیا

زندگی گزار رہی ہو تو کیا وہ اس پر خوش ہوں گے۔"

"جواب میں روزی کی آنکھوں میں نمی آگئی وہ گردن جھکائے کچھ دیر سوچتی رہی پھر وہ قدرے بھرائی آواز میں بولی" تمہارا کیا خیال ہے کیا وہ خوش ہوں گے۔"

"تو پھر۔"

"لیکن ان کی ذمہ داری مجھ پر ہے ڈیڈی آنکھوں سے معذور ہیں بہن بھائی بہت چھوٹے ہیں انہیں ایک اچھا مستقبل دینے کے لیے اچھی رقم کی ضرورت ہوتی ہے اور اچھی رقم یہاں کسی ملازمت میں نہیں مل سکتی سعید غوری بہت اچھے انسان ہیں بے شمار برائیاں ہوں گی ان کے اندر لیکن انسانی ہمدردی کی بنیاد پر وہ ایک معیاری انسان ہیں میری ضروریات کا خیال رکھتے ہیں کہ میں اپنے والدین کو ان کی ضرورت کے مطابق اتنا بھیج دیتی ہوں کہ اب ان کی پریشانیاں دور ہو گئی ہیں کچھ دن کے بعد میں ڈیڈی کو یہیں کراچی بلا رہی ہوں ان کی آنکھوں کا آپریشن کرانا ہو گا مجھے اور اس کے لیے سعید غوری نے ہر قسم کی ذمہ داری قبول کر لی ہے تم خود سوچو فیصل اس قسم کی آسانیاں جہاں حاصل ہو جائیں وہاں میرا خیال ہے کوئی بھی کسی کام سے معترض نہیں ہو سکتا۔"

"میں گہری سانس لے کر گردن ہلانے لگا دکھ کی ایک داستان تھی جو روزی کے وجود میں سمائی ہوئی تھی اور میں اس داستان کے کرب کو بخوبی محسوس کر رہا تھا پھر میں نے کہا۔"

"روزی ایسا کوئی کام تو نہیں کرنا پڑتا تمہیں جس پر ضمیر روتا ہو؟" میرے سوال پر روزی نے غور سے مجھے دیکھا پھر بولی۔

"فیصل ایسی کوئی بات نہ کرو جو میرے لیے عذاب بن جائے۔"

"کیوں' اچھا ٹھیک ہے روزی ایک آخری بات کہہ رہا ہوں تم سے اسے اپنے ذہن میں ہمیشہ محفوظ رکھنا میری امانت ہو گی یہ تمہارے پاس۔"

"کیا؟"

"وقت ہم سے کچھ طلب کرتا ہے روزی اور اگر ہم اس کا مطالبہ پورا نہ کریں تو وہ روندتا ہوا بہت پیچھے چھوڑ جاتا ہے لیکن اپنے ان جذبوں میں وہ تمام احساسات ہمیشہ زندہ رہنے چاہئیں جن کا تعلق ہماری ذات کے اندرونی حصوں سے ہوتا ہے ان جذبات کو کبھی

میں مرنے دینا چاہیے جن میں انسانیت اور محبت محفوظ ہو مطلب یہ ہے کہ جو کچھ کر رہے ہو اگر وقت کی ضرورت ہے تو اپنے آپ کو اس مجبوری سے ہم آہنگ کر لو اور جو بھی بہتر وقت نصیب ہو جائے اپنے آپ کو تبدیل کر لو یہی میرے خیال میں بہتر ہے میرا تجربہ زیادہ وسیع تو نہیں روزی لیکن ان الفاظ کا مفہوم میں سمجھ چکا ہوں۔"

روزی الجھی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی پھر اس نے گہری سانس لے کر آنکھیں بند کر لیں میں نے چند لمحات اس کے بولنے کا انتظار کیا پھر کہنے لگا۔

"ایک بات بتاؤ روزی کم از کم یہ بتانے میں تو تمہیں جھجک نہیں ہونی چاہیے۔"

"کیا؟" روزی نے آنکھیں کھول کر مجھے دیکھا۔

"کل جب میں آیا تھا تو تم کافی مسرور تھیں غیر متوقع طور پر میڈم خان یہاں آگئیں تو تم کچھ سنجیدہ ہو گئیں" روزی نے اپنے چہرے کے بدلتے ہوئے رنگ پر قابو پایا اور پھر کہنے لگی۔"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے میڈم خان کا مجھے احترام کرنا ہوتا ہے ان کے سامنے سنجیدہ رہنا تو لازمی ہے میری اور ان کی حیثیت میں بہت فرق ہے وہ سعید غوری صاحب کی دوست ہیں اور میں ملازم۔"

"ہوں تو یہ خاموشی صرف اس بنیاد پر تھی۔"

"ہاں یہی سمجھ لو البتہ ایک اور تصور بھی تھا دل میں۔" روزی نے بدستور جھجکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"وہ کیا۔"

"ان کی غیر موجودگی میں میں اپنے آپ کو تم سے کافی بے تکلف سمجھ رہی تھی لیکن اس کے بعد اچانک یوں محسوس ہوا جیسے میرے اور تمہارے درمیان میڈم خان موجود ہوں اور اب میرا تم سے براہ راست واسطہ نہ رہا ہو۔" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی میں نے آہستہ سے کہا۔

"دیکھو روزی ابھی میری اور تمہاری ملاقات کو مختصر عرصہ گزرا ہے لیکن یوں سمجھو کہ اگر میڈم خان اونچی سطح کی عورت ہے اور اس کا تعلق براہ راست سعید غوری سے ہے تو میں تمہاری سطح سے تعلق رکھتا ہوں میرے ذہن میں تمہارے لیے جو مقام اور

گنجائش ہے وہ میڈم خان کے لیے نہیں ہو سکتی یہ اچھا ہوا کہ یہ بات تم نے مجھے بتا دی کہ ہمیں میڈم خان کے سامنے اپنا رویہ محتاط رکھنا ہوگا اس کے بعد اگر میڈم خان کے سامنے مجھے تم سے کچھ اجتناب برتنا پڑے تو اسے محسوس نہ کرنا۔" میرے ان الفاظ نے روزی کے چہرے پر جو تاثرات پیدا کیے ان سے مجھے ان الفاظ کی پوری پوری قیمت وصول ہوگئی بہرطور اسی دنیا کا انسان تھا اور خوشی سے متاثر ہوتا تھا جذبے بھی تھے سینے میں یہ دوسری بات ہے کہ ان جذبوں میں آگ لگا دی گئی تھی اور میں ایک سلگتے ہوئے وجود کی حیثیت اختیار کر گیا تھا ورنہ دنیا کے لیے میرے دل میں محبت بھی باقی تھی۔ روزی نے کپکپاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تمہارے یہ الفاظ میرے لیے قیمتی سرمایہ ہیں فیصل اور اب تم مجھے اداس نہیں دیکھو گے تم نے یہ سب کچھ کہہ کر یقین کرو مجھے بہت سکون دیا ہے میری نگاہوں میں میری اپنی عزت بڑھا دی ہے شکریہ فیصل بے حد شکریہ!" میں مسکراتا رہا تھا میڈم خان کہہ کر گئی تھیں کہ آج وہ واپس نہیں آئے گی مگر نجانے کیوں وہ اپنے پروگرام کی خود ہی تردید کر رہی تھی کیونکہ رات کو دس بجے کے قریب جب ہم کھانے سے فارغ ہوئے ہی تھے تو وہ پھر آ گئی بیل بجی تو دروازہ روزی نے کھولا اور پھر میں بھی باہر نکل آیا میڈم خان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہیلو فرینڈز کہو کیا ہو رہا ہے میری آمد تم لوگوں کے لیے غیر متوقع تو ہوگی۔"

"ویسے ابھی تھوڑی دیر کے بعد مسٹر غوری بھی آنے والے ہیں انہوں نے مجھے یہاں پہنچنے کے لیے کہا تھا۔ ویسے میرا آنے کا پروگرام نہیں تھا لیکن سعید غوری صاحب کی وجہ سے آنا پڑا" میڈم خان میرا گہری نظروں سے جائزہ لینے لگیں پھر بولیں۔

"تم اس بات پر یقین کرو گے مائی ڈیئر فیصل کہ چند گھنٹوں کے اندر اندر میں تمہارے اندر ایک نمایاں تبدیلی محسوس کر رہی ہوں۔"

"آپ کی تمام باتوں پر یقین کرنا ہوگا میڈم خان!" میں نے کہا اور میڈم خان مصنوعی انداز میں ہنسنے لگیں اس کی چمکدار نگاہیں میرا بغور جائزہ لے رہی تھیں پتا نہیں اس کے ذہن میں کیا تھا سعید غوری کے لیے ہمیں زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا آدھے گھنٹے کے بعد دروازے کی بیل پھر بجی اور آنے والا سعید غوری ہی تھا میں نے اسے دیکھا اور

ایک گہری سانس لے کر خاموش ہوگیا۔ مشعل شاہ کی حیثیت سے ایک درویش نظر آنے والا یہ شخص اس وقت گرے کلر کے سوٹ میں بہت ہی دلکش نظر آ رہا تھا لمبے لمبے بال ایک خاص اسٹائل میں ترتیب دیئے گئے تھے اور اس اسٹائل نے اس کی شخصیت میں نکھار پیدا کر دیا تھا اس نے بھی مجھ سے مسکراتے ہوئے ہاتھ ملایا اور اس کے بعد ہم لوگ ڈرائنگ روم میں آ گئے سعید غوری کہنے لگا۔

"روزی تم بھی کیا سوچتی ہوگی کہ جب بھی یہ شخص آتا ہے تمہیں کافی بنانے کے لیے کہتا ہے مگر یہ بھی سچ ہے کہ کافی کا مزا تمہارے ہی ہاتھ سے آتا ہے۔"

"ابھی لاتی ہوں صاحب!" روزی نے کہا اور باہر نکل گئی سعید غوری مجھے دیکھنے لگا پھر بولا۔

"ہاں بھئی کیسا رہا تمہارا یہ تجربہ فیصل۔"

"بہت اچھا ہے غوری صاحب مجھے اندازہ تھا کہ زندگی کی یہ تبدیلی میرے لیے دلچسپ ہوگی۔"

"ابھی کیا دیکھا ہے تم نے میرے دوست میری نگاہ انتخاب تمہیں نہ جانے کہاں سے کہاں پہنچائے گی کسی بات کا برا نہ ماننا خود تمہارے اندر اگر یہ صلاحیت موجود نہ ہوتی ظاہر ہے میں تمہارا انتخاب نہ کرتا۔ ویسے ایک بات میرے ذہن میں سے نکل گئی تھی مگر تم نے بھی اس کے بارے میں مجھ سے گفتگو نہیں کی پہلے تم نے مجھ سے کہا تھا کہ تم یہاں تھوڑا سا وقت دے سکتے ہو اور وہاں ٹرک کے اڈے پر تمہاری موجودگی بہت ضروری ہے میں نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا تھا لیکن اب یہ تمہارا فیصلہ کیوں بدل گیا۔"

"جس شخص کے ہاں میں ملازمت کرتا تھا اس کے بارے میں میں نے آپ کو بتا دیا تھا مسٹر غوری کہ وہ میرا دوست بھی ہے اور کرم فرما بھی میں نے اس سے کچھ عرصے کے لیے اجازت طلب کر لی ہے اور اس نے خوشی سے مجھے یہ اجازت دے دی ہے۔"

"بہت خوب میں نے بعد میں اس بارے میں سوچا اور ذرا سا الجھا بھی رہا ٹیلیفون کے معلوم بھی کر سکتا تھا تم سے لیکن پھر میں نے یہ سوچا کہ کیوں نہ آج تم سے ملاقات ہی کر لی جائے۔"

"تبدیلیاں تو اور بھی ہیں مسٹر غوری مثلاً" یہ کہ آپ نے فرمایا تھا رات کے اس حصے میں آپ یہیں اس فلیٹ پر ہوتے ہیں لیکن نہ تو میڈم خان یہاں رہتی ہیں اور نہ آپ۔" میری اس بات پر سعید غوری مسکرا دیا اور بولا۔

"دیکھو دوست اب تم سے کوئی بات گول مول کرنا اپنے ساتھ ہی ناانصافی ہے میرے بہت سے مشاغل ہیں آستانہ مٹھل شاہ میں مٹھل شاہ کی حیثیت سے جو کچھ کرتا ہوں اس کے ساتھ دوسرے لوازمات بھی ہوتے ہیں تفصیل تو نہیں بتاؤں گا تمہیں اس وقت مختصراً" یہ سن لو کہ وہاں ایسے لوگ آتے ہیں جو زندگی کی الجھنوں کا شکار ہوتے ہیں اور اس سلسلے میں روحانیت سے مدد چاہتے ہیں میں ان کی مدد دونوں طرح سے کرتا ہوں یعنی ان کا روحانی علاج بھی ہو جاتا ہے اور وہ دنیاوی علاج بھی جس کے لیے وہ اپنے آپ کو بے بس پاتے ہیں بہت سے ایسے لوگ ہوتے ہیں جو ایک دوسرے سے منسلک ہوتے ہیں۔ آپس میں وہ تعاون نہیں کر سکتے لیکن جہاں روحانیت کا مسئلہ آجائے تو پھر انہیں تعاون کرنا ہی ہوتا ہے اب اس سلسلے کے بہت سے جھگڑے مجھے آستانے سے واپسی کے بعد نمٹانے پڑتے ہیں ایسے حالات کے لیے میں نے اپنے چند ٹھکانے بنا رکھے ہیں کبھی کہیں ہوتا ہوں کبھی کہیں تاہم تم سے ملاقات کے لیے خصوصی طور پر آگیا میری کمی محسوس نہ کرنا یوں بھی یہاں روزی میری جانشین ہے اور میڈم خان تو ہیں ہی تمہاری استاد۔ یہ تمہیں ساری استادیاں سکھا دیں گی اور تمہاری تمام ضرورتیں بھی انہی کے ذریعے پوری ہو جائیں گی مجھے ذرا تم تیسرے نمبر پر ہی رکھو تو بہتر ہے۔ ویسے جب بھی ضرورت پیش آئے گی ظاہر ہے تم سے دور نہیں رہوں گا۔"

"نہیں سعید غوری صاحب میرا یہ مقصد نہیں تھا۔ سعید غوری مسکراتا رہا میڈم خان نے کہا۔"

"بہر طور مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ فیصل یہاں مطمئن ہے۔"

"آپ انہیں مطمئن کرنے کے لئے سارے طریقہ کار اختیار کریں میڈم خان' میں نے آپ کو ان کے بارے میں بتا دیا ہے کہ میرے ذہن میں ان کا مقام کیا ہے۔ ویسے اس میں کوئی شک نہیں ہے فیصل کہ روز بروز ہم تمہاری اپنی صلاحیتوں کے قائل ہوتے

"تعجب ہے غوری صاحب میں نے تو ابھی کچھ نہیں کیا سوائے یہاں کھانے پینے یا پھر بستر پر دراز ہونے کے۔"

یہ بات ابھی بہت بعد میں تمہاری سمجھ میں آئے گی کہ بہت سے خاموش مظاہرے بھی بڑی عجیب و غریب کیفیات کے حامل ہوتے ہیں۔ ویسے میں تمہیں ایک بات ضرور بتانا چاہوں گا وہ یہ کہ جہاں تک مجھ سے ممکن ہو سکا ہے تمہارے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہا ہوں۔ میری معلومات ابھی چند ماہ تک محدود رہی ہیں یعنی رستم خان تک۔ رستم خان جو ایک ٹرانسپورٹ کمپنی کا مالک تھا اور جو قتل کر دیا گیا تھا تم اس کے ساتھ رہتے تھے اس سے پہلے کے بارے میں میں بہت کچھ معلوم کرنا چاہتا تھا لیکن میری معلومات محدود رہی تھیں کیونکہ کوئی ایسا شخص نہیں مل سکا جو تمہارا شناسا ہو۔ میں خاموش نگاہوں سے سعید غوری کو دیکھنے لگا۔ تو اس نے کہا۔"

"برا تو نہیں مانا میری اس بات کا تم نے مجھے اپنے بارے میں کچھ بتانے سے انکار کر دیا تھا لیکن تمہارے بارے میں کچھ جاننا میری ضرورت تھی۔"

"میں نے آپ سے یہ بھی تو کہا تھا غوری صاحب کے وقت گزرنے دیجیے۔ ایک وقت ایسا آجائے گا کہ میں خود بخود آپ کو اپنے بارے میں تفصیلات بتا دوں گا۔ اتنا بتا چکا ہوں میں آپ کو کہ میری ذات سے کوئی ایسا گہرا راز وابستہ نہیں ہے یا کوئی ایسی خاص چیز نہیں ہے جس کو نہ بتا کر آپ کو کوئی نقصان پہنچ سکے۔"

"ارے نہیں نہیں میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ یہ بات نہیں ہے دراصل میں نے پہلی ہی نگاہ میں تمہارے اندر بھی ایک دوہری شخصیت دیکھ لی تھی ایک ایسا شخص جو ٹرک ڈرائیور کرتا ہے لیکن جو بے حد مستعد اور پھرتیلا ہے جو بہترین انگریزی بولتا ہے اور اس کی گفتگو اس کی عمر سے کہیں آگے محسوس ہوتی ہے شخصیت میں تضاد تو نکلا بھی اور ہر آدمی اس تضاد کو جاننے کا خواہشمند ہوتا ہے میں نے بے اختیار مسکرا کر گردن ہلا دی تو سعید غوری بھی مسکرا اٹھا۔"

"ہاں ہاں میں جانتا ہوں تمہاری مسکراہٹ کی وجہ جانتا ہوں تم میری شخصیت کا تذکرہ کرو گے چلو ٹھیک ہے بھئی ہمارے درمیان معاہدہ تو ہو چکا ہے کہ رفتہ رفتہ ہم اپنے بارے میں ایک دوسرے کو بتائیں گے۔"

"فرق صرف یہ ہے غوری صاحب کہ آپ میرے بارے میں رستم خان تک جاسکتے ہیں لیکن میں؟۔"

"نہیں بھئی' یہ بات نہیں کہہ سکتے تم فیصل میں تو تمہارے بارے میں اتنی کوششوں سے اتنا جان سکا ہوں کہ پہلے تم ایک ٹرانسپورٹ کمپنی میں تھے اور کچھ واقعات پیش آنے کی وجہ سے وہاں سے ہٹ گئے لیکن تم میرے بارے میں اس سے پہلے جان چکے ہو کہ میں ایک رات تمہیں ملا تھا اور اس کے بعد تم نے مجھے مشعل شاہ کے روپ میں دیکھا اور اس کے بعد سعید غوری کی حیثیت سے تم مجھ سے روشناس ہوئے۔ گویا تم اس سلسلے میں مجھ سے آگے نکل چکے ہو بہرحال جانے دو مجھے تمہارے ماضی سے کوئی غرض نہیں ہے میں تو تمہارا حال اور اس کے بعد تمہارا مستقبل دلچسپی کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ حال کا جہاں تک تعلق ہے تو میڈم خان نے اس کی ذمہ داری قبول کی ہے اور اس کے بعد مستقبل کی ابتدا ہوتی ہے اور اس کے لیے تم نے مجھ پر بھروسے کا اظہار کیا ہے۔"

"یقیناً" میں آپ سے ہر تعاون کے لیے تیار ہوں۔ میں نے جواب دیا سعید غوری......... دیر تک بیٹھا مجھ سے گفتگو کرتا رہا اور اس کے بعد اس نے میڈم خان سے کہا۔"

"میڈم خان اب میں چلتا ہوں باقی آپ کا کام سست رفتار نہیں ہونا چاہیے۔"

"نہیں ہوگا۔" میڈم خان نے جواب دیا۔ چلتے چلتے سعید غوری نے کہا۔

"میں تمہاری اس بات سے بہت زیادہ خوش ہوا ہوں فیصل کہ تم نے وہاں سے اپنا رابطہ منقطع کرلیا ہے دیکھو کچھ پیشکش کروں گا تمہیں دو چار دن کے بعد اور اس کے بعد تم سے ان کا جواب بھی طلب کروں گا میرا مطلب یہ ہے کہ اب تمہیں وہاں جانے کی قطعی ضرورت نہیں ہے میں تمہاری ایک نئی شخصیت کی تکمیل کر رہا ہوں اور اس کے لیے تمہیں دنیا کی نگاہوں سے چھپانا چاہتا ہوں۔ جہاں تک رہا تمہارے اس ٹرانسپورٹ والے دوست کا معاملہ تو تم اس سے اگر کبھی چاہو تو ٹیلیفون پر گفتگو کر سکتے ہو یا اگر ممکن نہ ہو تو کسی ایسے مناسب وقت میں اس سے مل بھی سکتے ہو جب کہ ہم اپنے اطراف سے مطمئن ہوں اس کا بندوبست تمہاری ضرورت کے مطابق کردوں گا۔"

"نہیں غوری صاحب کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے میں آپ کے لیے کسی طور تکلیف دہ نہیں بنوں گا۔"

"بس بس یہ کہنے کی ضرورت نہیں مجھے تم پر اگر اتنا یقین نہ ہوتا تو میں اتنا بڑا قدم نہ اٹھاتا۔"

"سعید غوری چلا گیا میڈم خان کا جانے کا کوئی ارادہ نظر نہیں آتا تھا۔ روزی معمول کے مطابق چپ چپ سی تھی ویسے میں نے اس سے جو کچھ کہہ دیا تھا اس سے وہ مطمئن ہوگئی تھی میڈم خان کے ساتھ وہ بھرپور انداز میں تعاون کر رہی تھی۔ میڈم خان میرے ساتھ ڈرائنگ روم میں ہی بیٹھ گئی پھر اس نے کہا۔"

"آج میرا واپس جانے کا ارادہ نہیں ہے فیصل بہت سی باتیں کروں گی تم سے کیا خیال ہے وقت کافی ہو چکا ہے کیوں نہ آرام کیا جائے۔"

"جیسا آپ مناسب سمجھیں۔" میں نے کہا میڈم خان نے روزی سے کہا۔

"روزی تم اپنے معمولات سے فارغ ہونے کے بعد آرام کرو میں ذرا فیصل کے ساتھ ہوں۔" روزی نے گردن خم کردی تھی۔

"میڈم خان خواب گاہ کی ایک ایسی الماری کی طرف بڑھ گئی جو مقفل تھی اور ابھی تک اسے کھولا نہیں گیا تھا اس نے اپنے پرس سے چابی نکالی اور الماری کا دروازہ کھول لیا اندر بہت سے لباس رکھے ہوئے تھے وہ مسکراتے ہوئے بولی۔"

"معاف کرنا فیصل تمہارے کمرے پر ابھی میرے تھوڑے سے سامان کا قبضہ ہے کسی مناسب وقت تمہاری الماری خالی کر دوں گی میں مدہم سی مسکراہٹ کے ساتھ خاموش ہوگیا تھا میڈم خان نے ایک لباس نکالا اور باتھ روم کی جانب بڑھ گئیں میرے ذہن میں کوئی ایسا تصور نہیں تھا جو باعث الجھن ہوتا میں صوفہ پر ہی بیٹھ گیا تھا۔ میڈم خان غسل خانے سے برآمد ہوئی تو جسم پر ایک انتہائی خوبصورت گاؤن نظر آرہا تھا۔ بال کھلے ہوئے پھر وہ سراپا قیامت بنی ایک دلکش چال چلتی ہوئی میرے نزدیک صوفے پر آبیٹھی پھر انہوں نے کہا۔"

"کیا تم شب خوابی کا لباس تبدیل نہیں کرو گے فیصل میں نے مسکراتی نگاہوں سے انہیں دیکھتے ہوئے کہا۔"

"میرے پاس ابھی دوسرے لباس ہیں کہاں میڈم اور جہاں تک شب خوابی کے لباس کا معاملہ ہے تو آپ کو میرے بارے میں اچھی طرح اندازہ ہے کہ میرے شب خوابی کا لباس بھی یہی ہوا کرتے ہیں۔"

"اوہ تھوڑی سی غلطی ہوگئی معاف کرنا میری "سوری فیصل ویری سوری" تمہارے کچھ لباس میں نے آج تیار کرنے کے لیے کہہ دیئے ہیں لیکن لینے نہ جاسکے۔ بس کل تک کی معذرت" پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور اس کے بعد اس کمرے ہی سے باہر نکل گئی میں خاموشی سے دروازے کو دیکھتا رہا تھوڑی دیر بعد وہ واپس آئی تو ان کے ہاتھوں میں ایک ٹرے تھی جس پر کچھ سامان رکھا ہوا تھا اور انہوں نے یہ ٹرے میز پر رکھ دی اور میں نے غور سے دیکھا شراب کی بوتل میرے لیے اجنبی نہیں تھی کئی بار نگاہوں سے گزر چکی تھی غیر ملکی شراب تھی اور دو گلاس تھے اس کے علاوہ سائفن اور برف کی باسکٹ وغیرہ بھی تھی دو گلاس دیکھ کر میری پیشانی پر پسینے کے ننھے ننھے قطرے نمودار ہوگئے میڈم خان خاموشی سے اپنے عمل میں مصروف تھی انہوں نے دونوں گلاسوں میں شراب انڈیلی اور پھر میری جانب دیکھ کر مسکرانے لگی۔

میں نے سرد لہجے میں کہا۔ "میڈم خان میں نے زندگی میں کبھی شراب نہیں پی۔"

"تمہاری زندگی ہی ابھی کتنی گزری ہے فیصل ابھی تو زندگی تمہیں بہت سے لوازمات سے روشناس کرائے گی یہ ایک پیگ ہے پی لو۔"

"نہیں میڈم خان چونکہ میں نے یہ سب کچھ اس سے پہلے کبھی نہیں کیا اس لیے میرے لیے مشکل ہے۔"

"سوری فیصل یہ بہت ضروری ہے اس لیے جو کچھ میں کہہ رہی ہوں اس پر عمل کرو۔ دیکھو کوئی ایسا قدم نہیں اٹھا رہی میں جو سعید غوری کی مرضی کے خلاف ہو ہم لوگ ایک ماحول تشکیل دے رہے ہیں فیصل۔ تمہیں زندگی کے بارے میں خاصی معلومات حاصل ہوں گی۔ میں اس سے انکار نہیں کرتی لیکن زندگی کے بے شمار رخ ہیں جس رخ کی جانب ہم تمہیں لے جانا چاہتے ہیں اس میں ایک حصہ اس چیز کا بھی ہے۔"

"مگر میڈم یہ میرے مزاج کے خلاف ہے۔"

"فیصل ایک بات کا تم اطمینان رکھو کوئی بھی ایسی بات نہیں ہونے دی جائے گی

جس سے تمہاری ذات کو ذرہ برابر نقصان پہنچے۔ دراصل لوگوں نے اپنی شناخت کے لیے کچھ خاص عوامل رکھے ہیں جس طبقے سے ہم اپنے آپ کو متعارف کرائیں گے اس میں یہ سب کچھ انتہائی ضروری تصور کیا جاتا ہے۔ بلکہ اسے شخصیت کا ہی ایک حصہ سمجھا جاتا ہے تمہیں کوئی نقصان کسی قیمت پر نہیں ہونے دیا جائے گا بالکل بے فکر رہو اور میری اس حیثیت کو قبول کرلو۔"

"حیثیت" میں نے سوالیہ نگاہوں سے میڈم خان کو دیکھا۔

"ہاں ان لوگوں نے مجھے تمہارا استاد مقرر کر دیا ہے تمہیں وہ سب کچھ سکھانا میری ذمہ داری ہے جو تمہاری شخصیت کو ایک نکھار بخش دے۔"

ایک لمحے کے لیے تھوڑی سی الجھن کا شکار ہوا پھر میں نے سوچا جب اس دشت میں قدم رکھ ہی دیا ہے تو پھر اس کے ہر پہلو سے آشنا ہونا ضروری ہے۔ میں نے گلاس ہاتھ میں لے لیا تو میڈم خان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اس نے میرے گلاس سے اپنا گلاس ٹکرایا اور میں نے وہ مکروہ شے اپنے حلق میں انڈیل لی۔ جس کے استعمال کی وجہ آج تک میری سمجھ میں نہیں آئی تھی لوگ اس سے نفرت کا اظہار کرتے تھے پھر بھی اس سے شغل کرتے تھے۔ میں نے بھی اپنے گلے سے سینے تک ایک خراش سی محسوس کی میڈم خان بری طرح چونک پڑی تھی پھر وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔"

"او مائی گاڈ تم نے ایک ہی سانس میں پورا پیگ حلق میں ڈال لیا۔"

"کتنے سانس لینے چاہیے تھے میڈم خان" میں نے پر مزاح انداز میں کہا اور وہ آنکھیں بند کر کر کے جھٹکنے لگی اور پھر بولی۔

"غلطی میری ہی ہے اس کی ہلکی ہلکی چسکیاں لی جاتی ہیں دیکھو اس طرح انہوں نے اپنے گلاس سے ایک چسکی لی اور اس کے بعد اسے میز پر رکھ دیا پھر میرے لیے دوسرا پیگ بنانے لگیں۔"

"کیا یہ بھی؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں پینے کا مزہ تو اسی انداز میں ہے جس انداز میں، میں نے تمہیں بتایا۔ دیکھو کتنا فرق محسوس ہوگا تمہیں۔" اور میڈم خان مجھے وہ فرق سمجھاتی رہیں شاید یہ فرق میں نے دوسرے پیگ میں بھی محسوس نہیں کیا تھا پھر تیسرے اور شاید چوتھے پیگ میں، میں نے

اس فرق میں ایک سرور سا محسوس کیا اور میرے ذہن کی کیفیت بدلنے لگی مجھے اپنے الفاظ خود اجنبی اجنبی محسوس ہو رہے تھے۔ لیکن وہ ان الفاظ سے شاید اجنبی نہیں تھی اور میں نے ان سے سوال بھی کیا۔"

"میڈم مجھے اپنے الفاظ بے ربط سے لگ رہے ہیں۔ کیا آپ کو بھی ایسا ہی محسوس ہو رہا ہے جواب میں وہ ایک عجیب سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔"

"یہ بے ربط لہجہ تو تمہارے حسن کو ایک ایسا انداز بخش رہا ہے فیصل جسے الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے۔"

"ہاں کیوں نہیں بس ایک پیگ صرف ایک پیگ اور.......... اور پھر تم اپنے آپ میں مطمئن ہو جاؤ گے۔"

"میں نے اس ایک پیگ میں بھی تشنگی محسوس کی تھی لیکن میڈم خان اس سے زیادہ مجھے پلانے کے لیے تیار نہیں تھی۔ میری اپنی سوچیں سو گئی تھیں اور مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جسے میں نے درحقیقت ایک نئی دنیا میں قدم رکھ دیا ہو اور اس نئی دنیا میں' میں نے میڈم خان کو دیکھا اور اپنے قریب پایا اور مجھے یوں محسوس ہوا جیسے درحقیقت زندگی کا یہ دوسرا رخ پہلے رخ سے کہیں زیادہ حسین ہو کتنا ہلکا پھلکا پن ہے۔ ماحول میں' میں نے میڈم خان کی جانب دیکھا تو وہ مسکرا دی مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہ میری آنکھوں میں داخل ہو چکی ہو اس کی گرم گرم سانسیں مجھے پگھلا رہی تھیں۔ درحقیقت میں برف ہی کی طرح پگھلا جا رہا تھا ہوش و حواس کی دنیا بہت پیچھے رہ گئی تھی اور میں نہ جانے کون سے آسمانوں میں پرواز کر رہا تھا۔ پھر صبح سورج کی کرنوں نے آنکھوں میں گدگداہٹ پیدا کی تو میں نے آنکھیں کھول دیں ماحول کا کوئی اندازہ ہی نہ ہو پا رہا تھا۔ دیر تک چھت کو گھورتا رہا اور اس کے بعد حواس آہستہ آہستہ جاگے تو میں نے ایک کراہ کے ساتھ کروٹ بدلی اور پھر میڈم خان کو اپنے بہت قریب بکھرے پایا تو چونک پڑا۔ وہ گہری نیند سو رہی تھی میں سہمے ہوئے سے انداز میں اٹھ کر بیٹھ گیا اور میرا سر آہستہ آہستہ چکرانے لگا میڈم خان بے خبر سو رہی تھی اور اس بے خبری کے عالم میں وہ نجانے مجھے کیا محسوس ہو رہی تھی میں بہت دیر تک اسے دیکھتا رہا اور پھر رفتہ رفتہ بیتی رات کا فسانہ مجھے یاد آنے لگا۔ بالکل اجنبی انوکھی کہانی نجانے کیوں مجھے عجیب سی پشیمانی کا احساس

ہونے لگا۔ زندگی میں کبھی بھی کوئی جرم نہیں کیا تھا۔ لیکن نجانے کیوں گزری رات مجھے اپنی مجرمانہ زندگی کی پہلی رات محسوس ہو رہی تھی۔ میں بستر سے کود کر غسل خانے کی جانب دوڑ گیا اور پھر شاور کھول کر اس کے نیچے بیٹھ گیا مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میرے بدن سے بھاپ اٹھ رہی ہو ایک عجیب سا سلگتا ہوا سا احساس میرے وجود میں سرائیت کر چکا تھا پانی کی مدہم مدہم پھواریں سر سے پورے جسم پر بہہ رہی تھیں اور میں سوچوں میں گم تھا بند آنکھوں کی سوچوں میں میں نے اپنا ماضی دیکھا بہت سے ایسے واقعات تھے جنہوں نے مجھے دل برداشتہ کیا تھا اور میں نے وہاں اپنے آپ کو بالکل بے بس محسوس کیا تھا۔ مجھے یاد تھا کہ غزنوی صاحب کی کوٹھی میں کیا کچھ ہوتا تھا لوگ کس انداز میں زندگی گزارنے کے عادی تھے۔ بے شک اس سلسلے میں کم از کم میڈم خان کا یہ کہنا درست تھا کہ مجھے اس ماحول سے روشناس ہونے کے لیے اس ماحول کے لوازمات کو بھی اپنانا ہوگا لیکن ان لوازمات میں میڈم خان کیا خود بھی شامل تھی۔ بہرطور یہ استادی کے گر تھے اور میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ ان سے کس طرح پہلو بچاؤں۔ آخری فیصلہ یہی کیا تھا کہ جب اب زندگی میں داخل ہو ہی گیا ہوں تو چھوٹی چھوٹی باتوں کو ذہن پر طاری نہیں ہونا چاہیے باہر نکلا تو میڈم خان بھی بیدار ہو چکی تھیں وہ مجھے سرطراز نگاہوں سے دیکھتی رہی اور نجانے کیوں ان کی آنکھوں سے میرے بدن میں گدگدی سی ہوتی رہی۔ وہ مجھے دیکھ کر ہنس دی منہ سے کچھ نہ کہا لیکن ان کے انداز نے ایک کہانی سنا دی تھی۔ میں خاموش خاموش سا صوفے پر جا بیٹھا تو وہ بھی اپنے جسم سے لپٹی ہوئی چادر سمیٹ کر باتھ روم کی جانب بڑھ گئی اور تھوڑی دیر کے بعد نکھری نکھری سی باہر آگئی اور اس وقت روزی نے اندر جھانکا اور ہم دونوں کو جاگتے دیکھ کر جلدی سے بولی۔"

"میڈم خان ناشتہ تیار ہو گیا ہے لگا دوں۔"

"تھینک یو روزی" تھینک یو ویری مچ۔ میڈم خان نے کہا۔ البتہ ناشتے میں روزی ہمارے ساتھ ہی شریک رہی تھی۔ نجانے کیوں میں روزی سے بھی نگاہیں چرا رہا تھا۔ پھر اپنے اس احساس کو دل ہی دل میں کوسا' بلاوجہ اپنے آپ کو مشکوک کر رہا ہوں۔ چنانچہ میں نے خود کو نڈر کر لیا دس بجے کے قریب میڈم خان نے مجھ سے کہا۔

"فیصل چلنا ہے ہمیں لباس وغیرہ لے لیے جائیں تیار ہو گئے ہوں گے۔ میں میڈم

خان کے ساتھ باہر نکل آیا اس نے درزی کے ہاں سے میرے بے شمار لباس لیے اور اس کے بعد اور بہت سی ضروری چیزیں خریدیں مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے اب وہ کافی روز تک یہاں سے جانے کا ارادہ نہ رکھتی ہو بہر طور اس میں کوئی قباحت بھی نہیں تھی۔ چنانچہ ہم دوپہر کو واپس آگئے روزی اس دوران کھانا تیار کر چکی تھی۔ روزی کا انداز بالکل خاموش خاموش سا تھا میں نے بھی خاموشی اختیار کی البتہ چار بجے کے قریب میڈم خان اٹھ گئی۔"

"اچھا بھئی اب اجازت میرا خیال ہے کہ میں رات کو نہ آسکوں گی میں بے اختیار مسکرا اٹھا تو میڈم خان بھی ہنسنے لگی۔"

"ہاں ہوتا تو یہی رہا ہے کہ میں کہہ کر گئی ہوں کہ نہیں آؤں گی اور پھر آجاتی ہوں لیکن آج رات شاید واقعی نہ آسکوں۔ میڈم خان چلی گئی تو میں نے گہری سانس لے کر روزی کی جانب دیکھا وہ بھی مسکرا دی اس کی اس مسکراہٹ میں بڑا سکون تھا۔ میں نے بھی اپنے آپ کو پر سکون محسوس کیا کم از کم روزی کے اندر کوئی ایسی کیفیت پیدا نہیں ہوئی جو ناراضگی کا انداز ظاہر کرے اور یہ اچھی بات تھی کیوں کہ میں اس خوبصورت لڑکی کو ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا۔"

"یہ میڈم خان بہت خطرناک خاتون ہے لیکن بہر طور باس کی خاص آدمی ہیں اس لیے ہم ان کے بارے میں کوئی غلط بات بھی نہیں کہہ سکتے۔"

"خطرناک سے تمہاری مراد کیا ہے روزی؟"

"پتا نہیں میری کیا مراد ہے خطرناک سے" روزی نے کہا اور خواہ مخواہ ہنس پڑی۔

"خیر چھوڑو تمہارا کیا خیال ہے آج وہ پھر واپس آجائیں گی۔"

"انہیں آنا تو چاہیے" روزی نے معنی خیز لہجے میں کہا اور نجانے کیوں مجھے ایک جھینپ کا سا احساس ہوا۔ تاہم میں نے ڈھیٹ بن کر پوچھا۔

"کیا مطلب؟"

"میرا مطلب ہے جیسا کہ انہوں نے خود بھی کہا ہے کہ نہیں آنا چاہتی مگر آجاتی ہوں اب آج پتا نہیں وہ کیا چاہیں" میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ روزی کے ساتھ وقت گزرتا رہا پھر میں نے کہا۔"

"تم یہاں سے بہت کم باہر نکلتی ہو روزی۔"

"نہیں ایسی بات نہیں ہے ضرورت پڑتی ہے تو چلی بھی جاتی ہوں۔"

"کل اگر موقع ملا تو تمہارے ساتھ باہر جاؤں گا۔"

"کہاں جانے کا ارادہ ہے؟" روزی نے چونک کر پوچھا۔

"بھئی کہیں بھی سیرو تفریح کے لیے۔"

"میرا خیال ہے کہ اس کی اجازت ابھی تمہیں نہیں ملے گی تمہیں یاد نہیں مسٹر سعید غوری نے کہا تھا وہ تمہیں دنیا سے چھپانا چاہتے ہیں۔" روزی نے کہا اور ہنس پڑی' میں اس کی ہنسی کی وجہ پر دیر تک غور کرتا رہا تھا۔"

"میڈم خان کی قربت اور تربیت کے تقریباً بیس بائیس دن گزر گئے۔ اس دوران کئی بار مشعل شاہ سے میری ملاقات ہوئی تھی اور وہ مجھ سے کافی گفتگو کرتا رہتا تھا۔ وہ مجھے اور میں اسے سمجھنے کی کوششوں میں مصروف تھے میں نے بخوبی اندازہ لگالیا تھا کہ وہ مجھ سے اعلیٰ سطح کی گفتگو کرتا ہے لیکن اس میں ایک مصنوعیت ہوتی ہے۔ اس کا خیال تھا کہ میں اس کی شخصیت سے مکمل طور پر واقفیت نہیں رکھتا اور ابھی میرے اندر عمر کا کچا پن ہے لیکن میرے اندر جو کچھ تھا میں اسے ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ مشعل شاہ کے بارے میں میرا تجزیہ تھا کہ وہ ایک زہریلا سانپ نہیں بلکہ ایک خوفناک اژدہا ہے جو ہر سمت سے وار کر سکتا ہے اور جس کی پہنچ بے پناہ ہے وہ مجھے تھوڑا تھوڑا سا اپنے بارے میں سمجھاتا رہتا تھا لیکن میں اس سے زیادہ سمجھ چکا تھا جو اس نے مجھے سمجھایا تھا میڈم خان نے مجھے اپنی ملکیت سمجھ لیا تھا اور بظاہر اس دنیا سے واقفیت کرا رہی تھی اور اب اس کے اندر میرے لیے ایک انسیت سے پیدا ہو چکی تھی جس کا اظہار مختلف انداز میں ہو جاتا تھا۔ دوسری سمت روزی تھی جو خدمت کا پیکر بن کر رہ گئی تھی نوجوان تھی اور کسی بھی بات سے ناواقف نہیں تھی میں نے اس وقت اس کے چہرے پر اداسی کے لمحات دیکھے تھے جب میڈم خان کو مجھ پر پورا پورا تصرف حاصل ہوتا تھا میں بے بسی کا شکار تو نہیں تھا لیکن عدم تعاون سے فضا خراب نہیں کرنا چاہتا تھا اور میری سوچ یہ تھی کہ جو کچھ حاصل ہو رہا ہے وہ میرے لیے انتہائی اہمیت رکھتا ہے اور ابھی مجھے گریز نہیں اختیار کرنا چاہیے۔ ویسے بھی عمر کا تقاضا تھا کہ وہ سب کچھ بھی جان لوں جو شاید ابھی دیر تک نہیں جان سکتا تھا اور اس سے مجھے میڈم خان کی پوری پوری توجہ حاصل ہوگئی تھی مشعل شاہ کو

میرے بارے میں بہترین رپورٹیں دی جا رہی تھیں اور ان پر وہ خوشی کا اظہار کرتا تھا دنیا سے روشناس کرانے کا تو ایک بہانہ تھا ہی لیکن میڈم خان مجھے خود بھی اپنے ذوق طبع پر مکمل دیکھنا چاہتی تھیں نت نئے لباس نت نئے تحائف سگریٹ پینے کی عادت بھی ڈال دی گئی تھی مجھے اور اعلیٰ درجے کے سگریٹوں کے کارٹن میرے لیے آگئے تھے اس کے لیے ایک حد مقرر تھی غرض یہ کہ مجھے جدید سوسائٹی کا ایک فرد بنانے کے لیے ہر اس شے سے آراستہ کیا جا رہا تھا جس سے در حقیقت میں واقف نہیں تھا۔ بہت سی ایسی باتیں میرے علم میں آئی تھیں جن کا مجھے پہلے سے کوئی علم نہیں تھا اس دوران بیچارے شاہد بھائی اور باقی سارے ماحول سے رابطے منقطع رہے تھے لیکن میں انہیں یہ احساس نہیں دلانا چاہتا تھا کہ میں ان سے دور ہو چکا ہوں چنانچہ ایک دن ان کے پاس جانے کا فیصلہ کر لیا میڈم خان سے اس موضوع پر گفتگو کی تو وہ بولی۔"

"مسٹر غوری سے میری بات چیت ہوئی تھی اس بارے میں اور انہوں نے مجھے اجازت دی تھی کہ اگر کبھی تمہارے دل میں یہ خیال آئے تو میں تمہیں روکوں گی نہیں البتہ حالات کے تحت تمہیں ذرا سا حلیہ بدل لینا پڑے گا۔ یعنی اس حلیہ میں تم وہاں نہیں جاؤ گے جو وہاں کا حلیہ تھا میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔"

"میڈم خان وہ لوگ مجھے اس حلیہ میں ہی پہچان لیں گے میڈم خان ہنس کر بولی۔"

"گویا تمہاری دوہری شخصیت شروع ہو چکی ہے مجھے تیار کرانے میں میڈم خان نے میری مدد کی تھی شلوار قمیص گلے میں سونے کی چین پشاوری چپل غرض وہ تمام طریقہ میں نے اختیار کر لیا تھا جو ٹرک اڈے پر جانے کا ہو سکتا تھا ٹیکسی سے میں وہاں پہنچا تھا اتفاق کی بات کہ پیرو اور شاہد بھائی دونوں ہی وہاں موجود تھے مجھے دیکھ کر اچھل پڑے پیرو نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔"

"اڑے ماں قسم تیرا تو لاٹری نکل آیا ہے میرے یار فیصل بھائی ابھی رنگ کتنا گورا ہو گیا ہے اپنے فیصل کا شاہد بھائی دیکھا آپ نے۔"

"ہاں کیوں نہیں" شاہد بھائی نے آہستہ سے کہا۔"

"اڑے پر یار تو غائب کدھر ہو گیا لا' ابھی میں تیرے کو اتنا یاد کرتا شاہد بھائی بولتا کہ تو کسی بڑے پھڈے میں پڑ گیا ہے۔"

"نہیں پیرو کوئی پھڈا نہیں ہے بالکل ٹھیک ہوں میں۔"

"ارے ماں قسم ٹھیک تو تم نظر آتا ہے پر اپن لوگ کا کیا ہوگا اپن تیرے کو کدھر تلاش کرے تو اپن کو اپنا ٹھکانہ بتا دے اپن تجھ سے خود ملنے آجائے گا۔"

"بتادوں گا یار تم سناؤ کیسی گزر رہی ہے تم لوگوں کی۔"

"اڑے ماں قسم اپنا تو عیش ہے ڑے۔ ابھی افس کلاس دھندہ ہوتا ہے شاہد بھائی کچھ خاموش سے نظر آرہے تھے پیرو سے نجات ملی تو میں نے ان سے پوچھا۔"

"سنائیے شاہد بھائی کیسی گزر رہی ہے؟"۔

"یہ بتاؤ تم اتنے عرصے کے لیے کہاں غائب ہو گئے تم نے تو کہا تھا یہاں سے بھی رابطہ رہے گا۔"

"بار بار یہ کہتے ہوئے عجیب لگتا ہے شاہد بھائی کہ میں آپ کے وجود میں سمایا ہوا ہوں دل و جان سے آپ کے ساتھ ہوں جو کچھ کر رہا ہوں اور جو کچھ سوچ رہا ہوں آپ اس سے ایک لمحے کے لیے ہٹ کر نہیں ہیں بس جو میں کر رہا ہوں اس کے لیے مجھے الگ ہی رہنا ہوگا اور آپ شاہد بھائی اس پر کوئی اعتراض نہیں کریں گے۔"

"نہیں بھئی اعتراض کا کوئی سوال نہیں ہے تم دیکھو میں نے سارے معاملات طے کر لیے ہیں کوئی دقت نہیں ہو رہی کام میں مجھے دقت ہے تو بس ایک وہ یہ کہ تم نے مجھے بتایا نہیں ہے کہ اگر کبھی دل میں تمہاری تڑپ اٹھے تو تم سے کہاں ملا جا سکتا ہے۔"

"اگر دل میں میری تڑپ اٹھے شاہد بھائی تو میرے لیے بس اتنی دعا کیجئے کہ جو کچھ میں کر رہا ہوں' اس میں مجھے کامیابی حاصل ہو۔"

"اور اگر کسی مشکل میں پھنس گئے تو ہمیں تو معلوم بھی نہیں ہو سکے گا۔"

"نہیں شاہد بھائی آپ اب مجھے اتنے پیچھے بھی نہ سمجھے کہ مشکل میں پھنس کر آپ کو اطلاع بھی نہ کرا سکوں۔ بہت بڑی بات نہیں کرنا چاہتا شاہد بھائی لیکن اب یوں سمجھ لیجئے کہ وہ مستقبل جس کے ہم نے خواب دیکھے ہیں اور جس کے لیے میں نے آپ سے منع کیا تھا کہ ابھی ہم فردوس کی شادی نہیں کریں گے ہم سے دور نہیں ہے شاہد بھائی آنکھیں بھینچ کر گردن جھٹکنے لگے پھر بولے۔"

ساری باتیں مانتا ہوں فیصل کہ تم بے حد ذہین ہو اور سچی بات یہ کہ ہماری سمجھ سے بالا تر ہو لیکن بعض اوقات دل میں جو جذبے پیدا ہو جاتے ہیں وہ یہی احساس دلاتے ہیں کہ فیصل چھوٹا ہے نو عمر ہے دنیا سے ناواقف ہے اور بس یہی چیز پریشان کر دیتی ہے اچھا تم یہ بتاؤ جو کچھ کر رہے ہو اس سے غیر مطمئن تو نہیں ہو خاص طور پر تم سے اس لیے پوچھ رہا ہوں یہ بات کہ تم نے مجھ سے کہا تھا کہ تم براہ راست جرم کی دنیا میں نہیں آنا چاہتے یقین کرو فیصل اس دوران مجھے بے شمار آفر مل چکی ہیں مگر میں نے سب کو مسترد کر دیا ہے بعض لوگ مجھے اس بات پر بیوقوف سمجھتے ہیں اور بعض میری ہمت افزائی کرتے ہیں بلکہ ہمت افزائی کرنے والوں کی تعداد زیادہ ہے غلط کام میں تو ہر کوئی پڑ سکتا ہے لیکن اپنے آپ کو برے کاموں سے بچائے رکھنا بڑی بات ہوتی ہے اور اس سلسلے میں خدا کے فضل سے مجھے شہرت مل رہی ہے اور لوگ صاف ستھرے کاموں کے لیے صرف میرے نام کا انتخاب کرتے ہیں۔

"شاہد بھائی ایسا ہی ہونا چاہیے یہی ہو گا کچھ روز اور بس کچھ روز اور یہ نہ سوچئے گا کہ ہماری آمدنی کم ہے اور ہم وہ سنہرا مستقبل حاصل نہیں کر سکتے جو ہمارے ذہن میں ہے۔"

نہیں اب میرے سوچنے کا انداز بدل گیا ہے فیصل میں صورت حال کو سمجھ رہا ہوں اچھا دیکھو ہم سمجھوتے کے طور پر ایک بات کرتے ہیں کہ میں ادھر اپنے آپ کو سنبھالے رکھوں گا اور ادھر تم اپنے آپ کو سنبھالے رکھو گے تم نہیں بتانا چاہتے میں تم سے یہ نہیں پوچھوں گا کہ تم کیا کر رہے ہو لیکن بس کوئی ایسا داغ نہیں آنا چاہیے ہمارے دل پر اور ہمارے چہرے پر کہ ہمارے پاس اسے صاف کرنے کے لیے کچھ نہ ہو۔"

"بس اتنی سی بات! ٹھیک ہے وعدہ ہے آپ سے۔"

"تو پھر میں تمہاری طرف سے مطمئن ہوں جو کر رہے ہو کرتے رہو اور سنو حساب کتاب کا میں ہمیشہ سے کھرا آدمی ہوں تم اس وقت سے جانتے ہو مجھے جب رستم خان کے ہاں کام کرتے تھے تمہارے حصے کی جو بھی رقم ہے وہ محفوظ ہے۔"

"بہت بہت شکریہ ہو سکتا ہے مجھے کبھی اس رقم کی ضرورت پیش آ جائے ویسے کتنی رقم ہے وہ؟"

"اس وقت تک اڑتالیس ہزار تمہارے حساب میں جمع کر چکا ہوں۔"

"ویری گڈ ویری گڈ ضرورت پڑنے پر بہت ہوگی میں نے کہا اور اس کے بعد میں شاہد بھائی سے ان کے اہلِ خاندان کے بارے میں معلوم کرتا رہا۔ انہوں نے بتایا گھر میں نیا فرنیچر ڈلوا دیا ہے کچھ اور کام بھی کرا لیے گئے ہیں سب لوگ خوش نظر آتے ہیں میں نے بھی اس بات پر خوشی کا اظہار کیا تھا پیرو سے بھی بہت دیر تک باتیں ہوتی رہی تھیں۔ پیرو نے بتایا تھا کہ دفتر میں ٹیلیفون لگنے والا ہے پیسے وغیرہ بھر دیئے گئے ہیں بس ٹیلیفون بہت جلد آ جائے گا۔"

"تب پھر میری تمہاری گفتگو ٹیلیفون پر ہو جایا کرے گی پیرو۔"

"ارے ماں قسم اپن تو ادھر بہت خوش ہے یار تیرے ساتھ گاڑیاں دھونے سے دوستی شروع ہوا تھا اور میرے کو کدھر معلوم تھا کہ میرا دوست ہی میرے لیے اتنا فائدہ والا ثابت ہو گا میں نے پیرو کا شانہ تھپتھپایا اور اس کے بعد آخری کام میں نے الیاس بھائی کے ہاں ٹیلیفون کر کے کیا تھا۔ وہاں کی خیریت بھی مجھے معلوم ہو گئی۔ وہی چاہتیں وہی تڑپ اور آج میں نے اپنے آپ کو بڑا مالا مال محسوس کیا تھا نازاں باجی سے تو بات نہیں ہو سکی تھی لیکن الیاس بھائی بھی تھے اور بھابی بھی دونوں ہی نے مجھ سے محبتوں کا اظہار کیا تھا الیاس بھائی کہنے لگے۔"

"اب تو تم ہمارے لیے ایک خواب سے بن کر رہ گئے ہو۔ جسے اپنی مرضی سے دیکھا بھی نہیں جا سکتا۔"

"انتظار الیاس بھائی انتظار آپ کو علم ہے میں کس مقام پر ہوں۔ مجھے اپنی منزل تک پہنچنے کے لیے وقت درکار ہے اور آپ کو میری قربت کے لیے انتظار کرنا ہو گا۔"

"کر رہے ہیں بھائی تم ایک پراسرار کہانی ہو جو ابھی تک ہماری سمجھ میں نہیں آئی بہر طور ہم نے اپنی محبتوں کے دروازے بند کیے ہیں اور ان کی جانب نگراں ہیں کہ کب وہ کھلیں گے۔" میں بہت مطمئن ہو گیا تھا اور اس کے بعد میں نے اپنی منزل پر واپسی کا سفر شروع کر دیا۔ باہر کی دنیا سے اطمینان ہو گیا تھا جو میرے تھے بس انہیں ہی مطمئن کرنا تھا باقی وہ بھی تھے جو ہو سکتا ہے اس وقت میری گمشدگی سے غیر مطمئن ہوں یہ بات میں اچھی طرح جانتا تھا کہ کچھ نگاہیں میری نگراں رہتی ہیں کہ میری موجودہ کیفیت کیا ہے۔

میں نے انہیں مطمئن رکھنے کے لیے ہی بے شمار کام کیے تھے لیکن اب وہ مجھے نہ پا رہے ہوں گے۔ تو ذرا سے الجھے ہوئے ہوں گے اور شاید ہر جگہ کرید کی جا رہی ہو کہ میں کہاں گم ہو گیا ہوں کون ہے وہ جو یہ چاہتے ہیں کہ میں سڑکوں پر در بدر پھرتا رہوں میرا کوئی مستقبل نہ بن سکے۔ میں جرائم پیشہ افراد میں شامل ہو جاؤں۔ رستم خان سے ٹیلیفون پر ہونے والی گفتگو کا مجھے پورا پورا علم تھا وہ مجھے جیل بھجوا کر ایک مکمل مجرم بنانا چاہتا تھے۔ آخر کیوں؟ کون ہے وہ ان کے مقاصد کیا ہیں بس یہ ایک آخری بات تھی جو کبھی کبھی میرے سینے میں کیل کی طرح چبھنے لگتی تھی ورنہ زندگی میں اور کوئی الجھن نہیں تھی سوائے اس کے کہ میں جو اپنے لیے منصب چاہتا تھا اس کے راستے ہموار ہوتے رہیں۔ فلیٹ میں میڈم خان اور روزی موجود تھی میڈم خان نے مسکراتے ہوئے میرا استقبال کیا اور کہنے لگی۔"

"اب جلدی سے کپڑے بدل ڈالو' کیسے برے لگ رہے ہو اس لباس میں۔ میں مسکراتا ہوا اپنے بیڈ روم میں چلا گیا اور پھر ایک خوبصورت لباس پہن کر واپس آ گیا میڈم خان نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور روزی سے بولی۔"

"تم نے دیکھا روزی فیصل کا انتخاب کتنا بہترین ہو گیا ہے۔" روزی نے بھی مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی تھی۔ اور اس کے بعد میڈم خان میرے ساتھ تاش کھیلنے بیٹھ گئی وہ مجھے تاش کے مختلف کھیل مختلف اوقات میں سکھاتی رہتی تھی ہم لوگ فلاش وغیرہ بھی کھیلتے تھے جس میں روزی کو شریک کر لیا جاتا تھا مجھے تاش کے کھیل میں کافی مہارت حاصل ہو گئی تھی اور میں اچھی خاصی رقمیں ان لوگوں سے جیت لیا کرتا تھا روزی کا اور میرا معاملہ تو ذرا مختلف تھا لیکن میڈم خان جو رقم ہارتی تھی وہ میری ہی ملکیت ہوتی تھی غرض زندگی کے ہر شب و روز جاری رہے میں ان میں سے وقت نکال کر کبھی کبھی اپنے شناساؤں سے بھی مل لیا کرتا تھا شاہد بھائی کے ہاں ٹیلیفون آ گیا تھا اور اب اکثر میں خود ان سے رابطہ قائم کر لیتا تھا انہوں نے بارہا مجھ سے میرا ٹیلیفون نمبر معلوم کرنے کی کوشش کی لیکن میں نے ان سے معذرت کر کے کہا کہ شاہد بھائی آپ کو اپنا نمبر نہیں بتا سکتا اس کے لیے میری مجبوریوں کو مدنگاہ رکھیں اور دو بار کے بعد شاہد بھائی نے بھی اس موضوع پر گفتگو نہیں کی تھی بس یہی کہا تھا کہ کبھی کبھی ان کا بھی دل چاہتا ہے کہ مجھ سے

رابطہ قائم کریں۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ مشعل شاہ مجھے جو کچھ بنا رہا ہے اس کے کیا نتائج برآمد ہوتے ہیں اور اس کے لیے مجھے مختلف زبانیں بھی سکھائی گئیں اور اس کے لیے میڈم خان ہی کے ذریعے کچھ نئے لوگوں سے ملاقات ہوئی۔ فلیٹ پر کوئی نہیں آتا تھا مجھے انتہائی رازداری سے ان کے پاس لے جایا جاتا تھا وہ مجھے سبق دے دیا کرتے تھے۔ سات ماہ مکمل ہو گئے میں نہیں جانتا تھا کہ میری تربیت کا یہ وقفہ کتنا طویل ہے تاہم یہ لمحات میرے لیے بڑے صبر آزما تھے میں ابھی تک سب کو وعدوں پر ٹال رہا تھا اور اب میرے ذہن میں تھوڑی سی تشویش بیدار ہونے لگی تھی کم از کم مشعل شاہ سے مجھے یہ اندازہ تو ہو جائے کہ یہ سلسلہ کتنا طویل رہے گا اور اب میری اس تربیت میں کتنا وقفہ باقی رہ گیا ہے یا اس کے بعد مجھے کیا کرنا ہو گا۔ لیکن شکر تھا کہ اس کی نوبت نہ آئے۔ مشعل شاہ نے ایک دن صبح ہی کو فلیٹ کے دروازے کی بیل بجائی تھی اور اور اس کے بعد ایک بریف کیس کے ساتھ اندر داخل ہو گیا تھا۔ سعید غوری کے روپ میں ہی تھا۔ مجھ سے پر جوش انداز میں مصافحہ کیا میڈم خان ابھی تک نہیں آئی تھی روزی موجود تھی مشعل شاہ ڈرائنگ روم میں میرے ساتھ آ بیٹھا اور پھر اس نے کہا۔

"فیصل وہ وقت آ گیا ہے جب میں تم سے مطمئن ہو کر تمہیں کچھ ذمہ داری دے دوں اور اس کے بعد اپنے کام کا آغاز کر لوں میرے چہرے پر خوشی کے تاثرات پھیل گئے مشعل شاہ بغور مجھے دیکھ رہا تھا پھر اس نے کہا۔"

"تم سے اب تک جو باتیں کرتا رہا ہوں وہ تمہاری رگ و پے میں رچ بس گئی ہوں گی اور چونکہ تم نے میرے مقاصد سے کہیں اختلاف نہیں کیا اس لیے میں مطمئن ہوں فیصل کہ تم اس دنیا کو اچھی طرح سمجھ چکے ہو اور اس میں اپنا مقام بنانے کی اہلیت رکھتے ہو فیصل آج میں تمہیں ایک نئی حیثیت سے دنیا سے روشناس کرانے کے بارے میں تیاریاں کر کے آیا ہوں میں بہت دن سے ان کاموں میں مصروف تھا اور میرے بہت سے کام بیرونی ممالک سے ہو رہے تھے۔ اس کے لیے مجھے جو کچھ کرنا پڑا ہے وہ تم پر احسان نہیں ہے بس یوں سمجھ لو میں نے تمہیں جس رنگ میں دیکھا تھا اب تمہارا وہ رنگ مکمل ہو گیا ہے بعد کے معاملات میں تمہاری اپنی ذہانت کارفرما ہو گی اور تم خود بہتر سمجھ سکو گے کہ تمہیں کس انداز میں کام کرنا ہے یہ سمجھ لو کہ اب تم عمل کے میدان میں اتر رہے

ہو۔"

"میں اس کے لیے بے چین ہوں سعید غوری صاحب' میں نے کہا۔"

"ہوں اچھا اب میں تمہیں وہ تفصیلات بتائے دیتا ہوں جو ابھی تک صرف اور صرف میرے ذہن میں تھیں۔ خود میڈم خان بھی ان سے واقف نہیں"

"جی" میں نے مستعدی سے کہا اور مشعل شاہ نے اپنا بریف کیس کھول لیا پھر اس نے اس میں سے ایک فل سکیپ سائز کا کاغذ نکالا اور میرے سامنے کر دیا اس کاغذ میں کسی کا بایوڈیٹا تھا۔ میں نے اسے پڑھنا شروع کیا۔"

"دانش منصور گوٹا والا' باپ کا نام احمد منصور' دادا کا نام منصور عظیم گوٹا والا قدیم رہائش احمد آباد انڈیا۔ پیدائش نیوائیر لائن نیروبی' کاروبار کوئلے اور تانبے کی کانیں' یہ کاروبار آبائی ہے اور دانش گوٹا والا کی پیدائش نیروبی میں ہوئی ہے اس نے تعلیم آکسفورڈ یونیورسٹی میں حاصل کی ہے اور تعلیم درمیان میں اس لیے چھوڑ دی کہ مسٹر منصور گوٹا والا کا انتقال ہوگیا اس کے بعد دانش منصور گوٹا والا نے اپنا کاروبار سمیٹنا شروع کیا اور کانیں وغیرہ فروخت کر کے اس کی رقم بیرون ملک منتقل کر دی باپ کی موت کے بعد اس نے پاکستان آنے کا فیصلہ کیا کیونکہ اسے علم تھا کہ اس کے اہل خاندان نقل وطن کر کے اپنے وطن پاکستان پہنچ گئے ہیں حکومت پاکستان سے اس نے پاکستان نیشنلٹی کی درخواست کی اور بالا آخر اس کی یہ درخواست منظور کرلی گئی۔ اس نے اپنا سرمایہ بائیس کروڑ ڈالر پاکستان منتقل کیا مزید کچھ سرمایہ ابھی بیرون ملک موجود ہے یہاں کاروبار کا ارادہ رکھتا ہے اور صورت حال کا جائزہ لے کر کسی کاروبار کا آغاز کرنے والا ہے میں نے یہ تمام تفصیل پڑھی اور پھر سوالیہ نگاہوں سے مشعل شاہ کو دیکھنے لگا پھر میں نے اس سے پوچھا۔"

"کون ہے یہ شخص۔"

"تم!" مشعل شاہ نے جواب دیا اور ایک لمحے کے لیے میرا منہ حیرت سے کھلا پھر بند ہوگیا میں سنسنی خیز نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا تھا۔

"تفصیل سمجھنا چاہتا ہوں مسٹر سعید غوری۔" میں نے کہا۔

"یہ تفصیل تمہارے ہی لیے لکھی گئی ہے فیصل اب تمہیں دانش منصور گوٹا والا کی حیثیت سے اس شہر کراچی میں قیام کرنا ہے تمہارے لیے ایک خوبصورت علاقے میں

خوبصورت عمارت خرید لی گئی ہے اور یہ کام تمہارے ایک وکیل نے کیا ہے جس سے بعد میں تمہاری ملاقات کرا دی جائے گی اب تم اس عمارت میں رہائش اختیار کرو گے۔ اور تمہاری آئندہ زندگی دانش منصور گوٹا والا کی حیثیت سے گزرے گی میڈم خان تمہیں نیروبی اور تم سے متعلق جن جن جگہوں کا ذکر کیا گیا ہے کی فلمیں دکھائیں گی اور وہاں کی ایک ایک شے سے روشناس کرا دے گیں۔ تاکہ اگر کبھی کبھی تمہیں وہاں کا تذکرہ کرنے کی ضرورت پیش آجائے تو تم کسی وقت کا شکار نہ ہو۔ میرا مطلب سمجھ رہے ہو دانش اس کے بعد میں تمہاری نیشنلیٹی کے کاغذات دوں گا یہ کاغذات بالکل اصلی ہیں تمام کام باقاعدگی سے کیے گئے ہیں۔ حکومت پاکستان کی نیشنلٹی کی منظوری اور تمام وہ اشیاء جن کا تعلق اس کاغذ سے ہے جو میں نے تمہیں دکھایا اس میں کوئی بھی چیز جعلی نہیں ہے صرف اتنی سی بات ہے کہ ان کاغذات کو بنوانے کے لیے کثیر سرمایہ اور مختلف لوگوں کی کاوشیں کار آمد رہی ہیں میں نے ایک بھی کام کچا نہیں کیا ہے تاکہ تمہیں پوری طرح سے سکون سے کام کرنے کا موقع دوں۔ بائیس کروڑ ڈالر کی جس رقم کا میں نے تذکرہ کیا ہے وہ یہاں کے بینکوں میں تمہارے نام جمع ہو گئی ہے اور یوں سمجھ لو فیصل کہ یہ میری تمام عمر کا سرمایہ ہے۔ جو میں نے آج تک جمع کیا ہے اور یہ بھی سمجھ لو تم اچھی طرح سے اس سرمائے کی اصل مالیت سے ہزار گنا زیادہ بڑھانا ہے ہمیں اور اس کے لیے میں اور تم مل کر کام کریں گے میں نے یہ رقم تمہارے نام منتقل کر کے تم پر جس اعتماد کا ثبوت دیا ہے اس اعتماد کو کبھی ٹھیس پہنچانے کی کوشش نہ کرنا۔ ضرورت کے مطابق تمہیں ہر کام کرنے کی اجازت ہے اور تم اپنے بینک اکاؤنٹ سے جتنے پیسے چاہو نکلوا سکتے ہو اور اسے خرچ کر سکتے ہو لیکن صرف ضرورت کے مطابق تمہارے اخراجات کے سلسلے میں تمہیں نہ کسی تکلف سے کام لینا ہوگا اور نہ تم بخل کرو گے نہ ہی اس کے لیے میری اجازت کی ضرورت ہے۔ لیکن اس سرمائے کو بڑھانے کا کام اب میں نے تمہارے سپرد کر دیا ہے ایک اتنی بڑی شخصیت کا رکھ رکھاؤ جو کچھ ہونا چاہیے تمہارے اندر وہی رکھ رکھاؤ نظر آئے میڈم خان نے تم پر جو محنت کی ہے اب یہ سمجھ لو کہ اس کے اظہار کا وقت آگیا ہے تم یہاں کی اعلیٰ ترین سوسائٹی میں نظر آؤ گے یہاں کے جیم خانے اور کلب سب تمہارے اعزاز میں تقاریب منعقد کریں گے۔ تم ان تمام جگہوں کے ممبر ہو گے اور تمہارا اپنا ایک مقام ہو گا۔

فیصل دولت کمانے کے لیے پہلے اپنے آپ کو دولت مند ظاہر کرنا پڑتا ہے جب لوگ تمہاری مستحکم حیثیت کو محسوس کرلیں گے تو اپنے آپ کو تم پر کھول دیں گے یہ اس دنیا کا دستور ہے تمہارے پاس دولت کے انبار ہوں کسی کو اس میں سے ایک کوڑی نہ دو لیکن دنیا تمہاری عزت کرے گی دولت کے بغیر تمہاری شخصیت بالکل بے معنی ہے اور تم اپنے اندر کتنی ہی وسعتیں پیدا کرلو کسی کے لیے قابل نہیں بن سکو گے۔ یہ باتیں اب تمہیں سمجھانے کی نہیں ہیں بہت کچھ سمجھ لیا ہے تم نے اس دنیا میں میں تمہیں اس کے طریقے بتاؤں گا کہ کس طرح تم کیا کرو گے۔ میرے بدن میں سنسنی سی ہو رہی تھی۔ بائیس کروڑ ڈالر کا مقصد میں اچھی طرح سمجھتا تھا ویسے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ میڈم خان نے مجھے یہ بات بتائی تھی کہ مشعل شاہ بے حد دولت مند آدمی ہے اور اس کے پاؤں نجانے کہاں کہاں پھیلے ہوئے ہیں لیکن یہ بات میں خواب و خیال میں بھی نہ سوچ سکتا تھا کہ وہ بائیس کروڑ ڈالر کی ملکیت کا مالک ہوگا۔ اتنا بڑا آدمی نظر نہیں آتا تھا لیکن اس کا ایک پہلو اور بھی تھا بائیس کروڑ ڈالر کی یہ رقم اس نے اپنے ہاتھ پاؤں سے نہیں کمائی تھی بلکہ اپنی اس پوشیدہ اور دوہری شخصیت سے حاصل کی تھی اور اس کے بل پر وہ اس حد تک پہنچا تھا بہرطور میں نے اپنی شخصیت میں ایک عجیب سی کیفیت محسوس کی دولت کے کھیل بے شک نیارے ہوتے ہیں اور انسان نجانے کیا سے کیا بن جاتا ہے حالانکہ وہی دو ہاتھ دو پاؤں وہی تمام ضرورتیں وہی ساری سوچیں کوئی بھی تو تبدیلی نہیں ہوتی ایک سائیکل پر پھرنے والے لاوارث اور ایک محل میں بیٹھے ہوئے انسان ہیں لیکن دولت کے حوالے سے ایک آقا ہوتا ہے اور ایک غلام یہ صرف دولت ہی کی کرشمہ سازیاں ہیں۔ اور صرف یہ اطلاع کہ میرے نام بینکوں میں بائیس کروڑ ڈالر جمع ہیں میرے لیے ایک ایسی انوکھی کیفیت کا باعث بن گئی تھی جسے میں محسوس کر رہا تھا مشعل شاہ نے کہا۔"

"تم تیار ہونے کے بعد ایئرپورٹ جاؤ گے جہاں کچھ لوگ تمہیں ریسیو کرنے آئیں گے لیکن ان میں سے ایک بھی نہیں سوچے گا کہ تم نیروبی سے آئے ہو یا حسن اسکوائر کے ان فلیٹوں سے ایئرپورٹ پہنچے ہو۔ یہ سب تمہاری شخصیت کی کرشمہ سازی ہوگی ایک بہت بڑے آدمی کے بارے میں لوگ بہت زیادہ غور نہیں کرتے اس کی دولت ہی اس کی شناخت ہوتی ہے کیا سمجھے میں نے آنکھیں بند کرکے گردن ہلا دی الفاظ نہیں پا رہا تھا اپنے

خیالات کے اظہار کے لیے مشعل شاہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔"

"یوں سمجھ لو فیصل یہ دولت میں نے بڑی مشکل سے اکٹھی کی ہے نجانے کیا کیا مشکلات اپنی ذات میں اٹھائی ہیں اور آج میں نے اسے بڑے اعتماد کے ساتھ تمہارے نام منتقل کرکے تمہیں اس کی اطلاع دی ہے اس کا مطلب سمجھتے ہو کیا ہے اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ میں نے تمہیں اپنے وجود کا عکس سمجھ لیا ہے۔ یہ سوچ لیا ہے میں نے کہ مشعل شاہ کے جسم کا ایک حصہ دانش منصور ہے۔ لیکن مشعل شاہ یہ جانتا ہے کہ زندگی کس طرح گزاری جائی اور اپنے ماحول کو کس طرح قابو میں رکھا جائے کبھی مجھ سے منحرف ہونے کی کوشش نہ کرنا۔ فائدے ہی فائدے میں رہو گے جب کہ دوسری صورت میں تمہاری زندگی کی ضمانت نہ ہوگی۔"

"صرف یہ دولت منتقل کرکے آپ اپنے الفاظ کو تبدیل کر رہے ہیں۔ سعید غوری صاحب" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"ہرگز نہیں ایک لمحاتی گفتگو ہے جو اس کے بعد ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گی بہرطور تمہارا وکیل تمہارے ہر مفادات کی نگرانی کرے گا لیکن وہ احمق شخص بھی یہ نہیں جانتا کہ جو کچھ وہ ہے وہ اصلیت نہیں ہے یہ بات صرف دو افراد جانتے ہیں۔ روزی اور میڈم خان یا پھر خود مشعل شاہ بہرطور فیصل میں تمہیں اس کامیاب زندگی کی مبارکباد ابھی سے پیش کرتا ہوں اور اس امید کے ساتھ تم سے رخصت ہو رہا ہوں کہ تم اپنا یہ کردار بخوبی نبھاؤ گے باقی جہاں تک رہا تمہارے ان شناساؤں کا معاملہ جو تمہارے لیے اہمیت رکھتے ہیں تو ایک طویل عرصے تک تمہیں ان سے دور رہنا ہوگا۔ ہاں ٹیلیفون اور دوسرے ذرائع تم استعمال کرسکتے ہو۔ ان کے تمام مفادات کا خیال رکھ سکتے ہو تم......... تمہیں اجازت ہے کہ اپنی مرضی سے ان کا کوئی کام کرنا چاہو تو مجھ سے پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ تمہیں کسی سے ملنا نہیں ہے ماضی کی ایک ایک شخصیت کو بھول جاؤ اور حال میں ضرورت کے لوگوں کو اپنا دوست بناؤ تاکہ تمہاری شخصیت مستحکم بن جائے اور اس کے بعد جب تم اپنی ذات کو استحکام بخش دو گے تو پھر جو کچھ بھی کرو گے اس پر شک نہیں کیا جائے گا۔ یہ میری آخری نصیحت ہے تمہارے لیے۔"

"وہی ہوگا سعید غوری صاحب جو آپ چاہتے ہیں۔"

"ہاں وہی ہوگا اور وہی ہونا چاہیے اس کا مجھے یقین ہے۔" مشعل شاہ نے عجیب سے لہجے میں کہا۔ میں پر خیال نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا وہ کسی سوچ میں ڈوب گیا تھا میں نے کہا۔"

"جو کچھ آپ نے بتایا ہے وہ میں سمجھ چکا ہوں اور یقینی طور پر آپ کی ہدایت پر پورا پورا عمل کیا جائے گا لیکن روزی اور میڈم خان کے بارے میں کیا خیال ہے۔"

"روزی اور میڈم خان تمہارے ساتھ ہی رہیں گی میڈم خان تمہاری سیکریٹری کی حیثیت ہوگی اور روزی تمہارے گھر کی منتظم کی حیثیت سے۔ باقی جو ملازمین ہوں گے وہ ان دونوں کی نگرانی میں کام کریں گے ابتدائی طور پر یہ ضروری ہے اس کے بعد اگر تم ان کا انتخاب پسند نہ کرو گے تو انہیں تم ﷺ دور ہٹا دیا جائے گا لیکن فی الحال میڈم خان تمہارے اقدامات کی نگرانی کرے گی اور وہی بہتر طور سے تمام صورت حال سنبھال سکتی ہے۔ تم نے دیکھا میں نے تمہاری ہی طرح ان دونوں کو بھی دنیا کی نگاہوں سے دور رکھا ہے اس وقت میرے ذہن میں تم نہیں تھے بس میں اپنے سے متعلق ان خاص لوگوں کو جو میرے لیے کارآمد ثابت ہوسکتے ہیں دنیا سے محفوظ رکھتا ہوں تاکہ اگر ان سے کوئی کام لوں تو ان کے بہت سے شناسا ان کے اردگرد نہ ہوں تمہیں ان دونوں کو اپنے ساتھ رکھنے پر کوئی اعتراض تو نہیں ہے۔"

"نہیں غوری صاحب بالکل نہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد میڈم خان آجائے گی میں نے اسے تمام صورت حال سمجھا دی ہے تم اگر چاہو تو ابھی کچھ وقت حالات کو سمجھنے میں لے سکتے ہو بلکہ یہی بہتر رہے گا۔ نیروبی اور دنیا کے دوسرے حصوں کے بارے میں بہت کچھ جان لو تاکہ نیروبی میں قیام کے دوران اور آکسفورڈ یونیورسٹی میں تعلیم کے دوران تم نے جن جن جگہوں کی سیر کی ہے ان کا تذکرہ ان کے حوالے سے اپنے شناساؤں کے درمیان کر سکو یہ کاغذات اب تمہارے سپرد ہیں اس سلسلے میں اپنی معلومات مکمل کرلو اور اس کے بعد بقیہ انتظامات کر دیئے جائیں گے۔" مشعل شاہ اپنی جگہ سے اٹھ گیا پھر میں اسے دروازے تک چھوڑنے آیا اور وہ چلا گیا لیکن مجھے اپنا وجود ہلکا پھلکا محسوس ہو رہا تھا۔ جو کچھ وہ کہہ گیا تھا وہ میرے رگ و پے میں سرسراہٹ بن کر دوڑ رہا تھا ایک بالکل نئی اور بہت انوکھی زندگی کا آغاز لیکن میری پسند کے عین مطابق میری منزل اسی طرح

اپنے پیروں سے چل کر خود مجھ تک پہنچے گی اس کی مجھے امید نہیں تھی لیکن تقدیر ساتھ دے رہی تھی یہی سب کچھ تو سوچا تھا میں نے راستہ میری توقع کے خلاف تھا لیکن جاتا اسی منزل کی جانب تھا جس کی تلاش مجھے تھی لیکن میں مشعل شاہ کے شانوں پر سوار ہو کر اپنی منزل کا رخ نہیں کرنا چاہتا تھا یہ تو مجھے ایک روشنی نظر آئی تھی آگے تو اپنے ہی قدموں سے بڑھنا تھا اور میری فطرت کا یہ پہلو شاید ابھی کسی آنکھ میں نہیں تھا کہ میں سب کی سنتا ہوں سب کی ہدایت کے مطابق اپنے آپ کو جنبش دیتا ہوں لیکن عمل وہ ہوتا ہے جو میری اپنی مرضی کے مطابق ہو اور میری اس فطرت میں تبدیلی اس دنیا میں رہنے والے کسی انسان کے بس کی بات نہیں تھی۔

"میڈم خان آگئی' اپنے ساتھ وہ بہت سے لوازمات لائی تھی اور آج عام دنوں کی نسبت سنجیدہ تھی۔"

"ہیلو فیصل۔"

"فیصل نہیں دانش منصور" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"گوٹا والا میڈم خان نے کہا۔" تمہیں یہ منصوبہ پسند آیا۔

"بہت شاندار ہے۔"

"میں نے کہا تھا نا۔ مشعل شاہ تقدیریں بدلنے کی قوت رکھتا ہے۔"

"آپ اپنے کام کا آغاز کریں میڈم۔"

"ہاں بالکل۔" میڈم خان نے کہا اور پھر وہ روزی کی مدد سے اپنے کام میں مصروف ہوگئی۔ ڈرائنگ روم میں ایک پروجیکٹر نصب کیا گیا تھا۔ ایک اسکرین بنایا گیا اور ایک پروجیکٹر پر ایک فلم رول چڑھا دیا گیا۔ میڈم خان کی آواز ابھری" یہ نیروبی ہے اس فلم کا آغاز نیروبی ایئرپورٹ سے کیا گیا ہے اور مسٹر دانش منصور آپ کو اس کے ایک ایک پہلو سے روشناس کرایا جارہا ہے آپ کو یہ سب کچھ یاد کرنا ہوگا جس کا امتحان لیا جائے گا میں نے آمادگی کا اظہار کر دیا اور فلم آگے بڑھنے لگی مجھے نیروبی کے ایک ایک گوشے سے روشناس کرایا گیا اس کے اطراف کی بڑی تفصیلی سیر کرائی گئی تھی میں نے اس فلم کو پانچ بار دیکھا اور اسے اپنے ذہن میں محفوظ کرلیا مجھے نیروبی کی تمام اہم شخصیتوں سے روشناس کرایا گیا تھا بس یہی لگنے لگا تھا کہ جیسے میں نیروبی کے ایک ایک حصے سے واقف ہوں پھر

دوسری فلمیں دیکھیں جو دوسرے ممالک کے متعلق تھیں میڈم خان خود بھی ایک پراسرار شخصیت ثابت ہوئی تھی وہ ایک ایک بات اس طرح بتا رہی تھی جیسے اس نے یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو یہ میری آخری تربیت تھی جو مسلسل ایک ہفتہ تک جاری رہی لاتعداد امتحانات ہوئے اور میں ان میں کامیاب رہا۔ یہ ہفتہ میڈم خان نے فلیٹ ہی میں گزارا تھا اور شاید اس کا مٹھل شاہ سے بھی رابطہ رہا تھا۔ ہفتے کے آخری دن مٹھل شاہ بھی آیا۔

"کہئیے دانش صاحب۔ آپ کا کام کیسا جا رہا ہے۔؟"

"بالکل ٹھیک۔"

"میڈم خان نے آپ کی کامیابی کی سند جاری کر دی ہے اور آپ کی تربیت کا آخری مرحلہ مکمل ہو گیا ہے کل رات پونے نو بجے آپ کی زندگی کے سب سے اہم مرحلے کا آغاز ہو جائے گا۔" مٹھل شاہ نے کہا اور میں اپنے بدن کی سنسناہٹ محسوس کرنے لگا۔ نیا مرحلہ۔ بڑا سحر انگیز تھا بے حد سنسنی خیز اب یہ دیکھنا تھا کہ زندگی کے اس نئے دور میں کیا ہوتا ہے۔

مٹھل شاہ نے جب تک اس وقت کا تعین نہیں کیا تھا جب مجھے اپنی زندگی کے ایک نئے مرحلے میں داخل ہونا تھا تو میں بس اس کے بارے میں سوچتا ہی رہا تھا لیکن اب اس کے الفاظ نے مجھے سنسنی کا شکار کر دیا تھا۔ میرے ذہن میں بہت سے خیالات پیدا ہوئے تھے۔ مٹھل شاہ بڑی گہری نگاہوں سے میرا چہرہ دیکھ رہا تھا پھر اس نے کہا۔

"میں اب تمہیں دانش منصور کہہ کر ہی مخاطب کروں گا فیصل تم اپنے پرانے نام کو فی الحال بھول ہی جاؤ۔ اس سلسلے میں اگر کوئی بات تمہیں پریشان کر رہی ہو تو بے دھڑک مجھ سے سوالات کر سکتے ہو۔ تمہارا مطمئن ہونا بہت ضروری ہے۔ ویسے بھی اس کے بعد ہماری اور تمہاری ملاقاتوں کا سلسلہ تقریباً بند ہو جائے گا۔"

"ایک سوال خاص طور سے میرے ذہن میں پیدا ہوا ہے۔" میں نے سوچتے ہوئے کہا۔ "یہ کردار جس کی ادائیگی مجھے یہاں کرنا ہوگی درحقیقت کوئی کردار ہے بھی یا نہیں میرا مطلب ہے کہ اگر کوئی ایسا مرحلہ پیش آجائے، جب مجھے اس کردار کو حقیقی شکل میں پیش کرنا ہو تو کیا اس کا کوئی وجود ہوگا یا سب کچھ مصنوعی ہے۔" مٹھل شاہ نے تحسین آمیز نگاہوں سے مجھے اور پھر میڈم خان کو دیکھا پھر بولا:

"یقین کرو دانش، میں تمہاری طرف سے اس سوال کا منتظر تھا۔ میں نے جان بوجھ کر تمہیں یہ بات نہیں بتائی تھی اور یہ سوچ کر خاموش رہا تھا کہ یہ تمہاری ذہانت کا آخری امتحان ہوگا اور اگر تم یہ سوال کر لیتے ہو تو اس کا مقصد ہے کہ تمہاری ذات میں کوئی خلا باقی نہیں رہ گیا ہے۔ میں بہت مطمئن ہوں تمہاری طرف سے، دانش منصور، ہاں

یہ کردار نیروبی میں موجود ہے لیکن ایک انوکھی شکل میں۔ مجھے اس سلسلے میں تمہیں کچھ اور تفصیلات بتانا پڑیں گی۔ بات دراصل یہ ہے مسٹر دانش کہ اس ملک میں چند ایسے خاندان بستے ہیں جو درحقیقت اس ملک کی تقدیر پر حکمراں ہیں۔"

"یہاں کی سیاست' یہاں کی معیشت اور یہاں کا سارا کاروبار انہی کے اشاروں پر چلتا ہے۔ اس ملک میں تمام پالیسیاں ان کے اشاروں پر بنتی ہیں اور میرا اندازہ ہے کہ اگر وہ خاندان اس ملک کی تقدیر پر قابض نہ ہوتے تو شاید اس کی شکل بدلی ہوئی ہوتی اسی لئے میں ان کی اجارہ داری ختم کرنا چاہتا ہوں اور اس کے لئے میں نے اپنی زندگی وقف کر دی ہے۔ طویل عرصے سے میرا یہ منصوبہ جاری ہے اور میں اپنے محدود وسائل کے ساتھ کام کرتا رہا ہوں۔ دانش منصور میں نہیں چاہتا کہ اس ملک کی تقدیر ہمیشہ ان کی مٹھیوں میں جکڑی رہے اس ملک کو ان کے تسلط سے آزاد کرانے کے لئے میں نے ایک منصوبے کا آغاز کیا اور اس پر آہستہ آہستہ عمل کرتا رہا۔"

"میری جنگ ان لوگوں سے ہے میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس ملک کو ایک آزاد پالیسی مل جائے تو یہ ترقی کے ان راستوں پر سفر شروع کر سکتا ہے جو ملکوں کو جاپان بناتے ہیں' چین بناتے ہیں' کوریا بناتے ہیں۔ ہمارے اہل ہرگز کسی بھی طرح پیچھے نہیں ہیں ہمارے انجینئر' ڈاکٹر اور زندگی کے ہر شعبے سے متعلق افراد بے پناہ صلاحیتوں کے مالک ہیں اور کہیں بھی وہ دنیا کی کسی قوم سے پیچھے نہیں ہیں لیکن ان کے راستے بند کر دیئے گئے ہیں۔ صنعتیں اس لئے نہیں لگائی جاتیں کہ وہ جو مال امپورٹ کرتے ہیں اس کی آمد نہ رک جائے۔ معیشت کو اس لئے نہیں ترقی دی جاتی کہ ان کی بے پناہ آمدنی ختم نہیں ہوتی وہاں کے کام بحسن و خوبی جاری ہیں لیکن جہاں کوئی کسی مرحلہ پر ان کی ذات کے آڑے آتا ہے وہ اسے تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔"

"میں ان کی اجارہ داری توڑ کر اس ملک کو ایک آزاد معیشت دینا چاہتا ہوں۔ میں اسے ایک آزاد صنعتی ملک بنانا چاہتا ہوں۔ یہ آواز میرے دل میں طویل عرصے سے پروان چڑھ رہی تھی۔ میں جانتا تھا دانش منصور کہ اگر میں نے اعلان کر کے اپنے ان کاموں کا آغاز کیا تو تنکے کی طرح ان لوگوں کی طاقت کے سیلاب میں بہہ جاؤں گا۔ نہ میرے اندر اتنی ہمت تھی اور نہ میرے پاس اتنے وسائل کہ میں یہاں ان کا مقابلہ کر سکتا چنانچہ میں نے خفیہ طور پر اپنا کام شروع کیا اور یہ دیکھا کہ وہ کون سا راستہ ہو سکتا ہے جس کے سہارے میں ان سے پوشیدہ رہ کر اپنا کام کر سکتا ہوں۔ ابتدائی طور پر مجھے ان لوگوں سے مقابلہ کرنے کے لئے دولت درکار تھی اور دولت کے حصول کے لئے میں نے ایک مخصوص طریقہ اختیار کیا میں اس ملک کے توہم پرست لوگوں سے واقف ہوں۔ یہ لوگ اپنے مسائل اپنی الجھنوں کا شکار ہو کر بالآخر توہم پرستی کا سہارا لیتے ہیں اور جدوجہد کو ایک بے کار شے سمجھتے ہیں۔"

میں ان سب کے ذہن تو نہیں تبدیل کر سکتا تھا میں نے انہی کے راستوں پر چل کر ان سے اپنا کام نکالنے کا فیصلہ کیا اور مٹھل شاہ کی حیثیت سے مشہور ہو گیا۔ میرے پاس بے شمار افراد آتے ہیں اپنی اپنی مشکلات میرے سامنے بیان کرتے ہیں اور میں مختلف طریقوں سے ان کی مشکلات کا حل انہیں پیش کر دیتا ہوں اور اس میں اپنے لئے راستے نکال لیتا ہوں چنانچہ بہت سے ایسے کام کئے ہیں میں نے۔ اس دوران جن سے میرے پاس کافی دولت آئی اس کے طریقہ کار کی تفصیل بتاؤں گا تمہیں تو بہت وقت لگ جائے گا۔ یہ لوگ کھلے آسمان کے نیچے بارش سے متاثرہ لوگوں کو امداد فراہم نہیں کر سکتے لیکن توہم پرستی کا شکار ہو کر لاکھوں نہیں کروڑوں روپیہ خرچ کرنے میں عار نہیں محسوس کرتے میں ان کو انہی کے راستے پر لے جا کر تلاش کر رہا ہوں۔

"میں نے کہا نا تم سے کہ اگر میں تفصیلات بتانے پر آجاؤں تو بہت وقت صرف ہو جائے گا۔ مختصریوں سمجھ لو کہ میں نے ان بڑی مچھلیوں کو شکار کر کے ان کی تجوریاں خالی کرائی ہیں اور یہ سرمایہ دنیا کے مختلف ملکوں میں منتقل کیا ہے۔ اس کام کے لئے مجھے خاصی جدوجہد کرنی پڑی ہے اور بے شمار ایسے اقدامات بھی جنہیں مجرمانہ قرار دیا جا سکتا ہے لیکن میرے سامنے بس یہی راستے تھے اور کوئی راستہ ایسا نہیں تھا کہ میں اپنے مقصد کو عملی جامہ پہنا سکتا۔ میں نے جو منصوبہ اپنے ذہن میں بنایا تھا اس میں ہمیشہ ہی ایک ایسے ساتھی کی ضرورت محسوس کی تھی جو اس منصوبے کو میری حیثیت سے آگے بڑھا سکے اور میری نگاہیں ایسے کسی ساتھی کی تلاش میں ہمیشہ سرگرداں رہتی تھیں۔"

"میں نے اپنے ذہن میں یہ بھی سوچا تھا کہ میرا ایسا ساتھی کس قسم کا ہونا چاہیے اور اتفاق کی بات ہے کہ تم مجھے مل گئے لیکن میں سمجھتا ہوں دانش منصور کہ یہ ایک عمل

ہے جس کو بہرطور اپنے مراحل سے گزرنا ہے۔ میرے یا تمہارے ذریعے نہ سہی نہیں اور سے یہی تمام کارروائی ہو سکتی تھی اور یہ انتہائی ضروری تھی۔ جہاں تک میری ذہنی پہنچ کا معاملہ ہے میں اپنے طور پر تمہیں اس مقصد کے لئے ایک مکمل انسان سمجھتا ہوں۔ یہ بات میں اچھی طرح جانتا تھا کہ یہ ون مین شو نہیں ہو سکتا اور اس میں لاتعداد افراد کے ساتھ ساتھ ایک ایسے شخص کی ضرورت لازمی ہے جو ذہین ہو' زیرک ہو' نوجوان ہو اور عمل کرنا جانتا ہو۔"

تمہاری ذات میں مجھے یہ سب کچھ ملا ہے باقی میں اپنی تقدیر پر چھوڑ دیتا ہوں اور شاید اس ملک کی تقدیر پر بھی میرے کہنے کا مطلب یہ ہے دانش منصور کہ اس طرح ہم اپنے اس مقصد کو آگے بڑھائیں گے اور میں نے اسی لئے وہ جمع شدہ سرمایہ بیرونی ممالک سے اپنے ملک میں منتقل کیا ہے اس سرمائے کے ذریعے ہم اژدھوں کا شکار کریں گے مزید اعلیٰ پیمانے پر' ابھی تو وہ چھوٹی چھوٹی مچھلیاں میرا نشانہ ہیں جو ان بڑی مچھلیوں کی آلہ کار ہیں اور جو چھوٹے پیمانے پر ملک کی معیشت پر قابض ہیں اس کے بعد ہمارے ہاتھوں کی پہنچ ان بڑی مچھلیوں تک ہوگی ہم کسی سے کوئی ذاتی انتقام نہیں لینا چاہتے نہ کسی کو اپنے لئے نقصان پہنچانا چاہتے ہیں لیکن یہ کیا بات ہوئی کہ ملک کے ہونہار نوجوان مایوسیوں کے اندھیرے میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ اہل ہنر بیرون ملک رخ کرتے ہیں اور دنیا کے مختلف گوشوں میں جاکر اپنے لئے روزی تلاش کرنے کی فکر میں سرگرداں رہتے ہیں۔ اپنے وطن' اپنی زمین' اپنے دیس سے یہ مایوسی........ جانتے ہو ملک کے لئے آئندہ کون سے لمحات لانے والی ہے؟

سارے ہی اہل ہنر ملک چھوڑ گئے تو ملک میں کیا باقی رہ جائے گا بس یوں سمجھ لو کہ میری اس سوچ کا ایک پس منظر ہے اور وہ پس منظر میں نے آج تک کسی کو نہیں بتایا۔ تمہیں بھی نہیں بتاؤں گا ہاں اگر کبھی وقت نے مجھے مجبور کر دیا تو شاید میں اپنے بارے میں تمہیں کچھ بتادوں۔ مشعل شاہ کا یہ مشن ہے جسے وہ پورا کرنے کے لئے سرگرم عمل ہے اور اب تم اس کے دست راست ہو بلکہ دست راست کہنا کافی نہیں ہوگا یوں سمجھ لو تم ہی اس عمل کی بنیاد ہو اور مشعل شاہ ایک پرزے کی حیثیت رکھتا ہے۔ تمہارا سوال تھا کہ کیا نیروبی میں ایسی کوئی شخصیت موجود نہیں ہے بس فرضی شخصیت ہے جو دانش منصور

کے نام سے جانا جاتا ہے۔ احمد منصور بھی ایک نام ہی تھا اور کسی نے شاید اسے کبھی نہ دیکھا ہو اسی طرح اس کا بیٹا دانش منصور بھی ایک نام ہی کی حیثیت رکھتا ہے لیکن وہاں ایک باقاعدہ کاروبار کا ملک' دانش منصور جب وہاں سے منتقل ہو کر یہاں پہنچے گا تو دانش منصور ہی ہوگا اور اس کے بارے میں نیروبی سے تمام شواہد اکٹھے کئے جاسکتے ہیں۔

میں نے کوئی کچا کام نہیں کیا ہے اگر کبھی یہ اژدھے تمہاری کھوج میں لگ گئے تو انہیں تمہارے بارے کوئی خامی تلاش کرنے میں دانتوں پسینہ آجائے گا۔ مشعل شاہ نے ایک بھی کام کچا نہیں کیا اور اب وہاں سے ایک شخص چل چکا ہے جو دانش منصور کی حیثیت سے اس ملک میں داخل ہوگا وہ میرا اپنا آدمی ہے یہاں سے وہ کلیرنس لے کر باہر آئے گا۔ لیکن اس کا صورت آشنا کوئی نہ ہوگا۔ پھر تم اس کی جگہ لے لو گے اور دانش منصور کے نام کو ایک شکل مل جائے گی۔ میں نے جو انتظامات کئے ہیں وہ بہت ہی سائنسی قسم کے ہیں کوئی بھی ان کاغذات تک پر شک نہ کر سکے گا جواب تمہارے پاس موجود ہیں اور تمہیں یقینی طور پر دانش منصور قرار دے دیا جائے گا۔ یہ ہے میرا چھوٹا سا منصوبہ۔

"میں یہ نہیں کہوں گا کہ میں ملک کی فلاح کے لئے یہ سب کچھ کر رہا ہوں بس یوں سمجھ لو ایک اندرونی جذبہ ہے ایک ایسا زخم ہے جو ناسور بن چکا ہے اور یہ ناسور اس کے علاوہ اور کوئی علاج قبول نہیں کرے گا جو میں نے تمہیں بتایا ہے۔ میں یہ سب کچھ کرکے رہوں گا اور یوں سمجھ لو کہ یہی سب کچھ میری زندگی کا محور ہے۔"

مشعل شاہ خاموش ہوگیا اور میں پھٹی پھٹی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ آج تک مشعل شاہ کے بارے میں میں نے جب بھی سوچا اسے ایک مجرم سمجھا۔ ایک ایسا شخص سمجھا جو اپنی شخصیت کو دہرا روپ دے کر لوگوں کو بے وقوف بناتا ہے ایک ایسا شخص سمجھا جو دولت بٹورنے کے لیے مختلف قسم کے مجرمانہ منصوبے ترتیب دیتا ہے لیکن آج مشعل شاہ کی ایک نئی صورت میری نگاہوں کے سامنے آئی تھی۔ آج وہ میرے لئے ایک انوکھا روپ اختیار کر گیا تھا میں دیر تک خاموشی سے اسے دیکھتا رہا اور مشعل شاہ کسی گہری سوچ میں ڈوبا رہا پھر اس نے کہا۔

"اور اب آخری سوال کر رہا ہوں تم سے منصور۔ بلکہ دانش منصور۔ تمہیں ذاتی طور پر تو میرے اس منصوبے سے اختلاف نہیں ہے؟"

"نہیں۔ میں نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔"

"یہ بات تم کسی اخلاقی یا ذہنی دباؤ کی وجہ سے تو نہیں کہہ رہے؟"

"نہیں مجھ میں اتنی جرات ہے کہ اگر کسی کام کو نہ کرنا چاہوں تو اس کے لئے انکار کر سکتا ہوں۔ یا اگر کسی منصوبے سے متفق نہ ہوں تو اس سے اختلاف کر سکتا ہوں؟"

"ہاں۔ یہ بات میں اچھی طرح جانتا ہوں' میں نے تمہارا انتخاب بے مقصد نہیں کیا ہے اور اپنے تجربوں پر مجھے بھرپور بھروسہ ہے۔ تم نے مجھے جذباتی کر دیا ہے۔ اس لئے اب میں یہاں زیادہ نہیں ٹھہر سکوں گا۔ ماضی کی تند و تیز ہوائیں تلخ تجربے میرے زخمی ذہن کو اذیت دے رہی ہیں اور ایسے لمحات میں میں تنہائی چاہتا ہوں چنانچہ خدا حافظ۔"

مٹھل شاہ اپنی جگہ سے اٹھا اور باہر نکل گیا۔ میڈم خان اسے باہر تک رخصت کرنے گئی تھی میں خاموشی سے بیٹھا مٹھل شاہ پر غور کرتا رہا تھا تھوڑی دیر کے بعد میڈم خان واپس آگئیں اور مجھے دیکھتی ہوئی میرے سامنے بیٹھ گئیں خود میڈم خان کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے اور وہ کھوئی کھوئی سی نظر آ رہی تھیں۔ چند لمحات کے بعد انہوں نے کہا۔

"بہت گہری سوچ میں ڈوب گئے مسٹر دانش" میں نے گہری سانس لے کر میڈم خان کی طرف دیکھا اور پھیکے سے انداز میں مسکرا دیا۔ میڈم خان نے پھر کہا:

"ہوں اس میں کوئی شک نہیں کہ مٹھل شاہ نے بھی کمال کا ثبوت دیا ہے تمہیں تلاش کر کے بے شک تمہاری شخصیت بھی میرے لئے مٹھل شاہ ہی کی طرح پراسرار ہے اور خود مٹھل شاہ کو دیکھو کہ اس نے تمہارا ماضی کریدنے کے بجائے تمہیں صرف اپنے مقصد کا پا کر تم پر پورا بھروسہ کر لیا۔ بلاشبہ یہ ایک سچائی ہے کہ ہمارے وطن میں بڑی افراتفری پھیلی ہوئی ہے۔ بے شمار لوگ ہیں۔ بے شمار خیالات ہیں۔ شدید اختلافات ہیں اور ان ساری چیزوں کے کرتا دھرتا صرف چند لوگ ہیں چند ایسے دولت مند جو اپنے مستقبل کو محفوظ کرنے کے لئے ملک کے مستقبل سے کھیل رہے ہیں اور انہوں نے اپنی سیاست رائج کر رکھی ہے۔ اس کے تحت سارے کام ہو رہے ہیں یہ سب کچھ ملکی بقا کے لئے بہت مہلک ہے۔ سیاست اپنی جگہ ہونی چاہیے۔ ملک کی پالیسیوں کو سر فہرست رہنا چاہیے۔ انہیں کسی کے زیر اثر نہیں ہونا چاہیے لیکن یہاں یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ مٹھل

شاہ نے اگر ایسا کوئی کام شروع کیا ہے تو میں تو یہ سمجھتی ہوں کہ وہ ایک ملکی خدمت ہے۔ اب اس کے پس پشت کیا جذبے چھپے ہوئے ہیں ظاہر ہے نہ تم سمجھ سکتے ہو نہ میں۔ لیکن کم از کم اتنا تو ہے کہ ہم اس کا ساتھ دے کر ملک سے وفا کریں گے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ مٹھل شاہ نے مجھے ششدر کر دیا تھا اور سچی بات ہے کہ میں مٹھل شاہ کے لئے اب زیادہ خلوص سے کام کرنے پر آمادہ تھا پھر میڈم خان مجھ سے بہت دیر تک باتیں کرتی رہی تھی اور اس کے بعد میں نے اس سے اجازت طلب کر لی تھی میڈم خان نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولی:

"میرا خیال ہے کل سے حالات ایک انوکھی کروٹ لے رہے ہیں۔ تاہم تم سو جاؤ میں تمہیں پریشان نہیں کروں گی کیونکہ ہمیں ذہنی اور جسمانی طور پر اپنے عمل کے لئے خود کو تیار کرنا ہے۔"

میں اپنی خواب گاہ میں آ کر بستر پر لیٹ گیا۔ دوسری صبح معمولات کا آغاز ہو گیا۔ میں خود کو سنبھالے ہوئے تھا اور میڈم خان اور روزی میرے ساتھ تھیں۔ دوپہر تک وہ دونوں میرے ساتھ رہیں اس کے بعد میڈم خان نے مجھ سے اجازت طلب کر کے کہا۔

"میں ذرا جا رہی ہوں اور ہو سکتا ہے اب رات تک میری واپسی نہ ہو مجھے مسٹر غوری سے ہدایات لے کر اپنے کام کا آغاز کرنا ہے چنانچہ خدا حافظ۔ ہو سکتا ہے اس کے بعد نئی جگہ ملاقات ہو۔" جب وہ چلی گئی تو روزی نے مسکراتے ہوئے مجھے دیکھا اور بولی۔

"کیسا محسوس کر رہے ہیں فیصل؟"

"ٹھیک ہوں روزی۔ کوئی خاص بات نہیں ہے۔ تمہاری اپنی کیا کیفیت ہے؟"

"کچھ نہیں۔ بس ظاہر ہے میرا اپنا ایک مقام ہے ایک جگہ ہے وہ مجھے مل جائے گی میں خوش ہوں کہ مجھے تم سے دور نہیں رکھا جائے گا۔ بس اس کے علاوہ میرے لئے پریشانی کی کیا بات ہو سکتی ہے۔"

"ہوں۔ ٹھیک کہتی ہو.......... اچھا یہ بتاؤ تمہارے والدین کا کیا حال ہے؟"

"کوئی خاص خبر نہیں ہے مجھے۔ ٹھیک ہی ہوں گے۔"

"مٹھل شاہ نے کبھی اس سلسلے میں آگے بات نہیں کی؟ میرا مطلب ہے تم نے مجھے بتایا تھا کہ تم اپنے والد کی آنکھوں کے آپریشن کے لئے کوششیں کر رہی ہو۔

"میری دلی آرزو ہے کہ میرے والد کی آنکھوں کا آپریشن ہو جائے اور وہ پھر سے اس دنیا کو دیکھ سکیں اس کے علاوہ میرے دل میں اور کوئی آرزو نہیں ہے۔" میں نے روزی کا رخسار تھپتھپایا اور دوستانہ انداز میں کہا۔

"ہمارا مسئلہ مشترک ہے روزی۔ تم انہیں صرف اپنے ہی والدین نہ سمجھو میں خود بھی انہیں اپنا ہی سمجھتا ہوں۔" روزی نے پرنم آنکھوں سے مجھے دیکھا اور پھر میرا ہاتھ پکڑ کر آہستہ سے بولی:

"شکریہ فیصل' میں تمہاری پوزیشن سمجھتی ہوں اس کے باوجود اگر تم مجھ پر اتنی توجہ دیتے ہو تو میں اسے صرف اپنی خوش قسمتی ہی کہہ سکتی ہوں۔ شاید میرے ستارے گردش سے نکل آئیں۔"

ہم لوگ دیر تک گفتگو کرتے رہے اور وقت گزرتا رہا۔ شام تقریباً سات بجے میڈم خان پھر واپس آگئی۔ وہ بہت سنجیدہ تھی۔

"پروگرام یوں ہے مائی ڈیئر مسٹر دانش منصور کہ آپ آٹھ بجے یہ فلیٹ چھوڑ دیں گے اور ٹیکسی کے ذریعے ایئرپورٹ پہنچ جائیں گے۔ ایئرپورٹ پر آپ کو گائیڈ کیا جائے گا اور جو کوئی بھی آپ سے ملے اور جو ہدایات دے آپ اس پر عمل کریں بس وہ ایک نام دہرائے گا یعنی مشعل شاہ۔"

"ٹھیک۔ مجھے ایئرپورٹ کے کون سے گوشے میں کھڑے ہونا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ٹرمینل نمبر ۲ پر کسی بھی مناسب جگہ اب یہ آپ پر منحصر ہے کہ آپ کہاں ہوتے ہیں۔ ویسے آپ جہاں بھی ہوں گے آپ کو تلاش کرلیا جائے گا اس کے علاوہ جو تفصیلات ہیں وہ یوں ہیں مسٹر دانش کہ آپ اس شخص کی ہدایت کے مطابق بریف کیس لے کر باہر آئیں گے۔ میں آپ کو ایئرپورٹ کے لاؤنج میں ملوں گی۔ میرے ہاتھ میں ایک کارڈ ہوگا جس پر مسٹر دانش منصور لکھا ہوا ہوگا۔ میرے ساتھ جو کوئی بھی ہوگا اس کا تعارف آپ سے بعد میں کرا دیا جائے گا۔ آپ کو اب یہ سمجھ لینا چاہیے کہ آپ کو دانش منصور گونگا والا کا کردار ادا کرنا ہے۔"

"ٹھیک ہے میڈم خان میں اس ہدایت پر عمل کروں گا۔" میں نے کہا میڈم خان

نے میرے لئے انتہائی قیمتی لباس منتخب کیا اور اس کے بعد وہ بریف کیس بھی میرے حوالے کر دیا گیا۔ گویا کام مکمل ہوگیا تھا۔ یہ تمام تیاریاں کر کے میڈم خان وہاں سے چلی گئی اور میں خاموشی سے ایک جگہ بیٹھ گیا۔ وقت مقررہ پر میں نے غسل کیا اور لباس تبدیل کرلیا بال وغیرہ سنوارے اور اس کے بعد گھڑی دیکھ کر بریف کیس ہاتھ میں سنبھال کر فلیٹ کے دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ روزی دروازے تک میرے ساتھ آئی تھی اس نے پرخلوص لہجے میں مجھے دعائیں دیں اور کہا کہ میں ایک بہتر مستقبل کی طرف بڑھنے میں کامیاب ہو جاؤں۔ پھر میں نیچے اتر آیا۔ ٹیکسی تلاش کرنے میں مجھے بہت زیادہ دقت نہیں ہوئی تھی۔ ٹیکسی ایئرپورٹ کی جانب جارہی تھی اور میں اس ڈرامے پر غور کر رہا تھا۔ ایئرپورٹ پر خاصی گہما گہمی تھی بھلا یہاں کون کسی کی جانب متوجہ ہوتا ہے پھر میں جس گوشے میں کھڑا تھا وہ پرہنگامہ ماحول سے قدرے ہٹ کر تھا اور پھر وہ وقت آگیا جب مجھے اپنے کام کا آغاز کر دینا تھا۔ کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی نے مقرر وقت کا اشارہ کیا اور پھر ایک شخص میرے قریب پہنچ گیا اس نے سرگوشی کے انداز میں مشعل شاہ کہا اور میں پلٹ کر اسے دیکھنے لگا۔ دبلی پتلی جسامت کا ایک خوش شکل آدمی تھا۔ اس نے اسی انداز میں مجھے اپنے ہمراہ آنے کا اشارہ کیا۔ میں اس کے ساتھ آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔ ایک جگہ پہنچ کر اس نے میرے کوٹ میں ایک خوبصورت پھول لگایا اور اس کے بعد سامنے کی سمت اشارہ کر کے بولا:

"اب آپ پر اطمینان قدموں سے چلتے ہوئے لاؤنج تک پہنچ جایئے۔ باقی ہدایات آپ کو مل چکی ہیں۔" میں نے رخ تبدیل کرلیا وہ شخص پیچھے ہی پیچھے بڑھتا چلا گیا تھا۔ شاید کوئی فلائٹ آئی تھی اور لوگ باہر نکل رہے تھے۔ ٹرالیاں دھکیلتے ہوئے وہ لاؤنج کی جانب آرہے تھے۔ میں پر اعتماد قدموں سے چلتا ہو آگے بڑھنے لگا اور پھر میں نے ایک طرف میڈم خان کو کھڑے دیکھا جو ایک بڑا سا پلے کارڈ لئے کھڑی ہوئی تھی اور اس پر دانش منصور لکھا ہوا تھا۔ میڈم خان کے ساتھ دو بھاری بھر کم آدمی موجود تھے جو بہترین لباس پہنے ہوئے تھے اور ان کی نگاہیں باہر نکلنے والوں پر مرکوز تھیں۔ میں بڑی چابکدستی سے ان لوگوں میں شامل ہوگیا اور میں نے محسوس کیا کہ میڈم خان اپنے ساتھیوں کی توجہ دوسری طرف منتقل کئے ہوئے ہے۔ تب میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا میڈم خان کے سامنے

پہنچ گیا۔ اور میڈم خان چونک کر مجھے دیکھنے لگی میں نے مسکرا کر گردن خم کی اور انگریزی میں بولا۔

"میرا نام دانش منصور ہے۔"

"اوہ ۔ مائی گاڈ۔ مسٹر دانش منصور۔ ویلکم ۔ ویلکم۔" میڈم خان نے پر مسرت لہجے میں کہا اور اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دیا۔ باقی دونوں آدمی بھی مستعد ہوگئے تھے۔ میڈم خان نے ان کی طرف رخ کرکے ایک آدمی کو اشارہ کرتے ہوئے کہا۔"

"مسٹر جمشید رانا۔ جمشید رانا ایڈووکیٹ۔"

"ہیلو۔ مسٹر رانا" میں نے ٹیڑھی زبان میں کہا اور مسٹر جمشید رانا نے پر خلوص انداز میں مجھ سے ہاتھ ملایا ۔ پھر میڈم خان نے دوسرے آدمی کی جانب اشارہ کیا یہ ایک مقامی بینک کا پروٹوکول آفیسر تھا جس کا نام آغا زاہد تھا۔ ان دونوں افراد سے ملاقات کرانے کے بعد میڈم خان نے گردن خم کرکے کہا:

"تشریف لائیے۔ آپ کے آنے سے ہمیں جس قدر مسرت ہوئی ہے وہ ناقابل بیان ہے۔ میں آپ کی سیکریٹری میڈم خان ہوں اور آپ جانتے ہی ہوں گے کہ مسٹر جمشید رانا۔"

"میرے مشیر قانون ہیں۔" میں نے بدستور زبان ٹیڑھی کرتے ہوئے کہا۔ انگریزی بھی میں انگریزوں ہی کے انداز میں بول رہا تھا اور مجھے اس پر قدرت حاصل تھی۔ وہ تینوں مجھے لئے ہوئے ایک خوبصورت کار تک پہنچے جس میں باوردی ڈرائیور موجود تھا ڈرائیور نے میرے لئے عقبی دروازہ کھولا۔ میڈم خان اور بینک آفیسر میرے نزدیک بیٹھ گئے جب کہ مسٹر جمشید رانا اگلی سیٹ پر ڈرائیور کے ساتھ بیٹھے اور ڈرائیور نے کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھا دی۔

"آپ تو بہت نوعمر ہیں مسٹر دانش منصور۔"

"سوری اس کی لئے معافی چاہتا ہوں۔" میں نے کہا اور جمشید رانا ہنس پڑا۔

"گڈ اس کا مقصد ہے کہ خوش مزاج بھی ہیں۔" اس نے کہا۔

"کیا نہیں ہونا چاہیے۔"

"ضرور ہونا چاہیے۔ خوش مزاجی چہرے پر شگفتگی پیدا کرتی ہے۔" جمشید رانا نے مسکراتے ہوئے انگریزی زبان میں کہا۔ اسی وقت مسٹر آغا زاہد نے پوچھا:

"آپ اردو نہیں بول سکتے مسٹر دانش منصور۔" یہ سوال بھی انگریزی ہی میں کیا گیا تھا۔ میں نے کسی قدر شرمندگی سے کہا:

"سوری مسٹر آغا زاہد۔ دراصل اردو سے میرا واسطہ کم رہا ہے بلکہ یوں سمجھ لیجئے رہا ہی نہیں ہے لیکن اب آپ لوگوں کے ساتھ میں اردو ضرور سیکھ لوں گا کیونکہ اپنے وطن سے مجھے بہت محبت ہے۔"

"یقیناً"۔ یقیناً" آپ کو اردو سیکھنا ہوگی۔ یہ انتہائی ضروری ہے۔" میڈم خان کے ہونٹوں پر ایک پراسرار مسکراہٹ کھیل رہی تھی یہ گفتگو پروگرام میں شامل نہیں تھی اردو سے ناواقفیت کا اظہار میں نے جان بوجھ کر کیا تھا اور یہ میری اپنی ذہانت تھی اس سے میں کیا کام لینا چاہتا تھا یہ میں خود بھی جانتا تھا۔ مجھے جس خوبصورت کوٹھی میں لے جایا گیا وہاں پہنچ کر میرے ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ پھیل گئی کیونکہ اتفاق کی بات یہ ہے کہ یہ کوٹھی اس کوٹھی سے زیادہ دور نہیں تھی جہاں میرے بچپن کا آغاز ہوا تھا۔ یعنی ڈیفنس میں غزنوی صاحب کی کوٹھی سے پانچویں کوٹھی یہ تھی۔ جس میں مجھے لے جایا گیا اور یقیناً" یہ کوٹھی میری ہی تھی۔ میں اس کا شناسا تھا۔ اس وقت جب میں غزنوی صاحب کی کوٹھی سے نکلا تھا تو یہ کوٹھی تعمیر ہو رہی تھی۔

"ہماری دلی تمنا ہے سر کہ یہ رہائش گاہ آپ کو پسند آئے جس کی خریداری' مسٹر آغا زاہد نے آپ کے لیے کی ہے۔"

"یقیناً" یہ ایک عمدہ جگہ ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور ان لوگوں کی رہنمائی میں کوٹھی کے صدر دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ دروازہ کھولنے والی روزی تھی ں نے گردن خم کرکے مجھے سلام کیا اور میڈم خان کہنے لگی۔

"آپ کی اس رہائش گاہ کے لئے بقیہ اسٹاف آپ کی خواہش کے مطابق رکھا جائے سر۔ فی الحال یہ ہاؤس کیپر مس روزی آپ کی خدمت کے لئے یہاں ملازم رکھی گئی ۔ مس روزی یہ تمہارے باس مسٹر دانش منصور ہیں۔" روزی نے گردن خم کی اور کے بعد ہم آگے بڑھ گئے۔ مجھے پہلے ایک وسیع و عریض ڈرائنگ روم میں لے جایا گیا روزی نے جلدی سے ڈرائنگ روم کا دروازہ کھولا اور میں اندر داخل ہو کر ڈرائنگ

رومز کی آرائش کا جائزہ لینے لگا۔ پوری کوٹھی کو میرے شایان شان سجائی گئی تھی۔ ہر چیز سے یہ اظہار ہوتا تھا کہ یہ کسی ارب پتی کی کوٹھی ہے۔ جمشید رانا اور آغا زاہد صوفوں پر بیٹھ گئے میڈم خان خاموشی سے میرے عقب میں کھڑی ہوگئی تھی۔ سیکریٹری کی حیثیت سے انہیں اپنے فرائض انجام دینا تھے اور اس میں ادب آداب مدنگاہ رکھنے تھے۔ جمشید رانا نے کہا:

"ہم ایک بار پھر آپ کو اپنے وطن واپسی کی مبارکباد دیتے ہیں۔" دانش صاحب اس کے ساتھ چند سوالات میرے ذہن میں ہیں جن کی تفصیل آپ سے معلوم کرنا ہوگی۔ ویسے آغا زاہد صاحب آپ اگر دانش صاحب سے کوئی گفتگو کرنا چاہتے ہیں تو ضرور کیجئے گا۔"

"میں مسٹر دانش کا بہت زیادہ وقت نہیں لوں گا۔ یہ میری ذمہ داری تھی کہ میں دانش صاحب کو یہاں خوش آمدید کہوں اور بینک کی طرف سے انہیں اپنی تمام تر خدمات کا یقین دلاتا ہوں۔ دانش صاحب میرے لئے کوئی اور حکم تو نہیں ہے؟"

"فی الحال تو میں یہاں آیا ہوں' مسٹر آغا یہاں آنے کے بعد صورت حال کا جائزہ لوں گا اور اس کے بعد ہی آپ سے رجوع کیا جاسکتا ہے۔"

"تب میں اجازت چاہتا ہوں۔ آغا زاہد نے کہا اور میں نے گردن خم کر دی' پھر میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا"

"مسٹر آغا کیا آپ کچھ چائے وغیرہ لینا پسند کریں گے؟"

"میں تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہی رہوں گا۔ دانش صاحب بعد میں یہ سب کچھ بھی ہو جائے گا۔ اچھا پھر اجازت چاہتا ہوں۔ خدا حافظ۔" اس نے ہم لوگوں سے مصافحہ کیا اور اس کے بعد وہاں سے باہر نکل گیا۔ جمشید رانا بدستور بیٹھا رہا تھا۔ آغا زاہد کے جانے کے بعد اس نے کہا:

"اصولاً مجھے بھی آپ کا زیادہ وقت نہیں لینا چاہیے مسٹر دانش لیکن چند باتیں ذہن میں رکھنا میرے لیے بہت ضروری ہیں مثلاً" یہ کہ آپ کتنے دن آرام کریں گے اور اس کے بعد یہاں اپنی آمد کے بارے میں آپ کے مزید منصوبے کیا ہیں؟"

"رانا صاحب میں اپنا سرمایہ یہاں منتقل کرکے افریقہ سے تمام رابطے ختم کر چکا ہوں۔ ایک بزنس مین کی حیثیت سے میں جانتا ہوں کہ سرمایہ کو گردش میں رہنا چاہیے۔ میرے ذہن میں بہت سے منصوبے ہیں۔ مختصراً یوں سمجھ لیجئے کہ میں فی الحال اپنی صنعت' فیکٹری یا کوئی اور ذاتی کاروبار شروع کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا بلکہ میرے ذہن میں یہ خیال ہے کہ یہاں جو منافع بخش کاروبار ہو رہے ہیں اس میں سرمایہ کاری کروں۔"

"اوہو۔ گویا آپ کا مطلب ہے کہ آپ شیئرز کا کاروبار شروع کرنا چاہتے ہیں۔"

"ہاں۔ دوسرے الفاظ میں یہی سمجھ لیجئے۔ ایسی صنعتیں اور فیکٹریاں جو منافع بخش ہیں اور تسلی بخش طریقے سے کام کر رہی ہیں اگر مالی بحران کا شکار ہوئیں تو میں ان میں اپنی سرمایہ کاری کرکے ان کا حصہ دار بن جاؤں گا۔ اپنی جانب سے کوئی کاروبار نہیں شروع کرنا چاہتا۔"

"یہ آئیڈیا بھی بہت اچھا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ بہت ہی پروقار بھی۔ آپ کا منصوبہ میرے خیال میں بہت مناسب ہے۔ بہرطور میں اس سلسلے میں اپنی خدمات معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

"بینک نے آپ کو میرے اکاؤنٹ کے تمام کاغذات مہیا کر دیئے ہیں۔"

"جی۔ ہاں بالکل۔ میرے پاس تمام تفصیلات موجود ہیں اور ظاہر ہے اس وقت آپ کا استقبال مقصود تھا اس لئے ان کی تفصیل میرے پاس موجود نہیں ہے۔"

"اوہو۔ رانا صاحب میں تو ابھی یہ سب کچھ دیکھنا بھی نہیں چاہتا۔ فی الحال کچھ عرصہ تو مجھے بالکل ہی پرسکون گزارنے دیجئے۔ کم از کم یہاں کے بڑے بڑے لوگوں سے میری ملاقات ہونی چاہیے۔ مجھے یہاں کے معاشرے میں ضم ہونا ہے۔ آپ اس سلسلے میں کارروائیاں کریں تمام بڑے بڑے کلب اور اس قسم کے تمام معاملات آپ ذرا ذہن میں رکھیے۔ مجھے ان سے روشناس کرانا آپ کے لئے بے حد ضروری ہے۔"

"بہت بہتر میں اس سلسلے میں اپنی خدمات پیش کردوں گا آپ کو۔ ویسے اور کوئی سلسلہ میرا مطلب ہے اسٹاف وغیرہ کے بارے میں یعنی آپ اپنے کاروباری سلسلے میں جو کچھ بھی کریں گے اس کے لئے آپ کو اسٹاف وغیرہ کی ضرورت تو ہوگی؟"

"میرا خیال ہے اس کام کے لئے میری سیکرٹری میڈم خان بہت موزوں ہیں۔ ہاں اگر کوئی کام ان کے لئے مشکل ثابت ہوا تو اس میں پھر آپ کی مدد لی جائے گی۔"

www.paksociety.com

Uploaded By Muhammad Nadeem

"بے حد مناسب۔ میرے بارے میں تفصیلات میڈم خان کو معلوم ہیں۔ آپ جب چاہیں مجھ سے رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔ باقی جو ہدایات آپ نے دی ہیں اس کے مطابق میں کام کا آغاز کر دوں گا۔"

"بہت بہت شکریہ مسٹر جمشید رانا۔" میں نے کہا اور جمشید رانا بھی کھڑا ہو گیا پھر جب وہ چلا گیا تو میڈم خان نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پر مسرت لہجے میں بولی۔

"بلاشبہ۔ بلاشبہ میری توقع سے کہیں بڑھ کر۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور میڈم خان سے بولا:

"اب آپ براہ کرم مجھے میری آرام گاہ دکھائیے۔"

"ہاں ضرور۔" میڈم خان نے کہا اور اس کے بعد ہم ڈرائنگ روم سے بھی نکل آئے۔ جو خواب گاہ میرے لئے منتخب کی گئی تھی وہ کمال کی تھی۔ میں تو ان تمام چیزوں کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ میڈم خان نے مجھ سے کہا:

"اب میرے لئے کیا حکم ہے چیف؟"

"آپ آرام کیجئے میڈم خان میں بھی آرام کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے خشک سے لہجے میں کہا اور میڈم خان چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ غالباً میرے لہجے کو محسوس کر رہی تھی پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"اوکے۔ چیف چلتی ہوں خدا حافظ۔" وہ باہر نکل گئی۔ میں نے اپنا رویہ خصوصی طور پر تبدیل کیا تھا اور میرے خیال میں اب یہ ضروری تھا ویسے بھی میڈم خان کا خود پر مسلط ہونا مجھے زیادہ پسند نہیں تھا۔ اس وقت جب میں زیر تربیت تھا تو دوسری بات تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ مثل شاہ کی ہدایت کے مطابق میڈم خان نے مجھے جو تربیت دی تھی اس میں انہوں نے میرے ساتھ بہت محنت کی تھی لیکن اس کے علاوہ بھی میڈم خان نے جو تعلق مجھ سے قائم کرلیا تھا وہ اب میرے لیے ناخوشگوار ہی تھا۔ میں میڈم خان کا آلہ کار بنا رہنا نہیں چاہتا تھا اور ان کے تسلط کو ختم کر دینے کا خواہاں تھا جس کا آغاز میں نے اسی وقت سے کر دیا تھا اور میں سمجھتا تھا کہ اس پر نہ مثل شاہ کو اعتراض ہو گا اور میڈم خان کو تو اعتراض ہونا ہی نہیں چاہیے تھا کیونکہ یہ ان کا خالص ذاتی معاملہ تھا جو مجھ سے متعلق تھا۔ لباس تبدیل کر کے میں بستر پر دراز ہوا اور سو گیا۔ میں اب یہ

نہیں چاہتا تھا کہ بے سکونی کے لمحات گزاروں۔ تقدیر نے جب مجھے سکون مہیا کیا تھا تو اس سے پورا پورا فائدہ اٹھانا ضروری تھا۔ دوسری صبح بے حد خوشگوار تھی۔ ڈیفنس کے علاقے کا جانا پہچانا ماحول قرب و جوار میں ایک پر سکون سناٹا۔ کوٹھی میں بھی بہت کم آوازیں محسوس ہو رہی تھیں۔ میڈم خان غالباً مجھے سوتا ہوا دیکھ کر جا چکی تھی۔ بہر حال جاگنے کے بعد غسل خانے کا رخ کیا۔ لباس تبدیل کیا اب زندگی گزارنے کے وہ تمام طریقے مجھے آ چکے تھے جو صاحب حیثیت لوگوں کے ہوتے ہیں چنانچہ صبح کا لباس پہننے کے بعد میں نے بیل بجائی اور بیل بجاتے ہی روزی میرے سامنے آموجود ہوئی۔ اس نے گردن خم کرتے ہوئے کہا:

"آپ جاگ گئے سر' کیا میں ناشتہ لگادوں یا ناشتے سے پہلے چائے پینا پسند کریں گے؟"

"میڈم خان کہاں ہیں۔" میں نے روزی سے پوچھا؟

"جی" وہ اپنے کمرے میں ہیں۔ ناشتہ کر چکی ہیں۔

"ہوں۔ ٹھیک ہے روزی ناشتہ لگاؤ۔ کیا تم یہ بات نہیں جانتی کہ میں صبح کو ناشتے سے پہلے چائے نہیں پیتا بلکہ ناشتے کے ساتھ ساتھ ہی پیتا ہوں۔ روزی نے ایک نگاہ مجھے دیکھا اور گردن خم کر کے دروازے کی جانب بڑھی تو میں نے اسے پکارا۔"

"سنو روزی۔"

"یس سر۔"

"دیکھو۔ میرے اور تمہارے درمیان دوستی کا جو رشتہ ہے وہ کبھی متاثر نہیں ہو گا۔ حالات کے تحت اگر کہیں میرے رویے میں لچک پاؤ یا کچھ خشک انداز محسوس کرو تو اسے ذہن تک نہ پہنچنے دینا۔ تم نے مجھ سے تعاون کا وعدہ کیا ہے۔" روزی کے سنجیدہ چہرے پر ایک دم خوشی کی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے پہلے میری جانب دیکھا پھر دروازہ کھول کر باہر جھانکا اور پھر دروازے پر کھڑے کھڑے بولی:

"میڈم خان تو بہت اداس ہیں سر۔"

"کیوں؟"

"مجھ سے کہہ رہی تھیں کہ مسٹر فیصل اپنا رویہ بدل رہے ہیں۔ تنہائی میں تو انہیں

فیصل ہی رہنا چاہیے لیکن وہ کچھ بدلتے جا رہے ہیں۔"

"میڈم خان کے ساتھ رویہ تبدیل کرنا ضروری ہے وہ خطرناک عورت ہے لیکن تم، میرا مطلب تم میری صرف دوست ہو۔"

"آپ نے۔ آپ نے سر مجھے جو مقام دیا ہے میں اسے مرنے کے بعد بھی فراموش نہیں کر سکوں گی۔"

"ناشتہ۔" میں نے کہا اور وہ ایک دم سے ہنس پڑی پھر باہر نکل گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں ناشتے کے کمرے میں پہنچ گیا۔ میڈم خان ایک کاغذ اور قلم ہاتھ میں لئے ہوئے میرے پاس آ گئی تھی۔ میں نے خاموشی سے اسے دیکھا اور بولا:

"میڈم خان آپ نے ناشتہ کر لیا؟"

"یس سر۔" میڈم خان نے سرد لہجے میں جواب دیا۔

"ٹھیک۔ تشریف رکھئے۔ براہ کرم اگر آپ چائے پینا پسند کریں تو میرے ساتھ چائے لیجئے۔"

"شکریہ سر، میں چائے پی چکی ہوں۔" میڈم خان نے آہستہ سے کہا اور میں ناشتے میں مصروف ہو گیا۔ وہ کھڑی مجھے دیکھتی رہی اور میں ناشتہ کرتا رہا۔ ناشتے سے فراغت حاصل کرنے کے بعد میں نے نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا اور بولا:

"جی میڈم خان۔ آج کا ہمارا کیا پروگرام ہے؟"

"سر آپ کو فیصلہ کرنا ہے کہ کوٹھی کے لئے کتنے ملازم درکار ہوں گے۔ میری رائے ہے ایک نگاہ کوٹھی کا جائزہ لے لیا جائے اور اس کے بعد یہ تعین کر لیا جائے۔"

"آپ کے خیال میں ملازموں کی پوری فوج ضروری ہو گی یا ہم چند ملازموں سے کام چلا سکتے ہیں۔" میں نے سوال کیا؟

"سر میرا خیال ہے کہ اتنی بڑی کوٹھی کے لئے ملازمین کی تعداد زیادہ ہونی چاہیے۔ اس سے کوٹھی کے مکینوں کی حیثیت کا پتہ چلتا ہے حالانکہ آپ کی تنہا ذات ہے اور ملازمین کی زیادہ ضرورت نہیں ہے لیکن زمانے کے دستور کا خیال رکھنا ہو گا۔"

"ہوں۔ تو پھر کوٹھی کا جائزہ لینے کی کیا ضرورت ہے میں ایک نگاہ اسے دیکھ چکا ہوں اور دیکھ لوں گا۔ میرے خیال میں ہمیں سب سے پہلے گاڑی کا بندوبست کرنا چاہیے۔ گاڑی کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"سر خریدنا ہوں گی اور ایک نہیں کم از کم تین گاڑیاں درکار ہوں گی۔"

"اس کے لئے کیا مسٹر جمشید سے رابطہ قائم کرنا ہو گا؟"

"نہیں سر۔ ہم ہر مسئلے میں مسٹر جمشید کی ضرورت نہیں محسوس کرتے۔ تمام مسائل ہمارے اپنے ہاتھ میں ہیں۔ بنیادی چیزوں کا انتظام ہم خود کریں گے۔ کسی بھی شخص کو اپنے معاملات میں بہت زیادہ دخل اندازی کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔"

"تو پھر تم اس سلسلے میں جو بھی کارروائی کرنا چاہو کر لو۔ میں تمہیں اس کی منظوری دیئے دیتا ہوں۔ میڈم خان ملازموں کا جہاں تک مسئلہ ہے ہمیں ڈرائیوروں کی ضرورت ہو گی۔ کچن کے لئے کم از کم دو آدمی درکار ہوں گے۔ باقی کوٹھی کی صفائی ستھرائی کے لئے اسٹاف۔"

"اس سلسلے میں آپ کا کوئی خاص اشارہ تو نہیں ہے جناب میرا مطلب ہے آپ اپنی پسند کے لوگوں کو کہیں سے بلانا تو نہیں چاہتے۔"

"نہیں۔ ہرگز نہیں۔"

"تو پھر ٹھیک ہے میں اس سلسلے میں تمام انتظام ایک دو دن کے اندر اندر کر لوں ں۔ گاڑیوں کے سلسلے میں بھی کارروائی شروع کی جاسکتی ہے اور میں ٹیلیفون ڈائریکٹری ں دیکھ کر مختلف شوروموں کو ٹیلیفون کر دیتی ہوں۔" میڈم خان کو میں نے ان تمام چیزوں ں منظوری دے دی اور میڈم خان نے گردن ہلا دی اس کے بعد میں ناشتے کے کمرے سے باہر نکل آیا اور میڈم خان اپنا کام کرنے کے لئے چل پڑی تھی۔ دوپہر کے بعد میں نے کچھ لوگوں سے ملاقات کی یہ شوروموں کے مالکان تھے اور میرے پاس گاڑیوں کے سلسلے میں گفتگو کرنے آئے تھے۔ میں نے دو گاڑیاں پسند کیں تیسری گاڑی کا مسئلہ ابھی ملتوی کر دیا تھا اور شوروموں کے مالکان کو میں نے اس سلسلے میں ہدایات جاری کر دیں۔ جمشید رانا شام کو ساڑھے پانچ بجے میرے پاس آیا اور اپنی کارکردگی کی تفصیلات بتانے لگا۔ میں نے اس سے مختلف موضوعات پر گفتگو کی تھی۔ بہرطور سب سے پہلے میرے یہاں قدم جمانے کے انتظامات ہونے لگے اور تقریباً چھ سات دن اس کام میں لگ گئے کوٹھی کے تمام ملازمین منتخب کر لئے گئے تھے۔ خاص طور سے میں ایک ڈرائیور کا تذکرہ ضروری سمجھتا

ہوں۔ غالباً" ڈرائیور کی ملازمت کے سلسلے میں دیئے ہوئے اشتہار کے نتیجے میں کچھ لوگ آئے تھے اور میڈم خان ان کا انٹرویو لے رہی تھیں کہ میں وہاں پہنچ گیا۔ میڈم خان مجھے دیکھ کر کھڑی ہوئیں تو باقی تمام افراد بھی کھڑے ہوگئے۔ میں نے ایک نگاہ ان پر ڈالی اور خاص طور سے ایک نوجوان شخص میری نظروں کا مرکز بن گیا۔ اس کی عمر ستائیس اٹھائیس سال کے قریب تھی۔ چہرہ نہایت ہی بھلا لگ رہا تھا۔ خدوخال بہت اچھے تھے اور ڈرائیور کی ملازمت کے لئے مجھے یہ شخص بڑا عجیب سا لگا تھا۔ تاہم میں نے اس سے براہ راست کوئی گفتگو نہیں کی۔ میڈم خان نے اس سے اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنا شروع کر دیں۔ اس نے اپنا نام آصف نور بتایا۔ اس کی گفتگو سے صاف پتا چلتا تھا کہ وہ کچھ زیادہ تجربہ کار نہیں ہے۔

"میڈم خان دوسرے ڈرائیور سے بات کرنے لگی تھی۔ میں نے میڈم خان کو اشارہ کیا تو وہ باتیں چھوڑ کر میرے پاس آگئی۔"

"اس ڈرائیور کو بھی رکھ لیجئے میڈم خان جس کا نام آصف نور ہے۔"

"اوکے۔ چیف مگر وہ زیادہ تجربہ نہیں رکھتا۔"

"تجربہ ہو جائے گا۔" میں نے کہا اور اس کے بعد کمرے سے باہر نکل آیا۔ اب ظاہر ہے میڈم خان اسے نظرانداز نہیں کر سکتی تھیں۔ ویسے اس کی انگریزی پر مجھے ہنسی آئی تھی۔ دو چار لفظ بول لیا کرتا تھا انگریزی کے لیکن شخصیت بہت اچھی تھی۔ ڈرائیور تو لگتا ہی نہیں تھا۔ خاص طور سے میں نے اس کا تذکرہ اس لئے کیا کہ بعد میں آصف نور سے میرے بڑے اچھے تعلقات قائم ہوگئے۔

بہرحال میری ہدایات پر میڈم خان نے اسے رکھ لیا تھا اور اس طرح دوسرے ڈرائیور کا انتخاب بھی ہوگیا جو ایک باقاعدہ ڈرائیور تھا گویا کوٹھی کا یہ سلسلہ مکمل ہوگیا تھا جمشید رانا کے علاوہ اور بھی چند افراد نے مجھ سے ملاقات کی تھی اور میری شہرت آہستہ آہستہ بڑھتی جارہی تھی پھر جمشید رانا ہی نے میرے لئے کراچی کے بڑے بڑے کلب اور جمخانوں کی رکنیت حاصل کی اور اس طرح یہ کام آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔ ایک بہت بڑے جیم خانے میں میرے لئے ایک تعارفی پروگرام رکھا گیا اس کے انتظامات بھی جمشید رانا ہی نے کئے تھے ویسے جمشید رانا کے بارے میں میں نے یہ اندازہ لگایا تھا کہ وہ اپنے کام میں ماہر ترین آدمی ہے اور اس دور کے لئے جس قسم کے لوگوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ اس پر پورا اترتا ہے۔ پہلی بار کراچی کے ایک بڑے جمخانے میں میرا تعارفی پروگرام ہونا تھا اور جمشید رانا نے اس کے لئے مجھ سے تمام تر منظوری حاصل کرلی تھیں۔ میڈم خان سے بھی اس سلسلے میں تفصیلی گفتگو ہوئی تھی چنانچہ مجھے تیار کرانے میں میڈم خان نے تقریباً" ڈیڑھ گھنٹہ صرف کیا اور بقول کسی کے بال بال موتی پروئے۔ خود میڈم خان نے ایک خوبصورت ساڑھی باندھی تھی۔ دراز قامت اور اچھی جسامت کی خاتون تھی۔ اس ساڑھی میں بہت اچھی لگ رہی تھی۔ بیچاری روزی تو صرف ہاؤس کیپر تھی اور وہ اس قسم کے پروگراموں میں حصہ نہیں لے سکتی تھی۔ ڈرائیونگ کے لئے آصف نور ہی کو استعمال کیا گیا تھا۔ بلاشبہ بہترین ڈرائیونگ کرتا تھا اور اس وقت خوبصورت وردی میں ملبوس وہ بہت شاندار نظر آرہا تھا۔ اس سج دھج کے ساتھ ہم لوگ جمخانہ چل پڑے۔ جمخانہ کے وسیع و عریض گراؤنڈ میں ہمارا بہترین استقبال کیا گیا۔ بے شمار افراد تھے جو یہاں کے معزز ترین لوگوں میں شمار ہوتے تھے۔ میں کار سے نیچے اترا اور میڈم خان کی سرکردگی میں آہستہ آہستہ پروقار چال چلتا ہوا آگے بڑھا تو ان لوگوں نے میرا خیر مقدم کیا اور مجھے جمخانے کی عمارت میں لے گئے۔ بہت سی نگاہوں میں میرے لئے تحسین کے آثار تھے آج کا یہ سارا پروگرام میرے حساب میں تھا چنانچہ اندر پہنچنے کے بعد میرے لئے استقبالیہ کلمات ادا کئے گئے اور شہر کے بڑے بڑے معززین نے اپنے درمیان میری شمولیت کو خوش آمدید کہا۔ بعد میں جمشید رانا نے میرا تعارف ان تمام حضرات سے کرایا۔

"سر یہ اجمل چوہدری ہیں۔ یوں سمجھ لیجئے کہ یہاں کی بے شمار صنعتوں پر ان کی اجارہ داری ہے اور یہ فیروز خان صاحب ہیں۔ ان کے بارے میں لوگوں کا کہنا ہے کہ راتوں رات تقدیریں بدل دیا کرتے ہیں اور ان سے ملئے سر یہ قارون وقت سرفراز حقی ہیں اور انہیں قارون وقت بلاوجہ نہیں کہا جاتا۔ اس کی کوئی بنیاد ہے اور یہ خاتون جمال آرا ہیں۔ ایک خاتون صنعت کار جنہوں نے دنیا کے بیشتر ممالک میں اپنا کاروبار پھیلا رکھا ہے۔ یہ مسز اختر خان ہیں۔" دوسری خاتون سے میرا تعارف کرایا گیا اور یہ تمام خواتین اپنی تمام تر دلکشی مجھ پر نچھاور کرنے لگیں۔ مسز اختر نے کہا:

"تعجب کی بات ہے مسٹر دانش منصور آپ اس نوعمری کے عالم میں اس جگہ نظر

آتے ہیں جہاں لوگ آدھی عمر میں بھی نہیں پہنچ پاتے۔"

"اب اس سلسلے میں میں کیا عرض کر سکتا ہوں۔ مسز اختر خان۔ دراصل اصولی طور پر یہ سب کچھ میرے والد نے میری جانب منتقل کیا ہے۔ ورنہ اس میں میرا کوئی کمال نہیں ہے۔"

"تو پھر یہ کہا جائے کہ آپ تقدیر کے شہنشاہ ہیں۔"

"خیر آپ جو چاہے کہہ لیں مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔" جمال آرا نے آگے بڑھ کر کہا۔

"ساری باتیں اپنی جگہ........ مسٹر منصور۔ لیکن آپ براہ کرم مسز اختر خان سے ذرا ہوشیار رہیں۔ یہ نگاہوں ہی نگاہوں میں نجانے کہاں کہاں پہنچ جاتی ہیں۔"

"ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آپ مجھ سے ہوشیار رہیں اور ان خاتون کو نظرانداز کر دیں۔ یہ جمال آرا ہیں لیکن اس کے علاوہ کیا کیا ہیں یہ شاید آپ کو آنے والا وقت بتا دے۔" خواتین کی چونچیں شروع ہو گئیں اور میرے اعزاز میں وہ تمام کام سر انجام دیئے جانے لگے جو بڑے لوگوں کے ہوتے ہیں اور میں ان لوگوں کے درمیان دلچسپی لینے لگا۔ بہت سی نرم و نازک لڑکیاں بھی تھیں جنھوں نے اپنے طور پر مجھ سے ملاقات کی اور مجھ پر بجلیاں گرانے کی آخری کوششیں بھی صرف کر دیں۔ اس اجنبی ماحول میں میں نے ایک لمحے کے لئے اپنے آپ کو اجنبی ظاہر نہ ہونے دیا تھا اور اسی طرح کا اظہار کیا تھا جیسے میں ان تمام چیزوں سے بخوبی واقف ہوں۔ مجھ سے طرح طرح کی گفتگو کی جانے لگی۔ اجمل چوہدری نے کہا:

"نیروبی میں تو آپ کو حسن و جمال کے یہ مناظر کم ہی دیکھنے کو ملتے ہوں گے مسٹر دانش۔"

"کیوں؟" میں نے سوال کیا۔

"میرا مطلب ہے وہاں کی سیاہی آپ کی سفیدی سے ہم آہنگ نہ ہوتی ہوگی۔"

"وہاں سفیدی بھی تھی اور سیاہی بھی۔ بری جگہ نہیں تھی وہ۔ بس فرق اتنا تھا کہ وہ میرا وطن نہیں تھا۔"

"اب آپ کا یہاں کیا ارادہ ہے؟"

"کوئی ارادہ نہیں ہے بس آپ کے ... کا منتظر ہوں۔"

"کچھ کاروباری منصوبے تو آپ کے ذہن میں ہوں گے؟"

"بہت زیادہ نہیں بس یہ سوچا ہے کہ آپ کے تجربات سے فائدہ اٹھاؤں گا۔ جو صنعتیں آپ نے لگا رکھی ہیں ان میں اپنا حصہ بھی طلب کروں گا آپ سے۔"

"ہم سب حاضر ہیں آپ سے مکمل تعاون کیا جائے گا۔" سرفراز حقی صاحب نے کہا اور وقت بہت دلچسپی سے گزرنے لگا۔ میں نے بھانت بھانت کے لوگ دیکھے تھے۔ یہ شہر کی کریم تھی اور سب کے سب میرے گرد جمع تھے۔ ایسے لمحات میں مجھے اور نجانے کیا کیا یاد آرہا تھا۔ یاد آنے والی سب سے بڑی اور سب سے قیمتی چیز الیاس بھائی اور نازاں باجی تھے۔ اس خاندان نے مجھے یہاں تک پہنچانے میں میری جو مدد کی تھی میں اسے مرتے دم تک فراموش نہیں کر سکتا تھا اور ابھی تو ان کے سلسلے میں میرے اوپر بڑی ادائیگیاں باقی تھیں۔ آج کا پروگرام انتہائی شاندار رہا اور رات گئے تک جاری رہا۔ بے شمار افراد نے مجھ سے میری کوٹھی پر ملنے کی درخواست کی۔ میں نے ان سے وعدہ کیا کہ بہت جلد میں اپنی کوٹھی میں ان لوگوں کو ایک ضیافت دوں گا۔ بعض نے مجھ سے ذاتی طور پر ملاقات کی خواہش کی۔ میں نے پر خلوص لہجے میں کہا:

"میرا گھر آپ کا اپنا ہے جب دل چاہے تشریف لائیے۔"

"آپ کے دن بھر کے مشاغل کیا ہوتے ہیں۔ مسٹر دانش منصور؟" مسز اختر نے پوچھا۔

"ابھی چونکہ آپ کی اس دنیا میں نووارد ہوں اس لئے مشاغل بھی محدود ہیں۔ زیادہ تر گھر میں قید رہتا ہوں اب آج سے باہر نکلنا شروع کیا ہے۔ آپ لوگوں سے تعارف حاصل ہوا ہے۔ اکثر جمخانہ آنا ہوگا اس کے علاوہ اور بھی بہت کچھ چاہتا ہوں میں۔ میرا مطلب یہ ہے کہ آپ سے تعاون کر کے ہی میں یہاں ایک بہتر زندگی گزار سکتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"ہمارا تعاون دل و جان سے آپ کو حاصل ہوگا۔ مسٹر دانش آپ بالکل مطمئن رہیں۔" مسز اختر نے کہا۔ پھر میں نے وہاں سے واپسی کا ارادہ ظاہر کیا اور تمام کے تمام

مجھے باہر تک چھوڑنے آئے۔ آصف نور نے دروازہ کھولا اور میں عقبی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ جب کہ میڈم خان آصف نور کے ساتھ بیٹھی تھی۔ کار واپس چل پڑی اور ہم خاموشی سے اپنی کوٹھی میں داخل ہوگئے۔ میڈم خان آصف نور سے کچھ گفتگو کرتی ہوئی پیچھے رہ گئی تھی۔ لباس وغیرہ تبدیل کر کے میں ایک صوفے پر بیٹھ گیا اور آج کے ان بہروپیوں کے بارے میں غور کرنے لگا۔ دولت کے ڈھیر پر بیٹھے ہوئے یہ لوگ کیسی عجیب زندگی گزارتے ہیں۔ ان کے اندر بڑی مصنوعیت پائی تھی میں نے۔ بہر طور ان دولت مندوں سے تو حساب کرنا تھا چنانچہ ان کے سلسلے میں کافی دیر تک غور کرتا رہا پھر میڈم خان سنجیدہ سی اندر آکر میرے سامنے صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔ میں نے بغور ان کا چہرہ دیکھا اور آہستہ سے بولا:

”خیریت میڈم خان۔ آپ ضرورت سے زیادہ ہی سنجیدہ نظر آرہی ہیں؟“

”نہیں۔ کوئی ایسی خاص بات نہیں ۔ آپ یہ بتائیے آج کا پروگرام کیسا لگا آپ کو؟“

”بہت اچھا تھا ظاہر ہے میرے لئے ایک نئی زندگی کا آغاز ہوا ہے۔ ویسے بھانت بھانت کے ان لوگوں سے مل کر مجھے واقعی حیرت بھی ہوئی ہے۔“

”ہاں یہ مصنوعی دنیا کے مصنوعی لوگ ہیں۔ دولت میں ڈوبے ہوئے اپنے آپ سے بے خبر کہ حقیقت میں وہ کیا ہیں۔ بہر طور آپ کو تو انہی کے درمیان رہنا ہے اور انہی کے انداز اپنانے ہیں۔“ میرے ہونٹوں پر مدہم سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے کہا:

”نہیں مجھے ان کے انداز نہیں اپنانے بلکہ ان کے انداز سے مخالف سمت سفر کرنا ہے۔“

”میں سمجھی نہیں۔“

”آپ کافی سمجھدار خاتون ہیں میڈم خان۔ آپ غور کرلیجئے کہ میرے اور ان کے درمیان کس قسم کے تعلقات رہیں گے۔“

”اوہ۔ ہاں کیوں نہیں۔ میں دراصل دوسرے انداز میں گفتگو کر رہی تھی۔ خیر چھوڑیئے ایک سوال کرنا چاہتی ہوں آپ سے مسٹر دانش۔“

”جی۔ جی۔ فرمائیے۔“

”میرے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟“

”کیا مطلب؟“ میں نے حیرت سے پوچھا۔

”ہاں۔ میں کافی دنوں سے آپ میں ایک عجیب سی تبدیلی محسوس کر رہی ہوں۔ دانش میں کوئی ایسی بات نہیں کہنا چاہتی جو آپ کو پسند نہ آئے۔ لیکن۔ لیکن میرے اور آپ کے درمیان جو قربت ہوگئی تھی وہ بحیثیت عورت کے میں بھول نہیں سکتی اور اب آپ کی یہ دوری محسوس کر کے میں نجانے کیوں افسردہ ہوگئی ہوں۔ اندرونی طور پر میں سوچتی ہوں کہ دنیا کے سارے معاملات دنیا کی نگاہوں میں کچھ بھی ہوں لیکن جو دل اور ذہن ایک دوسرے سے اس قدر نزدیک ہو جائیں تو ان میں فاصلے کیسے پیدا ہوسکتے ہیں؟“

میں میڈم خان کی صورت دیکھتا رہا۔ ان کے الفاظ کا میں اچھی طرح سے مفہوم سمجھ رہا تھا پھر میں نے خود کو سنبھال کر کہا:

”میڈم خان ذرا کچھ وضاحت کیجئے گا۔“

”نہیں دانش۔ اس سے زیادہ وضاحت شاید کسی عورت کی زبان سے ممکن نہ ہو۔“

مجھے دل ہی دل میں ہنسی آگئی۔ میڈم خان اپنے آپ کو عورت کہہ رہی تھی حالانکہ عورت تو بالکل ہی مختلف چیز ہوتی ہے۔ وہ عورت نہیں تھی کم از کم میں انہیں عورت سمجھنے کے لئے تیار نہیں تھا لیکن یہ الفاظ میں اپنی زبان سے ادا نہیں کر سکتا تھا میں نے ان سے کہا:

”بات دراصل یہ ہے میڈم خان کہ مجھے جس شخصیت نے اس جگہ تک پہنچایا ہے اس نے مجھے کچھ ہدایات بھی دی ہیں اور ان میں سے بیشتر ہدایات آپ ہی کی معرفت مجھے ملی ہیں جو تبدیلی میری زندگی میں پیدا کی گئی ہے اس کے لئے مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ میرا رکھ رکھاؤ اور طریقہ کار کیا ہونا چاہیے۔ اگر میں دیانت داری سے اپنا وہ فرض انجام دے رہا ہوں تو میرے خیال میں آپ کو اس پر اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔“

”میں اعتراض کرنے کا حق بھی نہیں رکھتی۔ ظاہر ہے تمہاری حیثیت تو بہت بڑی ہے دانش۔ میں۔ میں تو تم سے کہیں ادنیٰ درجے کی عورت ہوں لیکن جو لمحات تم نے مجھے دیئے ہیں وہ میرے دل سے دور نہیں ہوتے۔“

"میڈم خان ان لمحات کے بارے میں آپ نے مجھے بتایا تھا کہ اس دنیا میں گزارا کرنے کے لئے کیا چیزیں ضروری ہوتی ہیں اور میں نے انہیں صرف اپنے لئے ایک تربیت سمجھا تھا۔ اس سے زیادہ نہ آپ نے مجھے کچھ سمجھانے کی کوشش کی اور نہ میں نے کچھ سمجھا۔"

"تم بے شک بے حد ٹھوس انسان ہو۔ یوں سمجھ لو کہ یہ بھی ایک امتحان تھا تمہارا کہ تم ان تمام باتوں سے کس حد تک متاثر ہوتے ہو۔ میں دل ہی دل میں پھر ہنس پڑا۔ میڈم خان نے ایک دم ناگن کی طرح پلٹا لیا تھا اور اب وہ اپنی پوزیشن صاف کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ تاہم میں نے مسکراتے ہوئے کہا:"

"آپ مجھے ایک مشین ہی تصور فرمائیں میڈم خان۔ وہ مشین جو صرف مشعل شاہ کے احکامات پر چلتی رہے گی۔"

"ہاں۔ ہاں۔ کیوں نہیں کیوں نہیں۔ اچھا تو پھر اب آرام کرو اور مجھے اجازت دو۔" میڈم خان خاموشی سے باہر نکل گئی۔ میں سرد نگاہوں سے اسے جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ دل ہی دل میں میں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ اس عورت کو اتنی قربت نہیں بخشنی چاہیے کہ یہ مجھ پر مسلط ہونے کی کوشش کرے بلکہ اگر ہو سکا تو کسی مناسب وقت پر مشعل شاہ سے کہوں گا کہ اب اس کو مجھ سے دور کر دیں حالانکہ مجھے یہ اندازہ تھا کہ مشعل شاہ میڈم خان کو کیا حیثیت دیتا ہے لیکن اس کے علاوہ میرا اپنا بھی ایک مسئلہ تھا میں اپنی ذات پر کوئی بوجھ نہیں چاہتا تھا۔ وہ رات گزر گئی راتیں اور دن تو گزر ہی رہے تھے اور ان میں کوئی ایسی اہم بات نہیں تھی لیکن میں غیر مطمئن بھی نہیں تھا جو کچھ ہو رہا تھا وہ میری مرضی کے عین مطابق تھا صبر سے کام لینے کا عادی تھا ورنہ غزنوی صاحب کی کوٹھی مجھ سے چار کوٹھیوں کے بعد تھی۔ میں نے آج تک کبھی اس کوٹھی کا تجزیہ نہیں کیا تھا۔ یہ بھی اندازہ لگانے کی کوشش نہیں کی تھی کہ وہاں کے حالات کیا ہیں حالانکہ میرے ذہن میں شدید تجسس تھا پھر اس وقت دن کے گیارہ بجے تھے جب مجھے کسی کی آمد کی اطلاع ملی۔ میرے ملازم نے آکر مجھے بتایا کہ "ایک خاتون آپ سے ملنا چاہتی ہے۔" میڈم خان کہیں مصروف تھیں اور ملازم اس تک نہ پہنچ پایا تھا۔ میں نے سرد لہجے میں کہا:

"جاؤ میڈم خان کو اطلاع دو اور انہیں بتاؤ کہ کوئی خاتون مجھ سے ملنے آئی ہیں۔ اب انہیں کیا کرنا چاہیے؟" ملازم خاموشی سے واپس چلا گیا تھا۔ میں نے کمرے کی کھڑکی سے ذرا سا پردہ ہٹا کر پورچ میں جھانکا۔ سفید رنگ کی ایک بہت قیمتی مرسیڈیز کھڑی ہوئی تھی مگر میں اسے نہیں پہچانتا تھا تھوڑی دیر کے بعد میڈم خان میرے کمرے میں داخل ہوئی۔ انہوں نے آہستہ سے کہا:

"سر مسز اختر خان آپ سے ملاقات کرنے آئی ہیں ان کے ساتھ ایک صاحبزادی بھی ہیں۔"

"مسز اختر خان؟"

"جی سر۔ وہ جو جمخانے میں ملی تھیں۔"

"کیا خیال ہے مل لینا چاہیے ان سے؟"

"سر ان لوگوں سے تو آپ کو ملنا پڑے گا۔ آپ کو ضرور ملنا چاہیے۔"

"ٹھیک ہے ان سے کہیں کہ میں آرہا ہوں۔" میں نے جواب دیا اور اس کے بعد میں اپنا حلیہ درست کرنے لگا۔ میڈم خان چلی گئی تھی۔ مسز اختر خان میں نے دل ہی دل میں سوچا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی پھر میں اپنے کمرے سے نکل کر ڈرائنگ روم کی جانب چل پڑا۔ مسز اختر خان ایک خوبصورت لباس میں ملبوس وہاں موجود تھی اور اس کے ساتھ ایک نیلی آنکھوں اور دودھ جیسے سفید چہرے والی لڑکی تھی جس کی عمر بائیس تیئس سال سے زیادہ نہیں ہوگی۔ لڑکی انتہائی سبک نقوش اور سڈول سراپا کی مالک تھی۔ مسز اختر خان نے آگے بڑھ کر والہانہ انداز میں میرا ہاتھ پکڑ لیا اور پر مسرت لہجے میں بولی:

"اوہ۔ مائی ڈیئر دانش منصور کیا سحر پھونک آئے تھے تم رات کو۔ ہم سب کم از کم میں' سچ جانو ساری رات نہ سو سکی۔" یہ الفاظ مسز اختر خان نے اردو میں کئے تھے۔ میں کسی پریشانی سے ان کا اور اس کے بعد میڈم خان کا چہرہ دیکھنے لگا۔ میڈم خان نے فوراً آگے بڑھ کر کہا:

"سوری مسز اختر خان مسٹر دانش اردو نہیں سمجھ سکتے۔"

"ایں۔ مسز اختر چونکی اور پھر انہوں نے حیران لہجے میں کہا؟"

"اوہ میرے خدا کتنی بے وقوف ہوں میں مجھے تو یہ یاد ہی نہیں رہا تھا کہ سوری

مسٹر دانش منصور۔ ویری سوری دراصل میں اپنے جذبات کا اظہار کر رہی تھی۔ میں آپ کو یہ بتا رہی تھی کہ رات آپ سے ملاقات کے بعد آپ میرے ذہن پر اس طرح چھائے کہ میں نجانے کس وقت تک آپ کے بارے میں سوچتی رہی۔ آپ کی شخصیت میں ایک انوکھا پن ہے۔ دراصل زندگی کے اس اسٹیج پر پہنچنے والے بوڑھے اور لاغر ہو چکے ہوتے ہیں اور تب کہیں جاکر وہ ایک ایسی شخصیت اختیار کرپاتے ہیں لیکن آپ نوجوانی کی اس عمر میں ہیں جہاں سے عموماً آغاز ہوتا ہے اور آپ میرے خیال میں انجام تک پہنچے ہوئے ہیں۔ میں اتنی متاثر ہوئی آپ سے کہ اپنی بھتیجی کرن زہرہ کو بھی آپ کے بارے میں تفصیلات بتائیں اور یہ کچھ اس طرح آپ سے ملنے کے لئے بے چین ہوئی کہ بالا آخر مجھے یہاں تک گھسیٹ لائی۔ معافی چاہتی ہوں آپ مصروف تو نہیں تھے؟"

"نہیں مسز خان درحقیقت میں تو آپ ہی لوگوں کی رہنمائی کا منتظر ہوں۔ یہاں آنے کے بعد مجھے آپ جیسے ساتھی درکار ہیں جو یہاں کے ماحول میں میرے لئے اجنبیت نہ قائم رہنے دیں۔" کرن زہرہ نے پہلی بار لب کشائی کی:

"تو پھر اس کے لیے میں اپنے آپ کو پیش کرتی ہوں مسٹر گوٹا والا۔ میں خود بھی آپ کی شخصیت سے متاثر ہوئی ہوں میں آپ کو کراچی دکھاؤں گی بلکہ کراچی ہی نہیں پورے پاکستان سے روشناس کراؤں گی یہ ذمہ داری آپ میرے سپرد کردیں۔" میڈم نے کسی قدر جلے بھنے انداز میں کہا:

"یہ کام تو شاید میرے سپرد کیا گیا ہے مس کرن زہرہ۔ آپ بھلا کہاں تکلیف کریں گی؟" مسز اختر خان نے چونک کر میڈم خان کو دیکھا اور پھر سرد لہجے میں بولی:

"آپ غالباً" مسٹر دانش منصور گوٹا والا کی سیکریٹری ہیں؟"

"جی ہاں" میڈم خان نے سرد لہجے میں کہا۔

"براہ کرم آپ ہمارے درمیان گفتگو میں مداخلت نہ کریں اور باہر چلی جائیں میرا خیال ہے آپ کو اس وقت سیکریٹری کے فرائض ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"لیکن۔ خاتون یہ میری ذمہ داری ہے اس کے لئے میں بھلا کیسے فیصلہ کر سکتی ہوں؟"

"مسٹر گوٹا والا ہمارے اور آپ کے درمیان سیکرٹری کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔

کیا آپ اپنے دوستوں کے ساتھ یہ سلوک کریں گے؟"

"نہیں مسز خان۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ سیکریٹری تم باہر چلی جاؤ۔ میں مسز خان سے گفتگو کروں گا۔" میں نے میڈم خان سے کہا۔

میڈم خان کا یہ انداز مجھے بھی پسند نہیں آیا تھا۔ مجھے ہنسی بھی آرہی تھی اس بات پر کہ وہ اچھی خاصی عمر کی عورت تھی۔ وہ مجھ سے جس لگاوٹ کا اظہار کرچکی تھی ظاہر ہے اس کی اور میری عمر سے مطابقت نہیں رکھتا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس نے مجھے بہت سے نئے معاملات سے روشناس کرایا تھا لیکن اب ایسا بھی نہیں تھا کہ میں اس کے جال میں پھنس کر رہ جاتا ویسے بھی میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ میڈم خان کا تسلط مجھ پر ضرورت سے زیادہ بڑھتا جارہا ہے۔ میڈم خان خاموشی سے باہر نکل گئی اور مسز اختر نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا:

"اس میں کوئی شک نہیں مسٹر گوٹا والا کہ آپ کو ایک سیکریٹری کی اشد ضرورت ہے کم از کم اس وقت تک جب تک آپ یہاں کے ماحول سے واقف نہ ہو جائیں لیکن آپ کو یہ احساس ابھی نہیں ہوگا کہ کوئی بھی شخصیت آپ کو اپنے چنگل میں گرفتار کرنے کی کوشش کر سکتی ہے کیونکہ آپ بہت سوں کے لئے سونے کی چڑیا ہوں گے۔"

"نہیں مسز اختر خان ایسی بات بھی نہیں ہے۔ بس یوں سمجھ لیں میرا کام چل سکتا ہے اور مجھ پر ایسا کوئی وار کارگر نہیں ہوگا۔"

"آنٹی۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں مسٹر گوٹا والا کو اپنے فرائض پیش کردوں۔ دیکھئے میں بھی فارغ ہی رہتی ہوں اور کوئی کام نہیں ہوتا مجھے مسٹر گوٹا والا کو ہم اگر یہاں کے معاملات سے روشناس کرادیں اور ان کی ضرورت سنبھال لیں تو یہ ایک دوست کی حیثیت سے ہمارا فرض ہوگا۔" کرن نے کہا۔

"اوہ۔ بے بی میری طرف سے اجازت ہے اور پھر تمہارے لئے بھی کوئی مشغلہ تلاش کرنا ضروری ہے۔" مسز اختر خان نے کہا اور پھر میری طرف دیکھ کر مسکراتی ہوئی بولیں:

"بے بی نے پیرس میں پرورش پائی ہے۔"

☆☆☆

دراصل میرے بھائی پیرس ہی میں قیام پذیر تھے اور وہیں پر کاروبار کرتے تھے۔ ان کا انتقال ہوگیا تو بے بی وہاں تنہا رہ گئی اور اس کے بعد میں نے اسے اپنے پاس بلا لیا۔ سچی بات تو یہ ہے کہ یہ یہاں کے ماحول میں ایڈجسٹ ہی نہیں ہو پائی۔ اس کا خیال ہے کہ مقامی نوجوان اوچھے اور گھٹیا فطرت کے مالک ہوتے ہیں ان کے اندر کچھ ایسی کیفیات پائی جاتی ہیں جو اسے ناپسند ہیں' دوستوں کے معاملے میں یہ بہت محتاط ہے۔"

"یقیناً۔ یقیناً" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو بس یوں سمجھ لیجیے مسٹر گوٹا والا کہ آج سے میں آپ کی بلا معاوضہ سیکریٹری بن گئی۔" کرن زہرہ نے کہا۔

"نہیں مس زہرہ' آپ میری دوست بن جائیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔"

"کیوں نہیں۔ کیوں نہیں۔ مسٹر گوٹا والا جس خواہش کا اظہار کریں ہمیں اسی کی تعمیل کرنی چاہیے۔"

"آپ لوگ کیا پینا پسند کریں گی؟"

"میرے لئے کوئی مشروب منگوا دیجئے مسٹر گوٹا والا" کرن زہرہ نے کہا اور مسز خان نے بھی اس کی فرمائش کی چنانچہ میں نے بیل بجائی' روزی آگئی اور میں نے اسے مشروب لانے کی ہدایت کر دی۔

"یہاں آپ کے انتظامات کس نے سنبھالے ہوئے ہیں مسٹر گوٹا والا؟" مسز خان نے پوچھا۔

"ابتدا تو میری سیکریٹری نے کی تھی۔ اب میرے پاس بہت سا اسٹاف ہے اور مجھے کوئی دقت نہیں ہوتی۔"

"تاہم یہ میرا فرض ہے کہ آپ کے معاملات کی نگرانی کروں۔ آپ کو کسی بھی قسم کی دقت پیش آئے' آپ براہ کرم مجھ سے رجوع کیجئے۔ ظاہر ہے یہ ہمارا فرض بھی ہے۔"

"آنٹی اب تو میں ان کے ساتھ ہوں' میں خود دیکھوں گی کہ انہیں کہاں کہاں دقتیں پیش آتی ہیں۔ میرے لیے یہ ایک بہترین تجربہ ہوگا۔" کرن زہرہ نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ اس کے بعد مشروب پیا گیا۔ میں نے کرن زہرہ کو اپنی رہائش گاہ کی سیر کرائی اور وہ مجھ سے بے پناہ الفت کا مظاہرہ کرتی رہی۔ مجھے بھی اس کی شخصیت پسند آئی تھی اور میں اس سے کافی متاثر ہوا تھا پھر اس نے مجھے رات کلب آنے کی دعوت دی اور میں نے ان سے کہا کہ میں آج رات کلب ضرور پہنچوں گا۔ کافی دیر تک وہ لوگ میرے ساتھ رہیں اس کے بعد رخصت ہوگئیں۔ جب وہ چلی گئیں تو میڈم خان خاموش خاموش میرے پاس پہنچ گئی۔ اس نے آہستہ سے کہا:

"دانش تمہیں مجھے یہاں سے ہٹانا نہیں چاہیے تھا۔"

"میڈم خان براہ کرم آپ صرف وہ کریں جس کی خواہش میں آپ سے کروں' مجھے یقین ہے کہ آپ میرے ان الفاظ کا برا نہیں مانیں گی۔ مٹھل شاہ نے جو ذمہ داریاں میرے سپرد کی ہیں ان میں کم از کم مجھے بھی تو اپنا ذہن آزمانے دیجئے۔ آپ کے زیر ہدایت کام کرنا میرے لیے ایک پسندیدہ مشغلہ نہیں ہوگا۔" میڈم خان فوراً سنبھل گئی اس نے مسکراتے ہوئے کہا:

"نہیں میرا یہ مقصد نہیں تھا۔ ٹھیک ہے جیسی آپ کی مرضی۔" میں نے میڈم خان کا لہجہ اچھا محسوس نہیں کیا تھا لیکن بہرطور مجھے اس کی پروا نہیں تھی۔ رات کلب پہنچا اور وہاں کرن زہرہ اور مسز خان نے ہی سب سے پہلے آگے بڑھ کر میرا استقبال کیا۔ مسز اختر خان سے بھی واقف ہوتا جارہا تھا۔ اندازہ تھا کہ اس قسم کے لوگ میرے اردگرد پھیلنے کی کوشش ضرور کریں گے لیکن میں نے اپنی فطرت کو جس انداز میں تیار کیا تھا اس کے مطابق عمل کرنا چاہتا تھا چنانچہ میں نے کرن زہرہ ہی کا ساتھ قبول کیا۔ بہت سے لوگ مجھ سے ملاقات کرنے آئے اور میرے بارے میں گفتگو کرتے رہے پھر کلب میں مختلف

قسم کی تقریبات کا آغاز ہو گیا اور لوگ ایک دوسرے سے گھل مل گئے۔ اسی وقت میں نے جمال آراء بیگم کو دیکھا جو آہستہ چلتی میرے قریب آگئی تھی۔ اس نے میرے بجائے کرن زہرہ سے مخاطب ہو کر کہا:

"ڈیئر کرن۔ اگر تھوڑی دیر کے لیے انہیں میرے حوالے کر دو تو کیسا رہے گا' تمہیں اعتراض تو نہیں؟" کرن زہرہ نے جمال آرا کو دیکھا اور پھر آہستہ سے پیچھے ہٹ کر بولی:

"نہیں نہیں مم.......... مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔"

"پلیز مسٹر گوتا والا۔" جمال آرا نے کہا اور بے تکلفی سے میرا بازو پکڑ کر ایک جانب بڑھ گئی۔

"آپ میری اس بے تکلفی کو محسوس نہ کریں۔ دراصل میں فطرتاً بہت ہی بے تکلف قسم کی عورت ہوں۔"

میں نے مسز جمال آرا کی طرف مسکراتی نگاہوں سے دیکھا بلا شبہ حسین عورت تھی لیکن اب عورت تھی لڑکی نہیں۔ بہر طور میں نے اس کا ساتھ قبول کرلیا۔ وہ مجھے لے کر ایک گوشے کی میز پر پہنچ گئی اور میرے لئے بیٹھنے کو کرسی گھسیٹی۔ پھر اس نے مجھ سے کہا:

"کیا پلاؤں آپ کو؟"

"کچھ نہیں۔"

"نہیں ایسا کیسے ہو سکتا ہے کوئی ہلکی پھلکی چیز؟"

"معاف کیجئے گا اس وقت ضرورت نہیں محسوس کر رہا۔"

"آپ یقینی طور پر ابھی مجھ سے اجنبی ہیں لیکن کیا کیا جائے اس بات کا کہ بعض شخصیتیں ایک نگاہ میں دیکھنے کے بعد ہی اجنبی نہیں رہتیں۔ دراصل مسٹر گوتا والا انتہائی معذرت کے ساتھ آپ سے کچھ الفاظ کہنا چاہتی ہوں۔"

"جی فرمائیے۔"

"یہ کرن زہرہ سے آپ کی اس قدر بے تکلفی کیسے ہو گئی؟"

"کوئی خاص وجہ نہیں ہے اس کی۔ بس یوں سمجھ لیجئے کہ مسز اختر خان نے کرن زہرہ کو مجھ سے میری کوٹھی میں ملایا اور کرن زہرہ ایک اچھی شخصیت ثابت ہوئی۔ بس اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں ہے لیکن آپ کو اس پر کوئی اعتراض ہے؟"

"ہاں ہے ایک نو عمر شخصیت کی حیثیت سے آپ بہت سادہ اور معصوم فطرت کے مالک ہوں گے۔ کاروبار میں ترقی کر لینا دوسری بات ہے اور زندگی کے دوسرے مراحل میں اپنے آپ کو مستحکم رکھنا بالکل الگ چیز۔ آپ شاید مسز اختر خان کو نہیں جانتے اس لڑکی کے بارے میں انہوں نے آپ کو یہی بتایا ہو گا کہ یہ پیرس سے یہاں آئی ہے اور ان کی بھتیجی ہے۔"

"جی ہاں۔ کیا یہ غلط ہے؟"

"سو فیصد غلط۔ درحقیقت کرن زہرہ ایک بہت ہی خوبصورت لڑکی ہے اور مسز خان نے اسے خرید لیا ہے۔"

"جی۔" میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"جی ہاں۔ جو کچھ کہہ رہی ہوں اس کی تصدیق آپ آرام سے کر لیجئے گا اگر آپ کرن زہرہ سے پیرس کے بارے میں معلومات حاصل کریں تو شاید وہ آپ کو تفصیلات بتا دے کیونکہ مسز خان نے اسے پوری طرح تیار کیا ہے۔ دراصل وہ مسز خان کے لئے ایک خوبصورت حربہ ہے جو مسز خان ایسے لوگوں پر استعمال کرتی ہیں جو حسن پرست ہوتے ہیں۔ کرن زہرہ کے ذریعے مسز خان نے لاکھوں روپے کا انکم ٹیکس بچایا ہے اور کچھ عرصے پہلے کرن زہرہ انکم ٹیکس کے ایک بڑے آفیسر کے ساتھ دیکھی جاتی رہی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مسز خان نے کرن زہرہ کے کردار کو بہت محفوظ رکھا ہے اور ہم اس کے ماضی کا سراغ نہیں لگا سکے لیکن یہ بات نہ صرف میں بلکہ شاید دوسرے چند لوگ بھی بتا سکیں گے کہ کرن زہرہ کا مسز خان سے کوئی رشتہ نہیں ہے کیونکہ کم از کم مسز خان کا ماضی ہمارے علم میں ہے۔"

"خیر اگر ایسی کوئی بات ہے بھی جمال آرا بیگم تو مجھ پر اس سے کیا اثر پڑتا ہے؟" میں نے کہا۔

"بہت بڑا اثر پڑتا ہے۔ مسز اختر خان نے جو اپنا یہ ہتھیار آپ کی جانب پھینکا ہے اور یقینی طور پر اس کے ذہن میں آپ سے بہت سے فوائد حاصل کرنے کے منصوبے ہوں گے۔" میں ہنس پڑا۔ پھر میں نے آہستہ سے کہا:

"اگر میرے ذریعے مسز خان کی کوئی مشکل حل ہو جائے تو میرا خیال ہے میں اس سے گریز نہیں کروں گا۔"

"آپ کی مرضی ہے میں نے آپ کو ہوشیار کر دیا۔ اس کے باوجود اگر آپ اس جال میں پھنسنا چاہیں تو ظاہر ہے آپ مالک ہیں۔" جمال آرا بیگم نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

"آپ مطمئن رہیں میں کسی کے لئے بھی نرم چارہ نہ ثابت ہوں گا۔" مسز اختر خان نے اس مشکل مرحلے کو خود ہی سنبھالنے کا فیصلہ کیا اور وہ مسکراتی ہوئی میرے پاس آگئی۔ اس نے گردن خم کرکے کہا:

"معاف کیجئے گا جمال آرا بیگم اگر آپ میرے دوست کو مجھے واپس کر دیں تو آپ کی نوازش ہوگی۔"

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔ مسز خان آپ ہمیشہ کاری وار کرتی ہیں۔ بھلا آپ کا کوئی وار کبھی کمزور ہو سکتا ہے؟"

"جی ہاں۔ بہتر یہ ہے کہ مجھ سے مقابلہ کرنے کی کوشش ہی نہ کی جایا کرے۔ پلیز مسٹر گوٹا والا آیئے کرن آپ کو یاد کر رہی ہے۔" میں خاموشی سے اٹھ کر اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ ایک بار میں نے پلٹ کر جمال آرا بیگم کو چہرہ دیکھا تھا۔ وہ سلگتی ہوئی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میرے لئے یہ تجربہ بھی زندگی کا دلچسپ تجربہ تھا۔ بہت بڑے لوگوں کی بہت بڑی دنیا میں بہت چھوٹی چھوٹی باتیں ہوتی رہیں۔ یہ بات میرے علم میں آرہی تھی اور میں ان سب کے درمیان کھلونا بن کر خود ان سے کھیلنے کا خواہش مند تھا۔ زندگی کے شب و روز گزرتے رہے کرن زہرہ مجھ سے زیادہ سے زیادہ بے تکلف ہوتی رہی۔ بات صرف یہیں تک محدود نہیں رہی تھی۔ اس کلب کے علاوہ کچھ اور کلبوں کی رکنیت بھی مجھے مل گئی تھی اور میں اپنا حلقہ احباب وسیع کرتا جارہا تھا۔ مسز خان نے کرن زہرہ کو مستقل طور پر میرے ساتھ مصروف کر دیا تھا اور اب وہ ہم پر مسلط بھی نہیں رہتی تھی۔ کرن زہرہ کا ہر دن اور ہر رات میرے ساتھ گزرتا.........وہ دن نکلتے ہی میرے پاس پہنچ جاتی اور پھر رات کو اس وقت واپس ہوتی جب ہم کسی کلب یا کسی دوسری تفریح گاہ سے اٹھ رہے ہوتے۔ وہ دھیرے دھیرے بے تکلفی کی تمام منازل طے کر چکی تھی مگر میڈم خان ان منازل سے مجھے پہلے ہی روشناس کرا چکی تھی چنانچہ میں اس سے زیادہ متاثر نہ ہو سکا۔ ایک روز جب وہ اپنی دانست میں مجھے بے بس سمجھ کر بولی:

"تمہارے ذہن میں مستقبل کا کیا پروگرام ہے؟"

"ہر شخص کے ذہن میں مستقبل کا ایک پروگرام ہوتا ہے میں تم سے صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کرن کہ ہم بے تکلفی کی جس منزل تک پہنچ گئے ہیں ہمیں......... ہمیں رک جانا چاہیے۔ پتہ نہیں وقت آگے ہمارے لئے کون سے راستوں کا انتخاب کرے؟"

"کیا ہمارے راستے جدا بھی ہو سکتے ہیں دانش؟"

"یہ پہلے سے نہیں کہا جاسکتا۔" میں نے سرد لہجے میں جواب دیا اور کرن خاموش ہوگئی۔ پتا نہیں کتنی گہری لڑکی تھی لیکن بہر طور میں نے اسے یہ بتا دیا تھا کہ میں اس کی گرفت میں آنے والی شے نہیں ہوں اور ان تمام حالات کے بعد مجھے بھی کسی قدر محتاط ہو جانا چاہیے تھا۔ ہم واپس آگئے۔ کرن آج کلب نہیں گئی تھی۔ بلکہ ساڑھے سات بجے کے قریب وہ اپنے گھر واپس چلی گئی۔ یہ شاید میرے ان الفاظ کا رد عمل تھا جو میں نے اس سے کہے تھے۔ میرے اپنے ذہن میں کیا تھا یہ میں نے اپنے ذہن کی گہرائیوں میں محفوظ رہنے دیا تھا۔ میڈم خان اور روزی ہمیشہ کی مانند میری خدمات پر لگی رہیں۔ روزی تو بہت مطمئن زندگی گزار رہی تھی لیکن میڈم خان ان دنوں ذہنی بخار کا شکار تھی اور اس کے رویے میں گہری سنجیدگی پائی جاتی تھی۔ کام کی باتوں کے علاوہ مجھ سے اور کوئی بات نہیں کرتی تھی لیکن یہ تو میری بھی خواہش تھی کہ اب وہ مجھ سے صرف کام کی بات کیا کرے۔ کرن زہرہ کے رویے میں میں کسی تبدیلی کا منتظر تھا لیکن دوسرے دن وہ اسی طرح ہنستی مسکراتی میرے پاس آگئی اور دن بھر کے منصوبے بنانے لگی لیکن آج میں نے اس کے ساتھ اپنا رویہ ذرا محتاط رکھا تھا کرن زہرہ نے پھر میری قربتوں کی طلب کی لیکن میں نے آج کی مصروفیات اسے بتا دیں اور اس میں میڈم خان کو بھی شامل کر لیا۔ البتہ اس سے میں نے رات کو کلب میں ملنے کا وعدہ کر لیا تھا۔ کلب میں کرن زہرہ سے بھی میری ملاقات ہوئی اور مسز اختر خان سے بھی۔ دونوں بہت ہی بے تکلفی سے مجھ سے پیش آئیں۔ دوسرے بے شمار لوگ بھی تھے جو اب میرے گہرے شناسا بن گئے تھے۔ سرفراز حقی صاحب نے مجھ سے فرمائش کی۔

"بھئی دانش صاحب آپ نے ہم سے اپنی کوٹھی میں ایک شاندار دعوت کا وعدہ کیا تھا ابھی تک آپ کا وہ وعدہ پورا نہیں ہو سکا۔"

"حقی صاحب میرا حلقہ احباب ذرا بڑھنے دیجئے۔ اس کے بعد ایک ساتھ میں آپ لوگوں کو تکلیف دوں گا۔"

"ہم تو بڑا انتظار کر رہے ہیں ویسے کچھ لوگوں کے بارے میں سنا ہے کہ آپ سے بہت قریب ہوگئے ہیں۔ قربت کے خواہشمند تو ہم بھی ہیں۔"

"آپ میرے بالکل قریب ہیں حقی صاحب۔ بھلا دوری کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر فیروز خان کی جانب متوجہ ہوگیا جو معنی خیز انداز میں مسکرا رہا تھا۔ ان لوگوں میں آپس کی رقابت بھی چلتی تھی۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ میں اب ان لوگوں کی توجہ کا مرکز بنتا جارہا ہوں اور ان میں سے ہر شخص اپنے اپنے طور پر مجھ سے فائدہ اٹھانے کے بارے میں سوچ رہا ہے۔ یہ خیال بھی بارہا ذہن میں آیا تھا کہ کہیں میری یہ تمام کوششیں مٹھل شاہ کے منصوبوں سے نہ ٹکراتی ہوں حالانکہ مٹھل شاہ کو مجھے ہدایات دینا چاہیے تھیں لیکن وہ بھی مکمل طور پر خاموشی طاری کئے ہوئے تھا۔ میں نے فیصلہ بھی کرلیا تھا کہ جب تک مٹھل شاہ خود مجھ سے کسی کام کے لئے نہیں کہے گا میں خود کسی کام کا آغاز نہیں کروں گا حالانکہ اب جس دنیا میں تھا اسے اتنا سمجھ چکا تھا کہ کس طرح ان لوگوں سے رابطے قائم کئے جاسکتے ہیں اور کس طرح مٹھل شاہ کے مشن کو آگے بڑھایا جاسکتا ہے۔ اس رات اتفاق سے کلب سے واپسی پر میڈم خان سے اسی موضوع پر گفتگو ہوگئی۔ میں نے میڈم خان سے مٹھل شاہ کی خیریت معلوم کی تو انہوں نے کہا:

"آپ کی مصروفیات اس قدر ہیں مسٹر دانش منصور کہ مٹھل شاہ صاحب خود بھی آپ کے معاملات میں دخل نہیں دینا چاہتے۔ میرا خیال ہے وہ یہ سوچ رہے ہیں کہ آپ اپنی ان تفریحات سے فارغ ہو جائیں تو کام کا آغاز کیا جائے۔"

"میڈم خان میں نے آپ سے مٹھل شاہ کی خیریت معلوم کی تھی' تقریر کرنے کی درخواست نہیں کی تھی۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"یہ تقریر تو نہیں ہے دانش صاحب بلکہ ایک حقیقت کا اظہار ہے۔"

"بہتر ہے کہ میں خود ہی مٹھل شاہ سے رابطہ قائم کرکے یہ معلوم کئے لیتا ہوں کہ انھیں میرے ان مشاغل سے کہاں تک اختلاف ہے۔"

"میں نے اختلاف کی بات تو نہیں کی۔ آپ اگر میری کوئی شکایت کرنا چاہتے ہیں تو دوسری بات ہے۔" میڈم خان نے کہا۔

"تب پھر آپ سے درخواست ہے کہ مجھے صرف میرے سوالات کا جواب دیجئے۔" میڈم خان مجھے دیکھنے لگی پھر آہستہ سے بولی۔

"ایک سوال کروں دانش صاحب؟"

"جی فرمایئے۔"

"کیا آپ کا رویہ میرے سلسلے میں زیادہ خشک نہیں ہوگیا ہے۔"

"آپ کے خیال میں مجھے آپ کے ساتھ کیا رویہ اختیار کرنا چاہیے' میڈم خان؟"

"میرا مطلب ہے کہ کہ۔" میڈم خان میرے ان الفاظ سے گھبرا سی گئی۔

"جی فرمایئے کیا رویہ ہونا چاہیے میرا آپ کے ساتھ؟"

"دوستانہ کم از کم ماضی کے ان لمحات کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے جو ہم گزار چکے ہیں۔"

"میرا خیال ہے آپ خود ہی اپنی ہدایات سے انحراف کر رہی ہیں میڈم خان۔ مجھ سے کہا گیا ہے کہ ماضی کو میں بالکل فراموش کرکے اپنی اس نئی شخصیت کی تشکیل مکمل کروں جو مجھے دی گئی ہے۔"

"ہاں۔ یہ تو ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔" میڈم خان اب نروس ہوگئی تھی۔

"اس کے باوجود اگر میں سمجھتا ہوں کہ میں کچھ غلط اقدامات کر رہا ہوں تو میرا خیال ہے اب مٹھل شاہ سے میرا رابطہ ضروری ہے۔"

"شاید آپ میری بات کا برا مان گئے مسٹر دانش؟"۔

"کیا آپ نے کوئی بری بات کہی ہے میڈم خان؟" میں نے سوال کیا۔

"نہیں۔ بس یونہی میرا دل چاہا تھا کہ میں آپ سے کچھ کہوں تو میں نے کہہ دیا ہے۔"

"اگر اس میں کوئی کام کی بات ہے تو براہ کرم آپ میری رہنمائی کیجئے۔ جہاں تک

میرا اپنا تعلق ہے تو میں آپ ہی لوگوں کی ہدایت پر اپنی اس شخصیت کو مکمل کر رہا ہوں جس کی مجھے ہدایت کی گئی ہے لیکن آپ کو اس بات کا پورا پورا حق حاصل ہے میڈم خان کہ اگر میں کہیں غلطی کر جاؤں تو آپ مجھے روک دیجئے گا۔"

میڈم خان عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ بہر طور اس کے بعد اس نے اس موضوع پر مزید کوئی بات نہیں کی تھی۔ کرن زہرہ کی کوششیں مسلسل جاری ہی تھیں اور میں نے ایک حد تک کوشش کو سراہا بھی تھا۔ نتیجے میں وہ مجھ سے کچھ اور بے تکلف ہوگئی تھی لیکن میں نے یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ اب رفتہ رفتہ اس سے کنارہ کشی اختیار کرلی جائے اور اپنے ذہن میں میں نے اس کے لئے منصوبہ بندیاں بھی کرلی تھیں لیکن اگر جمال آرا کا کہنا درست تھا تو اس میں کوئی شک نہیں کہ کرن زہرہ بلاشبہ مسز خان کے لیے ایک بہترین ہتھیار تھی۔ البتہ میرے سلسلے میں یہ ہتھیار یقینی طور پر ناکام رہا تھا۔ مسز خان نے شاید اس بات کو محسوس بھی کرلیا تھا کہ وقت زیادہ گزر چکا ہے اور میں نے ابھی تک کرن زہرہ کے ساتھ کوئی ایسی گفتگو نہیں کی جو مسز خان کے لئے سود مند ثابت ہوتی چنانچہ اس نے اپنے اس چیک کو کیش کرلینا ضروری سمجھا اور اس دن وہ تنہا ہی میرے پاس آئی۔ کرن زہرہ یہاں موجود نہیں تھی۔ میں اپنی کوٹھی ہی میں تھا اور اپنے معمولات میں مشغول تھا کہ مجھے مسز اختر خان کی آمد کی اطلاع ملی۔ میں نے مسز اختر خان کا ڈرائنگ روم میں استقبال کیا تھا۔ میڈم خان' مسز اختر خان سے پہلے ہی الرجک تھی چنانچہ کبھی اس کے سامنے آنے کی کوشش نہیں کرتی تھی۔ مسز اختر خان نے پر مسرت انداز میں کھڑے ہو کر میرا استقبال کیا اور پھر آگے بڑھ کر میرے رخساروں کو بوسے دیئے۔ اس کوشش میں وہ میرے ضرورت سے زیادہ ہی نزدیک آگئی تھیں۔ بہر طور اب یہ دنیا میری سمجھ میں آتی جا رہی تھی چنانچہ ایسے لمحات کو ٹال جانے کی صلاحیت بھی پیدا ہوگئی تھی میرے اندر۔ میں نے اسے بیٹھنے کی پیشکش کی اور پھر اس سے رسمی گفتگو کرنے لگا۔

"کیا بات ہے کرن زہرہ نظر نہیں آرہی۔ کیا وہ یہاں نہیں آئی؟"

"نہیں ابھی تک تو نہیں۔ میرا خیال ہے آج ان کا میرے پاس آنے کا پروگرام بھی نہیں تھا۔"

"کیا کر دیا ہے تم نے اس لڑکی کو۔ ہر وقت تمہارے ہی بارے میں گفتگو کرتی رہتی ہے۔"

"وہ بہت اچھی خاتون ہیں اور میرا خیال ہے ان کا شمار اچھے دوستوں میں ہوتا ہے۔ دوست تو دوست کا تذکرہ کرتے ہی ہیں۔"

"مجھے تو کچھ دال میں کالا محسوس ہوتا ہے۔" مسز اختر خان نے شرارت آمیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں سمجھا نہیں؟" میں نے اجنبیت سے کہا۔

"میرا مطلب ہے کچھ ضرورت سے زیادہ ہی بولنے لگی ہے وہ تمہارے بارے میں۔ خیر چھوڑو ڈیئر اس وقت میں تمہارے پاس ایک خاص مقصد سے آئی ہوں اور اس امید کے ساتھ آئی ہوں کہ تم مجھے مایوس نہیں کرو گے۔"

"فرمایئے مسز اختر میرے لائق کیا خدمت ہے؟"

"دیکھو دانش منصور بہت عرصے سے ایک منصوبہ تھا میرے ذہن میں اپنے طور پر کام بھی کر رہی تھی لیکن اب میرا راستہ اچانک رک گیا ہے اور اس وقت میں شدید پریشانی کا شکار ہوں۔"

"براہ کرم مجھے تفصیل بتایئے؟"

"کچھ غیر ملکی دوستوں سے میری شناسائی ہوگئی تھی جو کاروباری لوگ تھے اور عمدگی سے کاروبار کرتے تھے۔ بہت ہی دیانت دارانہ کاروبار ہے۔ میں نے کچھ الیکٹرک گڈز کے بارے میں ان سے گفتگو کی تھی جسے وہ سپلائی کرتے ہیں بہت ہی کارآمد چیزیں ہیں۔ یوں سمجھ لو کہ بس سونا ہے سونا۔ ادھر حاصل کرو اور ادھر منافع کے ساتھ فروخت کردو۔ بہترین منافع ہو سکتا ہے اس میں۔ ان دنوں جن جن اشیاء کی کمی ہے وہی تمام چیزیں میں نے انہیں اپنے آرڈر میں نوٹ کرائی تھی اور اب وہ اپنا آرڈر سپلائی کرنا چاہتے ہیں۔ میں الیکٹرک گڈز کا ایک بہت بڑا ذخیرہ امپورٹ کرنا چاہتی ہوں اور اس سلسلے میں میرے پاس تمام کام مکمل ہے بس سرمائے کی کمی ہے۔ مجھے تقریباً دس کروڑ روپے کی ضرورت پیش آئے گی اور میں یہ دس کروڑ روپیہ دو ماہ میں واپس کر سکتی ہوں لیکن اس کی آمد بے حد ضروری ہے۔ جب ذہن کسی اور طرف سے مایوس ہوگیا تو پھر میں نے تمہارے بارے میں سوچا یہ دس کروڑ روپیہ تم میرے اس منصوبے میں صرف کردو دانش منصور اور اس سلسلے

میں تمہیں ایک پیشکش کرتی ہوں۔ پہلی پیشکش تو یہ ہے کہ تم یہ دس کروڑ روپیہ ایک معقول منافع کے ساتھ مجھ سے اس وقت حاصل کرلو جب میرا یہ ذخیرہ فروخت ہو جائے۔ دوسری شکل یہ ہے کہ تم یہ چیزیں امپورٹ کرلو اور اس کے منافع میں سے ایک حصہ مجھے دے دو کیا خیال ہے کیا اس سلسلے میں تم میری مدد کرنا پسند کرو گے؟" میں چند لمحات سوچ میں ڈوبا رہا پھر میں نے کہا:

"نہیں مسز اختر خان میں ایسا کوئی کام نہیں کر سکتا جو چانس پر ہو۔ بہت عرصے پہلے میں نے ایک مرتبہ اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا اور کہا تھا کہ میں اس انڈسٹری میں سرمایہ لگانے کے لئے تیار ہوں جو اپنے طور پر کام کر رہی ہو اور منافع کے ساتھ چل رہی ہو۔ میں اس میں بہترین سرمایہ کاری کر سکتا ہوں لیکن ایک ایسا مسئلہ جو میری نگاہوں کے سامنے نہ ہو اور جس میں صرف چانس ہو میرے لئے مشکل ہے کہ میں اس میں سرمایہ کاری کروں۔"

مسز اختر منہ کھول کر رہ گئیں۔ اسے مجھ سے اس دو ٹوک جواب کی امید نہ تھی۔ چند لمحات وہ شرمندگی کا شکار رہی پھر اس نے کہا:

"مگر میرا خیال تھا میرے اور تمہارے درمیان ایسے تعلقات پیدا ہو چکے ہیں کہ تم میری کسی خواہش پر یقینی طور پر میرا ساتھ دو گے۔ مجھے واقعی تمہارے اس جواب سے بے حد مایوسی ہوئی ہے۔"

"مسز اختر خان میں آپ کو اپنا بہترین دوست تصور کرتا ہوں۔ خاص طور سے کرن زہرہ کے حوالے سے لیکن جہاں تک کاروبار کا تعلق ہے اس میں میں نے اپنا ایک اصول بنایا ہے اور اپنے اصول سے ہٹ کر میں ابتدا ہی میں خود کو خراب نہیں کرنا چاہتا۔"

"لیکن میں تمہیں اس بات کا یقین دلا رہی ہوں کہ اگر ہم الیکٹرک گڈز امپورٹ کر لیتے ہیں تو ہمیں اس سے بہترین منافع ہو گا۔"

"میں نے عرض کیا نا کہ وہ ایک چانس کی بات ہے۔ ہو سکتا ہے مارکیٹ میں کوئی ایسی تبدیلی رونما ہو جائے جو میرے لئے منافع بخش ثابت نہ ہو۔ ایسی حالت میں میں دس کروڑ روپیہ صرف کرنے کے لئے قطعی طور پر تیار نہیں ہوں۔" مسز اختر نے میرا دو ٹوک جواب پہلے ہی سن لیا تھا۔ وہ کافی دیر تک خاموش رہی۔ پھر ایک ٹھنڈی سانس لے

کر بولی:

"خیر کوئی بات نہیں ہے۔ میرا مسئلہ ہے میں ہی نمٹ لوں گی۔ تم سناؤ اور کیا ہو رہا ہے۔"

"بس ابھی تک کسی کام کا آغاز نہیں ہو سکا۔ ابھی تو آپ لوگوں سے شناسائی جاری ہے۔"

"اچھا پھر چلتی ہوں خدا حافظ۔"

"ارے۔ ابھی تو آئی ہیں آپ۔ کچھ دیر بیٹھئے میرے ساتھ کچھ پیجئے۔ کیا منگواؤں آپ کے لئے؟"

"نہیں پلیز۔ پھر کبھی یہ سب کچھ ہو جائے گا۔ میں اس وقت ذرا جلدی میں ہوں۔ تم سے چونکہ بات نہیں بنی اس لئے کہیں اور کوشش کروں گی۔" میں نے بڑے خلوص سے مسز اختر خان کو رخصت کیا تھا اور ان کے جانے کے بعد دیر تک اس سلسلے میں سوچتا رہا تھا۔ دن کے تقریباً ڈھائی بجے کا وقت تھا میں لنچ کر کے آرام کر رہا تھا کہ کرن زہرہ کی آمد کی اطلاع ملی اور میں نے اس کا استقبال اپنی خواب گاہ ہی میں کیا۔ کرن زہرہ کے قدم میری خواب گاہ تک باآسانی پہنچ جایا کرتے تھے کیونکہ یہ خواب گاہ بھی اب اس کے لئے اجنبی نہیں رہی تھی۔ میں نے مسکراتے ہوئے اسے خوش آمدید کہا تو وہ سنجیدہ سنجیدہ سی میرے سامنے بیٹھ گئی۔

"کیا بات ہے کرن، کچھ الجھی الجھی سی ہو؟"

"ہاں۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

"وجہ نہیں بتاؤ گی؟"

"کیا آج آنٹی تمہارے پاس آئی تھیں؟"۔ کرن زہرہ نے سوال کیا۔

"ہاں آئی تھیں۔ کیوں کوئی خاص بات ہو گئی؟"

"آنٹی بہت پریشان ہیں دانش صاحب، بے حد پریشان ہیں وہ۔ میں آپ کو بتا نہیں سکتی کہ کئی راتیں وہ جاگ کر گزار چکی ہے۔"

"کیوں آخر ایسی کیا بات ہے؟"

"وہ تو مجھ سے یہ کہہ رہی تھیں کہ انہوں نے تمہیں اپنی پریشانی بتائی تھی مگر تم

نے صاف انکار کر دیا۔"

"اوہو۔ وہ الیکٹرانک گڈز کے امپورٹ کا جو معاملہ تھا۔"

"ہاں۔ انہیں دس کروڑ روپے کی اشد ضرورت ہے اور تم یہ بات جانتے ہو دانش کہ آنٹی کے علاوہ میرا اس دنیا میں اور کوئی نہیں ہے۔ میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ آنٹی بے حد نیک نیت خاتون ہیں اور کبھی کسی کے سرمائے کو ڈبونا پسند نہیں کرتیں۔ یہ دس کروڑ روپے تم انہیں نہ سہی تو مجھے بطور قرض دے دو۔"

"اوہ۔ کرن تم نے مجھ سے ایسی بات کہہ دی جس کے لئے انکار کرتے ہوئے مجھے شرمندگی ہی ہوگی لیکن یقین کرو کہ میرے والد نے صرف ایک بات سکھائی ہے۔ کاروبار کے معاملے میں خالص کاروباری بن جاؤ ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔ میں کسی کو دس کروڑ روپے کیا دس ہزار روپے یا دس سو روپے تک دینا پسند نہیں کرتا۔ جب تک کہ اس سلسلے میں کوئی بہتر کاروباری معاملہ میرے سامنے نہ آئے اور میں جانتا ہوں کہ تم مجھے میرے اصولوں سے ہٹانے کی کوشش نہیں کرو گی۔ کیونکہ تم میری دوست ہو۔"

"اگر میں تم سے کہوں کہ آنٹی کو دس کروڑ روپے دے دو تو کیا تم انکار کرو گے؟"

"ہاں کرن۔ چونکہ معاملہ کاروبار کا ہے اس لئے میں مجبور ہوں۔"

"اور اگر میں تم سے یہ رقم مانگوں؟"

"رقم کا مسئلہ میں نے بالکل ہی اپنے آپ سے الگ کر دیا ہے اور کبھی خود کو اس سے منسلک نہیں سمجھتا۔ مجھے تو تم ایک قلاش آدمی تصور کرو جو صرف اپنے اخراجات ہی سنبھال سکتا ہے اور اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ کاروبار ایک طرح سے میں نے اپنی شخصیت سے دور کر دیا ہے۔" کرن خاموشی سے میرا چہرہ دیکھتی رہی پھر اس نے کہا:

"مجھے آج واقعی بہت زیادہ مایوسی ہوئی ہے۔ تمہارے سلسلے میں تو میں نے سوچا تھا کہ تمہاری ذات میری اپنی ہے اور تم کبھی اپنے آپ کو مجھ سے الگ رکھ کر نہیں سوچو گے۔"

"میں نے تمہیں ایک جواب دیا ہے نا کرن' وہ یہ کہ میری ذات میرے کاروبار سے بالکل الگ ہے۔ اگر تم میری ذات پر اپنا حق تصور کرتی ہو تو میرا خیال ہے تمہیں اس میں مایوسی نہیں ہوگی لیکن اگر کہیں بھی کاروبار کا مسئلہ آ جائے تو تم مجھے اس سلسلے میں ایک معذور انسان سمجھنا۔"

"آنٹی کا خیال تھا کہ میں تمہیں اس کام کے لئے مجبور کر سکتی ہوں لیکن' لیکن مجھے کتنی مایوسی ہوئی ہوگی' کتنی مایوسی ہوئی ہوگی مجھے۔" کرن نے اداسی سے کہا اور میں بھی اس کے ساتھ ہی اداس ہوگیا۔ میں اپنے آپ کو اس کے غم میں برابر کا شریک ظاہر کر رہا تھا اور کرن دل ہی دل میں کسمسا رہی تھی۔ مجھ پر دانت پیس رہی تھی لیکن ظاہر ہے جو کچھ میں نے اس سے کہا تھا اس کے بعد اس کے پاس مجھ سے کہنے کے لئے کوئی گنجائش نہیں رہی تھی۔ شام کو وہ بھی پانچ ساڑھے پانچ بجے کے قریب اٹھ گئی اور کہنے لگی:

"اچھا اب میں چلتی ہوں۔ آج رات کلب آؤ گے؟"

"ہاں۔ ارادہ تو ہے میں نے جواب دیا۔"

"میں انتظار کروں گی۔" کرن زہرہ چلی گئی اور میرے حلق سے قہقہہ آزاد ہوگیا لیکن بات صرف ایک قہقہے سے نہیں ٹل سکتی تھی۔ میں جانتا تھا کہ اس سلسلے میں مزید کارروائیاں بھی ہوں گی اور میرا ذہن کہتا تھا کہ اپنا تحفظ کر لینا چاہیے مجھے......... چنانچہ اس دن وقت سے کچھ پہلے ہی کلب پہنچ گیا۔ مسز اختر خان وہاں موجود نہیں تھیں' نہ ہی کرن زہرہ۔ البتہ جس کی تلاش میں میں آیا تھا وہ موجود تھی۔ یعنی جمال آرا بیگم میں خود ہی ان کی جانب بڑھ گیا تھا۔ یہاں تو مجھے ہمیشہ ہی ہاتھوں ہاتھ لیا جاتا تھا۔ جس کی طرف میں بڑھ جاؤ اس کی خوشیوں کا تو کوئی ٹھکانہ ہی نہ ہوتا تھا۔ جمال آرا بیگم نے مسرور انداز میں میرا استقبال کیا تھا۔

"ہیلو مسٹر دانش منصور۔ کہئے کیسے مزاج ہیں؟"

"بس آپ لوگوں کے ساتھ جی رہا ہوں' مسز جمال آرا۔"

"ہوں۔ ہمارے ساتھ جی رہے ہیں یا ہمیں اپنے آپ سے دور رکھ کر جی رہے ہیں۔" جمال آرا بیگم نے ناز بھرے انداز میں کہا۔

"ارے۔ یہ آپ نے کیسے تصور کر لیا کہ میں خود کو آپ سے دور رکھنا چاہتا ہوں۔"

"کیا بات ہے آج گفتگو میں بڑی نرمی ہے۔" جمال آرا بیگم نے کہا اور ہنس پڑی۔

"اگر آپ کو کبھی میری گفتگو میں کوئی سختی محسوس نہیں ہوئی ہے تو میں اسے اپنی

بد قسمتی کے علاوہ اور کچھ تصور نہیں کر سکتا ویسے بھی آپ جیسے لوگوں کو میں اپنا محسن سمجھتا ہوں۔"

"آؤ بیٹھو' آج میں تمہیں تمہاری پسند کی کوئی بھی چیز پلاؤں گی۔ تمہاری اس گفتگو سے مجھے دلی مسرت ہوئی ہے۔" مسز جمال آراء نے کہا اور میں ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔ انہوں نے مجھ سے میری فرمائش پوچھی اور پھر ایک مشروب طلب کرلیا۔ مشروب کے چھوٹے گھونٹ لیتے ہوئے وہ بولیں۔

"تم نے مجھے ابھی اپنا محسن کہا ہے۔"

"میں سمجھتا ہوں کہ آپ میری محسن ہیں جمال آراء بیگم۔"

"میں نے بھلا تم پر کیا احسان کیا ہے؟"

"اب اس کی تفصیلات جانے دیجئے آپ سنایئے کیسی گزر رہی ہے آج کل۔"

"بھئی تم تو یہاں کلب میں ایک کہانی بن گئے ہو لوگوں کے لئے' جانتے ہو کچھ لوگوں نے تمہارے بارے میں کس انداز میں سوچا؟"

"میں نہیں جانتا۔" میں نے جواب دیا۔

"کچھ سرمایہ داروں کا خیال تھا کہ تم صرف ایک ڈمی ہو ایک شو بوائے یعنی تمہاری دولت کے چرچے صرف ایک افسانہ طرازی ہیں اور جو کچھ تم نے کہا اور جس انداز میں یہاں تک پہنچے اس میں ڈرامہ زیادہ شامل تھا چنانچہ کچھ محترم حضرات نے تمہارے بارے میں بڑی اچھی طرح چھان بین کی ہے اور مختلف طریقوں سے تمہارے سرمائے کے بارے میں معلومات حاصل کی ہیں اور اس کے بعد دانتوں میں انگلیاں دبا کر رہ گئے ہیں کیونکہ انہیں یہ علم ہوگیا ہے کہ جو کچھ تم نے کہا وہ ایک ٹھوس سچائی ہے۔""

"ارے میری شخصیت کچھ لوگوں کے لئے اس قدر دلچسپی کا باعث بن گئی کہ انہوں نے میرے بارے میں کھوج لگانا شروع کر دیا۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہاں ہماری دنیا یہی ہے وہ صرف یہ چاہتے ہیں کہ ان کا ساتھ صرف ایک سرمایہ دار سے ہو اگر وہ شخص سرمایہ دار نہیں ہے تو ان کے لئے بے مقصد ہے جب کہ دولت مند ہو کر بھی وہ ان کے لئے بے مقصد ہی رہتا ہے کیا سمجھے؟"

"کچھ فلسفے جیسی بات ہے اس لئے میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"خیر چھوڑو تم یہ بتاؤ کرن زہرہ سے کیسے تعلقات چل رہے ہیں اور اب تک وہ تم سے کیا حاصل کر چکی ہے؟" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی پھر میں نے آہستہ سے کہا:

"دراصل مسز جمال آراء بیگم کون مجھ سے کیا حاصل کر سکتا ہے یہ تو میں نہیں جانتا میں نے تو اپنا مقصد صاف اور واضح الفاظ میں لوگوں کو بتا دیا ہے ابھی تک میں نے یہاں کسی کام کا آغاز نہیں کیا اور نہ ہی مجھے اس کی جلدی ہے۔ میں اگر چاہتا محترمہ جمال آراء تو اپنے طور پر بھی یہاں بہت سی فیکٹریاں لگا سکتا تھا ایک باقاعدہ انڈسٹری کا آغاز کر سکتا تھا لیکن میرا نظریہ بالکل مختلف ہے کوئی بھی شخص ایسا کام جو جاری ہو اور منافع بخش ہو......... کر رہا ہو اور اسے سرمائے کی ضرورت ہو تو میں مناسب شرائط پر اپنا سرمایہ اس کام میں لگا سکتا ہوں کوئی نیا کام میرے لئے شروع کرنا مشکل ہے۔"

"یقیناً" تم نے اس بات کا اظہار پہلے ہی کر دیا تھا مگر بات کرن زہرہ کی ہو رہی تھی بلکہ اس کے پس منظر میں مسز اختر خان کی ہو رہی تھی۔"

"کسی کے بارے میں دوسرے کو کچھ بتانا اخلاقی جرم تو نہیں ہوتا محترمہ جمال آراء بیگم۔"

"یہ تم پر منحصر ہے جرم تو کچھ بھی نہیں ہے ہم کاروباری دنیا کے لوگ ہیں زیادہ تر یہاں نظر آنے والے صنعت کار اور بزنس مین ہیں ہم ایک دوسرے کو اپنا رازدار بنا لیتے ہیں اور ایک دوسرے کے تعاون سے ہی کام کرتے ہیں تم اگر مجھے اس بارے میں کچھ نہ بتانا چاہو تو میں تمہیں مجبور نہیں کروں گی۔"

"نہیں میں نے آپ کو اپنا محسن کہا ہے دوست کہا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ رازداری مناسب نہیں ہے۔"

"ہوں گویا مسز اختر خان نے کوئی جال پھینکا ہے تم پر میں پہلے ہی سمجھ گئی تھی کہ کرن زہرہ کو سامنے اسی وقت لایا جاتا ہے جب کوئی بڑا فائدہ حاصل کرنا ہوتا ہے۔ چلو چھوڑو تم یہ بتاؤ مسز اختر نے تم سے کیا کہا؟" میں چند لمحات تک سوچتا رہا پھر میں نے کہا:

"محترمہ جمال آراء بیگم' مسز اختر خان شاید الیکٹرک گڈز امپورٹ کرنا چاہتی ہیں جن کے لئے انہوں نے بہت پہلے سے تیاریاں کر رکھی تھیں لیکن سرمائے کی کمی کی بنا پر

اپنے منصوبے کو عملی جامہ نہ پہنا سکیں مجھ سے دس کروڑ کی سرمایہ کاری کے لئے کہہ رہی تھیں لیکن میں تو آپ کو پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ جو چیز میری نگاہوں کے سامنے نہ ہو اس پر میں کسی قسم کی سرمایہ کاری نہیں کر سکتا چنانچہ میں نے ان سے معذرت کر لی ہے۔" جمال آراء کے چہرے پر ایک دم مسرت کے پھول ہی پھول کھل گئے اس نے میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا:

"تو کیا تم نے انکار کر دیا اسے؟"

"ہاں یہ میرا کاروباری اصول ہے تمام دوستیاں اور تمام محبتیں اپنی جگہ لیکن کاروبار کو کاروبار ہی کے انداز میں کرنا چاہیے۔"

"اوہ میرے خدا میری روح تک خوش کر دی تم نے' کرن زہرہ نے تو تم سے بہت زیادہ سفارش کی ہو گی؟"

"ہاں کرن نے بھی یہی کہا کہ میں اسکی آنٹی کا ساتھ دوں لیکن میرے لئے ممکن نہیں تھا۔"

"اور کرن ناراض ہو گئی ہو گی؟" جمال آرا نے کپکپاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ابھی تک تو اس نے ناراضگی کا اظہار نہیں کیا ہے لیکن میں محسوس کر رہا ہوں کہ وہ یہ اظہار ضرور کرے گی اور اس وقت شاید وہ اپنی اس دلچسپی اور محبت کا سہارا بھی لے جو اس دوران وہ مجھ پر لٹاتی رہی ہے لیکن آپ خود بتایئے محترمہ جمال آراء کہ کیا یہ انداز مناسب ہو گا؟"

"میں تمہیں پہلے ہی بتا چکی ہوں دانش کہ ان کا کاروبار یہی ہے میں نے تو تمہیں یہ تک بتا دیا ہے کہ کرن کسی بھی طور مسز اختر خان کی رشتے دار نہیں ہے بلکہ وہ صرف ایک ہتھیار ہے ان کے پاس۔"

"لیکن میں اس ہتھیار سے کیسے بچوں اس کے لئے مجھے مشورہ دیجئے۔؟" جمال آراء بہت خوش نظر آ رہی تھی اس نے کہا:

اگر تم جمال آراء کا ساتھ حاصل کر لو تو یقین کرو بڑے منافع میں رہو گے جمال آراء یوں سمجھو ہر مرض کا علاج ہے' بولو مجھ سے کاروبار کرو گے؟"

"میں نے تو آپ سے پہلے ہی اپنا مقصد عرض کر دیا ہے۔"

"نہیں مجھے تم سے کسی سرمایہ کی ضرورت نہیں ہے لیکن تم مجھے اپنا کمیشن ایجنٹ ضرور مقرر کر لو میں تمہارے لئے پارٹیاں مہیا کروں گی اور تم یہ مناسب سمجھو کہ ان سے ڈیل کرنا تمہارے لئے بہتر ہو گا تو پھر منافع میں سے کمیشن مجھے بھی دے دیا کرنا۔" میں ہنس پڑا اور پھر میں نے مسز جمال آراء کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر دباتے ہوئے کہا:

"میں اس کاروبار کے لئے خلوص دل سے تیار ہوں۔"

"گڈ دیکھو باتوں ہی باتوں میں بعض اوقات بڑی بات ہو جاتی ہے میں نے ان سب پر فوقیت حاصل کر لی ہے اور صحیح معنوں میں تمہاری جیبیں خالی کراؤں گی۔"

"میں اپنی جیبیں ہی خالی کرنا چاہتا ہوں لیکن طریقہ کار میری پسند کے مطابق ہو۔"

"اچھا اب چھوڑو ان باتوں کو کرن زہرہ کا معاملہ طے کر لیا جائے۔ پہلے میں تمہیں ایک بات بتا دوں اب وہ تمہارے پاس آئے گی اور تم سے کہے گی کہ چونکہ تم اس کی ضرورت سے زیادہ قربت حاصل کر چکے ہو اس لئے اس کا تم پر کچھ حق بنتا ہے ایسے موقع پر تم کیا کرو گے دیکھو۔ یہ سرمایہ دار لوگ میرا مطلب ہے مسز اختر خان جیسی خواتین اپنے پاس بہت سے ترکش رکھتی ہیں جن میں طرح طرح کے تیر ہوتے ہیں ہو سکتا ہے اس کام سے ناکام ہو کر وہ تمہاری شہرت کو داغ دار کرنے کی کوشش کرے اور اس کا ذریعہ کرن زہرہ ہی ہو گی۔"

"ہاں ہو سکتا ہے۔" میں نے آہستہ سے جواب دیا۔

"ایسے وقت میں تمہاری کمیشن ایجنٹ تمہارے کام آئے گی بولو منظور ہے؟"

"میں تو پہلے ہی منظوری دے چکا ہوں۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تو جب بھی یہ لمحہ قریب آ جائے بس مجھے ٹیلی فون کر دینا باقی ذمے داریاں میں سنبھال لوں گی۔"

"کس طرح؟"

"تازہ ترین کیس اسی انکم ٹیکس افسر کا ہے جو کرن زہرہ کے ساتھ بڑے خوشگوار لمحات گزار چکا ہے۔ کرن زہرہ اگر اس بات کا اظہار کرے کہ صرف تم اس کی تنہائیوں کے رفیق رہے ہو تو میں ایک اور رازدار تمہارے گھر لے آؤں گی بات وہیں ختم ہو جائے گی۔" میں مسکرا اٹھا۔ "یہی تصور میرے اپنے ذہن میں تھا۔" میں نے گردن ہلاتے

ہوئے کہا۔

"تو بس یوں سمجھ لیجئے کہ آپ کے کام کا آغاز ہو گیا مسز جمال آراء۔"

"بہت، بہت خوشی ہوئی ہے مجھے اس کام کے آغاز سے اور تم دیکھو گے کہ میں تمہارے لئے کس قدر کارگر ثابت ہوتی ہوں لیکن یہاں کلب میں ہم لوگ صرف اسی طرح ملاقاتیں کیا کریں گے جس طرح یہاں تم عام لوگوں سے ملتے ہو۔"

"آپ بہت سمجھدار خاتون ہیں مسز جمال آراء۔" میں نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا اور وہ بھی ہنسنے لگی۔

"یہ مسئلہ میرے نزدیک تقریباً طے ہو گیا تھا اور اب، میری تمام الجھنیں ختم ہو گئی تھیں اور یہ بھی ایک دلچسپ بات تھی کہ اس کام میں بہت زیادہ وقت نہ لگا۔ کرن زہرہ دوسرے دن نہیں آئی تھی البتہ تیسرے دن وہ اپنی آنٹی یعنی مسز اختر کے ساتھ میرے پاس پہنچ گئی دونوں کے چہروں پر گہری سنجیدگی چھائی ہوئی تھی میں نے مسکراتے ہوئے ان کا استقبال کیا اور پھر مسز اختر سے سوال کیا:"

"کیا بات ہے مسز خان آپ لوگ ضرورت سے زیادہ سنجیدہ نظر آ رہے ہیں؟"

"میں تم سے کچھ اہم گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔ مسٹر دانش منصور لیکن براہ کرم اپنے اس ہمزاد کو یہاں سے ہٹا دو۔" اشارہ میڈم خان کی طرف تھا جو معمول کے مطابق میرے ساتھ تھی۔ میڈم خان خود برا سا منہ بنا کر باہر نکل گئی تھیں میں نے ان کے جانے کے بعد مسز اختر خان کی طرف دیکھا اور بولا:

"ایسی کیا بات ہے جس نے آپ لوگوں کو اتنا سنجیدہ کر دیا ہے؟"

"دانش منصور کرن سے تمہارے کیسے تعلقات ہیں؟"

"بہت اچھے کیوں کوئی خاص بات ہے اس میں؟"

"کرن کا کہنا ہے کہ تم وہ تمام منازل طے کر چکے ہو جو بہت عرصے میں طے کی جاتی ہیں۔ یہ تو ایک معصوم اور بے وقوف سی لڑکی ہے جو حالات کے ہاتھوں بھٹک گئی لیکن تم نے یہ نہیں سوچا دانش منصور کہ ایک لڑکی کو اس قدر قریب لانے کا کیا مطلب ہوتا ہے؟" میں نے اچانک ہی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا اور پھر مسز اختر خان سے معذرت کرتے ہوئے کہا:

"مجھے صرف چند لمحات کی مہلت دیجئے ابھی حاضر ہوا جاتا ہوں۔" اور یہ کہہ کر میں ڈرائنگ روم سے باہر نکل آیا دوڑتا ہوا اندرونی کمرے میں پہنچا جہاں ٹیلی فون رکھا ہوا تھا ریسیور اٹھا کر مسز جمال آراء کے دیئے ہوئے نمبر ڈائل کئے اور ریسیور کان سے لگا کر دوسری طرف سے آواز کا انتظار کرنے لگا بولنے والی مسز جمال آراء ہی تھیں۔

"اوہو دانش خیریت کہو کیا بات ہے؟"

"وہ وقت آ گیا جس کا انتظار تھا جمال آراء بیگم۔"

"گڈ گڈ کیا صورت حال ہے؟"

"دونوں میرے پاس آئی ہوئی ہیں اور مجھ سے سوال کیا گیا ہے کہ کرن زہرہ سے میرے تعلقات کی نوعیت کیا ہے ابھی صرف اتنا ہی سنا تھا کہ میں بھاگ کر آپ کے پاس آ گیا۔" جمال آراء بیگم ہنس پڑیں اور پھر انہوں نے کہا:

"ذرا ایک منٹ میں تمہارا تعارف ایک شخص سے کرانا چاہتی ہوں بات کرو۔"

میں نے چند لمحات انتظار کیا پھر دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

"ہیلو دانش منصور صاحب۔"

"جی آپ کا تعارف؟" میں نے سوال کیا۔

"مجھے ابراہیم پاشا کہتے ہیں اور میں انکم ٹیکس ڈیپارٹمنٹ میں ایک چھوٹے سے عہدہ پر فائز ہوں۔"

اتفاق سے یہ وہی صاحب تھے جن کا تذکرہ جمال آراء نے کیا تھا چنانچہ میں چند لمحوں تک اس کی گفتگو برداشت کرتا رہا پھر جب جمال آراء نے آنے کا وعدہ کیا تو میں نے فون رکھ دیا اور دوبارہ ڈرائنگ روم میں آ گیا جہاں دونوں خواتین بیٹھی میرا انتظار کر رہی تھیں مسز اختر خان نے مجھے اوپر سے نیچے تک دیکھتے ہوئے کہا:

"کیا یاد آ گیا تھا، کہاں چلے گئے تھے۔"

"کوئی خاص بات نہیں، کچھ دوستوں کا انتظار تھا یہ معلوم کرنے گیا تھا کہ وہ پہنچ رہے ہیں یا نہیں۔"

"اس وقت میں آپ سے بہت اہم گفتگو کرنا چاہتی ہوں مسٹر دانش منصور اس لئے براہ کرم مجھے کچھ وقت دیجئے گا۔ دوستوں سے آپ بعد میں بھی مل سکتے ہیں۔"

"ہاں کیوں نہیں۔"

"میں نے آپ سے ایک سوال کیا تھا؟"

"جی جی' آپ کرن زہرہ کے بارے میں کچھ فرما رہی تھیں۔"

"کرن زہرہ نے جو کچھ مجھے بتایا ہے کیا وہ درست ہے؟"

"انھوں نے آپ کو کیا بتایا ہے یہ بات مجھے نہیں معلوم' میرا خیال ہے انھیں میرے سامنے بھی کچھ کہنا چاہیے۔" میں نے کرن زہرہ کو دیکھتے ہوئے کہا اس نے نگاہیں جھکالی تھیں۔ میں مسکراتی نگاہوں سے کرن زہرہ کو دیکھ رہا تھا۔ مسز اختر نے سنجیدہ لہجے میں کہا:

"دیکھو دانش تم میرے لئے نہایت محترم شخصیت ہو۔ نوجوانی کی بھول کو میں سمجھتی ہوں۔ انسان جذبات کے ہاتھوں بھٹک کر بہت دور نکل جاتا ہے لیکن اس آزاد معاشرے میں بھی کچھ اخلاقی پابندیاں ہوتی ہیں۔ ہم لوگ جس طبقے سے تعلق رکھتے ہیں اس میں بہت سی باتوں کو نظرانداز کر دیا جاتا ہے لیکن پھر بھی تھوڑی بہت قدامت پرستی ہمارے ہاں موجود ہے۔ میں یہ سمجھتی ہوں کہ اگر تم دونوں کے ذہن یکجا ہو گئے تو کوئی ایسی خاص بات نہیں ہوئی جو قابل گرفت ہو لیکن ہر چیز کا ایک طریقہ ہوتا ہے میں تم دونوں کی یکجائیت کو مستقل کرنے کے لئے تیار ہوں۔"

"آپ ذرا کچھ اور وضاحت کر دیتیں تو بہتر تھا مسز اختر خان۔" میں نے کہا۔

"کرن زہرہ کو تم اپنی زندگی میں شامل کرلو۔ جو کچھ ہو چکا ہے اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔"

"مطلب یہ کہ ان سے شادی کرلوں؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں کیا حرج ہے۔ ہم لوگ تمہارے شایان شان ہیں۔ کرن خوبصورت ہے اور اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے کیونکہ تم غیر شادی شدہ ہو۔ ساری بات یہیں کی یہیں دب جائے گی۔ کوئی بھی کچھ نہیں کہہ سکے گا اور ہمارے درمیان نہایت خوشگوار تعلقات کا آغاز ہو گا۔"

"میرا خیال ہے آپ احمق ہیں مسز اختر خان اور اپنی حماقت میں یہ فضول باتیں کر رہی ہیں۔ کرن زہرہ جو کچھ ہے وہ آپ بھی اچھی طرح جانتی ہیں اور میں بھی اور شاید

دوسرے لوگ بھی۔ بلاوجہ اس لڑکی کی مجھ سے دوستی داغ دار کرا رہی ہیں آپ یہ بے تکی باتیں کرکے براہ کرم اپنی سوچ کو تبدیل کر لیجئے۔ میں کسی کے ساتھ برے سلوک کا عادی نہیں ہوں لیکن اگر کوئی براہ راست مجھ تک پہنچنے کی کوشش کرے اور میرے گریبان کی جانب ہاتھ بڑھائے تو پھر اس ہاتھ کو روکنا کم از کم میرا حق ہے۔"

"تو تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ کرن کو تم اپنا نہیں سکتے؟"

"میں نے عرض کیا یہ الفاظ میں آپ کی حماقت تصور کرتا ہوں اور میری درخواست ہے کہ دوبارہ یہ الفاظ میرے سامنے نہ کہیں۔ کرن زہرہ میری دوست رہی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے اس معاشرے میں یہ سب کچھ دور کی بات نہیں ہے۔ میں یہ بھی سمجھتا ہوں محترمہ اختر خان کہ آپ مجھ پر کس انداز میں یہ دباؤ ڈالنا چاہتی ہیں لیکن خیر کوئی بات نہیں۔ آپ جیسے لوگوں سے بھی میرا اکثر واسطہ رہے گا۔"

"بات بہت دور نکل جائے گی منصور۔ یہ نہ کہنا بعد میں کہ تم یہاں اجنبی تھے اور اس اجنبیت میں نقصان اٹھا گئے۔"

"آپ براہ کرم پہلے میرے ساتھ کچھ دیر بیٹھیں' کچھ پیئیں۔ اس کے بعد آپ سے تفصیلی گفتگو ہو جائے گی۔" میں نے کہا اور گھنٹی بجا دی۔ آنے والی روزی تھی میں نے روزی کو عمدہ قسم کی کافی اور کچھ ڈرائی فروٹ لانے کے لئے کہا۔ مسز اختر خان گہری نگاہوں سے میرا جائزہ لے رہی تھیں۔ غالباً یہ اندازہ لگانا چاہتی تھیں کہ میں نے جو کچھ کہا ہے اوپری ہمت سے کہا یا درحقیقت میں اس قدر باہمت انسان ہوں لیکن میں صرف انتظار کر رہا تھا جمال آراء بیگم اور ابراہیم پاشا کا۔ پھر اس وقت تک خاموشی ہی طاری رہی جب تک روزی نے ہمارے سامنے کافی کے برتن نہ سجا دیے۔ میں نے نہایت اہتمام سے کافی بنا کر ان لوگوں کو پیش کی تھی اور یہ وقت میری توقع کے مطابق گزر گیا۔ مجھے ابراہیم پاشا اور جمال آراء کے آنے کی اطلاع نہیں دی گئی تھی بلکہ ان دونوں کو ڈرائنگ روم تک پہنچا دیا گیا تھا۔ وہ دونوں مسکراتے ہوئے اندر آئے اور پھر جمال آراء بیگم نے متحیرانہ انداز میں کہا:

"اوہ مائی گاڈ۔ مسز اختر خان اور کرن آپ لوگ یہاں موجود ہیں۔ چلئے اچھا ہوا آپ سے بھی ملاقات ہو گئی۔" ابراہیم پاشا ایک درمیانی عمر کا گٹھے ہوئے جسم کا شاطر سا آدمی

تھا۔ اس نے ان دونوں کی طرف دیکھا اور پھر کرن پر نگاہیں جما دیں۔ کرن کا چہرہ ایک دم تاریک ہوگیا تھا اور مسز اختر بھی بھونچکی سی رہ گئی تھی۔ جمال آراء اندر آئیں اور انہوں نے پر اخلاق انداز میں ان دونوں کو بیٹھنے کی پیشکش کی۔ پھر ابراہیم پاشا سے ہاتھ ملا کر انہوں نے بے تکلفی سے کہا:

"کہئے پاشا صاحب کیسے مزاج ہیں آپ کے؟"

"بالکل ٹھیک ہوں۔ آپ سنائیے کیا ہو رہا ہے آج کل؟"

"بس کچھ نہیں۔ تشریف رکھیئے میں آپ کے لئے کافی منگواتا ہوں۔"

"ضرور کافی اس وقت بہترین لطف دے گی۔ ویسے محترمہ کرن زہرہ صاحب آپ تو ذرا یہ بتائیے آپ تو بالکل ہی غائب ہوگئیں۔ آپ نے کیا وعدہ کیا تھا مجھ سے اور اس کے بعد آپ کا ٹیلیفون ملا کہ آپ ملک سے باہر جارہی ہیں۔ اتفاق کی بات یہ ہے کہ ہم تو مصروف آدمی ہیں مسز اختر خان سے بھی ملاقات نہیں ہوسکی۔ کہئے آپ لوگ کیسے ہیں اور ہاں کرن آپ باہر گئی تھیں یا ابھی تک نہیں؟"

کرن نے کچھ کہنے کے لئے ہونٹ کھولے لیکن اس کے منہ سے آواز نہ نکل سکی۔ "میں نے فوراً" ہی ابراہیم پاشا کو مخاطب کرکے کہا:

"اوہ کیا آپ لوگ ایک دوسرے کے شناسا ہیں؟"

"صرف شناسا نہ کہیں دانش صاحب۔ یہ محترمہ کرن زہرہ بس ان کے ظلم کی کہانی سنائیں گے آپ کو۔ ہم ایک دوسرے کے لئے بہت کچھ ہیں لیکن کیا کہا جائے ان بڑے لوگوں کو بس ان کی نظریں ایک لمحے میں پلٹ جاتی ہیں۔ ویسے یہ بتائیے کہ آپ آخر ہیں کہاں؟"

"بھئی اب اس سلسلے میں پھر کبھی بات کرلینا پاشا۔ ہم لوگ چلتے ہیں اور ہاں کیا خیال ہے دانش صاحب آپ کے مہمان آگئے ہیں۔ اب آپ ان میں مصروف رہیں۔ کلب میں تو آپ سے ملاقات ہوتی ہی رہے گی۔"

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔ کیوں نہیں۔ میں ذرا پاشا صاحب سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ بہت ضروری کام سے بلایا ہے میں نے انہیں۔"

"اچھا پھر خدا حافظ۔" بیگم خان نے کہا اور کرن فوراً ہی اٹھ کھڑی ہوئی۔ پاشا نے

کرن کو مخاطب کرکے کہا:

"کرن تمہیں عرفان صاحب بھی بہت یاد کرتے ہیں۔ میرا خیال ہے تمہیں فوراً ان سے مل لینا چاہیے۔ کیا خیال ہے کب آسکو گی؟"

"بتا دیا جائے گا تمہیں۔" بیگم اختر خان جلے کٹے لہجے میں بولیں اور کرن کا ہاتھ پکڑ کر ڈرائنگ روم سے باہر نکل گئیں۔ جمال آراء بیگم نے ایک قہقہہ لگایا تھا پھر تھوڑی دیر کے بعد جمال آراء بیگم نے کہا:

"کہئے دانش صاحب کیسی رہی؟"

"آپ لوگوں نے واقعی میرا بہت ساتھ دیا ہے۔ اس کے لئے میں آپ کا شکر گزار ہوں۔"

"میں نے پہلے آپ سے کہا تھا نہ دانش صاحب آپ نوجوان ہیں بلکہ نو عمر ہیں اور آپ کے اردگرد بے شمار اژدھے پھیلے ہوئے ہیں۔ وہ سب آپ کو ڈسنے کے لئے چاروں طرف سے حملہ آور ہوں گے۔ آپ کو اپنے آپ کو ان سے محفوظ رکھنا ہوگا۔"

"چلئے اب تو آپ نے میری حفاظت کی ذمہ داری سنبھال لی ہے جمال آراء صاحبہ اور خاص طور سے مسٹر ابراہیم پاشا۔"

"ہم تو آپ جیسے لوگوں کے خادم ہیں۔ یہ تو ایک معمولی سی بات تھی۔ اتفاق کی بات یہ ہے کہ جمال آراء بیگم نے مجھے بلایا تھا اور اس موضوع پر بات کررہی تھیں کہ آپ کا ٹیلیفون پہنچ گیا۔ یہ خاتون تو بہت آگے کی چیز ہیں۔ بظاہر ان کے چہرے پر جو معصومیت نظر آتی ہے ان کی اندرونی شخصیت کا اس معصومیت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ خیر میرا خیال ہے اب آپ کے پاس کہنے کے لئے بہت کچھ ہوگا۔"

"ہوں سنائیے آپ لوگوں کا کاروبار کیسا چل رہا ہے؟"

"بھئی۔ ہم تو سرکاری ملازم ہیں بس جمال آراء بیگم کوئی خدمت ہمیں سونپ دیتی ہیں تو ہم وہ خدمت انجام دیتے ہیں بلکہ آپ جیسے بڑے لوگوں سے تعارف بھی ہماری خوش بختی ہے کیونکہ آپ لوگوں کے ہی دم سے ہماری زندگی بھی قائم ہے۔"

"ضرور آپ کے لائق اگر کوئی ضرورت پیش آئی پاشا صاحب تو میں آپ کو ضرور تکلیف دوں گا۔ ویسے جمال آرا بیگم یہ بڑی غلط قسم کی خاتون ہیں کیا ان کی شہرت

دوسرے لوگوں کی زبانوں پر نہیں پہنچی؟"

"نہ پہنچی ہوتی تو میں آپ کو کیسے آگاہ کرتی۔ بہرحال آپ کا بگاڑ تو کچھ بھی نہیں سکتی تھی۔ بس نو عمر سمجھ کر فضول باتیں کرنے آگئی ہوں گی اور میرا خیال ہے آئندہ نہیں کریں گی۔"

"یقیناً یقیناً"

"اس کے باوجود اگر کبھی آپ کو ہماری ضرورت پیش آئے تو آپ تکلف نہ کریں۔"

"بہت بہت شکریہ۔ میں یقینی طور پر آپ کو یاد رکھوں گا۔ کافی پینے کے بعد وہ دونوں بھی اٹھ گئے تھے۔ جمال آراء بیگم نے کہا کہ وہ رات کو ملاقات کے علاوہ بہت جلد مجھ سے ایک اور بھی ملاقات کرنا چاہتی ہیں۔ میں نے انہیں خوش آمدید کہا تھا۔ جب یہ دونوں چلے گئے تو میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں ذرا برابر پریشان نہیں تھا۔ کام اس انداز میں کرنا چاہتا تھا کہ کوئی غلط بات بھی سامنے نہ آئے اور کام بھی بن جائے اور میں سمجھتا تھا کہ کرن زہرہ کا مسئلہ باآسانی ٹل گیا تھا لیکن اس کے بعد تھوڑا سا محتاط ہو جانا بے حد ضروری تھا کیونکہ میں اس سے زیادہ آگے قدم نہیں بڑھانا چاہتا تھا۔ رات معمول کے مطابق کلب پہنچا۔ ساری رونق جوں کی توں تھی۔ تمام لوگ موجود تھے لیکن مسز اختر خان اور کرن زہرہ نظر نہیں آرہی تھیں۔ جمال آراء بیگم نے مجھے دور ہی دور سے سلام کیا اور میں ان کے سلام کا جواب دے کر دوسری جانب متوجہ ہو گیا۔ بیگم اختر خان آج آئی ہی نہیں تھی۔ بہرطور بہت دیر تک کلب میں رہا اور اس کے بعد معمول کے مطابق وہاں سے واپس چلا آیا۔ کوٹھی پہنچا تو ایک خوبصورت کار کھڑی دیکھی۔ میں اس کار کو پہچان نہیں سکا تھا لیکن اندر پہنچ کر معلوم ہوا کہ مشعل شاہ آیا ہے۔ مشعل شاہ ڈرائنگ روم میں میرا انتظار کر رہا تھا۔ میڈم خان اس کے ساتھ ہی بیٹھی ہوئی تھی۔ دونوں کسی بات پر مسکرا رہے تھے۔ مشعل شاہ نے پر مسرت انداز میں میرا استقبال کیا اور مجھ سے پرجوش مصافحہ کرنے کے بعد بیٹھنے کی پیشکش کی۔"

"کہئے دانش منصور صاحب کیسی گزر رہی ہے آپ کی؟"

"آپ سے تو بہت عرصے کے بعد ملاقات ہوئی سعید غوری صاحب۔"

"نہیں سعید غوری نہیں۔ اس وقت تم مجھے مشعل شاہ ہی کہو۔ کوئی حرج نہیں ہے میں بہت خوش ہوں۔"

"مجھے بھی آپ کی خوشی سے بے حد خوشی ہوئی۔"

"دراصل میڈم خان سے تمہارے ہی موضوع پر گفتگو کر رہا تھا ایک بات تمہیں بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں مائی ڈیئر دانش منصور کہ میں تمہاری طرف سے غافل نہیں ہوں۔ یہ نہ سمجھنا کہ میں تم پر کسی خاص وجہ سے نگاہ رکھ رہا ہوں۔ بس تم چونکہ ابھی میرے نزدیک تجرباتی دور میں ہو اس لئے مجھے تمہاری ان تمام کارروائیوں پر نظر رکھنا ہوتی ہے جو تم کر رہے ہو۔ میری مراد کرن زہرہ یا مسز اختر خان سے بھی۔" مشعل شاہ نے کہا اور میرا چہرہ دیکھنے لگا۔ میں سادہ سی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ مشعل شاہ نے گردن ہلاتے ہوئے کہا:

"ویسے تو تم ابتدا ہی سے میری توقعات پر پورے اترتے رہے ہو بلکہ اگر میں یہ کہوں تو غلط نہیں ہوگا کہ تم میری توقعات سے بھی بڑھ کر ثابت ہوئے ہو لیکن تمہارے تازہ ترین کارنامے نے مجھے مسرور کر دیا ہے۔ میڈم خان بھی خصوصی طور پر تمہاری تعریف کر رہی تھی۔"

"تازہ ترین کارنامہ؟"

"کرن زہرہ ہی کی بات کر رہا ہوں۔ یہ ایک پہلی کوشش تھی ان لوگوں کی جو انہوں نے تم پر کی لیکن تم نے جس طرح ان کی کوشش کو ناکام بنا دیا وہ قابل تحسین ہے۔ بالکل درست کیا تم نے درحقیقت دشمن کو اس کے ہتھیار سے مارنا زیادہ مناسب ہوتا ہے اور تم میں یہ صلاحیت موجود ہے۔ میڈم خان بھی تم سے بہت خوش ہیں کیونکہ کچھ دن پہلے ان کا خیال تھا کہ تم نوجوانی کے جذبوں کا شکار ہو گئے ہو۔ کہئے میڈم خان کیا کہتی ہیں آپ اس بارے میں؟"

"آپ یقین کیجئے مشعل شاہ صاحب کہ میں تو خواب میں بھی یہ بات نہیں سوچ سکتی تھی کہ دانش اس طرح ان لوگوں کو ذلیل کر کے رکھ دیں گے۔"

"اب آپ کا کیا خیال ہے مسٹر دانش کے بارے میں؟"

"یہی کہہ سکتی ہوں کہ جو کچھ ہم نے انہیں سکھایا ہے یہ بہت پہلے سے اس سے

واقف تھے۔" میں ہنسنے لگا۔ مشعل شاہ نے کہا:

"خیر بھئی اب تم یہ دیکھ چکے ہو گے کہ اس دنیا میں کیسے کیسے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے چنانچہ اب میں تمہارے سپرد ایک نیا کام کرنا چاہتا ہوں۔ مختصر سی تفصیل اس لئے بتائے دے رہا ہوں کہ تمہیں طریقہ کار معلوم ہو جائے۔ پچھلے کچھ عرصہ سے ایک شخص مسلسل میرے آستانے پر حاضریاں دے رہا ہے۔ بہت سی دیگیں پکوا چکا ہے۔ بڑے صدقے خیرات کر رہا ہے اور میرے آستانے پر آنے والوں کے عیش ہو گئے ہیں اس شخص کا نام مقدس کریم ہے۔ شاید تم نے مقدس آٹوز کے بارے میں سنا ہو۔ آٹو پارٹ کی بہت بڑی بڑی دکانیں ہیں اس کی۔ براہ راست جاپان' اٹلی اور جرمنی سے آٹو پارٹ امپورٹ کرتا ہے اور اس نے ایک بہت بڑا گیراج بھی کھولا ہوا ہے۔ دراصل مقدس کریم ایک بہت بڑی پارٹی' میرا مطلب ہے اس پارٹی کا جس کا میں تم سے پہلے تذکرہ کر چکا ہوں کا آلہ کار ہے۔ اسے وہی بڑی پارٹی سرمایہ فراہم کرتی تھی لیکن پچھلے چھ مہینے سے اس پارٹی نے مقدس کریم پر سے ہاتھ ہٹالیا ہے۔ وہ مقدس کریم سے جو کچھ چاہتی تھی مقدس کریم نے اس سے روگردانی کی تو وہ پارٹی اس سے ناراض ہو گئی اور اس نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ نہ صرف ہاتھ کھینچا بلکہ مقدس کریم کے کاروبار سے اپنا تمام سرمایہ نکال لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مقدس کریم اب تقریباً سترہ کروڑ روپے کا مقروض ہو چکا ہے اور اس کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ وہ رقم واپس اپنے کاروبار میں لگا سکے۔ قرض خواہ بھی میرا خیال ہے اسے زیادہ عرصے نہیں چھوڑیں گے چنانچہ تمہیں مقدس کریم کی مدد کرنی ہے۔ نہ صرف مدد کرنی ہے بلکہ اس کے کاروبار کو اتنی وسعت دینی ہے کہ وہ پارٹی بے جان ہو جائے۔ یہ بڑی پارٹی یہاں پر کاروں کی سب سے بڑی ڈیلر ہے اور یوں سمجھ لو کہ یہاں آنے والی اسی فیصد کاریں اسی کے ذریعے آتی ہیں اور وہ شخص ایک طرح سے اس فیلڈ کا بادشاہ بنا ہوا ہے۔ نام بتانا بیکار ہے بس یوں سمجھ لو کہ اس کی شخصیت یہ ہے چنانچہ اب ہونا یہ چاہیے کہ مقدس کریم کا کاروبار اچانک ہی چمک اٹھے۔ نہ صرف اس کا قرض ادا ہو جائے بلکہ وہ کاروں کا ایک بہت بڑا شو روم بھی بنائے۔ جس میں کاریں بنانے والے تمام ممالک سے کاریں درآمد کی جائیں۔ میں تمہیں ایسے آدمی مہیا کردوں گا جو کاروباری ذہن رکھتے ہیں۔"

"اور پھر باہر کے ممالک میں تمہارے لئے راہیں ہموار کر سکتے ہیں۔ سرمائے کے بارے میں میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ اس کے خرچ میں کسی قسم کی پریشانی کی ضرورت نہیں ہے۔ کام میں جو کچھ بھی لگایا جائے وہ بہت بہتر ہوتا ہے چنانچہ یہ تو ہوا پہلا مسئلہ۔ اب میں تمہیں یہ بتادوں کہ مقدس کریم تمہارے پاس کس طرح پہنچے گا چونکہ وہ پچھلے دنوں سے مسلسل آستانے پر آرہا ہے اور مجھ سے دعائیں کرا رہا ہے میں نے دعاؤں کے علاوہ دوا کا بھی بندوبست کیا ہے اس کے لئے۔ یعنی اب میں اسے ایک تعویز دوں گا اور وہ تعویز لے کر میڈم خان کے پاس پہنچے گا۔ یہ تعویز تمہارے لئے ہو گا تاکہ تمہارا دل اس کی طرف سے نرم ہو جائے اور تم اس کی مدد پر آمادہ ہو جاؤ۔ میڈم خان یہ تفصیل آپ بھی ذہن نشین کر لیجئے۔ مقدس کریم آپ سے ملاقات کرے گا۔ آپ اسے ڈیل کریں گی اور اس کے بعد اس کی آلہ کار بن جائیں گی۔ بات کوئی اہم نہیں ہے لیکن میں اپنا طریقہ کار یہی رکھنا چاہتا ہوں۔ میں جانتا ہوں اس کے بعد مقدس کریم اور بھی بہت سے لوگوں کو اس بارے میں بتائے گا چنانچہ آستانے کا کاروبار بھی چلتا رہے گا اور اس کے ساتھ ساتھ ہی اس کام کا آغاز بھی ہو جائے گا جس کے لیے میں نے اب تک محنت کی ہے۔ تم سمجھ رہے ہو دانش منصور۔ یہ کام وقت سے پہلے شروع ہو چکا ہے۔ میرا خیال تھا کہ پہلے تمہیں دنیا دکھاؤں گا اور اس کے بعد اس کام کی جانب متوجہ کروں گا لیکن مقدس کریم کے آنے سے میں نے فوری طور پر اپنے اس منصوبے کا آغاز کر دیا ہے۔ تمہیں یہ بات بھی ذہن نشین رکھنا ہو گی دانش منصور کہ اس بڑی پارٹی سے ٹکراؤ کے بعد تمہارا جسمانی عمل بھی شروع ہو جائے گا۔ یعنی اس بات کے امکانات ہیں کہ تم سے باقاعدہ دشمنی کا آغاز کیا جائے اور تمہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کی جائے۔ یہ مت سوچنا کہ تم ایسے موقع پر تنہا ہو گے بلکہ اس کے لئے میں نے ایک الگ شعبہ قائم کر دیا ہے جس کا تعارف تم سے بہت جلد ہو جائے گا۔ تو اب تم اس کام کا آغاز اس انداز میں کرو اور رزم کے ساتھ بزم بھی جاری رہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ سمجھ رہے ہو نا۔ دونوں چیزیں ساتھ ساتھ چلتی رہنی چاہیے اور جہاں تک رہا کرن جیسی لڑکیوں کا یا بیگم اختر خان جیسی عورتوں کا معاملہ تو تم اس سلسلے میں بالکل بے فکر رہنا۔ ان لوگوں کے لئے میرے پاس بہت مناسب بندوبست موجود ہے لیکن چونکہ یہ ڈیل تم نے اپنے طور پر کی ہے اس لئے میں

تمہیں اس کی داد دیتا ہوں۔ وہی کام تم نے کر دکھایا جو میرے اپنے ذہن میں تھا اور سب سے زیادہ خوشی مجھے اس بات کی ہے۔"

"بے حد شکریہ۔ آپ میری کارکردگی سے مطمئن ہیں۔"

"یہ کوئی خاص کارکردگی نہیں تھی۔ اصل کام تو اب شروع ہو رہا ہے۔" مشعل شاہ نے کہا۔

"میں انتہائی کوشش کروں گا کہ اس سلسلے میں آپ کی مرضی کے مطابق عمل کر سکوں۔"

"تم یقیناً کوشش کرو گے اور مجھے تمہاری ان کوششوں پر پورا پورا یقین ہے۔"

مشعل شاہ بہت دیر تک بیٹھا باتیں کرتا رہا اس نے مجھ سے پوچھا کہ مجھے ذہنی طور پر کوئی الجھن تو نہیں ہے اپنے قدیم ساتھیوں سے دور ہونے کے بعد تو ایسی کوئی ضرورت پیش نہیں آئی جو میرے لئے باعث تکلیف ہو۔ میں نے اس سے کہا کہ وہ مطمئن رہے۔ "میں اپنے طور پر بہت خوش ہوں اور سارے کام اپنے وقت پر کرنا چاہتا ہوں۔" مشعل شاہ نے کہا۔

"تمہیں مکمل آزادی ہے اور اب یہ الفاظ بار بار کہنا مجھے اچھا نہیں لگتا۔ میں تمہیں جو کچھ بتاؤں تم اس پر پوری طرح عمل کرو لیکن اس کے علاوہ تمہارے اپنے ذہن میں کوئی تصور ہو تو میری طرف سے تمہیں مکمل آزادی ہے کہ اس کی تکمیل کرو۔ مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔" میں نے مشعل شاہ کا شکریہ ادا کیا تھا۔ خیالات تو بہت سے تھے میرے ذہن میں لیکن بہرطور میں خود بھی محتاط طریقے سے اپنے عمل کو جاری رکھنا چاہتا تھا۔ مشعل شاہ چلا گیا اور میڈم خان اسے باہر چھوڑنے گئی تھی۔ میں بھی ان کے پیچھے پیچھے ہی آیا تھا۔ واپسی میں میڈم خان کا موڈ کافی خوشگوار نظر آ رہا تھا اس نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا:

"مسٹر دانش منصور ایک بات کہنا چاہتی ہوں آپ سے؟"

"جی میڈم خان فرمائیے۔" میں نے پر جوش لہجے میں کہا۔ میڈم خان کا اپنا ہی دماغ بگڑ گیا تھا۔ ورنہ میں ان سے مسلسل اسی انداز میں بولتا تھا۔ بہرطور یہ بات بھی مدنگاہ رکھی تھی کہ وہ میری استاد تھی۔ میڈم خان نے کس قدرے جھجکتے ہوئے کہا:

"بات دراصل یہ ہے کہ مسٹر دانش منصور کہ بعض اوقات انسان سے بہت سی غلطیاں ہو جاتی ہیں۔"

"یقیناً ہو جاتی ہیں لیکن آپ کس غلطی کا تذکرہ کر رہی ہیں۔ میں سمجھا نہیں؟"

"دراصل ابتدا میں میں نے آپ سے کچھ ایسی گفتگو کی تھی جو آپ کو یقیناً پسند نہیں آئی ہوگی۔"

"مجھے یاد نہیں' آپ ذرا اس گفتگو کی تفصیلات بتا دیجئے۔"

"نہیں۔ آپ کو ہر بات اچھی طرح یاد ہوگی۔ دراصل بعد میں مجھے اپنی حماقت کا احساس ہوتا رہا ہے۔ میں سمجھتی ہوں مسٹر دانش کہ عورت کسی بھی جگہ پہنچ جائے عورت ہی رہتی ہے اور اس کے اندر کبھی کبھی عورت پن بیدار ہوتا رہتا ہے۔ مجھے اپنی حیثیت کو پہچاننا چاہیے لیکن وہی بدبختی آڑے آ گئی یعنی میں نے چند لمحات کے لئے اپنے آپ کو عورت سمجھا اور وہی لمحات مجھے مغلوب کرنے کا باعث بن گئے۔" میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا تو وہ بولی:

"مجھے امید ہے کہ آپ ماضی کی فضول باتوں کو فراموش کر دیں گے درحقیقت بعض لوگ بہت دور کی دنیا کے انسان ہوتے ہیں۔ ہم انہیں پہنچانے میں غلطی کرتے ہیں۔ مشعل شاہ نے آپ کو جس مقصد کے لئے منتخب کیا ہے اس کے لئے کوئی عام آدمی تو نہیں ہو سکتا تھا اور آپ رفتہ رفتہ یہ ثابت کرتے جا رہے ہیں کہ آپ عام آدمی نہیں ہیں۔"

"شکریہ میڈم خان۔" بہرحال میں ان باتوں کا کوئی جواب نہیں دینا چاہتا آپ کو۔

"آپ جواب نہ دیں میں نے جواب خود ہی حاصل کر لیا ہے اور صرف یہ کہنا چاہتی ہوں کہ آئندہ احتیاط رکھوں گی اور آپ کو کوئی شکایت نہ پیدا ہوگی۔" میں نے مسکرا کر گردن ہلائی اور بولا:

"شکریہ میڈم خان میں بھی آپ کو اچھے دوستوں میں شمار کرنا چاہتا ہوں۔ بات ختم ہوگئی سارا دن بہت سے ایسے لمحے گزر جاتے تھے جب میری اپنی مصنوعی شخصیت منظر عام پر ہوتی تھی لیکن رات کو سکون کے وہ لمحات جو بستر پر بالکل تنہا ہوتے تھے بالا آخر ماضی میں گھسیٹ لے جاتے تھے اور اس وقت ماضی کی گرفت سے نکلنا ایک مشکل کام ہوتا تھا

میرا ماضی اس وقت تک جن مراحل سے گزرا تھا ان کا ایک ایک لمحہ میری نگاہوں کے سامنے آجاتا تھا بہت سے کردار ایسے تھے جن سے ملنے کو دل مچلتا تھا لیکن یہ بات میں اچھی طرح جانتا تھا کہ کچھ پانے کے لیے بہت سی چیزوں کو نظرانداز کرنا پڑتا ہے اور میں ماضی کی بھول بھلیوں میں گم ہو کر بھی اپنی دنیا میں واپس لوٹ آتا تھا۔ دوسری صبح میڈم خان مجھ سے اجازت لے کر کسی کام سے چلی گئی۔ گھر میں صرف روزی تھی جو کچن میں مصروف تھی۔ میں نے گھنٹی بجائے تو روزی میرے پاس پہنچ گئی لیکن میں نے اس کی آنکھوں میں ہلکی سی سرخی کی جھلک دیکھی تھی کچھ ایسا ورم سا تھا آنکھوں پر جیسے روتی رہی ہو۔ میں نے اس کا چہرہ دیکھا اور دیکھتا رہ گیا۔ روزی مسکرا دی تھی۔

"آپ نے مجھے بلایا ہے سر؟" اس نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"ہاں روزی اب تو یہ بھی بھول گیا کہ کس لئے بلایا تھا۔"

"جی؟"

"ہاں کیا بات ہے تمہاری آنکھیں سرخ ہو رہی ہیں؟"

"کچن میں تھی سر، دھواں لگ گیا۔"

"دھواں، کچن میں دھواں کہاں سے آیا؟" میں نے سوال کیا۔

"نہیں سر بس وہ۔" روزی کچھ بوکھلا سی گئی۔

"کیا بات ہے روزی کیا تم میری اور اپنی دوستی فراموش کرتی جارہی ہو؟" میں نے کہا اور روزی کی آنکھیں آنسوؤں میں ڈوب گئیں۔ اس نے اپنے گریبان میں ہاتھ ڈال کر ایک خط نکالا اور میرے سامنے کر دیا۔ میں نے خط جلدی سے اس کے ہاتھ سے لے لیا تھا۔ خط سیالکوٹ سے آیا تھا اور اس کے والدین کا تھا۔ روزی کے والد نے بہت ہی درد بھرے انداز میں اسے لکھا تھا کہ کیا وہ اس آرزو میں زندگی ختم کر بیٹھیں گی کہ ان کی دنیا پھر سے روشن ہو جائے۔ میں نے خط پورا پڑھا اور پھر ٹھنڈی سانس لے کر اسے روزی کے حوالے کر دیا اور کہا:

"دراصل کوتاہی میری ہے روزی؟"

"جی۔ سر میں سمجھی نہیں؟"

"معافی چاہتا ہوں تم سے بلکہ صحیح معنوں میں یوں سمجھ لو کہ میں تمہارا مجرم

ہوں۔"

"آپ کیا کہہ رہے ہیں دانش صاحب" روزی نے کہا۔

"پلیز روزی فوری طور پر تم یہاں سے سیالکوٹ روانہ ہو جاؤ اور اپنے والدین کو یہاں منتقل کردو۔"

"جی۔" روزی کی آواز میں شدید سنسنی کی سی کیفیت تھی۔

"ہاں۔ انہیں یہاں بلالو میں باقی انتظامات خود کئے دیتا ہوں۔ ان کا آپریشن جلد از جلد ہو جانا چاہیے۔" روزی کے چہرے سے بے پناہ خوشی ظاہر ہونے لگی اس نے پھولے ہوئے سانس کے ساتھ کہا:

"سر......... سر آپ آپ"

"ہاں روزی۔ اتنا حق اب مجھے حاصل ہو چکا ہے۔ تم براہ کرم فوری طور پر یہاں سے روانگی کا بندوبست کرلو بلکہ ایسا کرو میں آصف نور کو بھیج دیتا ہوں۔ وہ تمہارے لئے سیالکوٹ روانہ ہونے کے مکمل انتظامات کردے گا۔"

"سر، اگر آپ اس سلسلے میں میڈم خان سے مشورہ کرنا چاہیں تو۔"

"روزی پلیز۔ کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ میرے لئے میڈم خان سے مشورہ کرنا ضروری ہے۔"

"نہیں سر نہیں۔ بالکل نہیں۔"

"بس تو تم اپنے طور پر تیاریاں کرلو باقی تیاریاں میں خود کئے دیتا ہوں۔" میں نے آصف نور کو بلایا۔ آصف نور سے میری اچھی خاصی دوستی ہوگئی تھی۔ یہ شخص بھی مجھے بے حد پسند تھا اور میں اسے اپنے پسندیدہ لوگوں میں شمار کرتا تھا۔ میں نے اسے ہدایات دی اور آصف نور گردن جھکا کر باہر چلا گیا۔ روزی اپنے کمرے میں اپنے کپڑے وغیرہ درست کرنے چلی گئی تھی۔ میڈم خان دن کو تقریباً ساڑھے بارہ بجے واپس پہنچی تھی میں نے ان سے کہا۔

"میڈم خان روزی کے کچھ معاملات سے آپ واقف ہیں؟"

"کیوں خیریت۔ اسے کیا ہوا؟" میڈم خان نے سوال کیا۔

"غریب گھرانے کی لڑکی ہے اس کے والد کی آنکھوں کا آپریشن ہونا تھا اس کے

لئے شاید شاہ صاحب نے اس سے وعدہ بھی کیا تھا لیکن ظاہر ہے وہ اپنی مصروفیت میں سے وقت نہ نکال سکے اور اس مسئلے کو بھول گئے۔ آج اس کے والد کا خط آیا تھا اور وہ رو رہی تھی تو اتفاق سے میری اس پر نگاہ پڑ گئی۔ میں سمجھتا ہوں میڈم خان کہ اس کے والد کی آنکھوں کا آپریشن ہو جانا چاہیے۔"

"کیوں نہیں سر اگر آپ مناسب سمجھتے ہیں تو بالکل یہ کام ہو جانا چاہیے۔ آپ روزی کو اس کے گھر بھیج دیجئے اور اس سے کہیے کہ وہ اپنے والدین کو بلا لائے۔ یہاں ان کے آپریشن کا بندوبست میں بخوبی کر دوں گی اور اس کے علاوہ سر ایک اور تجویز ہے میری ان لوگوں کے قیام کے لئے ہم کیوں نہ اس فلیٹ کو تیار کر دیں جو سعید غوری صاحب کا تھا۔ ان دنوں وہ فلیٹ خالی پڑا ہوا ہے۔"

"ویری گڈ۔ بہت اچھا مشورہ ہے میڈم خان۔ ہم اس سلسلے میں روزی کو آگاہ کر دیں گے۔ آپ براہ کرم اس کے والد کے ہسپتال میں داخلے کا بندوبست کر دیجئے۔"

"یہ کام بالکل ہو جائے گا آپ سب سے پہلے روزی کو روانہ کر دیجئے اور پھر مشعل شاہ صاحب کو بھی اس پر اعتراض نہیں ہوگا۔" میڈم خان نے کہا۔

"شکریہ میڈم خان۔ اب آپ مجھے بتائیے کہ مشعل شاہ صاحب نے جو ایک ذمہ داری ہمارے سپرد کی تھی اس کا آغاز کب سے ہو رہا ہے۔"

"جس وقت بھی وہ شخص ہمارے پاس پہنچ جائے سر۔"

"ہوں ظاہر ہے۔"

"بالکل نہیں چیف۔ ویسے یہ کرن زہرہ بالکل غائب ہوگئی۔ چیف آپ کو اس کی ضرورت تو محسوس نہیں ہوتی؟"

نہیں میڈم خان۔ مجھے اپنا کام سب سے زیادہ عزیز ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور میڈم خان بھی مسکرانے لگیں۔ روزی کو اسی شام ساڑھے سات بجے ٹرین میں سوار کرا دیا گیا تھا اور میڈم خان کو اس سلسلے میں تمام ذمہ داریاں سونپ دی گئیں تھیں۔ جاتے ہوئے میں نے روزی کو ایک اچھی خاصی رقم بھی دی تھی جس کے ذریعے وہ اپنے خاندان کو منتقل کر سکتی تھی اور اس کے علاوہ میں نے اسے یہ بھی بتا دیا تھا کہ اس کے والدین کے قیام کے لئے میں نے کیا بندوبست کیا ہے۔ میں نے اس سے یہ بھی کہا تھا کہ

وہ اپنے والدین اور تمام لواحقین کو اپنے ساتھ لے آئے اور کسی قسم کی کوئی فکر نہ کرے۔ وہ ممنون نگاہوں سے مجھے دیکھتی ہوئی چلی گئی تھی۔ چونکہ میں کسی ایک جگہ تک محدود نہیں تھا اور اب کراچی کے کسی بھی کلب وغیرہ میں جا سکتا تھا اس لئے آج ذرا موڈ بدلنے کے لئے میں نے میڈم خان کو ساتھ لیا اور ایک اور کلب کی جانب روانہ ہو گیا۔ آصف نور معمول کے مطابق ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ میڈم خان کے بدلے ہوئے رویے کی بنا پر میں نے اپنے رویے میں کچھ تبدیلی پیدا کر لی تھی۔ بہرطور ان سے میرے گہرے روابط تھے اور میں انہیں بھول نہیں سکتا تھا۔ میڈم خان نے بھی شاید خود کو کسی خاص کیفیت میں منتقل کر لیا تھا اس لئے ان کا موڈ بھی بہت زیادہ خوشگوار ہی نظر آ رہا تھا جس کلب میں ہم داخل ہوئے تھے میں وہاں پہلے بھی آ چکا تھا اور یہاں بھی میرے بہت سے شناسا موجود تھے جنہوں نے معمول کے مطابق میرا استقبال کیا۔ ویسے میں اب چونکہ اس ماحول اور اس دنیا کو اچھی طرح سمجھ چکا تھا چنانچہ مجھے یہ اندازہ بخوبی ہو گیا تھا کہ خواتین ایسی جگہوں پر اپنی تقدیر بنانے کے لیے زیادہ تر کوشاں نظر آتی ہیں۔ فلرٹ کرنے والوں میں زیادہ تعداد انہی کی ہوا کرتی تھی یہاں بھی میری کئی شناسا خواتین ہو گئی تھیں جو مجھے بخوبی جانتی تھیں۔ کلب کی تفریحات جاری تھیں میں ان لوگوں کے ساتھ گفتگو کرتا رہا اور میڈم خان مودبانہ انداز میں میرے ساتھ موجود رہیں پھر اچانک ہی میری نظر ایک جانب اٹھ گئی اور میں نے جو کچھ دیکھا اس نے ایک لمحے کے لئے میرے ذہن میں ایک سنسنی سی پیدا کر دی تھی۔ یہ شکل میری جانی پہچانی تھی جو میرے سامنے تھے اور اس شکل سے میرا طویل رابطہ بھی رہ چکا تھا۔ یہ کامران غزنوی تھے۔ غزنوی صاحب کے سب سے چھوٹے صاحبزادے جو غیر شادی شدہ تھے۔ ویسے شادی شدہ غزنویان تو خدا کے فضل سے پوری طرح مصروف ہو گئے تھے بس کامران غزنوی ہی تھے جو بیچارے ایسی تفریحات میں حصہ لیا لیا کرتے تھی لیکن شاید غزنوی صاحب کے خاندان میں وہ واحد تھے جنہوں نے کسی کلب میں آنے کی جرات کی تھی ورنہ غزنوی صاحب کی گرفت اپنے بچوں پر بڑی سخت ہوا کرتی تھی۔ کامران غزنوی صاحب کے ساتھ ایک بہت ہی خوبصورت سی خاتون بھی تھیں۔ میری نگاہیں ان کا طواف کرتی رہیں اور پھر دفعتاً میں نے کامران غزنوی کو اپنی جانب دیکھتے ہوئے محسوس کیا۔ کامران غزنوی نے مجھ پر آنکھیں جما دی تھیں بظاہر

Uploaded By Muhammad Nadeem

میں ان کی جانب نہیں دیکھ رہا تھا لیکن میری چور نگاہیں بخوبی ان کا جائزہ لے رہی تھیں۔ کامران غزنوی صاحب کے چہرے پر ذرا مختلف تاثرات تھے۔ غالباً انہیں میرے خدوخال پر شبہ ہوگیا تھا اور اس کے بعد میں نے انہیں اپنی میز سے اٹھتے ہوئے دیکھا انہوں نے اپنی ساتھی خاتون سے جھک کر شاید کچھ کہا تھا۔ میں میڈم خان کی جانب متوجہ ہوگیا اور کامران غزنوی صاحب کی طرف سے لاتعلقی کا اظہار کرنے لگا۔ کامران غزنوی کے قدم میری ہی جانب اٹھ رہے تھے جس کا مجھے بخوبی اندازہ ہو رہا تھا۔

☆☆☆

حیرانگی کے یہ لمحات زیادہ دیر تک برقرار نہ رہ سکے۔ کامران غزنوی چند لمحات کے بعد میری میز کے قریب پہنچ گیا اور میں نے اپنے انداز میں اجنبیت پیدا کرتے ہوئے اسے دیکھا میڈم خان بھی چونک کر اسے دیکھنے لگی تھیں۔ کامران غزنوی نے تھوڑا سا جھکتے ہوئے کہا۔

"مجھے کامران غزنوی کہتے ہیں۔ کیا میں آپ سے تعارف حاصل کر سکتا ہوں جناب۔"

"جی۔ دانش منصور کہا جاتا ہے مجھے۔"

"آپ سے مل کر مسرت ہوئی دراصل بے تکلف ہو کر آپ کے نزدیک آنے کی وجہ یہ ہے کہ میرے ایک شناسا بلکہ یوں سمجھ لیجئے ایک ایسی شخصیت جو ہم لوگوں کے لئے خاصی سنسنی خیز رہی ہے آپ سے اس قدر ملتی جلتی ہے کہ میں حیران رہ گیا اور اپنے آپ کو آپ تک آنے سے نہ روک سکا۔"

"بہت خوب۔ گویا آپ نے مجھے ایک سنسنی خیز شخصیت قرار دے دیا ہے۔ ویسے آپ کے مشاغل کیا ہیں۔"

"میرا مطلب یہ نہیں تھا خیر چھوڑیں اس بات کو۔" کامران غزنوی قہقہہ لگاتے ہوئے بولا اور پھر میڈم خان کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے بولا۔

"خاتون سے تعارف نہیں ہو سکا میں اسے کچھ بد اخلاقی سی سمجھ رہا ہوں آپ میرا نام جان چکی ہیں محترمہ اپنا تعارف بھی کروا دیں تو خوشی ہوگی اس بار کامران نے میڈم

خان کو مخاطب کر کے کہا۔"

"میں دانش صاحب کی سیکرٹری ہوں اور مجھے میڈم خان کے نام سے جانا جاتا ہے۔"

"خوشی ہوئی آپ دونوں سے مل کر' تو دانش صاحب آپ نے مجھ سے پوچھا تھا کہ میرے مشاغل کیا ہیں بس یوں سمجھ لیجئے ایک چھوٹا موٹا سا کاروباری ہوں امپورٹ ایکسپورٹ کا کاروبار ہے۔ میرے کچھ اور بھائی بھی اس میں شامل ہیں۔ غیر شادی شدہ ہوں دور دور تک کوئی ایسا چانس نظر نہیں آتا جس سے اس بات کے امکانات ہوں کہ میری شادی ہونے والی ہے۔ اس لیے ذرا تفریح پسند ہوں۔" کامران غزنوی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کیا حرج ہے کامران صاحب شادی کے بعد آپ کی اس طرح آزادانہ نقل و حرکت متاثر ہو جائے گی۔"

"یقیناً' یقیناً"۔ اور اس سے اس بات کا اندازہ بھی ہوتا ہے کہ آپ بھی اپنی گردن گوشت سے خالی رکھتے ہیں۔"

"جی ہاں یقیناً۔" میں نے جواب دیا لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں محسوس کر رہا تھا کہ کامران غزنوی کی گہری نگاہیں میرا بغور جائزہ لے رہی ہیں پھر اس نے کہا۔

"ویسے دانش صاحب میں اس کلب میں اکثر آتا رہتا ہوں مگر اس سے قبل ملاقات نہیں ہوئی آپ کے اپنے مشاغل کیا ہیں؟"

"میری یہاں آمد زیادہ پرانی نہیں ہے نہ صرف کلب میں بلکہ اس ملک میں نووارد ہوں اور کوئی کام نہیں شروع کیا۔ نیروبی سے آیا ہوں تقریباً" زندگی وہیں گزاری ہے۔"

"یہی وجہ ہے کہ ہم آپ کے شناسا نہ تھے ورنہ ہم تو ہر ایک پر مسلط ہو جانے والوں میں سے ہیں۔ ایک بات میں پھر حیرانی کے ساتھ عرض کروں کہ آپ کی آواز میں بھی میرے اس شناسا شخصیت کی جھلک ملتی ہے۔"

"اب آپ یوں کریں کہ اپنی اس شناسا شخصیت کو بھی مجھ سے ملوا دیں آپ نے کچھ اس طرح اس کا تذکرہ کیا ہے کہ میرے دل میں بھی اسے دیکھنے کا اشتیاق پیدا ہو گیا ہے۔"

"بدقسمتی سے اب وہ شخصیت ہمارے ساتھ موجود نہیں ہے بس اس کی یادوں کے نقوش رہ گئے ہیں' تاہم وہ حیات ہے اور اگر واقعی مجھے مل سکا تو میں آپ کو ضرور اس سے ملاؤں گا آپ خود حیران رہ جائیں گے۔ ویسے دانش صاحب آپ کا قیام کہاں ہے۔"

"ڈیفنس میں رہتا ہوں۔" جب میں نے کامران غزنوی کو اپنی کوٹھی کا نمبر بتایا تو وہ حیرت سے منہ پھاڑ کر رہ گیا اور پھر بولا۔

"اسے کہتے ہیں چراغ تلے اندھیرا ہماری کوٹھی سے بالکل قریب ہے بس یوں سمجھ لیجئے کہ بہت مختصر فاصلہ ہے اور ہم ایک دوسرے کے شناسا نہیں ہیں اب تو پڑوسی کی حیثیت سے ہمارے کچھ اور بھی حقوق آپ پر ہو گئے کسی وقت آپ کی کوٹھی پر حملہ کیا جائے گا آپ کو اعتراض تو نہیں ہو گا۔"

"نہیں اس میں اعتراض کی کیا بات ہے۔ میں آپ کو خوش آمدید کہوں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"اور اس سے زیادہ کسی پر مسلط ہونا بداخلاقی ہے چنانچہ اب اجازت۔" کامران غزنوی نے کہا۔

"نہیں آپ کا یہ تسلط مجھے برا نہیں لگ رہا غزنوی صاحب براہ کرم تشریف رکھیے اور یہ بتائیے کہ میں آپ کو کیا پلاؤں۔"

"نہیں جناب۔ یہ کلب ہے آپ سے ہم آپ کے گھر پر ہی کچھ پئیں گے تو لطف آئے گا۔"

"تب ٹھیک ہے میں آپ کا انتظار کروں گا۔" میں نے جواب دیا اور کامران وہاں سے اٹھ گیا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ میڈم خان نے کہا۔

"اس شخص کے بارے میں آپ کا کیا اندازہ ہے مسٹر دانش؟"

"کچھ نہیں میڈم خان یہ ایک دلچسپ معاملہ ہے۔"

"بعض لوگ جو کسی واسطے سے ملاقات کرتے ہیں میرے خیال میں زیادہ اچھے لوگ نہیں ہوتے۔"

"واسطہ میں سمجھا نہیں میڈم خان؟"

"میرا مطلب ہے اس شخص نے آپ سے دوستی کرنے کے لئے ایسی شخصیت کا

حوالہ دیا تھا جو بقول اس کے آپ کی ہم شکل ہے میرے خیال میں یہ ایک احمقانہ بات ہے صرف شناسائی حاصل کرنے کی ایک کوشش۔"

"نہیں میڈم خان ان کا کہنا درست ہے۔" میں نے پراسرار مسکراہٹ کے ساتھ کہا اور میڈم خان چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔

"میں سمجھی نہیں۔"

"ابھی سمجھا بھی نہیں سکتا میں۔" میں نے جواب دیا اور میڈم خان بھی خاموش ہوگئی۔ ان دنوں وہ اپنے آپ پر بہت جبر کر رہی تھی پہلے وہ میرے معاملات میں اس قدر دخل انداز رہتی تھی کہ یوں محسوس ہوتا جیسے میں اس کی انگلی پکڑ کر ایک ایک قدم آگے بڑھ رہا ہوں لیکن اب وہ میرے بدلے ہوئے رویے کو دیکھتے ہوئے خود کو اس کا عادی بنا رہی تھی کوٹھی پہنچ کر بھی اس نے کوئی خاص بات نہ کی۔ روزی اپنے اہل خانہ کو لے کر سیالکوٹ سے واپس آچکی تھی۔ میری ہدایت کے مطابق میڈم خان نے اس کے والد کے علاج کے سلسلے میں تمام انتظامات کر لیے تھے۔ روزی اس سلسلے میں میری انتہائی ممنون نظر آتی تھی۔

ادھر مٹھل شاہ سے ایک دو بار ٹیلیفون پر گفتگو ہوئی تھی وہ صرف کام کی باتیں کیا کرتا تھا۔ آج ٹیلیفون موصول ہوا تو میں نے روزی کے بارے میں بتایا۔ مٹھل شاہ ہنس کر بولا۔

"ہاں۔ میڈم خان نے مجھے تم سے پہلے بتا دیا ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ منصور کہ تم نے وہ ذمہ داری پوری کر دی جس کا وعدہ میں نے کیا تھا لیکن اب بات اور بھی تو ہے تم میری ہی ذات کا عکس تو ہو جو تمہیں مجھ سے الگ سمجھتا ہے وہ احمق ہے میں نے یہ بات تم سے پہلے ہی کہہ دی تھی۔"

میں مٹھل شاہ کا شکریہ ادا کر کے خاموش ہوگیا۔ اس طرح کئی دن گزر گئے اور اس کے بعد ہم اپنے اس کام میں مصروف ہوگئے جس کا آغاز جیم خانہ میں ہوا تھا۔ معمول کے مطابق اس دن بھی میں میڈم خان کے ساتھ جیم خانہ پہنچا تھا۔ دراصل میری یہ تفریحات ایک طرح سے کاروباری نوعیت بھی رکھتی تھیں کیونکہ مٹھل شاہ کا مقصد ہی یہ تھا کہ لوگوں سے میرے روابط بڑھیں اور میں اپنے کام کو بخوبی آگے بڑھاؤں چنانچہ اس شام بھی ہم لوگ جیم خانہ کی تقریبات میں شریک تھے میں اتفاق سے جمال آراء بیگم کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ میری نگاہ اس درمیانہ جسم کے مالک لیکن شاندار سے آدمی پر پڑی۔ وہ میڈم خان کے ساتھ گفتگو کر رہا تھا۔ میں نے اس کا کوئی خاص نوٹس نہیں لیا میڈم خان کا اپنا ایک حلقہ تھا اور اکثر ایسا ہوتا تھا کہ جیم خانہ میں کسی نہ کسی کے ساتھ گپ شپ میں لگی رہتی تھی اور میں اپنے معمولات میں الجھا رہتا تھا لیکن جمال آرا بیگم نے اس شخص کا تعارف مجھ سے کرایا۔

"اوہو۔ یہ مقدس کریم بہت عرصے بعد جیم خانہ میں نظر آیا ہے۔" میں نے چونک کر ادھر ادھر دیکھا اور پوچھا۔

"کون مقدس کریم۔"

"تمہاری سیکریٹری کے ساتھ جو شخص ہے اس کا نام مقدس کریم ہے۔" میرے ہونٹوں پر مدھم سی مسکراہٹ پھیلی اور پھر میں نے خود کو سنبھال لیا اور جمال آرا بیگم سے پوچھا۔

"کون ہے یہ؟"

"آٹو پارٹس کا سب سے بڑا ڈیلر۔" جمال آرا بیگم نے جواب دیا۔ "بہت دولت مند آدمی ہے اور بڑی شاندار شخصیت رکھتا ہے۔"

"بہت خوب۔" میں نے گردن ہلائی۔ جمال آرا بیگم نے اس سے زیادہ مقدس کریم کے بارے میں کچھ نہیں کہا تھا لیکن میں مقدس کریم کو بدستور نگاہوں میں رکھے ہوئے تھا۔ میڈم خان کی اس سے کافی دیر تک ملاقات رہی اور بڑی دلچسپی سے وہ لوگ ایک دوسرے سے گفتگو کرتے رہے۔ اس دوران کئی بار ان کی نگاہیں میری جانب بھی اٹھی تھیں لیکن میڈم خان نے مقدس کریم سے میرا تعارف نہیں کرایا تھا۔ بہرطور کلب کی تفریحات میں اور کوئی خاص بات نہیں ہوئی پھر واپسی کا وقت ہوگیا اور آصف نور ہمیں لے کر چل پڑا۔ راستے میں میڈم خان نے کہا۔

"آپ نے ایک شخص کو میرے ساتھ دیکھا ہوگا مسٹر وانش۔"

"مقدس کریم۔" میں نے جواب دیا۔

"جی ہاں مقدس کریم نے مجھ سے بہت سے گفتگو کی ہے اور کہا ہے کہ وہ مجھ سے

دوبارہ ملاقات کرے گا۔ اس کے لیے ایک ہوٹل میں کل شام ساڑھے پانچ کا وقت طے ہوا ہے۔"

"گڈ۔ ویری گڈ۔"

"جانا ہے نا۔ مسٹر دانش منصور؟"

"ظاہر ہے میڈم خان یہ کام مشعل شاہ نے ہمارے سپرد کیا ہے۔ میں نے کہا اور میڈم خان خاموش ہوگئی دوسرے دن میڈم خان ڈھائی بجے مجھ سے اجازت لے کر چلی گئی تھی اور اتفاق سے اس کے جانے کے فوراً ہی بعد روزی بھی میرے پاس آگئی تھی۔ اسپتال سے ہو کر آئی تھی' میڈم خان کو موجود نہ پا کر اس نے میری طرف ممنون نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔"

"غالباً" میڈم خان کہیں گئی ہوئی ہیں؟"

"ہاں.........کیوں؟"

"میں آپ سے تنہائی میں ملنا چاہتی تھی۔"

"خیریت۔ روزی کوئی خاص بات ہے کیا؟"

"نہیں۔ بس دل میں کچھ جذبات موجزن ہیں ان کا تذکرہ کرنا چاہتی تھی۔"

"ارے نہیں روزی اگر وہ جذبات ممنونیت اور شکریہ کے ہیں تو ہماری دوستی ان چیزوں سے دور ہے۔"

"دانش صاحب کیا میں آپ کی دوستی کے قابل ہوں؟"

"بار بار تم احمقانہ باتیں کرنے لگتی ہو تم میری دوستی کے قابل ہی نہیں بلکہ میری دوست ہو۔ میں تمہارے لئے اچھے مستقبل کا خواہش مند ہوں اور اس سلسلے میں تم سے آخری بار یہ الفاظ کہہ رہا ہوں کہ جہاں کہیں بھی میری ضرورت محسوس کرو تکلف نہ کرنا تمہاری ضرورت کا مجھے علم نہیں ہو سکے گا اور اگر میں کوئی ایسا کام نہ کر سکوں جس کے لئے تم تکلف کر جاؤ تو پھر قصور وار میں نہیں ہوں گا۔" روزی اپنی اور گھر والوں کی طرف سے میرا شکریہ ادا کرتے ہوئے ایک گھنٹے کے بعد واپس چلی گئی آج کل اس کی ذمہ داریاں کوٹھی سے ختم کر دی گئی تھیں۔ ویسے بھی اب یہاں کئی ملازم تھے جو معاملات سنبھال لیا کرتے تھے چنانچہ روزی کی کمی کا کوئی خاص اثر نہیں پڑ رہا تھا البتہ شام کو

ساڑھے پانچ بجے کے وقت میں نے کچھ مہمانوں کو اپنی کوٹھی کے گیٹ میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ یہ کامران غزنوی اور عرفان غزنوی کی سب سے بڑی صاحبزادی رومانہ صاحبہ تھیں۔ دونوں ہی جھجکتے ہوئے اندر آئے تھے چوکیدار انہیں اپنے ساتھ لے کر آ رہا تھا۔ میں نے اوپری منزل سے ان دونوں کو دیکھا تھا اور اس کے بعد میں نے فوری طور پر یہ فیصلہ کیا تھا کہ ان کے ساتھ کس انداز میں گفتگو کرنی ہے۔

بہرطور چوکیدار نے انہیں ڈرائنگ روم میں پہنچایا اور دوسرا ملازم مجھے اطلاع کرنے کے لئے اوپری منزل میں آیا پھر چند لمحات کے بعد میں ڈرائنگ روم میں داخل ہو گیا کامران اور رومانہ کھڑے ہو گئے تھے۔

رومانہ کا مجھ سے خاص تعلق رہ چکا تھا گو اس تعلق کو محبت کا نام نہیں دیا جا سکتا۔ لیکن بہرطور اس قدر اپنائیت ضرور تھی جتنی کچھ وقت ساتھ گزارنے والوں میں ہوتی ہے۔ رومانہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں نے آگے بڑھ کر مسکراتے ہوئے کامران کو خوش آمدید کہا تو رومانہ چند قدم آگے بڑھ آئی۔

"اوہ میرے خدا میرے خدا تم فیصل نہیں ہو۔" اس نے کہا اور میں حیرت زدہ نگاہوں سے کامران غزنوی کو دیکھنے لگا۔ کامران نے مسکراتے ہوئے مجھ سے مصافحہ کیا اور کہا۔

"رومانہ آپ کو دیکھ کر حیرت کا اظہار کر رہی ہیں۔ رومانہ میں نے تمہیں بتایا تھا کہ مسٹر دانش اردو زبان نہیں جانتے وہ تمہارے الفاظ نہیں سمجھ سکے۔"

"مم۔ مگر مگر پر یہ انکل یہ یہ تو سو فیصد فیصل ہی ہے۔" رومانہ نے اٹکتے ہوئے کہا۔

"میں نے کہا تھا نا تمہیں حیرت ہوگی۔" کامران غزنوی نے کہا اور پھر رومانہ کی طرف سے بولا۔

"دراصل میری بھتیجی رومانہ حیرت کا شکار ہے وہ اس بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہے کہ آپ ہمارے شناسا جن کا نام فیصل ہے نہیں ہو۔"

"اوہ مس رومانہ مجھے خوشی ہوئی ہے اور افسوس بھی۔ خوشی اس بات کی ہے کہ میں آپ کے ایسے کسی شناسا کا ہم شکل ہوں جس سے آپ محبت رکھتی ہیں اور افسوس

اس بات کا ہے کہ میں وہ نہیں ہوں تاہم آپ لوگوں سے مل کر مجھے خوشی ہوئی ہے۔

رومانہ نے ایک تھکی تھکی سی سانس لی اور بولی۔"

"مسٹر! دانش ہے نا آپ کا نام؟

"ہاں۔ دانش منصور۔"

"سوری مسٹر دانش میری یہ کیفیت فطری حیثیت رکھتی تھی کیونکہ جس **شخصیت** کے ہم شکل آپ ہیں اس سے ہمارا گہرا ربط تھا اور آپ میں اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے سوائے اس کے کہ آپ عمر میں کچھ بڑے لگ رہے ہیں لیکن یقینی طور پر اس کی عمر بھی آپ سے کم نہیں ہوگی۔ بہرحال مجھے افسوس ہے کہ میں نے اس کیفیت کا اظہار کیا۔ آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی یہ جان کر مزید خوشی ہوئی کہ آپ ہمارے بالکل ہی قریبی پڑوسی ہیں۔ انکل کامران نے مجھے آپ کے بارے میں بتایا تو میں حیران رہ گئی اور میں ان سے تقاضے کرتی رہی کہ مجھے آپ سے ملایا جائے آج انہیں فرصت ملی ہے تو یہ آپ کے پاس آگئے ہیں۔"

"شکریہ! آپ لوگ تشریف رکھیے میں نے کہا اور وہ دونوں صوفے پر بیٹھ گئے۔ میں خود بھی ان کے سامنے بیٹھ گیا تھا۔ رومانہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے گھورے جارہی تھی پھر اس نے اردو زبان میں کامران غزنوی سے کہا۔"

"انکل کامران آپ اس کی آواز سن رہے ہیں آواز بھی فیصل سے مختلف نہیں ہے۔"

"میں نے تم سے کہا تھا نہ کہ تم دیکھو گی تو حیران رہ جاؤ گی۔"

"میں ہی کیا آپ کسی کو بھی دکھا دیجئے سب کے سب حیران نہ رہ جائیں تو میری ذمہ داری۔ میں مسکراتی نگاہوں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ ان کی نگاہیں مجھ سے ملیں تو کامران نے ایک بار پھر معذرت کرتے ہوئے کہا۔"

"معاف کیجئے گا میں انہیں سمجھا رہا تھا کہ یہ اپنا تصور ختم کردیں اور اچھے پڑوسیوں کی طرح مسٹر دانش منصور سے ملیں۔" رومانہ نے بھی معذرت کرتے ہوئے کہا۔

"میں اپنے ذہن پر قابو پانے میں کافی مشکل محسوس کر رہی ہوں دانش صاحب آپ اس بات کا نوٹس نہ لیں۔"

کوئی بات نہیں ہے میں بھی حیرت و دلچسپی کے ساتھ آپ لوگوں کی یہ حیرانی دیکھ رہا ہوں۔"

"آپ کو مزید حیران کرنے کے لئے ہم یہ فوٹوگراف اپنے ساتھ لائے ہیں" رومانہ نے کہا اور اپنے پرس سے ایک تصویر نکال کر میری جانب بڑھادی میں نے وہ تصویر ہاتھ میں لے لی تھی۔ دراصل غزنوی صاحب کی کوٹھی میں ہونے والی ایک تقریب کی تصویر تھی جس میں میں ملازموں کی مانند کام کرتا ہوا کسی طرح کیمرے کے سامنے آگیا تھا اور یہ تصویر کیمرے نے محفوظ کرلی تھی اس نے میرے ساتھ اجنبیت کا سلوک نہیں کیا تھا بلکہ اپنی چپی آنکھ سے جو کچھ دیکھا تھا وہ کاغذ پر منتقل کردیا تھا ورنہ کوٹھی کے لوگ تو مجھے اس قابل نہیں سمجھتے تھے کہ میری کوئی تصویر بھی بنائی جائے۔ رومانہ نے میرے قریب آکر تصویر کے اوپر انگلی رکھتے ہوئے کہا۔

"آپ اس چہرے کو غور سے دیکھیں۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور میں نے کہا۔"

"آہ۔ افسوس یہ چہرہ تو بالکل پس منظر میں ہے بہت دھندلایا دھندلایا سا' تاہم اس کے نقوش کچھ کچھ نظر آرہے ہیں البتہ اس بات پر مجھے حیرت ہے کہ ایک **شخصیت** جو آپ لوگوں کے لیے اس قدر باعث توجہ ہے وہ اس تصویر میں پس منظر میں کیوں ہے۔ کیا آپ کے پاس اس کی کوئی واضح اور نمایاں تصویر نہیں تھی۔" میرے اس چبھتے ہوئے سوال پر دونوں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر کامران غزنوی نے کہا۔

"ہاں اتفاق ہے کہ ہمارے پاس اس کی کوئی صاف تصویر نہیں ہے۔"

"مجھے اس بات پر حیرت ہونا فطری ہے۔ آپ لوگ جس شخصیت کو اس قدر چاہتے ہیں اس کی کوئی اچھی تصویر بھی نہیں آپ کے پاس۔ خیر چھوڑیئے یہ آپ کا ذاتی مسئلہ ہے مجھے اس شخصیت سے صرف اس حد تک دلچسپی ہے کہ یہ میری شکل ہے۔ ویسے کیا یہ اب آپ کے ساتھ نہیں ہے؟"

"نہیں اب یہ ہمارے پاس نہیں رہتا۔"

"اس کا مطلب ہے کہ اس کا آپ سے کوئی رشتہ نہیں تھا؟"

"ہاں ہمارا اس سے کوئی خاص رشتہ نہیں تھا۔"

"کون تھا یہ آپ کا؟" میں نے پھر سوال کیا اور رومانہ ایک بار پھر پریشان ہوگئی۔

"بس یوں سمجھ لیجئے کہ ہماری اس سے شناسائی تھی۔"

"ویسے معاف کیجئے گا کامران صاحب مجھے آپ کے الفاظ میں تضاد محسوس ہوتا ہے۔ اب دیکھیے نا ایک فطری بات ہے ایک شخص جو آپ کو اس قدر قریب محسوس ہوتا تھا کہ آپ اس کے مشکل کو دیکھ کر اس سے قریب ہوئے بغیر نہ رہ سکے لیکن دوسری طرف آپ اس سے کسی رشتے وغیرہ کا اعتراف نہیں کرتے۔ میری نگاہوں میں تو یہ شخصیت مشکوک ہو جاتی ہے۔"

"میں نے کہا نا چھوڑیئے اس تذکرے کو یوں سمجھ لیجئے کہ بس کچھ اتفاقات ایسے ہوئے کہ آپ نے ہمیں حیران کر دیا۔ اب ضروری تو نہیں ہے کہ اس حیرانی کو برقرار ہی رکھا جائے۔ ہماری آپ سے دوستی ہوگئی یہی بہت کافی ہے۔"

"یقیناً یقیناً۔ پڑوسیوں کے ساتھ تو ویسے بھی اچھے تعلقات قائم ہونے چاہئیں۔ آپ لوگ کیا پینا پسند کریں گے۔"

"کچھ نہیں کوئی تکلف نہ کیجئے گا۔" رومانہ نے کہا لیکن پھر بھی ملازم ان کے سامنے مشروب وغیرہ بڑی نفاست سے سجا کر جا چکا تھا۔

وہ لوگ کافی دیر تک گپ شپ کر کے رخصت ہوئے تھے۔ لیکن از خود دوبارہ آنے کے وعدے پر۔

"ان کے جانے کے بعد میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ آج کا یہ سلسلہ بہت ہی پر لطف تھا میں نے انھیں بری طرح چکرا کر رکھ دیا تھا ابھی تو نجانے کوٹھی میں میرے بارے میں کیا کیا تذکرے ہوں گے پتا نہیں کامران نے باقی تمام لوگوں کو بھی میرے بارے میں بتایا ہے یا نہیں اور اگر بتا دیا ہے تو پھر یقینی طور پر کافی لوگ مجھ سے ملنے کی کوشش کریں گے۔ لیکن اگر مجھے کسی ذات سے کوئی دلچسپی تھی تو وہ صرف آنا ماں تھیں جن سے میں ملنا چاہتا تھا اکثر آنا ماں کا خیال دل میں آتا تھا تو میں ان کے بارے میں سوچتا رہ جاتا تھا لیکن حالات ایسے تھے کہ براہ راست ان سے ملنا ممکن نہیں تھا۔ جب میں غزنوی صاحب کی کوٹھی میں گیا تھا تو آنا ماں کے بارے میں معلوم ہوا تھا کہ وہ فیصل آباد

گئی ہوئی ہیں۔ اس کے بعد سے کوئی صحیح صورت حال سامنے نہیں آسکی تھی لیکن جلد بازی تو کسی طور ممکن ہی نہیں تھی یہ جلد بازی میرے لئے زہر قاتل ثابت ہو سکتی تھی ان لوگوں کو گئے ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ میڈم خان واپس آگئی وہ مسکرا رہی تھی اور مسرت سے اس کے ہونٹ کپکپا رہے تھے میں نے مسکراتے ہوئے اس کا استقبال کیا۔"

"کہیے میڈم کیا رپورٹ ہے آپ کی؟"

"بہت ہی خوبصورت رپورٹ ہے سر۔" میڈم خان کہنے لگی۔ "مقدس کریم زیادہ دیر تک اپنی اندرونی کیفیت کو چھپا نہیں سکا گو میری اس سے یہ پہلی ملاقات تھی لیکن اس پہلی ہی ملاقات میں اس نے تمام فاصلے طے کر لینا مناسب سمجھا۔"

"بہت خوب۔" میں نے دلچسپی سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ میڈم خان نے مجھے آگے کی تفصیلات بتائیں۔

"مقدس کریم سے میری ملاقات ایک ہوٹل میں طے ہوئی تھی۔ ہم دونوں ہوٹل میں جا بیٹھے اور مقدس کریم مجھ سے کہنے لگا کہ یقیناً مجھے اس بات پر حیرانی ہوگی کہ وہ مجھ سے اس قدر بے تکلف کیسے ہوگیا اس کی بنیادی وجہ اس کی ایک اہم مشکل ہے۔"

"پھر اس نے وہی تفصیل بتائی تھی جو مجھے اس سے قبل مٹھل شاہ بتا چکا تھا اب وہ مٹھل شاہ کا تعویز لے کر میڈم کے پاس پہنچا تھا تاکہ مجھے رام کیا جاسکے پھر میڈم خان نے ایک نیکلس دکھاتے ہوئے بتایا۔"

"یہ مجھے اس نے تحفے کے طور پر پیش کیا ہے جو میں نے قبول کرلیا۔ ظاہر ہے ہم کاروباری لوگ کسی ایسے آدمی کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کر سکتے۔" میڈم خان نے ہیرے کا وہ خوب صورت نیکلس میرے سامنے رکھ دیا مجھے ہنسی آگئی۔

"آپ بھی کمال کی خاتون ہیں میڈم ایک تو وہ ایسے ہی مر رہا تھا اور آپ نے اس سے یہ قیمتی نیکلس بھی قبول کرلیا۔"

"نہیں چیف۔ دراصل یہ سرمایہ دار بڑے عجیب ہوتے ہیں معاف کیجئے گا اب تو آپ بھی بہت بڑے سرمایہ دار ہیں۔ ان کے پاس بہت کچھ ہوتا ہے لیکن جب کوئی مشکل آتی ہے تو پھر یہ بھیگے ہوئے چوہے بن جاتے ہیں ایک بار پھر معافی چاہتی ہوں ان الفاظ

پر۔" میں ہنس پڑا اور بولا۔

"میڈم خان میں جتنا بڑا سرمایہ دار ہوں اس کے بارے میں آپ بہت اچھی طرح جانتی ہیں۔"

"نہیں چیف آپ تو مستند ہیں اس سلسلے میں بھلا آپ کو کون چیلنج کر سکتا ہے۔"

"خیر چھوڑو" تو پھر وہ تعویز تم مجھے کب پلا رہی ہو۔"

"پہلی فرصت میں چیف۔ یہ تعویز میرے پاس موجود ہے۔" میڈم خان نے اپنے پرس سے ایک سفید رنگ کا تعویز نکال کر میرے حوالے کرتے ہوئے کہا اور میں مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا پھر میں نے کہا۔

"در حقیقت ہمارے لئے سب سے مشکل چیز خود مشعل شاہ ہے۔"

"نہیں چیف مشعل شاہ کوئی مشکل چیز نہیں ہے میں انہیں اچھی طرح جانتی ہوں۔ دراصل یوں سمجھ لیں کہ ان کی زندگی سے کچھ ایسی کہانیاں وابستہ ہیں جنھوں نے انہیں یہ شکل دی ہے۔ ہو سکتا ہے کسی مرحلے پر وہ کہانی ہمیں سنا دی جائے۔"

"تو پھر آپ نے اس سلسلے میں مقدس کریم سے کیا بات کی ہے۔؟"

"مقدس کریم نے مجھ سے یہی فرمائش کی ہے کہ میں جس قدر جلد ممکن ہو سکے یہ کام کردوں اور اس کے بعد اس تعویز کے اثرات دیکھوں۔ وہ خود بھی شاید حالات کے ہاتھوں بری طرح شکار ہو کر اس جانب متوجہ ہوا ہے ورنہ اچھا خاصا روشن خیال آدمی معلوم ہوتا ہے۔"

"تو اس کے اثرات کب تک نمایاں ہوں گے؟"

"اس کے سلسلے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا چیف۔ ظاہر ہے وہ پہلے مجھ سے ملاقات کرے گا۔ پھر آپ سے...... آپ اپنے معمولات جاری رکھیے اور جب بھی وہ آپ سے ملے یہ آپ کو علم ہے کہ اس کے ساتھ آپ کو کیا رویہ اختیار کرنا ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی تھی۔

بہرحال تعویز مجھ تک پہنچ چکا تھا اب یہ دوسری بات ہے کہ مقدس کریم اس کے اثرات کا کب تک انتظار کر سکتا ہے۔ ویسے ظاہر ہے خود مجھے اس سلسلے میں کوئی جلدی نہیں تھی میری زندگی کے معمولات تو میری پسند کے مطابق ہی چل رہے تھے اور میں

در حقیقت اپنی اس زندگی کو نہایت ہنگامی کہہ سکتا تھا۔ کل ہی کی تو بات تھی جب ڈیفنس کی اس کوٹھی میں شہزادی کے ساتھ رہتا تھا اور ہمیشہ یہ بات محسوس کرتا تھا کہ شہزادی میری انوکھی ماں ہے جو کبھی بھی ماں کے فرائض پورے نہیں کرتی اس سے بہتر تو آنا ماں تھیں۔ جن کے سینے میں خدا نے نجانے کون سے جذبے میرے لئے پیدا کر دیئے تھے۔ غزنوی صاحب کا رویہ بھی کچھ انوکھا سا تھا میرے ساتھ وہ خصوصاً ہمیشہ سختی سے پیش آتے تھے نجانے کیوں حالانکہ گھر میں دوسرے ملازم بھی تھے غزنوی صاحب ایک سخت مزاج انسان ضرور تھے لیکن ان ملازموں کے ساتھ وہ ایسا سلوک نہیں کرتے تھے جیسا میرے ساتھ باقی لوگ اپنے اپنے رنگ میں مست تھے اور اس کے بعد میری فہرست میں نئے نئے لوگ شامل ہوئے۔ پیر بخش' الیاس بھائی' رستم خان اور اس کے بعد اب مشعل شاہ' میڈم خان اور نجانے کون کون ان کرداروں میں سے ہر شخص کی اپنی ایک شخصیت تھی اور اگر اس شخصیت کے بارے میں غور کرنے بیٹھ جاتا تو نجانے کتنا وقت صرف ہو جاتا لیکن در حقیقت وقت ہی ایک ایسی انوکھی چیز ہے جس کی قیمت کوئی نہیں لگا سکتا۔ بہت سی باتیں سوچنے میں آئی تھیں۔ شاہد بھائی کا مسئلہ بھی میرے ذہن میں تھا اب تو بہت دن ہو گئے تھے ان پرانے کرداروں سے ملے ہوئے نازاں باجی اور الیاس بھائی کا معاملہ تو میرے ذہن میں ایک انوکھی حیثیت رکھتا تھا اور جب بھی ان کے بارے میں سوچتا دل میں عقیدت ابھر آتی تھی بہرطور اب ان لوگوں سے ملنا بھی کوئی ایسا مسئلہ نہیں تھا لیکن میں یہ بات کبھی نہیں بھول سکتا تھا کہ وہ جس نے رستم کو ٹیلیفون کیا تھا اور جو مجھے سڑکوں پر دیکھنے کا شائق تھا در حقیقت میری تاک میں لگا ہو...... یہ دوسری بات ہے کہ اب وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا میرے اطراف مضبوط فصیل تعمیر ہو چکی تھی لیکن اس بات کے امکانات بھی تھے کہ وہ میری نگاہوں سے اوجھل ہو جاتا۔ میرے راستے سے ہٹ جاتا اور اس طرح میرے وجود میں جو تشنگی باقی تھی وہ ہمیشہ یونہی کی یونہی رہ جاتی میں خود کو کبھی سکون نہیں دے سکتا تھا۔ کئی دن بعد خیال آیا کہ کسی سے ملاقات کی جائے اور اس سلسلے میں شاہد بھائی ہی سے ملنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ آصف خود ایک اچھا ڈرائیور تھا خاموش طبع اور بہت ہی پرسکون آدمی اس نے کبھی کوئی ایسی بات نہیں کی تھی جو میرے لئے باعث پریشانی ہوتی ویسے جس مزاج کا نوجوان نظر آتا تھا اسے دیکھتے ہوئے یہ اندازہ

ہوتا تھا کہ بہت ہی نفیس طبیعت کا مالک ہے اور اگر اسے کسی حد تک اپنا رازدار بنالیا جائے تو کوئی حرج نہیں تھا میں نے فیصلہ کرلیا کہ آصف نور سے اس سلسلے میں گفتگو کروں گا۔ عموماً یہی ہوتا تھا کہ جب کہیں آنا جانا ہوتا تو آصف نور سے رابطہ ہو جاتا ورنہ وہ اپنے کام میں مصروف رہتا اور میں اپنے معمولات میں۔ اس صبح میں نے آصف نور کو طلب کیا تو وہ فوراً میرے پاس پہنچ گیا اور باادب انداز میں کھڑا ہوگیا۔

"بیٹھو آصف۔" میں نے اس سے کہا اور وہ ادھرادھر دیکھنے لگا۔

"میں نے تم سے ہی کہا ہے۔" میں نے دوبارہ کہا تو وہ جھجکتا ہوا صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔

"تم اس قدر جھجک کیوں رہے ہو۔" میں نے اس سے سوال کیا۔

"نہیں جناب ک.........کوئی بات نہیں بس ایسے ہی آپ کے سامنے بیٹھنا کچھ عجیب سا لگتا ہے۔"

"دیکھو۔ میں تم سے کچھ ذاتی باتیں کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے نرم لہجے میں کہا اور وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ میں نے پھر کہا۔

"آصف تمہارے اہل خاندان میں کون کون ہے۔"

"جی سر۔ ماں ہے دو چھوٹی بہنیں ہیں اور میں ہوں۔ باپ کا انتقال ہو چکا ہے۔"

"زندگی کے بارے میں کبھی کچھ سوچا ہے تم نے؟"

"میں نے سر یہی سوچا ہے کہ یہ بہت مشکل امتحان ہے اور مسلسل جاری رہتا ہے۔"

"گڈ۔ ویری گڈ لیکن ہمت نہیں ہارنا چاہیے آصف۔ وقت بالا آخر ہماری ہمت کے آگے گھٹنے ٹیک دیتا ہے اور ہمیں آگے بڑھنے کے لئے راستہ دے دیتا ہے۔" میں نے کہا آصف خاموشی سے میری صورت دیکھتا رہا میں نے گردن ہلا کر کہا۔

"خیر چھوڑو یہ بتاؤ یہاں تم مطمئن ہو۔"

"جی جناب بہت زیادہ۔ آپ بہت مہربان انسان ہیں اور میں بڑی مسرت سے اپنی یہ ذمہ داریاں پوری کر رہا ہوں۔"

"مالکوں سے وفاداری کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔"

"اس کا تعلق انسانی خون سے ہوتا ہے۔" آصف نے جواب دیا اور میں پھر چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"میں سمجھا نہیں؟"

"یہ صفت ماں باپ خاندان کی طرف سے ودیعت ہوتی ہے صاحب۔"

"اپنے بارے میں کیا خیال ہے تمہارا۔"

"کوشش کرتا ہوں جس کا نمک کھاؤں اس کا وفادار رہوں۔"

"بس یہی پوچھنا تھا تم سے۔ یہی گفتگو کرنی تھی۔ آصف خاموشی سے اپنی جگہ سے کھڑا ہوگیا اور بولا۔"

"میں جاؤں سر۔"

"ہاں جاؤ۔ میں نے جواب دیا اور پھر اس شام میں نے میڈم خان سے گفتگو کرتے ہوئے کہا۔"

"میڈم خان میں اپنے پرانے ساتھیوں میں کچھ دیر کے لئے جانا چاہتا ہوں۔ آپ کو اعتراض تو نہیں۔"

میڈم خان ہنس پڑی اور بولی۔

"سر جی مجھے اور اعتراض کیسی باتیں کرتے ہیں آپ' لیکن احتیاط شرط ہے۔"

"ہاں آصف کو اپنی ساتھ لے جارہا ہوں۔"

"آصف نور کو لیکن چیف کیا اس شکل میں؟"

"شکل بدل لی جائے گی۔ اس کے لئے کچھ عرصے کے بعد میں کچھ اور انتظامات بھی کروں گا لیکن ابھی فی الحال نہیں۔" میڈم خان نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بہرطور اسی شام تقریباً سات بجے میں تیار ہو کر آصف نور کے ساتھ باہر نکل آیا اور میں نے اسے اپنا مطلوبہ پتہ بتا دیا کچھ دیر بعد شاہد بھائی کے پاس پہنچ گیا۔ گاڑی کچھ فاصلے پر ہی رکوائی اور پیدل چلتا ہوا ان کے دفتر میں داخل ہوگیا۔ شاہد بھائی اب اچھے خاصے کاروباری بن گئے تھے۔ اس وقت پیر بخش بھی وہاں موجود تھا مجھے دیکھ کر دونوں اچھل پڑے دو اور آدمی ان کے ساتھ موجود تھے شاہد بھائی نے ان سے معذرت کرتے ہوئے کہا۔

"آپ لوگوں سے میں پھر بات کرلوں گا ذرا میں اپنے دوست سے بات کرلوں۔ وہ

دونوں چلے گئے شاہد بھائی نے مجھے سینے سے لگالیا۔ پیر بخش بھی بہت خوش نظر آرہا تھا اس نے سر سے پاؤں تک مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اڑے اڑے یار تیرے کو تو پر لگ گیا۔ میرے یار کیا کمال کا جان ہوگیا ہے تیرا۔"

"کہاں رہ گئے تھے اتنے دنوں فیصل نظر ہی نہیں آرہے اب تو تم۔ ہم سب تمہیں یاد کرکے رہ جاتے ہیں تم نے فون پر گفتگو کا وعدہ بھی کیا تھا لیکن تمہیں یاد ہی نہیں آئی۔"

"بس یوں سمجھ لیجئے شاہد بھائی زندگی کی تعمیر کر رہا ہوں اور اس سلسلے میں ابھی گمنام ہی رہنا چاہتا ہوں۔"

"پتہ نہیں تم کب تک زندگی کی تعمیر کرو گے۔ بہرحال چھوڑو یہ بتاؤ کیا پلاؤں تمہیں۔"

"وہی دودھ پتی والی چائے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور پیر بخش نے باہر چھلانگ لگا دی پھر اس کی گھن گرج سنائی دی تھی وہ دودھ پتی کی چائے لانے کے لئے کہہ رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس آگیا اور اس نے کہا۔

"ابھی تم نے سنا یار فیصل یہ اپنے شاہد بھائی کا ٹرک کا ایکسیڈنٹ ہوگیا۔"

"ایں؟" میں نے شاہد بھائی کو دیکھا۔

"ہاں۔ کافی گڑ بڑ ہوگئی ایک ٹرک بالکل تباہ ہوگیا اور انشورنس کمپنی ابھی اس کے سلسلے میں تحقیقات میں مصروف ہے کافی سامان وغیرہ بھی تھا اس میں۔"

"کوئی زخمی تو نہیں ہوا؟"

"نیا ڈرائیور انور زخمی ہوگیا۔ ان دنوں سخت الجھن میں ہوں۔"

"فکر نہ کریں شاہد بھائی کوئی الجھن ہو تو مجھے بھی بتائیے۔"

"کچھ پیسوں کی ضرورت پیش آگئی ہے انتظام کر سکتے ہو؟" شاہد بھائی نے سنجیدگی سے کہا۔

"کتنے پیسوں کی ضرورت ہے؟"

"دو لاکھ روپے کی۔"

"ہو جائے گا شاہد بھائی کل یہ پیسے آپ کے پاس پہنچ جائیں گے آپ فکر کیوں کرتے ہیں۔"

"اگر یہ پیسے میرے پاس پہنچ جائیں تو بس یوں سمجھو میری فوری مشکل حل ہو جائے گی ورنہ ذرا سی الجھنیں برداشت کرنا پڑیں گی۔"

"معافی چاہتا ہوں کہ آپ سے رابطہ نہ رکھ سکا لیکن آج سے ایک وعدہ کر رہا ہوں ہفتے میں ایک بار ٹیلیفون پر گفتگو کیا کروں گا اور مہینے میں ایک بار ملاقات رہا کرے گی۔"

"اڑے یہ ہوا نا بات مردوں والا۔ ابھی یار میرے کو بھی تم سے ایک مشورہ کرنا ہے فیصل۔ شادی مادی بنانے کا ارادہ ہے اور تمہارا مشورہ منگتا ہے۔" پیر بخش نے کہا۔

"ارے پیرو بھائی یہ تمہیں شادی کی کیا سوجھی؟"

"ابھی یار کمال کرتا بڑھا بڈھا ہو جائیں گا تو کیا ہمارا بچہ لوگ شادی کریں گا۔ ابھی تم سوچو عمر جارہا ہے یہی ٹیم تو ہے جوانی کا شادی مادی کرلے گا تو دو چار بچہ بھی ہو جائیں گا ورنہ اکیلا ہی بڈھا کھانستا کھانستا مرجائیں گا۔"

"آپ کی شادی ضرور ہوگی پیرو بھائی۔ آپ اطمینان رکھیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اڑے اپنے کو اطمینان ہے ٹرے اور پھر ادھر اپنا شاہد بھائی بس ابھی تھوڑا سا پریشان ہے وہ ٹرک کا ایکسیڈنٹ ہو جانے سے۔ پر ٹھیک ہے یار یہ تو زندگی کا کھیل ہے ابھی تم دو لاکھ روپیہ اگر شاہد بھائی کو دیں گا تو سارا فکر خلاص ہو جائیں گا۔"

"مجھے افسوس ہے شاہد بھائی کہ اس وقت میرے پاس یہ پیسے نہیں ہیں ورنہ میں ابھی آپ کے حوالے کر دیتا۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہو فیصل۔"

"بہرحال کل یہ آپ تک پہنچ جائیں گے۔"

"تم نے یہ نہیں بتایا کہ تم رہ کہاں رہے ہو؟"

"یہ میں ابھی بتانا نہیں چاہتا۔"

"یار کب بتاؤ گے کبھی کبھی تم سے ملنے کو اتنا دل تڑپتا ہے کہ بتا نہیں سکتا۔"

"ابھی انتظار کرنا ہوگا شاہد بھائی ابھی انتظار کرنا ہوگا۔"

"اڑے یار ایک بات بولو فیصل ابھی ہم اگر شادی کا پروگرام بنالیں تو تم کو کدھر

تلاش کرے گا۔"

"کہنا نا پیرو بھائی کہ ہفتے میں ایک بار ٹیلیفون ضرور کرلیا کروں گا۔"

"اپنا ٹیلیفون نمبر بھی نہیں دیں گا تم"۔ پیرو نے کہا۔

"ہاں مشکل ہے۔" میں نے جواب دیا۔ شاہد بھائی سے باقی گھر والوں کی خیریت وغیرہ پوچھی اور اس کے بعد میں وہاں سے چلا آیا ان لوگوں سے ملاقات کرکے کافی اطمینان ہوا تھا دل میں نازاں باجی اور الیاس بھائی کا مسئلہ بھی تھا لیکن یہ کام آج نہیں کرنا چاہتا تھا سوچا تھا کہ اس دوران ان سے ضرور ملاقات کروں گا۔ آصف نور خاموشی سے واپس چل پڑا۔ شاید وہ اس بات پر بہت حیران تھا کہ جب میں پہلی بار اس ملک میں آیا ہوں تو مجھے شہر کی تفصیلات کا علم کیوں کر ہوا اسی لئے میں اس سے ٹوٹے ہوئے لہجے میں اردو بولتا تھا۔

"آصف کسی کو یہ بات معلوم نہیں ہونی چاہیے کہ میں یہاں آیا تھا۔"

"نہیں معلوم ہوگی سر۔" آصف نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ زندگی کے معمولات اسی انداز میں چلتے رہے۔ غالباً" دو تین دن کے بعد ایک شام میڈم خان نے مجھ سے کہا۔

"آج رات مقدس کریم آپ کے پاس آرہا ہے چیف۔"

"ڈنر پر؟"

"نہیں چیف۔ ظاہر ہے میں سیکریٹری ہوں۔ آپ کی ہدایت کے بغیر کسی کو ڈنر پر نہیں مدعو کر سکتی تھی۔ بس یوں سمجھ لیجئے کھانے کے بعد وہ پہنچے گا میں نے اس سے وعدہ کرلیا ہے کہ میں اسے آپ سے ملا دوں گی۔ اس کے علاوہ میں نے اس سے یہ بھی کہا ہے کہ میں نے آپ سے اس کا مختصر تعارف کرا دیا ہے اور وہ آپ سے ملے گا تو آپ کے لئے اجنبی نہیں ہوگا"

"گڈ۔ بہت عمدہ جارہی ہیں میڈم خان۔"

"شکریہ چیف۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

مقدس کریم تقریباً" نو بجے وہاں پہنچا تھا۔ میڈم خان نے اس کا استقبال کیا تھا۔ اسے ڈرائنگ روم میں بٹھایا اور پھر میرے پاس آگئی تھی میں تھوڑی دیر کے بعد ڈرائنگ روم میں داخل ہوا تو مقدس کریم نے بہت ہی مئودبانہ انداز میں میرا استقبال کیا تھا۔ میں نے

اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

"آپ سے مل کر بے حد خوشی ہوئی مسٹر مقدس کریم۔ میڈم نے مجھے مختصراً آپ کے بارے میں بتایا تھا سنا ہے کہ آپ آٹو پارٹس کے سب سے بڑے بیوپاری ہیں ہمارے ملک میں۔"

مقدس کریم نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور صوفے پر بیٹھ گیا۔ میں نے میڈم خان سے اس کے لئے چائے وغیرہ کا انتظام کرنے کو کہا تھا اور میڈم خان باہر نکل گئی تھی۔

"فرمایئے مقدس صاحب میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بے دھڑک فرما دیجئے گا۔ آپ کی آمد سے مجھے بے حد خوشی ہوئی ہے۔"

"آپ آج کلب وغیرہ نہیں گئے مسٹر دانش منصور۔"

"نہیں ان دنوں میں نے کلب جانا کچھ کم کر دیا ہے وجہ کچھ بھی نہیں ہے بس ذرا ذہن پر تھوڑی سی اکتاہٹ سوار ہے۔"

"ہاں مجھے میڈم خان نے بتایا تھا کہ آج آپ کا کلب جانے کا ارادہ نہیں ہے۔ دراصل مسٹر دانش منصور صاحب کئی دن سے آپ سے ملنے پر غور کر رہا تھا مگر جس مسئلے میں آپ سے ملنا چاہتا تھا اس کے لئے زبان کھولنے کی ہمت نہیں پڑتی تھی۔"

"آپ اگر مناسب سمجھیں اور کوئی بات مجھے بتانا چاہیں تو آپ یقین کیجئے کہ آپ کی وہ بات ایک دوست کے پاس دوست کی امانت کے طور پر رہے گی کوئی پریشانی ہو اور اس میں میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بے دھڑک فرما دیجئے گا آپ کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی میری ذات سے۔" مقدس کریم کے چہرے پر اداسی کے آثار نظر آنے لگے پھر اس نے کہا۔

"دانش منصور صاحب یوں سمجھ لیجئے کہ اس وقت آپ کو میرے لئے ایک مسیحا کا کردار ادا کرنا ہوگا۔"

"بہت بڑی بات کہہ رہے ہیں آپ میں تو ناچیز ہوں۔ بھلا کیا کر سکتا ہوں؟" میں نے کہا۔ یہ تمام گفتگو انگریزی زبان میں ہو رہی تھی غالباً" میڈم خان نے اسے بتا دیا تھا کہ میں اردو نہیں جانتا ہوں۔ مقدس کریم نے کہا۔

"آپ نے میرا نام میڈم خان ہی کی زبانی سنا ہے یا کہیں اور سے یہ نام آپ کے

کانوں تک پہنچا۔"

"میرا خیال ہے دوسرے لوگ بھی آپ کا تذکرہ کرتے رہے ہیں۔"

"کس حیثیت سے؟"

"بس ایک بیوپاری کی حیثیت سے آٹو پارٹس کے سب سے بڑے ڈیلر کی حیثیت سے۔" میں نے جواب دیا۔

"ہاں اگر آپ کو میری یہ حیثیت معلوم ہو چکی ہے تو پھر اس کے بارے میں کچھ حقیقتیں میں آپ کو بھی بتانا چاہتا ہوں۔"

"جی۔ جی فرمایئے۔"

پھر اس نے وہی کہانی سنا ڈالی جو مجھے مشعل شاہ نے بتائی تھی۔ اس کی کہانی سن کر میں نے کہا۔

"اگر فرض کیجئے کریم صاحب میں آپ کی اس خواہش پر آپ کے ساتھ اس کام میں شریک ہو جاتا ہوں تو اس سلسلے میں ہماری پالیسی کیا رہے گی۔"

"خدا آپ کو خوش رکھے آپ نے یہ جملہ کہہ کر میرا سینہ چوڑا کر دیا ہے۔ بس سمجھ لیجئے کہ پالیسی وہ ہوگی جو آپ پسند کریں گے۔ بات صرف اتنی سی نہیں ہے کہ وہ مال جو وصول نہ کر سکا تو میری عزت ختم ہو جائے گی بلکہ یہ بھی ہے کہ اگر وہ مال میں نے وصول نہ کیا تو میرے دوسرے تمام کاروبار بھی متاثر ہو جائیں گے اور ایک طرح سے مجھے دیوالیہ تصور کر لیا جائے گا کیونکہ مال کے سلسلے میں جو رقم ایڈوانس دی گئی ہے وہ بھی اتنی ہے کہ اگر مال مجھے نہ ملا اور وہ رقم ڈوب گئی تو سمجھ لیجئے کہ میرے سارے کاروبار ختم ہو گئے۔ ایک ایسی خوفناک الجھن میں پڑا ہوا ہوں بہرطور بات ہو رہی تھی آپ کے اور میرے درمیان کاروباری امور کی تو یوں سمجھ لیجئے دانش صاحب کہ اس سلسلے میں جو فیصلہ آپ کریں گے وہی میرا فیصلہ ہوگا۔ میں اس طرح آپ کی ہر وہ بات مان سکتا ہوں جو نہ ماننے کے قابل بھی ہو کیونکہ میرا دوسرا کاروبار متاثر ہونے سے بچ جائے گا۔ اس سلسلے میں مجھے اگر کچھ نہ ملا تو نہ سہی لیکن اگر آپ یہ پسند کریں کہ میں اس کام کو جاری رکھوں تو پھر براہ کرم ایسا کیجئے آپ کہ میرا تھوڑا سا کمیشن مقرر کر دیجئے۔ مقدس آٹوز کا نام استعمال ہوتا رہے گا اور سارا سرمایہ آپ کا ہوگا۔ بعد میں اگر آپ پسند کریں تو اس نام کو

بھی تبدیل کر دیں مجھے اعتراض نہیں ہوگا۔ میں نے پر خیال انداز میں گردن ہلائی اور بولا۔"

"تو پھر یوں سمجھ لیجئے کہ مقدس آٹوز کا پورا کاروبار اسی طرح جاری رہے گا آپ اس کے نگراں رہیں گے آپ کا وہ اسٹاف جو اس سلسلے میں کام کر رہا ہے کرتا رہے گا اسٹاف اور دوسرے اخراجات نکالنے کے بعد بیس پرسنٹ منافع آپ کو دیا جا سکتا ہے باقی اسی پرسنٹ کے لیے میں سرمایہ کاری کر سکتا ہوں۔" مقدس کریم کا منہ خوشی اور حیرت سے کھلا کا کھلا رہ گیا تھا پھر اس نے کہا۔

"ایک بات آپ کو بالکل ایمانداری سے بتا دوں دانش صاحب مجھے اس سے پہلے جو کمیشن ملتا رہا ہے وہ تقریباً پندرہ پرسنٹ ہوتا ہے۔ آپ نے بیس پرسنٹ کی پیشکش کر کے اول تو میرا پانچ پرسنٹ کمیشن بڑھا دیا نیز سب سے بڑی بات یہ کہ آپ میری عزت کو بچا رہے ہیں۔ میں اس وقت بھی آپ کو پیشکش کرتا ہوں کہ اگر مجھے پندرہ پرسنٹ بھی کمیشن دے دیں تو یہ میرے لئے انتہائی عزت کا باعث ہوگا۔ میں آپ کی اس پر خلوص پیشکش پر اور بروقت مدد پر پانچ پرسنٹ کمیشن کم کئے دیتا ہوں۔" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی میں نے کہا۔

"اس پانچ پرسنٹ مزید کمیشن کے ساتھ مقدس صاحب آپ پورے تقدس کے ساتھ اپنے فرائض سرانجام دیں مجھے بیس پرسنٹ دینے پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا اور اس بات کے امکانات بھی ہیں کہ ہم اپنے کاروبار کو بہت زیادہ بڑھالیں۔ مقدس خوشی سے گلزار ہو گیا تھا۔ اس نے میرے قریب پہنچ کر میرے گھٹنے چھوتے ہوئے کہا۔"

"آپ نے۔ آپ نے مجھے ایک نئی زندگی دے دی ہے۔ آپ نے واقعی مجھے ایک نئی زندگی دے دی ہے۔"

"ٹھیک ہے مقدس صاحب آپ اطمینان سے تشریف رکھیے ہمارے اور آپ کے درمیان یہ بات زبانی طور پر طے ہو گئی اب آپ اس سلسلے میں جس طرح بھی چاہیں اور جس ذریعے سے بھی چاہیں اپنے کاغذات تیار کرا لیجئے سرمایہ فوری طور پر آپ کو مہیا کر دیا جائے گا۔ آپ پورے اعتماد کے ساتھ وہ مال وصول کیجئے گا۔" مقدس کریم کی آنکھیں نم ہو گئی تھیں۔ بہرطور دیر تک وہ مجھ سے گفتگو کرتا رہا اور میں نے اسے تسلی دیتے

ہوئے کہا کہ وہ بالکل اطمینان رکھے جو وعدہ میں نے اس سے کیا ہے اب اس میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں ہے۔ پھر میں نے اس سے کہا۔

"آپ نے دوران گفتگو ابھی ایک نام لیا تھا؟"

"ہاں۔ رانا جہانگیر خان۔" اس نے جواب دیا۔

"آپ چونکہ باہر سے آئے ہوئے ہیں ورنہ یہ نام آپ کے لئے اجنبی نہیں ہوتا۔ جہانگیر لمٹیڈ یہاں بہت بڑا نام ہے۔ اس کی دولت کے بارے میں کچھ بتانا بس یوں سمجھ لیجئے کہ بیکار ہی ہے آپ کسی سے بھی اس کے بارے میں معلوم کریں۔ وہ آپ کو اس کی حقیقت بتادے گا چند ہی تو گنے چنے نام ہیں۔"

"ہوں۔ بہرحال ہم رانا جہانگیر سے کوئی مقابلہ تو نہیں کر سکتے بس اتنا کہا جاسکتا ہے کہ مقدس آٹوز کو کوئی نقصان پہنچانا اب ممکن نہیں ہوگا۔"

"رانا جہانگیر یہاں کاروں کا سب سے بڑا ڈیلر ہے اور بہت بڑا شو روم ہے اس کے علاوہ اور بھی بے شمار صنعتیں اور کارخانے وغیرہ لگائے ہیں یوں سمجھ لیجئے کہ مقدس آٹوز اس کے لئے تو کچھ بھی نہیں ہے۔"

"مقدس کریم بہت دیر تک مجھے رانا جہانگیر کے بارے میں تفصیلات بتاتا رہا اور میرا ذہن مشعل شاہ کی گفتگو پر غور کرتا رہا گویا رانا جہانگیر وہ پہلا آدمی تھا جس کے سامنے مشعل شاہ مجھے لانا چاہتا تھا۔ پھر مقدس کریم نے مجھ سے اجازت طلب کی اور میں نے میڈم خان کو طلب کرکے مقدس کریم کو اس کے حوالے کر دیا۔ میڈم خان اسے باہر تک چھوڑنے گئی تھی تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس آئی تو اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ گویا شکار پوری طرح بے بس ہو چکا تھا۔"

"رات ساڑھے گیارہ بجے کے قریب مجھے مشعل شاہ کا فون موصول ہوا اور میں اس کی آواز سنتے ہی بولا۔"

"میں اس وقت آپ کی شدید ضرورت محسوس کر رہا تھا۔"

"خیریت۔"

"وہ شاید آپ کے علم میں یہ بات آئی ہو کہ۔" میں نے ابھی جملہ پورا نہیں کیا تھا کہ مشعل شاہ بولا۔

"کہ مقدس کریم تمہارے پاس پہنچ گیا ہے اور تم نے اس سے گفتگو بھی کرلی ہے۔"

"جی۔ شاہ صاحب دراصل میں اس گفتگو کے بارے میں آپ کو تفصیلات بتانا چاہتا تھا۔"

"نہیں۔ مائی ڈیئر منصور یہ مناسب نہیں ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے حیرانی سے کہا۔

"جو کچھ کرنا ہے تمہیں اپنے طور پر ہی کرنا ہے اسی کے لئے تو میں نے تمہیں تمام تیاریاں کرائی ہیں۔ تم سیاہ و سفید کے مالک ہو اور یہی تمہارا امتحان ہے کہ کہاں سے کس طرح گزرتے ہو۔"

"میری ناتجربہ کاری کوئی نقصان نہ اٹھا جائے۔"

"اگر تم یہ سارا سرمایہ ضائع کردو تب بھی مجھے کوئی افسوس نہیں ہوگا لیکن میں جانتا ہوں کہ ایسا نہیں ہوگا۔ میں نے تمہیں جو تربیت دی ہے وہ اتنی کمزور نہیں ہے۔" میں خاموش ہوگیا تو مشعل شاہ پھر بولا۔

"بس یہی اطمینان دلانے کے لیے میں نے تمہیں اس وقت ٹیلیفون کیا تھا کہ جو کچھ بھی تم کرو گے اس پر مجھے ذرہ برابر اختلاف نہیں ہوگا اور اب بار بار یہ الفاظ تم سے نہیں کہوں گا آج کے بعد تمہیں ہدایت کا سلسلہ منقطع کیا جاتا ہے۔"

"نہیں مشعل شاہ صاحب مجھے تو ہر لمحہ آپ کی ہدایت کی ضرورت ہے۔"

"میں جانتا ہوں کہ تم ذہنی طور پر کہاں تک پہنچ چکے ہو فیصل اس کے بعد میرے لئے اب یہ ضروری نہیں ہے تم اپنا کام کرو اور مجھے اپنا کام کرنے دو۔ خداحافظ۔"

مشعل شاہ نے فون بند کر دیا اور میں دیر تک ریسیور ہاتھ میں لئے اس کے الفاظ پر غور کرتا رہا۔ اس کے بعد اپنے کمرے میں آگیا اور بستر پر لیٹ کر بہت دیر تک ان واقعات پر غور کرتا رہا بہرطور میں اپنے آپ کو کسی بھی جگہ کمزور نہیں پارہا تھا زندگی میں اتنے سارے واقعات پیش آچکے تھے کہ مجھے کہیں بھی یکسانیت یا ضرورت کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ شاہد بھائی کو میں نے دو لاکھ روپے بڑے اعتماد سے آصف نور کے ہاتھ روانہ کر دیئے اور آصف نور نے اس کی رسید لا کر میرے حوالے کر دی تھی۔ نازاں باجی بھی ان دنوں

بہت یاد آرہی تھیں لیکن فی الحال ان سے رابطہ منقطع رکھنا ہی ضروری تھا۔ کسی مناسب وقت پر میں ان تک جانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ بہر طور اس کے بعد مقدس کریم کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ ایک ایڈووکیٹ کے ذریعے تمام معاملات طے ہوئے۔ میں نے اور میڈم خان نے بغور ان کا جائزہ لینے کے بعد ان پر دستخط کر دیئے۔ مقدس کریم ہر لمحے مجھے صورت حال سے آگاہ رکھ رہا تھا اور اس کے بعد میں نے اسے اس کی خواہش کے مطابق سرمایہ فراہم کر دیا جس کے ذریعے مقدس کریم نے وہ تمام کلیرنس کرالی جو اس کے لیے ضروری تھی۔ بہر طور یہ کاروبار اس نے اپنے طور پر شروع کر دیا مقدس آٹوز کے جتنے پوائنٹ تھے وہ تمام کے تمام اس سامان سے بج گئے جو اس نے منگوایا تھا۔ میں مقدس کریم سے مسلسل رابطہ رکھ رہا تھا اور یہ معلوم کر رہا تھا کہ رانا جہانگیر پر اس بات کا کیا رد عمل ہوا۔ مقدس کریم نے مجھے بتایا تھا کہ ابھی تک کوئی رد عمل محسوس نہیں کیا گیا۔ البتہ کچھ ایسے شواہد ملے ہیں جنکے ذریعے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے کہ میں نے یہ سرمایہ کہاں سے حاصل کیا۔ اس سلسلے میں مقدس کریم نے مجھے بتایا کہ چند بینکوں کے افسروں نے اس سے گفتگو کی تھی اور انہی میں سے اس کے ایک دوست آفیسر نے بتایا تھا کہ رانا جہانگیر کی طرف سے یہ معلومات حاصل کی جارہی ہیں کہ کیا مجھے بینکوں نے سرمایہ فراہم کیا ہے۔ بہرطور ادھر یہ اطلاع پہنچ چکی ہے کہ بینکوں نے مجھے کوئی قرض نہیں دیا۔

میں ان تمام معاملات میں بڑی دلچسپی محسوس کر رہا تھا۔ جلد یا بدیر یہ بات منظر عام پر آجائے گی کہ مقدس کریم کا رابطہ مجھ سے ہے اور اس کے بعد یقینی طور پر رانا جہانگیر کی نوازشوں کا نشانہ میں ہی بنوں گا۔ بہرطور میں اس کے لئے تیار تھا۔ اس دن دوپہر کا وقت تھا اور میں لنچ کے بعد آرام کرنے لیٹا تھا کہ ملازم نے بتایا کہ پڑوس کے کوئی صاحب مجھ سے ملنا چاہتے ہیں۔ پڑوس میں میری زیادہ لوگوں سے شناسائی نہیں ہوئی تھی جو صاحب مجھ سے ملنا چاہتے تھے۔ ان کے بارے میں میں یہ بات بخوبی جانتا تھا کہ ان کا تعلق یقیناً غزنوی صاحب کی کوٹھی سے ہوگا ہو سکتا ہے کہ وہ کامران غزنوی ہی ہوں بہرطور میں نے ان سے ملنے پر آمادگی کا اظہار کیا آج آنے والے تاثیر میاں اور رومانہ بیگم تھیں۔ میں نے رومانہ بیگم سے شناسائی کا اظہار کرکے تاثیر میاں کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"یہ تاثیر ہیں۔" رومانہ بیگم نے تعارف کرایا۔

"آپ لوگوں سے مل کر خوشی ہوئی۔"

"آپ نے ہماری طرف کبھی رخ ہی نہیں کیا۔" رومانہ نے کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے کہا۔

"مس رومانہ میرے لئے یہ سب کچھ بہت مشکل ہے اور اس کے لئے میں آپ سے معذرت چاہتا ہوں بس یوں سمجھ لیجئے کہ مصروفیات اس قدر رہتی ہیں کہ فرصت ہی نہیں ملتی۔"

"لیکن جناب آج آپ کو وقت نکالنا ہی ہوگا۔"

"کس سلسلے میں؟"۔ میں نے سوال کیا۔

"آج شام کی چائے پر آپ کو مدعو کیا جارہا ہے اور یہ ذمہ داری میرے سپرد کی گئی ہے کہ میں آپ کو آنے کے لئے مجبور کردوں۔" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی پھر میں نے کہا۔

"اگر آپ کا حکم ہے تو ظاہر ہے میں آپ کا حکم ٹالنے کی جرات نہیں کر سکتا۔"

"بہت بہت شکریہ تو ساڑھے پانچ بجے ہم لوگ آپ کو لینے پہنچ جائیں۔"

"نہیں میرے لئے آپ کی کوٹھی تک پہنچنا مشکل نہیں ہوگا۔" میں نے جواب دیا۔

"بے حد شکریہ اس دعوت کے قبول کرنے کا۔ ساڑھے پانچ بجے ہم آپ کا انتظار کریں گے۔" رومانہ اور تاثیر میاں چلے گئے تو میں نے بڑی دلچسپی سے شام کے اس پروگرام کے بارے میں سوچا۔ میڈم خان سے مشورہ کرنا ضروری نہیں تھا۔ یہ میرا خالص ذاتی معاملہ تھا اور اسے میں اپنی ذات تک محدود رکھنا چاہتا تھا چنانچہ میں نے تیاریاں کیں اور اس وقت تقریباً پانچ بجے تھے جب میڈم خان میرے کمرے میں داخل ہوئیں۔ میری سج دھج دیکھ کر وہ حیران رہ گئی تھیں۔ انہوں نے کہا۔

"کہیں جانے کا ارادہ ہے سر۔"

"ہاں پڑوس کی ایک کوٹھی میں مجھے شام کی چائے کی دعوت دی گئی ہے اور میں نے قبول کرلی ہے۔"

"اوہو۔ آپ نے پڑوسیوں سے تعلقات کیسے بڑھا لیے شاید یہ وہی لوگ ہوں گے

جو اس دن آئے تھے۔"

"ہاں وہی ہیں۔"

"آپ تنہا جائیں گے چیف یا مجھے بھی ساتھ جانا ہے۔"

"نہیں چونکہ دعوت صرف مجھے دی گئی ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ میں تنہا ہی جاؤں۔"

"بڑا اہتمام کیا ہے آپ نے۔ اس کی کوئی خاص وجہ ہے۔"

"نہیں کوئی خاص وجہ نہیں ہے۔" میں نے سرد لہجے میں جواب دیا۔ البتہ ساڑھے پانچ بجے اس کوٹھی تک جاتے ہوئے میں نے آصف نور کو ضرور ساتھ لے لیا تھا۔ کار کوٹھی کے بڑے گیٹ میں داخل ہوگئی اور میں نے سامنے کے وسیع و عریض برآمدے میں غزنوی خاندان کو دیکھا جو میرے استقبال کے لئے جمع ہوگیا تھا۔ آنا ماں کو دیکھ کر میری آنکھوں میں محبت پیدا ہوئی بہت عرصے کے بعد آنا ماں کی صورت دیکھنے کو ملی تھی۔ باقی تمام لوگوں کے چہرے پر تجسس بھی میں دیکھ رہا تھا اس کوٹھی سے میری زندگی کی خاصی یادیں وابستہ تھیں اس لئے ان یادوں کو تو میں دل سے نہیں نکال سکتا تھا لیکن اپنے آپ کو محتاط رکھنا اس وقت میرے لیے جتنا ضروری تھا' شاید اس سے پہلے کبھی اتنا ضروری نہ رہا ہو۔

آصف نور نے نیچے اتر کر دروازہ کھولا اور میں نیچے اتر آیا۔ سب سے پہلے کامران اور رومانہ میرے استقبال کے لئے آگے بڑھے تھے۔ غزنوی صاحب سپاٹ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے آنا ماں کی آنکھوں میں وہی محبت ٹپک رہی تھی اور باقی لوگ حیرت اور دلچسپی سے میری صورت دیکھ رہے تھے۔ سب سے پہلے غزنوی صاحب ہی نے آگے بڑھ کر میرا استقبال کیا اور سرد لہجے میں بولے۔

"ہیلو۔" میں نے سوالیہ نگاہوں سے کامران کی طرف دیکھا تو کامران نے کہا۔

"یہ ہمارے ڈیڈی ہیں۔" میں نے گردن خم کی اور ان سے مصافحہ کیا۔ غزنوی صاحب نے میرا ہاتھ ایک لمحے تک نہیں چھوڑا تھا۔ کامران البتہ دوسرے لوگوں سے میرا تعارف کرانے لگا۔ تمام ہی لوگوں کو خصوصی طور پر جمع کیا گیا تھا اور سب ہی کی نگاہیں میرا بغور جائزہ لے رہی تھیں ان میں بے یقینی پائی جاتی تھی۔ غزنوی صاحب نے کہا۔

"آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی مسٹر دانش منصور۔ میرے بیٹے کامران نے آپ کا تذکرہ بڑے اچھے انداز میں کیا تھا اور ہم سب اس بات کے متمنی تھے کہ آپ سے جلد ملاقات کی جائے براہ کرم تشریف لایئے۔ ڈرائنگ روم کے بجائے ایک اور بڑے ہال میں میرے لئے اہتمام کیا گیا تھا۔ وسیع و عریض میز لگی ہوئی تھی اور اس کے گرد بہت خوبصورت کرسیاں جمی ہوئی تھیں۔ میرے لئے ایک کرسی گھسیٹی گئی اور اس کے بعد خاندان کا ایک ایک فرد کرسیوں پر بیٹھ گیا۔ غزنوی صاحب میرے بالکل سامنے بیٹھے تھے۔ غالباً اس بات پر ریسرچ کی جارہی تھی کہ میں ان کے گھر کے ایک ملازم کا ہمشکل کیوں ہوں۔ انہوں نے کہا۔"

"یوں تو آپ ایک معزز پڑوسی کی حیثیت سے ہمارے لئے بے حد قابل احترام ہیں لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ آپ ایک ایسی شخصیت کے ہم شکل ہیں جو ہم سے غیر متوقع طور پر جدا ہو گئی ہے اور اس کے ہمشکل ہونے کی وجہ سے ہماری آپ سے دلچسپی حد سے زیادہ بڑھ گئی ہے۔ براہ کرم اگر کوئی ایسی بات ہو جو اس بات سے تعلق رکھتی ہو تو آپ اسے اپنے ذہن پر بار نہ محسوس کریں۔" غزنوی صاحب نے یہ گفتگو انگریزی ہی میں کی تھی۔

"جی ہاں کامران صاحب نے بھی اس سلسلے میں بتایا تھا کاش میں خود بھی اسے دیکھ سکتا ویسے مجھے اندازہ ہو رہا ہے کہ میرا وہ ہمشکل آپ کو بہت عزیز تھا۔" آنا ماں نے تڑپ کر کہا۔

"اس کے لئے ماضی کا صیغہ استعمال مت کرو وہ ہمیں واقعی بہت عزیز ہے۔" آنا ماں نے یہ الفاظ اردو میں ادا کئے تھے اور میں نے انہیں بخوبی سنا تھا لیکن میرے اعصاب مضبوط ترین تھے میں نے آنا ماں کی جانب گردن نہیں گھمائی تھی اور پر خیال انداز میں میز کی سطح دیکھ رہا تھا۔ یہ اندازہ مجھے بخوبی ہو رہا تھا کہ غزنوی صاحب نے ان الفاظ پر مجھے بہت گہری نگاہ سے دیکھا ہے پھر انہوں نے کہا۔

"ہاں یہی بات ہے ہم سب اس سے بہت محبت کرتے تھے۔"

میں نے ایک گہری سانس لی۔ غزنوی صاحب کے ان الفاظ پر بہت سے لوگوں کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ بہر طور میرے ہمشکل کے بارے میں گفتگو ختم ہوئی

اور چائے کا دور چلنے لگا۔ اس پارٹی کے اہتمام کی وجہ میں جانتا تھا کامران نے گھر آکر جو کچھ کہا ہوگا اور اس سلسلے میں گھر میں جو بحث ہوئی ہوگی یہ دعوت اسی کا نتیجہ تھی۔ یہ متجسس لوگ اس بات کو ہضم نہیں کرپا رہے تھے کہ ایک اتنا بڑا آدمی ان کے ایک ملازم کا ہمشکل ہو سکتا ہے خاص طور پر اس سلسلے میں بڑے غزنوی صاحب کی حالت زیادہ خراب تصور کی جاسکتی تھی۔ نجانے کیوں یہ شخص شروع ہی سے میرا مخالف تھا اور یہ بات ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آسکی تھی۔ بہرطور یہ میری فہرست میں درج تھا اور میں اپنی اس صفت کو بیان کرنے میں عار نہیں محسوس کرتا کہ میرے دل میں جس کسی کے لئے ایک بار کوئی داغ پڑ جائے تو میں اسے کبھی نہیں بھول پاتا یہ داغ ہمیشہ میرے سینے پر جلتا رہتا تھا اور یہ جلن مجھے اس بات پر آمادہ کرتی تھی کہ متعلقہ شخص کو ذہن میں رکھوں اور جب بھی موقع ملے اس سے اپنی توہین کا انتقام لوں۔ بڑے غزنوی صاحب کے لئے میرے دل میں ایسا کوئی جذبہ تو نہیں تھا لیکن وہی تجسس جو میری روح میں رہتا تھا غزنوی صاحب کے بارے میں تھا آخر اس گھر میں میری کیفیت عجیب کیوں تھی۔ چائے سے فارغ ہونے کے بعد آنا ماں نے کہا۔

"تم بھی جب تمہیں فرصت ملے ضرور یہاں آجایا کرو اور میرا بھی کبھی جی چاہے گا تو تمہیں دیکھنے آجایا کروں گی۔ چاہے تم اس بات کا برا ہی کیوں نہ مانو۔" بڑے غزنوی صاحب نے آنا ماں کو گھور کر دیکھا تھا لیکن آنا ماں ان کی جانب متوجہ نہیں تھیں۔ ان کی آنکھوں سے محبت پھوٹ رہی تھی کامران نے فوراً ان کے جملے کا انگریزی ترجمہ کرکے مجھے بتایا۔ یہ بزرگ خاتون ہمیشہ ہی میرے ذہن کے لئے ایک عجیب سا بوجھ بنی رہی تھیں اس کردار کو بھی میں سمجھ نہیں پایا تھا۔ بڑے غزنوی اکثر میرے سلسلے میں انہیں سرزنش کرتے تھے اور آنا ماں اس طرح چھپ چھپ کر میری دلجوئی کرتی تھیں جیسے انہیں مجھ سے دلی لگاؤ ہو۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بزرگ خاتون آپ کی صورت میں مجھے نجانے کیا نظر آتا ہے میری دلی خواہش ہے کہ خصوصاً آپ کبھی کبھی ضرور مجھ سے مل لیا کریں۔"

"ضرور ملا کروں گی۔" آنا ماں نے جواب دیا۔ غزنوی صاحب بولے۔

"اگر اب ہمیں اجازت ہو تو ہم بھی آپ کے ان چہیتے سے کچھ گفتگو کرلیں۔"

انداز طنزیہ سا تھا اور مخاطب آنا ماں تھیں۔ آنا ماں خوش ہوگئیں تو غزنوی صاحب بولے۔

"دانش صاحب نیروبی میں کتنے عرصے قیام کیا آپ نے؟" میں سمجھ گیا کہ میرا انٹرویو شروع ہوگیا ہے۔

"یوں سمجھ لیجئے انکل کہ میں نے ہوش ہی وہیں سنبھالا۔ زندگی وہیں گزاری جب تک ڈیڈی زندہ تھے میں مختلف ممالک کی سیر کرتا رہتا تھا لیکن ڈیڈی کی موت کے بعد یہ سلسلہ منقطع ہوگیا اور میں نے وہاں اپنے آپ کو اتنا تنہا محسوس کیا کہ پھر وہاں رہ نہ سکا۔ رخ اپنے وطن کی جانب ہوا تھا اس کی کہانیاں بہت سن رکھی تھیں میں نے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ میرا وطن پاکستان دنیا کے بے شمار ملکوں سے زیادہ خوبصورت ہے۔"

"یقیناً یقیناً یہاں تو تم نے بہت سے دوست بنا لئے ہوں گے۔"

"جی ہاں بہت سے شناسا بن گئے ہیں اور اچھے لوگ ہیں۔"

"والد کا کیا نام تھا تمہارے؟" غزنوی صاحب نے پوچھا۔

"احمد منصور۔"

"ہوں وہاں کہاں قیام تھا دراصل یہ سوال میں اس لئے کر رہا ہوں کہ میرے کچھ شناسا بھی نیروبی میں رہا کرتے تھے۔"

"میرا گھر نیو ایئر لائن ایک سو اٹھارہ نیروبی میں تھا۔"

"بہت خوب۔" غزنوی صاحب نے گویا سلسلہ گفتگو ختم کر دیا تھا اس کے بعد کامران رومانہ اور دوسری خواتین نے مجھ سے گفتگو شروع کر دی۔ بڑے غزنوی صاحب اٹھ کر چلے گئے تھے۔ آنا ماں کو بھی انہوں نے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا تھا اور میں اچھی طرح محسوس کر رہا تھا کہ بیچاری آنا ماں کو آج بھی اسی کیفیت سے گزرنا ہوگا جس کیفیت سے وہ ہمیشہ مجھ سے الفت کا اظہار کرکے گزرا کرتی تھیں۔ کچھ دیر کے بعد میں نے کامران غزنوی سے اجازت طلب کرلی اور پھر میری کار اس عمارت سے باہر نکل آئی میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

آج کی اس دلچسپ ملاقات سے مجھے بہت لطف آیا تھا۔

میری پسند کے یہ لمحات گزر گئے اور شب و روز کی کہانی اسی انداز میں جاری رہی۔

میڈم خان نے مجھے بتایا کہ روزی کے والد کا آپریشن کامیاب ہوگیا ہے اور ان کی آنکھوں کی روشنی واپس آگئی ہے۔"

"گڈ۔ یہ ایک اچھی خبر ہے میڈم خان۔ ہمیں اسپتال جاکر ان سے ملنا چاہیے۔"

"جیسا آپ پسند کریں جناب۔" میڈم خان نے جواب دیا۔

روزی کا پورا خاندان اسپتال میں موجود تھا اور روزی خوشی سے دیوانی ہو رہی تھی۔ اس نے پر مسرت انداز میں مجھ سے کہا۔

"سر میرے باپ کی آنکھیں ٹھیک ہوگئی ہیں۔"

"میری طرف سے پر خلوص مبارکباد قبول کرو روزی۔"

"آپ نے........ آپ نے ہمارے پورے خاندان پر احسان کیا ہے دانش صاحب۔" روزی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔ میں مسٹر جیکسن سے ملا شاید روزی نے میرے تعاون کے سلسلے میں ساری تفصیلات بتا دی تھیں وہ کہنے لگے۔

"مسٹر دانش آپ نے میری دنیا روشن کی ہے میں آپ کو صرف یہی دعا دے سکتا ہوں کہ خداوند آپ کو ہمیشہ ہمیشہ روشن رکھے۔" روزی نے مجھ سے کہا۔

"سر اب میرے لئے کیا حکم ہے۔ ایک ہفتے کے بعد ڈیڈی کو یہاں سے اجازت مل جائے گی کیا میں انہیں سیالکوٹ روانہ کردوں۔" میں نے چونک کر روزی کو دیکھا اور پھر کہا۔

"تم کیا چاہتی ہو روزی؟"

"اگر آپ اجازت دیں تو ان لوگوں کے لئے یہیں کوئی مناسب بندوبست کردوں۔ میرا خیال ہے ہم کوئی چھوٹی موٹی سی جگہ کرائے پر حاصل کرلیں گے۔ ظاہر ہے وہ جگہ ہمارے لحاظ سے بہت قیمتی ہے اور ہم وہاں نہیں رہ سکتے لیکن یہاں ہم سب کچھ نہ کچھ کریں گے میں تو آپ کی خادمہ ہوں ہی میرے ڈیڈی بھی اب کچھ نہ کچھ ضرور شروع کر دیں گے اور ہم باآسانی اپنا گزارہ کرلیں گے میں آپ پر اور کوئی وزن نہیں ڈالوں گی۔"

میں نے روزی کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے روزی ابھی تو ایک ہفتہ باقی ہے تمہاری یہ بات میرے کانوں تک پہنچ گئی کہ تم ان لوگوں کو یہیں رکھنا چاہتی ہو اب دیکھیں گے کہ اس سلسلے میں کیا کیا جاسکتا

ہے۔"

مقدس کریم کا کاروبار بڑی عمدگی سے چمک رہا تھا اور اب اس پروگرام کا آغاز ہوگیا تھا جو مٹھل شاہ کی ہدایت کے مطابق قدم بہ قدم آگے بڑھ رہا تھا۔ مقدس آٹوز کی ساکھ بحال ہوگئی تھی اور اس کے بعد مٹھل شاہ سے میری ایک میٹنگ ہوئی اور میں نے مقدس آٹوز کے سلسلے میں اسے اپنی کارروائیوں سے آگاہ کیا۔ مٹھل شاہ نے کہا۔

"اور اب تم مقدس کار ایمپوریم بھی بنوا دو۔"

"میں سمجھا نہیں شاہ صاحب؟"

"ہمارے پروگرام کا دوسرا مرحلہ یہی تو ہے۔ مقدس آٹوز اپنی جگہ کام کرتا رہے اور اس کے بعد کاروں کی درآمد شروع ہو جائے۔ کاریں درآمد کرنے کے سلسلے میں میں نے تمہیں بتایا تھا کہ وہ بڑی پارٹی جس سے اب تم بھی واقف ہوگئے ہو کاروں کی سب سے بڑی امپورٹر ہے اور اس کے آگے کسی کا چراغ نہیں جلتا۔ تم ایک جگہ کا تعین کرکے ایک کار امپوریم بنواؤ اور اس کے بعد نہایت اعلیٰ پیمانے پر مقدس ہی کے ذریعے کاروں کا کاروبار بھی شروع کر دو۔ میں اس سلسلے میں تمہیں دو بہترین آدمی دوں گا جو تمہارے معاون ہوں گے یہ لوگ بھی میرا ہی نام لے کر تمہارے پاس پہنچیں گے مگر اس کے لئے تمہیں مجھ سے رجوع کرنا ہوگا۔" میں نے مسکراتی نگاہوں سے مٹھل شاہ کو دیکھا اور بولا۔

"براہ کرم اس کی تفصیل بھی سمجھا دیں مٹھل شاہ صاحب۔"

"مطلب یہ کہ ایک آدھ تعویز ہمارا تم بھی لے لیا کرو کیا حرج ہے؟"

"یعنی آستانے پر حاضری دوں۔"

"دینا چاہیے اب وہ وقت آگیا ہے جب تم آستانے پر حاضری دو۔" مٹھل شاہ نے کہا اور میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔

"یقیناً" میں وہاں حاضری دوں گا شاہ صاحب۔"

"ایک غیر ملکی آدمی اگر مجھ سے عقیدت کا اظہار کرے تو یوں سمجھ لو کہ بہت سوں کے راستے کھل جائیں گے۔ سمجھ رہے ہو نا میری بات۔"

دوسرے روز میں نے آستانے پر جانے کا فیصلہ کیا۔

آصف مجھے لانڈھی لے گیا اور مٹھل شاہ کے آستانے سے کچھ فاصلے پر میں نے اپنی

گاڑی رکوائی اس کے بعد پیدل چلتا ہوا آستانے میں داخل ہوگیا یہ جگہ میرے لئے اجنبی نہیں تھی ویسے میں نے اور بھی بہت سی گاڑیاں دیکھی تھیں جو ادھر ادھر کھڑی ہوئی تھیں۔ آستانے کے اطراف میں رہنے والے مٹھل شاہ صاحب کے عقیدت مند تھے۔

مٹھل شاہ مجھے دیکھ کر مسکرائے اور بولے:

"آؤ میرے ساتھ۔" میں مٹھل شاہ کے آستانے کے عقبی حصے میں بنے ہوئے کمرے میں پہنچ گیا جو مٹھل شاہ کا حجرہ تھا۔ مٹھل شاہ نے مجھے دیکھ کر ہنستے ہوئے کہا۔

"کہو فیصل میاں' کیسا پا رہے ہو اس زندگی کو؟"

"بس ٹھیک ہے' یوں سمجھ لیجئے کہ اس وقت انسان اس سطح پر ہے' حقیقتوں کو کوئی تسلیم نہیں کرتا اپنی برائیاں چھپانے کے لئے توہمات کا سہارا لیا جاتا ہے۔" مٹھل شاہ نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہاں یہی ہو رہا ہے شاید تمہیں اس بات پر یقین نہ آئے کہ میں تو جس پیمانے پر کام کر رہا ہوں وہ الگ ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ میں نے انہی لوگوں سے بہت کچھ کمایا ہے اور بھی کچھ ذرائع رہے ہیں میرے لیکن بے شمار افراد اس ذریعہ معاش کو اپنائے ہوئے ہیں اور لوگوں کی اس کیفیت سے فائدہ اٹھاتے ہیں ان میں بعض ایسے ہیں جن کے کردار بھی گھناؤنے ہیں اور وہ عام حالات سے ہٹ کر اپنی ناپاک خواہشات کی تسکین بھی کرلیا کرتے ہیں بہرطور یہ انسان کی کمزوری ہے اس کے بارے میں کیا کہا جاسکتا ہے۔"

"اس میں کوئی شک نہیں ہے میں دیکھ رہا ہوں۔"

"تم آگئے بہت اچھا کیا میں سمجھتا ہوں اس طرح تمہاری زندگی میں ایک تبدیلی بھی ہوگی' ادھر جیم خانوں اور نائٹ کلبوں میں تم ان بے شمار بڑے لوگوں کو دیکھتے ہو جو بے پناہ دولت مند ہیں اور اپنی دولت کے بل پر انسان کو انسان نہیں سمجھتے اور دوسری طرف یہی تمام دولت مند حلیہ بدل کر یہاں آستانے پر آتے ہیں۔ سر پر رومال باندھ کر بیٹھ جاتے ہیں اور بڑی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ دوہری شخصیت نجانے کیوں ان لوگوں کی فطرت میں شامل ہوگئی ہے لیکن ہر شخص کہیں نہ کہیں ضرور دھوکہ کھاتا ہے یہ اپنے آپ کو بھی دھوکہ دیتے ہیں اور اپنے اطراف میں پھیلے ہوئے لوگوں کو بھی اور یہاں یہ دھوکہ کھانے کے لئے آتے ہیں۔ میں نے کچھ دن مخصوص کر رکھے ہیں فیصل' تم ایسا کرو بدھ کی شام کو ضرور آجانا' بدھ کی شام خصوصی طور پر ان لوگوں کے لئے وقف ہوتی ہے جو میرے کام کے آدمی ہوتے ہیں اور اس دن نشست کا انداز بدلا ہوا ہوتا ہے۔"

"بہتر ہے شاہ صاحب میں بدھ کو حاضر ہو جاؤں گا۔"

"ہاں بدھ کو آنا' بدھ کو میرے کچھ خاص آدمی بھی آتے ہیں تمہارا ان سب سے تعارف کراؤں گا' ویسے یہ جو آستانہ دیکھ رہے ہو نا تم بڑا جدید اور سائنٹیفک ہے۔ یہاں ایسی بہت سے چیزیں موجود ہیں جو اس آستانے کا وقار بحال رکھنے میں معاون ہوتی ہیں۔"

میں مٹھل شاہ کی باتیں سنتا رہا پھر مٹھل شاہ نے کہا۔

"یار فیصل ایک بات بتاؤ' دیکھو میرے اور تمہارے درمیان اتنا ربط و ضبط قائم ہوگیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اب ایسی کوئی بھی بات نہیں ہے جو کم از کم تم سے پوشیدہ ہو لیکن تمہارا ماضی اب تک میری نگاہوں سے اوجھل ہے' تمہاری اپنی کیفیت کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔ نجانے کیوں بار بار دل چاہتا ہے کہ تم سے تمہاری کہانی سنوں۔"

"مٹھل شاہ صاحب میری کہانی ہی کیا ہے' میں نے شاید آپ سے یہ عرض کیا تھا کہ ڈیفنس کی ایک کوٹھی کے ایک کوارٹر میں میں نے آنکھ کھولی تھی۔ ہوش سنبھالا تھا' میری ماں شہزادی نامی ایک عورت تھی باپ موجود نہیں تھا لیکن شہزادی کا میرے ساتھ رویہ ماؤں جیسا نہیں تھا یا پھر ہو سکتا ہے اس کی فطرت ہی میں ممتا نہ ہو' بہر طور شہزادی نوجوان عورت تھی ایک دن وہ مجھے اس کوارٹر میں چھوڑ کر چلی گئی۔ میرے لئے یہ راستہ موجود تھا کہ میں اس کوٹھی میں نوکروں کی حیثیت سے کام کرتا رہوں لیکن شہزادی کے وہاں سے چلے جانے کے بعد میرا دل بھی نہ لگا اور میں نے خاموشی سے وہ کوٹھی چھوڑ دی۔ بسوں اور گاڑیوں کو دھوتا رہا اور پھر مختلف واقعات پیش آئے۔ چند لوگوں نے محبت کی' مدد کی تھوڑا بہت پڑھ لکھ بھی گیا اسی انداز میں زندگی گزار رہا تھا کہ بالآخر آپ سے رابطہ قائم ہوگیا۔" مٹھل شاہ رخسار کھجاتے ہوئے کچھ سوچنے لگا پھر بولا:

"میرا تجربہ یہاں آکر غلط ثابت ہوتا جارہا ہے فیصل۔"

"کیسا تجربہ مٹھل شاہ صاحب؟"

"ابھی وقت کی کہانی یہ ہے کہ انسان میں کچھ جراثیم منتقل ہوتے ہیں اور وہ یقینی طور پر ایک اہمیت رکھتے ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ کوئی غریب بچہ بلندیوں تک نہیں پہنچا ایسی بھی لاکھوں مثالیں ہیں لیکن عموماً جو تجربہ ہوا ہے وہ یہی ہے کہ کسی کا پس منظر ہی ایسا ہوتا ہے جو اسے روشنی اور ذہانت بخشتا ہے۔ میرا مطلب ہے کہ میں تمہارے بارے میں صرف یہ سوچتا ہوں کہ تم یقیناً کسی ایسے خاندان کے چشم و چراغ ہو جو ذہانت اور عقل میں بے مثال ہوگا لیکن تم اس کی نفی کرتے ہو۔ بہرحال ٹھیک ہے یہ بتاؤ زندگی میں کوئی خلا تو نہیں محسوس کرتے؟"

"محسوس کرتا ہوں مٹھل شاہ صاحب۔" میں نے جواب دیا اور مٹھل شاہ چونک پڑا۔

"کیا مطلب؟"

"مجھے رکی رکی زندگی پسند نہیں میں تو زندگی میں ہنگامے چاہتا ہوں وہ سب کچھ چاہتا ہوں جس میں زندگی کی روانی محسوس ہو۔"

"تو جو کچھ تم کر رہے ہو اس میں روانی نہیں ہے؟"

"ہے لیکن انداز بڑا سست ہے میرا مطلب ہے کہ میری جسمانی مشقتیں تو بالکل دب کر رہ گئی ہیں۔" مٹھل شاہ پرخیال انداز میں گردن ہلاتا رہا پھر بولا:

"میں دراصل چاہتا نہیں ہوں کہ تمہیں جسمانی مشقت نہ کرنا پڑے ابھی اس کا وقت نہیں آیا ہے ہو سکتا ہے کہ آنے والے وقت میں تمہارے لئے بہت سے خطرات پھیل جائیں اور تمہیں ان خطرات سے بھرطور نمٹنا ہوگا۔ اپنے آپ کو اس کے لئے تیار ضرور رکھو لیکن یہ مناسب نہیں ہے کہ فوری طور پر کچھ ہنگامہ خیزیاں کرنے پر آمادہ ہو جاؤ۔ تمہاری پروقار شخصیت کو بنانے میں ہمیں جتنی محنت کرنا پڑی ہے تمہیں خود اس کا اندازہ ہوگا۔ میرا خیال ہے تم پس پردہ رہ کر ڈور ہلاتے رہو اسی طرح کام بن سکتا ہے۔ میں نے تم سے ایک بات کہی تھی ناں کہ ہو سکتا ہے کہ کچھ لوگ تمہاری زندگی کے درپے ہو جائیں' ظاہر ہے ابھی تو ان کے کاروباری نقصانات کا آغاز ہوا ہے اور وہ اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ معلومات حاصل کریں کہ تم درحقیقت کون ہو' بعد میں جب انہیں تمہاری شخصیت کا پتہ چل جائے گا تو وہ ہر طرح سے تم سے نمٹنے کی کوشش کریں گے بس یوں سمجھ لو وہاں سے تمہاری جسمانی تحریک کا آغاز ہو جائے گا تھوڑا سا انتظار کرنے میں کوئی ہرج نہیں ہے۔"

"ہاں شاہ صاحب تھوڑا سا انتظار کرنے میں واقعی کوئی حرج نہیں ہے۔" مٹھل شاہ دیر تک مجھ سے گفتگو کرتا رہا اور پھر میں نے اس سے اجازت طلب کرلی۔

آصف کے ساتھ میں جب وہاں سے واپس پلٹا تو وہ کچھ خاموش خاموش سا تھا' ویسے وہ ایک دو باتیں کرلیا کرتا تھا لیکن میں نے اس وقت اسے خاموش ہی پایا تھا' کچھ دور جانے کے بعد میں نے اس سے کہا۔

"خیریت آصف تم کچھ الجھے ہوئے سے ہو؟"

"نہیں چیف ایسی کوئی خاص بات نہیں ہے۔"

"گویا بات ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں چیف' واقعی آپ یقین کرلیں بس کچھ احمقانہ سوچیں بعض اوقات ذہن تک پہنچ جاتی ہیں۔"

"اس وقت کونسی احمقانہ سوچ تمہارے ذہن تک پہنچی ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"چیف میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ آپ بھی ایسے کسی مسئلے میں دلچسپی لے سکتے ہیں۔"

"کیسے مسئلے میں؟"

"میرا مطلب ہے ان نام نہاد درویشوں اور پیروں کے چکر میں۔"

"ہاں آصف بعض اوقات ایسے معاملات میں دلچسپی لینا پڑتی ہے۔"

"ٹھیک ہے چیف آپ ہر معاملے کو مجھ سے زیادہ بہتر سمجھتے ہیں لیکن یہ لوگ' یہ لوگ نجانے کیوں میرا ذہن کبھی ان کی جانب راغب نہیں ہوتا۔" میں مسکرا کر خاموش ہوگیا تھا۔ یہ آصف کی محبت تھی کہ وہ مجھے ایسے کسی جال میں پھنسنے سے بچانا چاہتا تھا لیکن وہ بیچارہ کیا جانتا تھا کہ میرا کیا معاملہ ہے۔

کوٹھی واپس آگیا اور اس کے بعد معمولات وہی رہے۔ جیم خانہ پہنچا اور جمال آراء بیگم سے ملاقات ہوئی تو شکایتی انداز میں بولی۔

"اب یوں لگتا ہے مسٹر دانش کہ آپ کے مشاغل کچھ پھیل گئے ہیں۔"

"جی میں سمجھا نہیں جمال آراء بیگم۔"

"میرا مطلب ہے جیم خانے میں آپ بہت کم نظر آتے ہیں۔"

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے اب بہت عرصہ ہوگیا اس ملک میں واپس آئے ہوئے کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی پڑے گا۔" جمال آراء عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر بولی:

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ دولت مند کس انداز میں سوچتے ہیں؟"

"اگر آپ کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی تو آپ یہ سوال اپنے آپ سے کرلیں جمال آراء بیگم۔"

"اپنے آپ سے؟" جمال آراء نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں یقیناً' اپنے آپ سے' آپ خود بھی تو ایک سرمایہ دار ہیں۔" جواب میں جمال آراء مسکرانے لگی پھر بولی۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے' ہم ان لوگوں میں سے ہیں جو بڑے لوگوں کا قرب حاصل کرکے اپنے آپ کو بھی بڑا سمجھنے لگتے ہیں حالانکہ اس بڑائی کو قائم رکھنے کے لئے ہمیں بڑی مشکلات کا سامنا کرنا ہوتا ہے۔"

"آپ کی یہ صاف گوئی بہت خوب ہے جمال آراء بیگم مجھے پسند آئی۔"

"نہیں یہ ایک سچائی بھی ہے بہرحال آتے رہا کریں آپ نے مجھے کمیشن ایجنٹ بنانے کا وعدہ کیا تھا مسٹر دانش لیکن ابھی تک سب کچھ جوں کا توں پڑا ہے۔"

"آپ کوئی ایسا مسئلہ میرے سامنے لائیے جس میں میرے مقصد کی بات بھی ہو تو آپ دیکھ لیجئے کہ میں آپ سے بھرپور تعاون کروں گا' ویسے ایک پیشکش ضرور کر سکتا ہوں۔"

"کیا؟"

"میرے لائق اگر کبھی کوئی خدمت ہو تو اس میں آپ تکلف نہ کریں۔"

"سوچ لیجئے کہیں آپ یہ نہ سمجھیں کہ میں آپ کی دوستی سے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہتی ہوں۔"

"نہیں جمال آراء بیگم آپ نے خود بھی میرے ساتھ ایک اچھا سلوک کیا ہے اور میں دوستوں سے کبھی بھی انحراف نہیں کرتا۔"

"تو بس یوں سمجھ لیجئے کہ مجھے پچیس لاکھ روپے کی اشد ضرورت ہے اور یہ پچیس لاکھ روپے میں آپ کو واپس کروں گی لیکن کچھ عرصے کے بعد۔"

"میں آپ کو پچیس لاکھ روپے کا چیک کل پیش کردوں گا یا اگر آپ مناسب خیال فرمائیں تو کوٹھی پہنچ جائیں۔"

"کس وقت؟"

"کل دن میں کسی بھی وقت بینک ٹائم میں۔" میں نے جواب دیا اور جمال آراء بیگم کچھ حیران سی ہوگئیں' انہوں نے کہا

"آپ بغیر کسی ضمانت کے مجھے اتنی بڑی رقم دے دیں گے دانش صاحب؟"

"ہاں جمال آراء بیگم میں آپ کو بغیر کسی ضمانت کے یہ رقم دے دوں گا۔" جمال آراء بیگم نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموش ہوگئیں پھر کافی دیر تک ہمارے درمیان گفتگو ہوتی رہی اور اس کے بعد میں واپس آگیا میں نے یہ سب کچھ کر تو لیا تھا لیکن ایک ہلکا سا خیال یہ بھی تھا میرے ذہن میں کہ مشعل شاہ سے کم از کم اس موضوع پر بات ضرور کرلی جائے۔

جمال آراء بیگم کے بارے میں یہ اندازہ مجھے تھا کہ وہ کام کی خاتون ہیں لیکن پچیس لاکھ رقم معمولی نہیں ہوتی یہ رقم تو میں شاہد کو بھی نہیں دے سکتا تھا چنانچہ واپس آنے کے بعد میں نے مشعل شاہ کو فون کیا اور اتفاق کی بات یہ کہ مشعل شاہ صاحب سے ملاقات بھی ہوگئی میری آواز پہچان کر انہوں نے حیران لہجے میں کہا۔

"خیریت دانش۔"

"بالکل خیریت ہے بس ایک تھوڑی سی بات کرنی تھی آپ سے۔"

"ہاں ہاں کہو۔" مشعل شاہ صاحب نے کہا۔

"کلب گیا تھا آج۔"

"ہوں پھر؟"

"جمال آراء بیگم وہاں ایک معزز خاتون کی حیثیت سے مشہور ہیں۔"

"میں جانتا ہوں۔" مشعل شاہ صاحب نے جواب دیا۔

"انہوں نے مجھ سے پچیس لاکھ روپے مانگے ہیں اور میں نے ان سے وعدہ کر لیا ہے کہ کل اس رقم کا چیک انہیں ادا کر دیا جائے گا۔"

"ٹھیک پھر؟" متھل نے پوچھا۔

"میرا مطلب ہے بس وہ.........حالانکہ.........."

"کچھ جھجک رہے ہو۔"

"جی ہاں پتا نہیں یہ آپ کی مرضی کے مطابق ہو یا نہ ہو میرا مطلب ہے بڑی رقم ہے اور اور.........اس کا کوئی خاص فائدہ بھی نہیں ہے۔"

"نہیں دانش اس کا خاص فائدہ ہے، غالباً تم اس فائدے پر غور نہیں کر رہے، پچیس لاکھ روپے کی رقم تم کسی خاتون کو اس کے طلب کرنے پر دے رہے ہو اس کی پبلسٹی کتنی ہوگی۔ ہمارا ایک پبلسٹی بجٹ بھی ہونا چاہیے اور اس بجٹ سے ہمیں بڑے فائدے حاصل ہوں گے سمجھ رہے ہو نا میری بات۔"

"انہوں نے کہا ہے کہ وہ کچھ عرصے کے بعد یہ رقم واپس کر دیں گی۔"

"بالکل بے دھڑک انہیں یہ رقم دے دو اور میری پوری بات سنو ایسا تمہیں کرتے رہنا چاہیے۔ یہی چیز تمہاری شہرت کو چار چاند لگائے گی ہم قرض دے کر وصول بھی کر سکتے ہیں لیکن اتنی بڑی رقم قرض دینے کا مطلب جانتے ہو کہ ہمیں کتنی بڑی پبلسٹی ملے گی، میرے خیال میں ایسے کسی مسئلے پر تم کبھی نہ الجھا کرو۔"

"بہت بہت شکریہ متھل شاہ صاحب۔"

"اس میں شکریہ کی کوئی بات ہی نہیں ہے میں نے تم سے پہلے بھی کہہ دیا ہے کہ اب یہ معاملات تم خود ہی دیکھ لیا کرو اور مجھ سے اس موضوع پر گفتگو کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"میں نے مطمئن ہو کر ٹیلیفون بند کر دیا تھا۔ دوسرے دن صبح تقریباً ساڑھے دس بجے جمال آراء بیگم کی آمد کی اطلاع ملی۔ میں ان کے لئے چیک لکھ کر تیار کر چکا تھا متھل شاہ سے اجازت ملنے کے بعد مجھے جمال آراء کے سلسلے میں کوئی پریشانی لاحق نہیں رہی تھی۔ میں نے جمال آراء بیگم کا استقبال ڈرائنگ روم میں کیا۔ ان کے چہرے پر اس وقت بھی غیر یقینی کے تاثرات تھے تاہم میں نے نہایت خوش اخلاقی سے انہیں خوش آمدید کہا

تھا۔"

"تم بھی کیا سوچتے ہو گئے دانش منصور کہ تھوڑی سی دوستی جتائی اور اس کے بعد اتنی بڑی رقم کا مطالبہ کر بیٹھی۔"

"جمال آراء بیگم آپ نجانے کس انداز میں سوچ رہی ہیں۔ دوستوں کی دوستیاں بڑی قیمتی ہوتی ہیں رقم بھلا کیا حیثیت رکھتی ہے۔"

"دوستی کے لئے پچیس لاکھ روپے بہت بڑی حیثیت نہیں رکھتے بہرحال چھوڑو اس تذکرے کو میں ایک بات جانتی ہوں اگر اب بھی یہ تمہارے لئے کوئی سوچنے والی بات ہو تو براہ کرم تکلف نہیں کرنا ضرورتیں تو انسان کو رہتی ہی ہیں۔"

"آپ یہ چیک قبول فرمائیے اور باقی گفتگو اس کے بعد ہوگی۔" میں نے چیک نکال کر انہیں پیش کرتے ہوئے کہا اور ان کی آنکھیں حیرت و مسرت سے چمک اٹھیں۔

"اوہ یہ تم نے تیار کر کے رکھ لیا ہے۔"

"آپ کا حکم تھا بھلا بھول کیسے جاتا۔" جمال آراء بیگم عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی پھر انہوں نے ٹھنڈی سانس لے کر چیک اپنے پرس میں رکھ لیا۔"

"بے حد شکریہ دانش بے حد شکریہ۔ میں اس اعتماد کو ہمیشہ یاد رکھوں گی۔"

"مسز اختر خان کے بارے میں کیا رپورٹ ہے۔"

"اوہو ہاں۔ جیم خانے نہیں آ رہیں آج کل لیکن مجھے اطلاع ملی ہے کہ ایک اور کلب میں پائی جاتی ہیں۔ کرن بھی ان کے ساتھ ہی ہوتی ہے۔"

"بہر طور کسی نئے شکار کی تلاش میں ہوں گی۔"

"ہاں میں تمہیں ایسے بہت سے کرداروں سے روشناس کراؤں گی جو اس سوسائٹی کی صحیح عکاسی کرتے ہیں۔ ان کا اندر اور باہر یکساں نہیں ہوتا وہ عجیب و غریب کیفیات کے لوگ ہوتے ہیں۔"

"ہاں جمال آراء بیگم ان لوگوں سے میری شناسائی ہوتی جا رہی ہے۔"

"پلیز اگر تم اجازت دو تو اب میں جاؤں۔ یہ چیک آج کیش ہو جانا بے حد ضروری ہے۔"

"یقیناً" میں آپ کو نہیں روکوں گا۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور تھوڑی دیر کے

بعد میں نے جمال آراء بیگم کو رخصت کر دیا۔ ان دنوں اور کوئی خاص بات نہیں تھی۔ مٹھل شاہ سے بدھ کے دن ملاقات کرنی تھی اور اس سے پہلے تمام معاملات جوں کے تھے۔ کوٹھی کے پڑوسی سے بھی کوئی نیا حملہ نہیں ہوا تھا اور کسی نے ادھر کا رخ نہیں کیا تھا بہرحال یہ تو کسی طور مناسب نہیں تھا کہ خود وہاں پہنچ جاتے حالانکہ آنا ماں سے بارہا ملنے کو جی چاہا تھا لیکن اپنے آپ پر قابو رکھنا بے حد ضروری تھا اس وقت میں جن حالات سے گزر رہا تھا اس میں خود اپنی ذات تک پر اعتماد کرنا حماقت تھی بے مقصد کسی کو رازدار بنانے کا مطلب یہ تھا کہ جو کچھ محنت کی ہے اسے کھو بیٹھوں۔ صورت حال ایسی ہی سنگین تھی۔ بدھ کے دن مٹھل شاہ کے آستانے کی جانب چل پڑا۔ آصف نور کو ساتھ لے لیا تھا۔ مٹھل شاہ نے مجھے اس دن کے لئے خصوصی طور پر کہا تھا میں اس کی وجہ جاننا چاہتا تھا جب آستانے پر پہنچا تو میں نے بہت سی اجنبی گاڑیاں وہاں دیکھی لیکن ایک سے ایک شاندار گاڑی تھی میں گہری سانس لے کر گردن ہلاتا ہوا آستانے کی جانب چل پڑا۔ ان عجیب و غریب انسانوں کی یہ آبادی مجھے واقعی حیران کر دیتی تھی جو اپنی ذات میں نجانے کیا کیا تھے۔ آج آستانے کی کیفیت واقعی بدلی ہوئی تھی۔ مٹھل شاہ صاحب بیس بائیس افراد کے درمیان گھرے بیٹھے تھے اور ان سے بے تکلفی سے گفتگو کر رہے تھے۔ میری جانب بھی انہوں نے کوئی خاص توجہ نہیں دی اور میں خاموشی سے ایک گوشے میں باادب جا بیٹھا۔ مٹھل شاہ صاحب ایک شخص سے گفتگو کرتے ہوئے اس کے کاروبار کے بارے میں پوچھ رہے تھے اور وہ انہیں بڑے مئودبانہ انداز میں صورت حال بتا رہا تھا۔ مٹھل شاہ صاحب نے ہاتھ اٹھا کر اس کے لئے دعا کی اور تمام لوگوں کو ان کے ساتھ ہاتھ اٹھانا پڑے۔ وہ شخص مئودبانہ انداز میں گردن خم کئے مٹھل شاہ صاحب کی دعائیں لے کر باہر نکل گیا تھا۔ مٹھل شاہ صاحب نے دوسرے آدمی کو اپنے قریب بٹھایا اور اس سے گفتگو کرنے لگے۔ یہ بھی شہر کا ایک صنعت کار تھا اور مٹھل شاہ صاحب اس سے تفصیلات سنتے رہے اور اس کے بعد انہوں نے اسے بھی کچھ مشورے دیئے اور وہ بھی چلا گیا اس طرح تین چار افراد مٹھل شاہ کے سامنے آ آ کر دعائیں لے کر چلے گئے۔ مٹھل شاہ صاحب کسی کو تعویز دیتے تو کسی کو پڑھا ہوا پانی جو ان کے ملازمین مہیا کر دیا کرتے تھے۔ ایک شخص کو مٹھل شاہ صاحب نے اپنے پاس بلا لیا اور بولے:

"کہئے غیاث احمد میاں بہت عرصے کے بعد آپ کا یہاں آنا ہوا۔"

"شاہ صاحب بس یوں سمجھ لیجئے کہ زندگی سے اکتایا ہوا ہوں۔"

"خبردار ایسی انہونی بات اگر اس کے بعد میرے سامنے کی تو کان پکڑ کر باہر نکال دوں گا۔ زندگی اکتانے کی چیز نہیں ہے یہ خدا کی دی ہوئی نعمت ہے اور اس نعمت سے جب تک خدا چاہے لطف اندوز ہونا چاہیے۔"

"معافی چاہتا ہوں شاہ صاحب لیکن کیا کروں حالات نے موت کے دہانے پر لاکھڑا کیا ہے۔ جو کام بھی کرتا ہوں اس میں نقصانات ہی نقصانات ہو رہے ہیں۔ حالت تباہ ہو چکی ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کیا جائے۔"

"برکت ہوگی۔ برکت ہوگی۔ فکر نہ کرو وقت گزر جائے گا اور رفتہ رفتہ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ ہاں وہ تم بتا رہے تھے کہ تم کوئی نیا کام کرنا چاہتے ہو کیا تھا وہ؟"

"شاہ صاحب صدر میں ایک پرانی عمارت خریدی ہے ساڑھے تین کروڑ روپے کی۔ وہاں شاپنگ سینٹر اور دفاتر بنانا چاہتا ہوں۔ پہلے ہوٹل کے بارے میں سوچا تھا لیکن وہ جگہ ہوٹل کے لئے موزوں نہیں ہے۔"

"وہ جگہ تو شاپنگ سینٹر کے لئے بھی موزوں نہیں ہے۔ میاں کتنے شاپنگ سینٹر بنواؤ گے۔ بھلا خود سوچو صدر میں کتنے شاپنگ سینٹر ہیں۔ آخر گاہک آسمان سے تو نہیں اتریں گے۔ میرے خیال میں تم یہ ارادہ ترک کر دو۔ فروخت کر دو اس جگہ کو۔"

"بہت قیمتی جگہ ہے شاہ صاحب مگر میرا خیال ہے وہاں شاپنگ سینٹر نہایت موزوں رہے گا۔"

"اگر اپنے خیال کی بات کرتے ہو میاں تو پھر ہمارے پاس زحمت کرنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"نہیں شاہ صاحب میرا یہ مقصد نہیں تھا۔ آپ حکم فرمائیے مجھے کیا کرنا چاہیے۔"

"کہا جو بھی مل جائے اس جگہ کو فوراً" بیچ دو نحوست کا نشان ہے تمہارے لئے۔ کتنا عرصہ ہو گیا اسے خریدے ہوئے؟"

"شاہ صاحب کوئی دس ماہ ہو گئے۔"

"اور مصیبتیں کب سے نازل ہوئی ہیں تم پر؟" شاہ صاحب نے سوال کیا۔

"اتنا ہی عرصہ ہو گیا شاہ صاحب۔" غیاث احمد کسی قدر حیران لہجے میں بولا۔

"اس کے باوجود تم اشارے نہیں سمجھتے۔ اتنا کند ذہن نہیں ہونا چاہیے کسی کاروباری انسان کو۔ وہ جگہ تمہارے لئے نہیں ہے سمجھے۔ وہاں تم جو کچھ بھی کرو گے نقصان اٹھاؤ گے۔ اتنا بدترین نقصان کہ اپنے پرانے نقصانات بھول جاؤ گے۔ غیاث احمد کانپ کر رہ گیا۔ دیر تک وہ اس بارے میں سوچتا رہا پھر اس نے کہا۔"

"تت۔ تت۔ تو شاہ صاحب۔ مم۔ میں۔ میں تو اس کا نقشہ بھی بنوا چکا ہوں۔"

"نقش مٹ جاتے ہیں سارے نقش مٹ جاتے ہیں۔" مٹھل شاہ جلالی لہجے میں بولے اور غیاث احمد نے کہا۔

"ٹھیک ہے شاہ صاحب جو آپ کا حکم لیکن اس کی اتنی قیمت تو ملنی ہی چاہیے جتنی میں میں نے خریدی تھی۔"

"میاں ہمارے ہاتھ فروخت کر رہے ہو کیا۔ جو کچھ ہم نے کہا ہے اگر جی چاہتا ہے تو مان لو ورنہ ہمارا وقت ضائع نہ کرو۔ ہم کہتے ہیں کہ تمہیں اگر اس کے دو کروڑ بھی مل جائیں تو غنیمت جانو سمجھے۔"

"ٹھیک ہے شاہ صاحب ٹھیک ہے۔" غیاث احمد نے بجھے ہوئے لہجے میں کہا اور مٹھل صاحب ادھر ادھر نگاہیں دوڑانے لگے۔ پر انہوں نے انگلی کے اشارے سے ایک شخص کو قریب بلایا اور میں نے اسے دیکھا وہ مقدس کریم تھا۔ مقدس کریم آہستہ آہستہ چلتا ہوا گردن جھکائے مٹھل شاہ صاحب کے سامنے جا بیٹھا۔

"میاں مقدس کریم صدر کے ایک معروف علاقے میں زمین خرید و گے۔ تمہیں دو کروڑ روپے کا بندوبست کرنا پڑے گا۔ معاہدہ کرو ہمارے سامنے' غیاث احمد سے۔ وہ زمین غیاث احمد کو راس نہیں آئے گی لیکن تمہیں اس سے کافی فائدہ پہنچے گا۔ معاہدہ کر لو ہمارے سامنے۔ ہمارے سامنے کئے ہوئے معاہدے بے جان نہیں ہوتے۔"

"شاہ صاحب آپ کا حکم ہے تو میں یہ معاہدہ کئے لیتا ہوں۔ مقدس کریم نے کہا۔"

"کہو میاں غیاث احمد یہ سودا منظور ہے تمہیں۔"

"جی۔ جی شاہ صاحب۔"

"ٹھیک ہے مقدس کریم غیاث احمد سے باقی کاغذی معاملات طے کر لینا اور انہیں دو

کروڑ روپے ادا کر دینا۔ غیاث احمد جاؤ ہم تمہیں دعا دیتے ہیں کہ اس کے بعد جو کچھ کرو گے اس سے فائدے ہی فائدے حاصل ہوں گے تمہیں۔" غیاث احمد نے گردن جھکائی اور اٹھ کھڑا ہوا۔ مقدس کریم اب مٹھل شاہ کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔

"تمہیں یہ کرنا ہے مقدس کریم کہ وہاں تم کاروں کا ایک شو روم بنا دو۔ یقینی طور پر وہاں سے تمہیں کافی فائدہ حاصل ہو گا۔ ہمارے لئے اور کوئی خدمت ہو تو ہمیں بتاؤ۔"

"نہیں شاہ صاحب بس آپ کی قدم بوسی کے لئے حاضر ہو گیا تھا۔"

"جاؤ بھلا ہو گا۔" میں سنسنی خیز نگاہوں سے مٹھل شاہ صاحب کو دیکھ رہا تھا۔ کس خوش اسلوبی سے انہوں نے یہ سارے معاملات نمٹائے تھے۔ بہرطور ایک کے بعد ایک شخص ان کے سامنے آتا رہا اور دعاؤں کے خزانے لے کر جاتا رہا یہاں تک کہ میں تنہا رہ گیا۔ جب میں تنہا رہ گیا تھا تو مٹھل شاہ صاحب نے اپنے تمام ملازموں کو وہاں سے جانے کا اشارہ کیا اور اس کے بعد اس جگہ میں اور مٹھل شاہ تنہا رہ گئے۔ انہوں نے کہا۔

"آؤ دانش منصور میرے ساتھ اندر آؤ۔" اور اس کے بعد میں مٹھل شاہ صاحب کے حجرے میں داخل ہو گیا۔ مٹھل شاہ نے ہنستے ہوئے کہا۔

"دیکھا تم نے ان بیوقوف لوگوں کو یہ کروڑوں روپے کا ہیر پھیر کرتے ہیں نجانے کتنے انسانوں کا خون چوس کر اپنی تجوریاں بھرتے ہیں لیکن بالا آخر ایک جگہ ایسی بھی ہے جہاں ان کا خون چوسا جاتا ہے۔ میں مسکراتی ہوئی نگاہوں سے مٹھل شاہ کو دیکھتا رہا۔ پھر میں نے کہا۔"

"واقعی یہ دنیا اپنے سے زبردست کے سامنے جھکتی ہے۔"

"بالکل سچ کہا تم نے۔ اب تم نے دیکھ لیا کہ ایک شاندار اور قیمتی جگہ صرف دو کروڑ روپے میں مقدس کریم کو حاصل ہو گئی۔ یہاں کار امپوریم کی تعمیر بہت خوبصورتی سے ہونی چاہیے اور باقی معاملات جو کچھ بھی ہوں گے ان کے بارے میں تمہیں مزید ہدایت مل جائیں گی۔ مقدس کریم میرا خیال ہے کافی بہتر جا رہا ہے۔ تم فوری طور پر اسے دو کروڑ روپے ادا کر دینا۔"

"جی مٹھل شاہ صاحب ٹھیک ہے لیکن مٹھل شاہ صاحب آپ کو ان تمام چیزوں کے بارے میں کیسے معلوم ہو جاتا ہے۔ میرا مطلب ہے آپ نے غیاث احمد سے فوراً ہی

زمین کے بارے میں گفتگو شروع کر دی تھی۔" مشعل شاہ مسکرائے اور بولے۔

"اس سلسلے میں میرے پاس باقاعدہ اسٹاف موجود ہے۔ میرا اسٹاف ضروری لوگوں کی نگرانی کرتا ہے اور ان کے بارے میں تمام معلومات حاصل کرتا رہتا ہے۔ میرے پاس ہر طرح کے انفارمر موجود ہیں۔ پولیٹکل انفارمر الگ ہے۔ کاروباری انفارمر الگ ہے۔ یہ سب صورت حال معلوم کرتے رہتے ہیں کہ کون کیا کرتا تھا کیا کر رہا ہے۔ بہرطور پر سب کچھ نہایت سائنٹیفک انداز میں ہو رہا ہے اور میں باآسانی ان حالات پر قابو پالیتا ہوں۔ تمہیں وہ واقعہ یاد ہوگا جب میں تمہارے ٹرک میں جا چھپا تھا۔ وہ ایک ایسا مسئلہ تھا جس میں مجھے خود عمل کرنا پڑا تھا لیکن ایک پولیس آفیسر نے مجھے چیک کرلیا تھا اور اپنے شبے کی تصدیق کے لئے میرے پاس دوڑ پڑا تھا۔ تم اگر نہ ہوتے تو واقعی مجھے مشکل کا سامنا کرنا پڑتا بہرطور بعد میں وہ شخص آستانے تک بھی پہنچ گیا لیکن یہ آستانہ جو ہے ایسی جگہ ہے جہاں اچھے اچھوں کے دماغ ٹھکانے آجاتے ہیں۔ اس سے پہلے کہ پولیس آفیسر مجھ سے کچھ سوال کرتا میں نے خود اسے ہدایات دیں کہ اس کے ڈی آئی جی کو ایک حادثہ پیش آنے والا ہے وہ اگر چاہے تو ڈی آئی جی کو اس حادثے سے بچا کر اپنا عہدہ بڑھا سکتا ہے۔ بس آگیا چکر میں وہ حادثہ پیش آیا لیکن پولیس آفیسر کی بروقت امداد نے اس حادثے کو ٹال دیا۔ اب یوں سمجھ لو کہ اس حادثے کے ذمہ دار میرے اسٹاف کے لوگ ہی تھے لیکن پولیس آفیسر کا عہدہ واقعی اس کارروائی کے بعد بڑھ گیا۔ ڈی آئی جی صاحب بنفس نفیس اس پولیس آفیسر پر مہربان ہوگئے اور اس کے بعد اسے جو آسانیاں حاصل نہ ہو جاتیں کم تھیں لیکن وہ پولیس آفیسر عہدہ حاصل کرنے کے بعد میرا ممنون ہے اور اکثر میرے پاس آتا رہتا ہے۔ سمجھ رہے ہو نا میرا طریقہ کار۔" میں نے گہری سانس لے کر مشعل شاہ صاحب کی طرف دیکھا اور بولا۔

"میں بھی تو آپ کے مریدوں میں سے ہوں۔" مشعل شاہ صاحب ہنس پڑے اور بولے۔

"سچ بات بتاؤں تمہیں کہ خود بعض اوقات میرا دل تمہارا مرید ہو جانے کو چاہتا ہے۔ میری نگاہیں بہت دور تک دیکھ رہی ہیں اور آنے والے وقت میں میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ تم مجھ سے کہیں آگے کی چیز ہو گے۔ میں نے جو راستہ اختیار کیا وہ مختلف تھا لیکن

تم جس راستے پر سفر کر رہے ہو وہ بہت زیادہ بلندی کی جانب جا رہا ہے۔ تم بلاشبہ اس میدان کے سب سے نامور کھلاڑی ثابت ہو گے۔ تو یہ سب کچھ تمہارے سامنے آچکا ہے۔ میں ذرا سست رفتاری سے آگے بڑھ رہا ہوں۔ ایک دم دوڑنا بعض اوقات نقصان دہ بھی ہو جاتا ہے۔ رفتہ رفتہ ہی تم اپنی عمر کے ساتھ ساتھ تجربہ بھی حاصل کرو گے اگر ایک ناتجربہ کار شخص بہت زیادہ تجربہ کار بن جائے تو بہت سی نگاہیں اس کی جانب نگراں ہو جاتی ہیں چنانچہ ہماری رفتار سست ہے میں جانتا ہوں کہ تھوڑے بہت عرصے کے بعد رانا جہانگیر تمہاری جانب متوجہ ہو جائے گا جب ایسا ہوا تو میں تمہیں ان سے نمٹنے کے طریقے بتاؤں گا۔ یوں سمجھ لو کہ وہ تمہارا پہلا شکار ہے اور اس شکار کو مکمل طور پر تمہاری گرفت میں آنا چاہیے۔"

"جو کچھ بھی ہوگا آپ کی ہدایت کے مطابق ہی ہوگا شاہ صاحب۔"

"جانا چاہو تو جاؤ۔ میرا خیال ہے اب آستانے پر اور کوئی نہیں آئے گا۔ بدھ کا دن خاص خاص لوگوں کے لئے مخصوص ہوتا ہے اور انہیں اطلاع دے دی جاتی ہے کہ وہ حاضر ہو جائیں۔ مشعل شاہ صاحب کے پاس سے واپس آتے ہوئے میں گہری سوچوں میں غرق تھا۔ بلاشبہ مشعل شاہ کا طریقہ کار بہت ہی پراسرار لیکن بہت زیادہ پر اثر تھا۔ مقدس کریم دوسرے ہی دن میرے پاس پہنچ گیا تھا وہ مسرور لہجے میں مجھ سے بولا۔"

"دانش صاحب مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ آپ بھی مشعل شاہ صاحب کے عقیدت مندوں میں شامل ہوگئے ہیں۔ آپ کی ان تک رسائی کیسے ہوئی؟"

"عجیب و غریب بات ہوئی تھی مقدس کریم صاحب۔ میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ اس طرح سے ایک آستانہ ہے اور وہاں ایک بزرگ موجود ہیں جو مجھے اپنے پاس بلا رہے ہیں۔ مجھے حیرت ہوئی تھی۔ جاگنے کے بعد بھی یہ خواب مجھے یاد رہا اور پھر بس یوں سمجھ لیجئے کہ اپنے ذہن کو مطمئن کرنے کے لئے میں وہاں جا پہنچا تھا۔ مجھے وہ تمام چیزیں دیکھ کر شدید حیرت ہوئی ہے۔" مقدس کریم کے چہرے پر عقیدت کے آثار نظر آنے لگے۔ وہ آنکھیں بند کر کے جھومتا ہوا بولا۔

"اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مشعل شاہ صاحب بہت ہی پہنچے ہوئے بزرگ ہیں۔ آپ نے وہاں جا کر کیا محسوس کیا دانش صاحب۔"

"بس ایک روحانی سکون محسوس ہوا مجھے۔ میرا خیال ہے میں اب اکثر وہاں جاتا رہوں گا۔"

"مجھے وہاں جو ہدایت ملی اور مشعل شاہ صاحب نے جس طرح مجھے مقدس کار امپوریم بنانے کے لئے کہا اور جگہ کا تعین کیا اس کے بارے میں آپ نے سنا۔"

"ہاں بلکہ یوں سمجھ لیجئے کہ آپ مجھ سے رابطہ قائم نہ کرتے تو میں خود آپ سے ٹیلیفون پر گفتگو کرتا۔ میرے خیال میں فوری طور پر تمام کارروائی کر لینی چاہیے اور اس کے بعد کام کا آغاز کر دیا جائے۔"

"بہت خوب......... میں میں سمجھتا ہوں اب تو میرے اور آپ کے درمیان ایک پیر کا رشتہ بھی قائم ہو گیا ہے۔"

"مقدس صاحب آپ فوری طور پر اپنا کام شروع کر دیجئے۔ میں ہر طرح سے سرمایہ آپ کو فراہم کرنے کے لیے تیار ہوں۔ مقدس کار امپوریم ضرور بننا چاہیے اور ہمارے اس کاروبار کو آگے بڑھنا چاہیے۔"

اسی شام ایک اور دلچسپ واقعہ پیش آیا۔ سفید رنگ کی ایک کار میری کوٹھی کے احاطے میں داخل ہوئی۔ اس وقت میں چہل قدمی کر رہا تھا اور میڈم خان میرے ساتھ ہی تھیں۔ کار سے جو شخصیت اتری اسے دیکھ کر میرے بدن میں سنسنی سی دوڑ گئی تھی۔ یہ آنا ماں تھیں اور ان کے ساتھ احسان غزنوی صاحب کی بیٹی رخسار تھی۔ رخسار خود کار ڈرائیو کرتی ہوئی یہاں تک آئی تھی حالانکہ غزنوی خاندان میں لڑکیوں کی ڈرائیونگ کا رواج کم تھا لیکن بہر طور یہ نئی نسل کا معاملہ تھا۔ ہو سکتا ہے غزنوی صاحب نے اس کی اجازت دے دی ہو جس وقت میں کوٹھی سے نکلا تھا رخسار بہت چھوٹی تھی اور اس کا کوئی قابل ذکر کردار نہیں تھا لیکن اب اس کا قد کافی لانبا ہو گیا تھا اور بدن بھی انتہائی متناسب۔ خوبصورت پہلے بھی تھی اب جوانی کا نکھار اس کے چہرے پر رقصاں تھا اور وہ بہت دلکش لگ رہی تھی۔ میں نے صرف اس کے خطوط کی بنا پر اسے پہچان لیا تھا۔ خدوخال میں بہت زیادہ فرق نہیں ہوا تھا لیکن حسن میں بے پناہ اضافہ ہو گیا تھا۔ شربتی آنکھوں میں ایک گہرا خمار چھایا ہوا تھا۔ بہر طور میں نے پرتپاک انداز میں آگے بڑھ کر ان کا استقبال کیا۔ آنا ماں آہستہ آہستہ مجھ پر نگاہیں جمائے آگے بڑھ رہی تھیں۔ میں نے قریب پہنچ کر انگریزی زبان میں کہا۔

"ہیلو۔ میرا خیال ہے میں آپ کو پہچان گیا ہوں۔" رخسار بھی قریب آ گئی تھی۔ اس نے مجھ سے کہا۔

"ہم لوگ آپ سے ملنے آئے ہیں۔"

"جی۔ جی تشریف لائیے۔" میں نے جواب دیا اور پھر میڈم خان سے بولا۔

"یہ ہمارے معزز پڑوسی ہیں ان کے لئے فوری طور پر چائے کا بندوبست کیجئے۔"

میڈم خان گردن ہلا کر آگے بڑھ گئیں۔ میں ان لوگوں کو لے کر ڈرائنگ روم میں داخل ہو گیا۔ آنا ماں آہستہ آہستہ آ رہی تھیں۔ میں نے انہیں صوفے پر بیٹھنے کی پیشکش کی۔ رخسار گہری نگاہوں سے میرا جائزہ لے رہی تھی۔ میں نے ایک دوبار سرسری طور پر اس کا چہرہ دیکھا۔ حسن و جمال کی دلکش مثال تھی۔ بہر طور میں نے اس کے بارے میں کسی غلط انداز میں نہیں سوچا البتہ آنا ماں کی خاموشی کافی پراسرار تھی۔ انہوں نے ایک سسکی سی لی اور آہستہ سے بولیں۔

"مجھے بھی اپنی اصلیت نہیں بتائے گا فیصل۔ مجھ سے بھی وہی انداز اختیار کرے گا تو جو تو نے دوسروں سے کیا ہے۔" یہ الفاظ انہوں نے اردو زبان میں ادا کئے تھے۔ میں الجھی ہوئی نگاہوں سے رخسار کو دیکھنے لگا۔ پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"سوری میڈم میں یہ زبان نہیں سمجھتا۔ میں نے بتایا تھا اس دن بھی یہاں آ کر میں نے ابھی تک یہ زبان نہیں سیکھی لیکن سیکھنا چاہتا ہوں۔ آپ ان خاتون سے کہیں کہ جو کچھ بھی کہنا ہے انگریزی زبان میں کہیں۔" رخسار کے بجائے آنا ماں بولیں۔

"ہاں ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ ظاہر ہے تیرے ساتھ جو کچھ ہوا اس کا بدلہ تو ہم سب سے نہیں لے گا تو کیا کرے گا لیکن ایک بات کان کھول کر سن لے فیصل دنیا دھوکا کھا سکتی ہے میں دھوکا نہیں کھا سکتی۔ میں نے' میں نے تیرے لئے جتنے دکھ اٹھائے ہیں میرا دل جانتا ہے' میرا دل جانتا ہے۔" یہ جملے بھی آنا ماں نے اردو ہی میں کہے تھے اور میں سخت مشکل میں گرفتار ہو گیا تھا لیکن اس مشکل وقت سے نکل جانا کامیابی کی ضمانت تھی۔ رخسار ساتھ تھی نہ بھی ہوتی تو بہر طور ابھی آنا ماں پر اپنے آپ کو ظاہر نہیں کر سکتا تھا۔ سب کچھ ختم ہو جاتا اب تک جو محنت کی تھی وہ ملیا میٹ ہو جاتی۔ اگر میں جذباتی

ہو کر آنا ماں پر اپنی شخصیت کا اظہار کر دیتا چنانچہ میں نے اپنے چہرے اور اعصاب کو قابو میں رکھا اور اپنے تاثرات میں کوئی تبدیلی ظاہر نہ کی۔ الجھی ہوئی نگاہوں سے میں رخسار کو دیکھتا رہا اور رخسار نے پھر انگریزی میں مجھ سے کہا۔

"مسٹر دانش منصور یہ ایک بہت ہی افسوس ناک کہانی ہے۔ بہرطور میں آپ کو مختصر الفاظ میں بتادوں کہ آنا ماں خاص طور سے اس لڑکے سے بہت زیادہ محبت کرتی تھیں جس کا ہمشکل آپ کو قرار دیا گیا ہے۔ یہ میری دادی جان ہیں میرے اور ان کے درمیان سب سے زیادہ رازداری ہے۔ یوں سمجھ لیجئے مسٹر دانش منصور کہ آنا ماں اور میں ایک زبان اور ایک خیال رکھتے ہیں۔ جس دن سے آپ ہماری کوٹھی میں آئے ہیں آنا ماں پر بہت بے قراری طاری تھی اور وہ مجھے اس بات کے لئے مجبور کر رہی تھیں کہ کوئی مناسب موقع دیکھ کر وہ آپ کے پاس پہنچے۔ اس وقت اتفاق سے ہمیں موقع مل گیا تو ہم نے اس سے فائدہ اٹھایا اور میں آنا ماں کو لے کر یہاں آگئی۔"

"آپ کے الفاظ مجھے بڑی پریشانی کا شکار کر رہے ہیں۔ میں' میں آپ کو کس نام سے مخاطب کروں؟" میں نے رخسار سے کہا۔

"میرا نام رخسار ہے اور میں ان خاتون کی پوتی ہوں۔" رخسار نے جواب دیا۔

"میرا خیال ہے یہ خاتون انگریزی بول سکتی ہیں۔"

"میں نے آنا ماں کی طرف دیکھ کر کہا اور آنا ماں ایک ٹھنڈی سانس لے کر بولیں۔"

"ہاں میں انگریزی بول سکتی ہوں۔"

"آنا ماں اگر آپ اجازت دیں تو میں بھی آپ کو اسی نام سے مخاطب کروں۔" آنا ماں تڑپ کر اپنی جگہ سے کھڑی ہوگئیں اور ان کے انداز میں ایک عجیب سی بے چینی رونما ہوگئی پھر انہوں نے رخسار کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"دیکھا۔ دیکھا تو نے اس نے کس لہجے میں مجھے آنا ماں کہا۔ تم لوگ دھوکا کھا سکتے ہو خدا کی قسم۔ خدا کی قسم میرا دل بھی گواہی دیتا ہے اور آنکھیں بھی دماغ بھی۔ یہ فیصل ہی ہے فیصل ہی ہے۔" یہ جملے بھی انہوں نے اردو ہی میں کہے تھے اور میں اردو نہ سمجھنے کا تہیہ کر چکا تھا۔ رخسار نے کہا۔

"آنا ماں آپ اپنے آپ کو سنبھالئے ورنہ سارا کام بگڑ جائے گا۔ دانش صاحب آپ میری دادی اماں کی جذباتی کیفیت سے متاثر نہ ہوں نجانے کیوں وہ اس بات پر ضد کر رہی ہیں کہ آپ ہی ان کے کھوئے ہوئے........." رخسانہ نے جملہ پورا نہیں کیا۔ میں نے آنا ماں کے قریب پہنچ کر انہیں بیٹھنے کے لئے کہا اور وہ بیٹھ گئیں۔ میں ان کے ساتھ ہی بیٹھ گیا تھا۔ میں نے کہا۔

"آنا ماں میں آپ سے انتہائی ہمدردی رکھتا ہوں اور مجھے دکھ ہے کہ میری صورت نے آپ کو اس قدر پریشان کر دیا لیکن بہت سی حیرتیں بھی ہیں مجھے......... آنا ماں مثلاً یہ کہ آپ کہتی ہیں کہ وہ جو میرا ہمشکل تھا آپ کے گھر نوکری کرتا تھا' ملازم تھا وہ تو کیا ملازموں سے اتنی ہمدردی کی جاسکتی ہے۔ اتنی محبت رکھی جاسکتی ہے؟" آنا ماں نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا ان کے رخساروں پر آنسو بہتے رہے تب رخسار بولی۔

"دراصل دانش صاحب آنا ماں بہت ہی نیک دل اور رحم دل خاتون ہیں۔ یہ ہر ایک سے محبت کرتی ہیں آپ انسانوں کی بات کرتے ہیں ہمارے ہاں اگر جانور بھی پلتے ہیں تو وہ آنا ماں کی محبت سے دور نہیں رہتے۔ ایک بار ہمارا ایک طوطا مر گیا تھا تو آنا ماں نے تین دن تک کھانا نہیں کھایا تھا۔ یہ بس ایسی ہی فطرت کی مالک ہیں پھر وہ لڑکا تو ہمارے ہاں پروان چڑھا تھا بچپن ہی سے وہ ہمارے ہاں رہتا تھا۔ اس کو چونکہ اس کی اپنی ماں کی محبت حاصل نہیں تھی اس لئے آنا ماں اسے ماں کا پیار بھی دیتی تھیں۔ بس کچھ پابندیاں تھیں سب پر کہ ہر شخص کو اس کی جگہ دو اس لئے آنا ماں اس کے ساتھ بہت زیادہ اچھا سلوک نہیں کر سکی تھیں۔ میں پتھرائی ہوئی نگاہوں سے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا لیکن اب بھی میرے لئے کچھ بولنا ممکن نہیں تھا۔ میں نے کہا۔"

"بہرحال مجھے افسوس ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی میری خواہش بھی ہے کہ آنا ماں جب بھی چاہیں مجھے بلائیں یا میرے پاس آجائیں یہ جگہ ان کی ہے اور آپ مس رخسار' آپ لوگوں کے آنے سے مجھے بے حد خوشی ہوئی ہے۔ میری خواہش ہے کہ آپ لوگ مجھ سے مسلسل ملتے رہیں' جب بھی آنا ماں کا دل چاہے میرے پاس آئیں یا مجھے اپنے پاس بلالیں۔ آپ لوگوں سے مل کر مجھے بے حد مسرت ہوگی۔" آنا ماں اس دوران اپنے آپ کو سنبھالنے میں مصروف تھیں پھر انہوں نے کہا۔

"تمہارا نام دانش ہے ناں؟"

"جی آنا ماں۔"

"اور منصور تمہارے والد تھے' کیا تم مجھے اپنے والدین کے بارے میں مزید کچھ بتا سکتے ہو۔" میں خاموشی سے آنا ماں کی صورت دیکھتا رہا پھر میں نے کہا۔

"افسوس میرے والدین کی کہانی زیادہ طویل نہیں ہے بس یوں سمجھ لیجئے کہ ماں کو ہوش سنبھال کر کبھی نہیں دیکھا اور باپ کو جب دیکھا تو وہ زیادہ عرصے میرے ساتھ نہ رہ سکا' بس اتنی سی کہانی ہے میری۔" آنا ماں گہری سانسیں لینے لگیں پھر انہوں نے کہا۔

"خیر قدرت کے کھیل ایسے ہی ہوتے ہیں کوئی حیرانی کی بات نہیں ہے بیٹے کہ تم اس لڑکے کے ہم شکل ہو اور......... اور......... نہ ہی تمہیں الجھنے کی ضرورت ہے میں تم سے معافی چاہتی ہوں' بس نجانے کیوں جذباتی ہوگئی تھی اچھا اب ہمیں اجازت دو۔"

"ایسے نہیں آنا ماں کچھ وقت آپ کو میرے ساتھ گزارنا ہوگا۔" میں نے کہا اور اس کے بعد میں ان لوگوں کے ساتھ کافی محبت اور اخلاق سے پیش آیا جو کچھ بھی ان کی خاطر مدارت ہو سکتی تھی کی' آنا ماں کسی قدر گھبرا رہی تھیں انہوں نے رخسار سے کہا۔

"میرے خیال میں اب ہمیں چلنا چاہیے' غزنوی صاحب اس دوران آ بھی سکتے ہیں۔" رخسار کھڑی ہوگئی میں نے ان الفاظ پر غور کیا تھا پھر انہیں ان کی کار میں رخصت کر دیا گیا اور میں بہت دیر تک بیٹھا آنا ماں کے کردار پر غور کرتا رہا۔

بہت الجھی ہوئی کیفیت تھی میں سمجھ ہی نہیں پایا تھا کہ آنا ماں کیا شخصیت رکھتی ہیں اور مجھ سے ان کا اتنا گہرا ذہنی رشتہ کیوں ہے۔ وقت کو گزار دینا ہی سب سے بہتر ہوتا ہے ہر چیز اپنے وقت پر سامنے آ ہی جاتی ہے مجھے نجانے کتنا طویل انتظار کرنا تھا۔ اپنی ذات کی الجھنوں کو دور کرنے میں لیکن میرے اطراف میں جو الجھنیں پھیلی ہوئی تھیں ان میں ہی میں لپٹ کر رہ گیا تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ مجھے ان الجھنوں سے انحراف نہیں تھا بلکہ اپنی ذات کی اس تکمیل پر میں بہت مطمئن اور مسرور تھا۔ مقدس کریم اس دوران اپنے کام میں مصروف تھا۔ اس کا غیاث احمد سے سودا مکمل ہو چکا تھا اور مقدس کریم نے مجھے ہنستے ہوئے بتایا تھا کہ غیاث احمد اس سودے پر بہت افسردہ ہے یقیناً" صدر کی وہ زمین اس وقت بہت قیمتی ہے اور دو کروڑ میں وہ ایک طرح سے کوڑیوں کی ہے لیکن بہرحال مقدس

کریم اس بات پر خوش تھا اب مقدس کار امپوریم کی تکمیل مشکل نہ رہے گی' مجھ سے تمام منصوبوں پر گفتگو ہوئی اور میں نے اسے منظوری دے دی کہ وہ امپوریم کی تعمیر جس قدر جلد ہو سکے مکمل کرالے نقشہ وغیرہ اس نے مجھے پہلے ہی دکھا دیا تھا چنانچہ یہ کام بھی شروع ہوگیا۔

کلب' جی مخانہ کاروباری امور' لوگوں سے ملاقات' جمال آراء بیگم اور دوسرے وہ کردار جن کا اب میری زندگی سے تعلق ہوگیا تھا ماضی کے کرداروں سے خیالی روابط یہی سب کچھ زندگی کا محور تھا اور محور کے گرد چکرا رہا تھا لیکن زندگی تو پے در پے حادثات اور واقعات کا مجموعہ ہے اگر ٹھہر جائے تو موت واقع ہو جائے اور جاری رہے تو کہانی بنتی رہے اور زندگی کی اس کہانی میں وقفے وقفے سے تبدیلیاں ہوتے رہنا نہایت ہی ضروری ہوتا ہے چنانچہ زندگی میں کچھ اور تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ ایک رات جب میں تمام مسائل سے فارغ ہونے کے بعد اپنے بستر پر تھا اور نیم غنودگی کی کیفیت کا شکار ہوگیا تھا غالباً" رات کا پونا ایک بج رہا تھا کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بجنا شروع ہوگئی۔ ایک لمحے تک تو کاہلت کا شکار رہا لیکن جب گھنٹی بجتی ہی رہی تو میں اپنی جگہ سے اٹھا اور میں نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

"ہیلو ہیلو' کون بول رہا ہے ہیلو؟" آواز بھرائی ہوئی سی تھی لیکن بولنے کا انداز مشعل شاہ سے مختلف نہیں تھا میں نے اپنے غنودگی کو ذہن سے جھٹک دیا اور بولا۔

"دانش منصور' کون بول رہا ہے؟"

"مشعل' مشعل شاہ۔"

"یہ آپ کی آواز کو کیا ہو رہا ہے مشعل شاہ صاحب۔"

"میں' میں.......... میں شدید' شدید ڈان.......... ڈان.......... ڈان سینٹر.......... ڈان سینٹر' ڈان سینٹر۔" مشعل شاہ نے کہا پھر ایک ہلکا سا دھماکہ سنائی دیا اور آواز بند ہوگئی میں بری طرح بوکھلا کر رہ گیا تھا۔ بہرحال بڑی پریشانی سی ہوگئی تھی۔ ریسیور غالباً" کریڈل پر نہیں رکھا گیا تھا اور اس سے ہوا کی ہلکی ہلکی سرسراہٹیں سنائی دے رہی تھیں۔ میں چند لمحات اسی طرح ریسیور ہاتھ میں لئے غور کرتا رہا' مشعل شاہ کا بھرایا ہوا لہجہ' اس کا عجیب سا انداز اور اس کے بعد فون پر اچانک رابطہ منقطع ہو جانا کوئی پراسرار اور خطرناک کہانی سنا

رہا تھا کوئی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ بہر طور میں پریشان انداز میں ادھر ادھر دیکھتا کیا کرنا چاہیے' کیا کیا جائے اور پھر دل میں یہ خیال آیا کہ جاکر میڈم خان کو جگاؤں ا انہیں اس صورت حال سے آگاہ کروں۔ یہ فیصلہ کرنے کے بعد میں اپنے کمرے سے نکل آیا اور میڈم خان کی خواب گاہ کے دروازے پر کئی بار دستک دی تو اندر تیز روشنی ہو گئ اور پھر میڈم خان کی آواز سنائی دی۔

"کون ہے؟"

"دروازے کھولئے میڈم خان۔" میں نے کہا اور چند لمحات کے بعد دروازہ کھل گیا۔ میڈم خان بے حجابانہ انداز میں میرے سامنے کھڑی ہوئی تھی اس نے شب خوار کے لباس پر گاؤن بھی نہیں پہنا تھا مجھے دیکھ کر ان کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک در آئی اور پھر انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آؤ اندر آؤ۔ ان کے انداز میں جو کیفیت پائی جاتی تھی میں اس سے بے خبر نہیں تھا میں دو قدم آگے بڑھ کر اندر داخل ہو گیا اور میڈم خان نے دیوار پر لگی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھتے ہوئے کہا۔"

"کیوں نیند نہیں آئی؟"

"میڈم خان آپ کو ایک عجیب خبر سنانے آیا ہوں۔" میں نے سرد اور خشک لہجے میں کہا اور میڈم خان جیسے خواب سے چونک گئی اس نے ایک دم سنبھالا لیا اور پھر مجھے گھورتی ہوئی بولی۔

"خیریت کیا بات ہے؟"

"ابھی چند لمحات قبل مجھے مشعل شاہ کا فون موصول ہوا تھا۔"

"تو پھر کیا کہہ رہے تھے مشعل شاہ صاحب؟" میڈم خان ایک دم سنبھل گئی تھی میں نے اسے فون کے بارے میں تفصیل بتائی اور میڈم خان کے چہرے پر بھی تشویش کے آثار پھیل گئے' وہ پلٹی اور اس نے ایک ریک پر سے اپنا گاؤن اٹھا کر جسم پر لپیٹ لیا' اس کے چہرے پر اب سنجیدگی سے تشویش کے آثار نظر آ رہے تھے۔

"عجیب سی بات ہے ڈان سینٹر' یہ ڈان سینٹر کیا چیز ہے۔"

"میں نہیں جانتا اس کے بارے میں اور آپ؟"

"میرے علم میں بھی کچھ نہیں ہے لیکن مشعل شاہ صاحب کا یہ انداز آخر فون بند کیسے ہو گیا تھا؟"

"یقینی طور پر ریسیور ہاتھ سے گر پڑا تھا۔"

"اور آپ بتاتے ہیں کہ........."

"ہاں میڈم خان مجھے صورت حال کافی خراب معلوم ہوتی ہے۔" میڈم خان پر خیال انداز میں گردن ہلاتی رہی پھر بولی۔

"کہیں یہ کوئی اور سازش وغیرہ تو نہیں ہے دانش منصور میرا مطلب ہے' میرا ب ہے........"

"مشعل شاہ کی آواز میں نے بخوبی پہچان لی تھی اس لئے میں اسے سازش نہیں سمجھ سکتا۔"

"تو پھر کیا کرنا چاہیے؟"

"میرا خیال ہے ان تمام باتوں کے علم کے بعد ہمارا گھر میں رہنا مناسب نہیں ہے۔"

"تو پھر آپ لباس تبدیل کر لیجئے میں بھی لباس تبدیل کر کے آتی ہوں' ہم لانڈھی چلتے ہیں۔"

"ہاں میڈم خان یہ انتہائی ضروری ہے۔" میں نے کہا اور کچھ دیر کے بعد ہم دونوں تیار ہو کر باہر نکل آئے' آصف کو اس وقت جگانا مناسب نہیں سمجھا تھا' میڈم خان نے کہا کہ وہ خود ہی ڈرائیو کر لے گی۔ میں ان کے پاس بیٹھ جاؤں' میں نے اس بات پر آمادگی کا اظہار کر دیا تھا' ہماری گاڑی کوٹھی سے باہر نکل آئی اور اس کے بعد ہم نے آستانے کی جانب رخ کیا۔ سڑکیں ویران اور سنسان پڑی ہوئی تھیں' رات بہت زیادہ بیت چکی تھی اور موسم بھی کچھ ٹھنڈا ٹھنڈا ہی سا تھا اس لئے سڑکیں ضرورت سے زیادہ سنسان نظر آ رہی تھیں۔ کار چکنی سڑک پر پھسلنے لگی اور میرا ذہن مشعل شاہ میں گم ہو گیا' کیا ہوا ہے آخر اسے کیا حادثہ پیش آیا ہے؟

آگے کے حالات جاننے کیلئے جرم زادہ پڑھیں

☆☆☆